شرح

(دیوان اردوی غالب)

(مصنفہ)

…لوی سید علی حیدر صاحب طباطبائی لکھنوی

(پروفیسر نظام کالج)

(المتخلص بہ)

(نظم وحید)

(باہتمام)

(سید ہدایت عباس)

…مفید الاسلام واقع کوٹلہ اکبر جاہ حیدرآباد دکن میں طبع ہوئی

بسم اللہ و الحمد للہ

دی ہے کس کی شوخی تحریر کا — کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

مرحوم ایک خط مین خود اس مطلع کے معنی بیان کرتے ہین کہتے ہین ایران مین رسم ہے
کہ داد خواہ کاغذ کے کپڑے پہن کر حاکم کے سامنے جاتا ہے جیسے مشعل دن کو جلانا یا خون
آلودہ کپڑا بانس پر لٹکا کے لے جانا پس شاعر خیال کرتا ہے کہ نقش کس کی شوخی تحریر کا فریادی
ہے کہ جو صورت تصویر ہے اوسکا پیرہن کاغذی ہے یعنی ہستی اگرچہ مثل ہستی تصاویر اعتبار
محض ہو موجب رنج و ملال و آزار ہے۔ غرض شعر کی یہ ہے کہ ہستی مین مبدء حقیقی سے
جدائی و غیریت ہو جاتی ہے اور اوس معشوق کی مفارقت ایسی شاق ہے کہ نقش تصویر تک
اس کا فریادی ہے اور پہر تصویر کی ہستی کوئی ہستی نہین مگر فنا فی اللہ ہونے کی اوسے
آرزو ہے کہ اپنی ہستی سے نالان ہے۔ کاغذی پیراہن فریادی سے کنایہ فارسی مین
بھی ہے اور اردو مین میر ممنون کے کلام مین اور مومن خان کے کلام مین بھی مین نے
دیکھا ہے مگر ان کا یہہ کہنا کہ ایران مین رسم ہے کہ دادخواہ کاغذ کے کپڑے پہن کر حاکم کے
سامنے جاتا ہے مین نے یہہ ذکر نہ کہین دیکھا نہ سنا اس شعر مین جب تک کوئی ایسا لفظ نہو
جس سے فنا فی اللہ ہونیکا شوق اور ہستی اعتباری سے نفرت ظاہر ہو اوس وقت تک
اسے بامعنی نہین کہہ سکتے کوئی جان بوجھ کر تو بے معنی کہتا نہین یہی ہوتا ہے کہ وزن
و قافیہ کی تنگی سے بعض بعض ضروری لفظون کی گنجایش نہوئی اور شاعر سمجھا کہ مطلب
ادا ہوگیا لیکن وہ معنی کہ شاعر کے ذہن مین رہ گئی اوسی کو المعنی فی بطن الشاعر کہنا چاہیے
[illegible] غرض یہہ تھی کہ نقش تصویر فریادی
یہی سبب [illegible] پیراہن ہونے کا ہستی بے اعتبار کی گنجایش نہوسکی اس سبب سے کہ
[illegible] مقصود تھا مطلع کہنا ہستی کے بدلے شوخی تحریر کہہ دیا اور اس سے کوئی

تیشہ ہستی کے صدف پر نہین پیدا ہوا آخر خود اسکے مونہہ پر لوگون نے کہدیا کہ شعر یاسمیٰ ہے

کاؤ کاوِ سخت جانیہائے تنہائی نہ پوچھ ۔۔ صبح کرنا شام کا لانا ہے ج

کاؤ کاو کھودنا اور کریدنا مطلب یہہ ہے کہ تنہائی و فراق مین سخت جانی کے چلتے اور دم نہ نکلنے کے ہاتھون جیسی جیسی کاوشین اور کاہشین مجہپر گزر جاتی ہین اوسے کچھہ نہ پوچھ رات کا کاٹنا اور صبح کرنا جوئے شیر کے لانے سے کم نہین یعنی جس طرح جوئے شیر فرہاد کے لیئے دشوار کام تھا اسی طرح صبح کرنا مجھے بہت ہی دشوار ہے۔ اس شعر مین شاعر نے اپنے تئین کوہکن اور اپنی سخت جانی شب ہجر کو کوہ اور سپیدہ صبح کو جوئے شیر سے تشبیہ دی ہے۔

جذبۂ بے اختیار شوق دیکھا چاہیئے ۔۔ سینۂ شمشیر سے باہر ہے دم

دم کے معنی سانس اور باڑہ اور یہان دونون معنی تعلق و مناسبت رکھتے ہین کہ سینۂ شمشیر کہا ہے مطلب یہہ ہے کہ میرے اشتیاق قتل مین ایسا جذب و کشش ہے کہ تلوار کے سینہ سے اوسکا دم باہر کھینچ آیا۔

آگہی دام شنیدن جس قدر چاہے بچھائے ۔۔ مدعا عنقا ہے اپنے عالم

یعنے میری تقریر کو جس قدر جی چاہے سنو اوسکے مطلب کو پہنچنا محال ہے اگر شنوائی نے صیاد بنکر شنیدن کا جال بچھایا بھی تو کیا۔ میری تقریر کا مطلب طائر عنقا ہے جو کبھی اسیر دام نہین ہونے کا غرض یہہ ہے کہ میرے اشعار سراسر اسرار ہین۔

بسکہ ہون غالب اسیری مین بھی آتش زیر پا ۔۔ موئے آتش دیدہ ہے حلقہ مری

مضطرب اور بیتاب کو آتش زیر پا کہتے ہین اور آتش جب زیر پا ہوئی تو زنجیر پا کو موئے آتش دیدہ ہے اور یہہ معلوم ہے کہ بال آگ کو دیکھہ کر پیچدار ہو جاتا ہے او حلقۂ زنجیر کی سی ہیئت پیدا کرتا ہے۔

جراحت تحفہ الماس ارمغان داغ جگر ہدیہ ۔۔ مبارکباد اسد غمخوار جان دردمند آیا

[illegible] ہے کہ الماس کے کھا لینے سے دل و جگر زخمی ہو جاتے ہین تو [illegible] زخم دل و جگر کا شائق ہے الماس اوسکے لیئے ارمغان ہے یہہ سارا شعر مبارکی کا مبارکبادی کا دعویٰ ہے کہتا ہے کہ ایسے ایسی تحفے اور [illegible] جس شخص نے بھیجے وہ [illegible]

[illegible] کہ غمخوار سے [illegible]

جز قیس اور کوئی نہ آیا بروئے کار　　صحرا مگر بہ تنگیِ چشمِ حسود تھا

یعنے ایک قیس کا نام تو صحرانوردی مین ہوگیا اوسکے سوا کسی اور کی ہنری صحرا سے حاسد چشم سے نہ دیکھی گئی گویا کہ صحرا باوجود وسعت چشم حاسد کی سی تنگی رکھتا ہے۔ مگر یہان شاید کے معنی رکھتا ہے۔

آشفتگی نے نقشِ سویدا کیا درست　　ظاہر ہوا کہ داغ کا سرمایہ دود تھا

داغ سویداے دل سے ہمیشہ دود آہ اُٹھ اُٹھ کر پھیلا کرتا ہے اس سے ظاہر ہوا کہ سویدائے دل کی خلقت آشفتگی سے ہے معنوی تعقید اس شعر مین یہہ ہوگئی ہے کہ پریشانی کی جگہہ آشفتگی کہہ گئے ہین غرض یہہ تھی کہ سویداے دل سے دود پریشان اوٹھا کرتا ہے اور اوسکا سرمایہ و حاصل جو کچھہ ہے یہی دود آہ ہے جو ایک پریشان چیز ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہہ نقش سویدا خدا نے محض پریشانی ہی سے بنایا ہے اور یہہ داغ دود آہ سے پیدا ہوا ہے جبھی تو اوس سے ہمیشہ دھوان اوٹھا کرتا ہے۔

تھا خواب مین خیال کو تجھسے معاملہ　　جب آنکھ کھل گئی نہ زیان تھا نہ سود تھا

یعنی زمانہ عیش اس طرح گزر گیا جیسے خواب دیکھا تھا نہ اب لطف وصل ہے نہ مدہ ہجر کا مزہ ہے یون سمجھو کہ مصنف نے گویا اس شعر کو یون کہا ہے (زمانہ عیش نہ تھا بلکہ تھا خواب مین خیال کو الخ۔

پڑھتا ہون مکتب غم دل مین سبق ہنوز　　لیکن یہی کہ رفت گیا اور بود تھا

غم وہ کیفیت نفسانی ہے جو مطلوب کے فوت ہو جانے سے پیدا ہو مطلب یہہ ہے کہ مکتب غم مین میرا سبق یہہ ہے کہ رفت گیا اور بود تھا یعنے زمانہ عیش ابھی تھا اور اب جاتا رہا۔

ڈھانپا کفن نے داغ عیوب برہنگی　　مین ورنہ ہر لباس مین ننگ وجود تھا

یعنی مرجانے ہی سے عیب برہنگی مٹا ہین تو ہر لباس مین مین ننگ ہستی و وجود تھا ننگ وجود ہونے کو برہنگی سے تعبیر کیا ہے فقط لفظ کا تشابہ مصر کے ذہن کو اوس سے لگا

تیشہ بغیر مر نہ سکا کوہکن اسد　　سرگشتۂ خمار رسوم و قیود تھا

کوہکن پر طعن ہے کہ رسم و راہ کی پابندی جو دیوانگی و آزادی کے خلاف ہے اسقدر اوسکو تھی کہ جب تیشہ سے سر پھوڑا تو کہین مرا اگر نشۂ عشق کامل ہوتا تو بغیر سر پھوڑے

مر گیا ہوتا۔ خمار نشہ اوترنے سے جو بے کیفیتی و بے مزگی ہوتی ہے اوسے کہتے ہیں
رسوم و قیود کو بے مزہ و بے لطف ظاہر کرنے کے سلئے اوسنے خمار سے تشبیہ دی ہے
کہتے ہو نہ دینگے ہم دل اگر پڑا پایا   دل کہاں کہ گم کیجیے ہمنے مدعا پایا
یعنی تمہاری چتون یہہ کہہ رہی ہے کہ تیرا دل کہین پڑا پاینگے تو پہر ہم نہ دینگے۔ یہاں دل ہی
نہین ہے جسے ہم کہوئین اور تمہین پڑا ہوا مل جاسئے مگر اس لگاوٹ سے ہم سمجھ گئے
کہ دل تمہارے ہی پاس ہے۔
عشق سے طبیعت نے زیست کا مزا پایا۔   درد کی دوا پائی درد بے دوا پایا
یعنی زیست میرے سلئے ایک درد تھی کہ عشق اوسکی دوا ہوگیا اور خود وہ درد بیدوا ہے۔
دوستدار دشمن ہے اعتماد دل معلوم   آہ بے اثر دیکھی نالہ نارسا پایا
یعنی آہ مین اثر نہین نالہ مین رسائی نہین دل پر بہروسا نہین کہ وہ دشمن کا دوست ہے۔
سادگی و پرکاری بے خودی و ہشیاری   حسن کو تغافل مین جرأت آزما پایا
یعنی حسینون کا تغافل کرنا اور عشاق کے حال سے بے خبر بننا یہہ فقط عشاق کا دل دیکھنے
کے سلئے اور جسرأت آزمانے کے واسطے ہے اصل مین پرکاری و ہشیاری ہے
اور ظاہر مین سادگی و بے خبری ہے۔
غنچہ پھر لگا کہلنے آج ہمنے اپنا دل   خون کیا ہوا دیکھا گم کیا ہوا پایا
ایک عاشق بے دل غنچہ پر یہہ گمان ظاہر کرتا ہے کہ یہی میرا دل ہے جو مدت سے
کہویا ہوا تھا۔
حال دل نہین معلوم لیکن اس قدر یعنی   ہمنے بارہا ڈہونڈا تمنے بارہا پایا
ڈہونڈا اور پایا کا مفعول یہ دل ہے ۱۲
شور پند ناصح نے زخم پر نمک چھڑکا   آپ سے کوئی پوچھے تم نے کیا مزا پایا
(آپ) کا اشارہ ناصح کی طرف ہے اور اس مین تعظیم نکلتی ہے اور مقصود تشنیع ہے اور
مزہ اور شور۔ نمک کے مناسبات مین سے ہین۔ مصنف نے (مزہ) کو قافیہ کیا
اور ہاسے مختفی کو الف سے بدلا اردو کہنے والے اِس طرح کے قافیہ کو جائز سمجھتے
ہین وجہ یہہ ہے کہ قافیہ مین حروف ملفوظہ کا اعتبار ہے جب یہہ (ہ) ملفوظ نہین بلکہ
(ز) کے اشباع سے الف پیدا ہوتا ہے تو پہر کون مانع ہے اوسے حرف ردی

قرار دینے سے۔ اسی طرح سے فوراً اور دشمن قافیہ ہو جاتا ہے گو رسم خط اوسکے خلاف ہے۔ لیکن فارسی والے مزہ اور ردا کا قافیہ نہین کرتے اور وجہ اوسکی یہہ ہے کہ وہ ہائے مختفی کو کبھی حرف روی ہونے کے قابل نہین جانتے +

[illegible] سوز نہان سے بے محابا جل گیا　　آتش خاموش کے مانند گویا جل گیا

یعنے چپکے چپکے اس طرح جلا کیا کہ کسی کو خبر نہوئی۔ گویا کا لفظ خاموش کی مناسبت سے ہے۔ مانند کا لفظ بول چال مین نہین ہے مگر شعرا نظم کیا کرتے ہین۔

دل مین ذوق وصل و یاد یار تک باقی نہین　　آگ اس گھر مین لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا

یعنے رشک کی آگ ایسی تھی کہ معشوق کو دل سے بہلا دیا اور اوس کا غیر سے ملنا دیکھ کر ذوق وصل جاتا رہا۔ گھر سے دل مراد ہے اور آگ سے رشک رقیب۔

مین عدم سے بھی پرے ہون ورنہ غافل بارہا　　میری آہ آتشین سے بال عنقا جل گیا

مصنف کی غرض یہہ ہے کہ میری نیستی و فنا یہان تک پہنچی ہے کہ اب مین عدم مین بھی نہین ہون اور اوس سے آگے نکل گیا ہون ورنہ جب تک مین عدم مین تھا جب تک میری آہ سے عنقا کا شہپر اکثر جل گیا ہے۔ عنقا ایک طایر معدوم کو کہتے ہین اور جب وہ معدوم ہوا تو وہ بھی عدم مین ہوا اور ایک ہی میدان مین آہ آتشین و بال عنقا کا اجتماع ہوا اسی سبب سے آہ سے شہپر عنقا جل گیا۔ لیکن مصنف کا یہہ کہنا کہ مین عدم سے بھی باہر ہون اسکا حاصل یہ ہوتا ہے کہ مین نہ موجود ہون نہ معدوم ہون اور نقیضین مجھسے مرتفع ہین شاید ایسی ہی اشعار پر دلی مین لوگ کہا کرتے تھے کہ غالب شعر بے معنی کہا کرتے ہین اور اوسکے جواب مین مصنف نے یہہ شعر کہا۔ نہ ستائش کی تمنا نہ صلہ کی پروا + گر نہین ہین مرے اشعار مین معنی نہ سہی۔ پرے کا لفظ اب متروک ہے لکھنؤ مین ناسخ کے زمانہ سے روزمرہ مین عوام الناس سے بھی نہین ہے لیکن دلی مین ابھی تک بولا جاتا ہے اور نظم مین بھی لاتے ہین مین نے اس امر مین نواب مرزا خانصاحب داغ سے تحقیق چاہی تھی اونہون نے جواب دیا کہ مین نے آپ لوگون کی خاطر سے (یعنے لکھنؤ والون کی خاطر سے) اس لفظ کو چھوڑ دیا مگر یہ کہا کہ مومن خان صاحب کے اس شعر مین سے چل پرے ہٹ مجھے نہ دکھلا منہ + اے شب ہجر تیرا کالا منہ۔ اگر پرے کی جگہہ ادہر کہین تو برا معلوم ہوتا ہے مین نے یہہ کہا کہ پرے ہٹ بندھا ہوا محاورہ ہے اس مین پرے کی جگہہ ادہر کہنا محاورہ مین

تصرف کرنا ہے۔ اس سبب سے برا معلوم ہوتا ہے ورنہ پہلے جس محل پہ چل پڑی ہٹ بولتے
تھے اب اوسی محل پہ دور بھی ہو محاورہ ہو گیا ہے اس توجیہ کو پسند کیا اور مصرع کو
پڑھ کر۔ الفاظ کی نشست کو غور سے دیکھا ع۔ دور بھی ہو مجھے نہ دکھلا منہ اور تحسین کی۔

عرض کیجے جوہر اندیشہ کی گرمی کہاں   کچھ خیال آیا تھا وحشت کا کہ صحرا جل گیا

یعنے یہہ کہاں ممکن ہے کہ اپنی طبیعت کی گرمی ظاہر کر سکون فقط وحشت نوردی کا ذرا
خیال کیا تھا کہ صحرا مین آگ لگ اوٹھی اور یہہ مبالغہ غیر عادی ہے کہ طبیعت مین ایسی
گرمی ہو کہ جس چیز کا خیال آئے وہ چیز جل جاے۔ عرض کو لوگ جوہر کے ضلع کا لفظ
سمجھتے ہین حالانکہ جوہر کے مناسبات مین سے عرض تھیک ہی نہ بکون۔

دل نہین۔ تجھکو دکھاتا ورنہ داغون کی بہار   اس چراغان کا کرون کیا کار فرما جل گیا

دل کو کار فرما بنایا ہے اور داغون کو چراغان لفظ چراغان کو چراغ کی جمع نہ سمجھنا چاہیئے۔

مین ہون اور افسردگی کی آرزو غالب کہ دل   دیکھہ کر طرز تپاک اہل دنیا جل گیا

طرز تپاک سے تپاک ظاہری و نفاق باطنی مراد ہے اور افسردگی اور جلنا اوسکے مناسبات سے ہین۔

شوق ہر رنگ رقیب سر و سامان نکلا   قیس تصویر کے پردہ مین بھی عریان نکلا

یعنے مجنون کی تصویر بھی کھنچتی ہے تو ننگی ہی کھنچتی ہے اس حال مین بھی عشق دشمن سر و سامان
ہے شوق سے مراد عشق ہے۔ ہر رنگ کے معنی ہر حال مین اور ہر طرح سے اگر یون کہتے
کہ شوق ہر طرح رقیب سر و سامان نکلا یا شوق بے طرح رقیب سر و سامان نکلا جب بھی
مصرع موزون تھا لیکن تصویر کے مناسبات مین سے رنگ کو سمجھ کر ہر رنگ کہا اور بطرح
و بے طرح کو ترک کیا لیکن مناسبت کے لئے محاورہ کا لفظ چھوڑ دینا اچھا نہین اور رقیب
کے معنی دشمن کے لئے ہین۔

زخم نے داد نہ دی تنگی دل کی یارب   تیر بھی سینہ بسمل سے پرافشان نکلا

یعنے زخم دل نے بھی کچھ تنگی دل کی تدبیر نہ کی اور زخم سے بھی دل تنگی کی شکایت رفع نہوئی
کہ وہی تیر جس سے زخم لگا وہ میری تنگی دل سے ایسا سراسیمہ ہوا کہ پھڑکتا ہوا نکلا۔ تیر کے
پر ہوتے ہین اور اوڑتا ہے اس سبب سے پرافشانی جو کہ صفت مرغ ہے تیر کے
لئے بہت مناسب ہے۔ مصنف مرحوم لکھتے ہین یہ ایک بات مین نے اپنی طبیعت سے
نئی نکالی ہے جیسا کہ اس شعر مین ہے۔ نہین ذریعہ راحت جراحت پیکان + وہ زخم تیغ ہے

جسکو کہ دل کشا کہیے۔ یعنے زخم تیر کی توہین بسبب ایک رخنہ ہونے کے اور تلوار کے
زخم کی تحسین بسبب ایک طاق سا کہل جانے کے۔

بوے گل نالہ دل دود چراغ محفل — جو تری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا

یعنی تیری بزم سے نکلنا ہی پریشانی کا باعث ہے۔ پہلے مصرع مین سے فعل اور حرف تردید
محذوف ہے یعنی پہولون کی مہک ہو یا شمعون کا دہوان ہو یا عشاق کی فغان ہو۔

دل حسرت زدہ تہا مائدۂ لذت درد — کام یارون کا بقدر لب و دندان نکلا

یعنی جس مین جتنی قابلیت تھی اوسنے اوسی قدر مجہسے لذت درد کو حاصل کیا ورنہ یہان
کچہہ کمی نہ تھی کام کا لفظ لب و دندان کے ضلعہ کا ہے۔

اے نوآموز فنا ہمت دشوار پسند — سخت مشکل ہے کہ یہہ کام بہی آسان نکلا

ای ہمت تو باوجودیکہ ابہی نوآموز فنا ہے کس آسانی سے مرحلہ فنا کو طے کر گئی۔ ہمت کو
دشوار پسند کہہ کر یہہ مطلب ظاہر کرنا منظور ہے کہ میری ہمت خوف و خطر مین مبتلا ہونے
کو لذت سمجہتی ہے۔ یہہ کام اشارہ ہے فنا کی طرف یعنے ہم جانتے تھے جان دینا بہت
مشکل کام ہے مگر افسوس ہے کہ وہ بہی آسان نکلا۔

دل مین پہر گریے نے اک شور اوٹہایا غالب — آہ جو قطرہ نہ نکلا تہا سو طوفان نکلا

یعنے جس گریہ پر میرا ضبط ایسا غالب تھا کہ مین اوسے قطرہ سے کمتر سمجہتا تہا اب وہ طوفان
بنکر مجہپر غالب ہو گیا دوسرا پہلو یہہ ہے کہ آنسو کا جو قطرہ کہ آنکہہ سے نہ نکلا تھا وہ اب طوفان ہو گیا۔

دہمکی مین مر گیا جو نہ باب نبرد تہا — عشق نبرد پیشہ طلبگار مرد تہا

باب نبرد یعنے لائق نبرد مطلب یہہ ہے کہ جو شخص مرد میدان عشق نہ تہا وہ اوسکی
دہمکی ہی مین مر گیا میر ممنون کے کلام مین باب ان معنی پر بہت جگہہ آیا ہے۔

تہا زندگی مین مرگ کا کہٹکا لگا ہوا — اوڑنے سے پیشتر بہی مرا رنگ زرد تہا

یعنے رنگ میرا جب نہین اوڑا تھا جب بہی زرد تھا ورنہ مرنے کے وقت تو سبہی کا رنگ
اوڑ کر زرد ہو جاتا ہے اور مردنی چہرہ پر پہر جاتی ہے یعنے اوڑنے سے
مرنے کے وقت اوڑنا رنگ کا مقصود ہے۔

تالیف نسخہاے وفا کر رہا تہا مین — مجموعۂ خیال ابہی فرد فرد تہا

یعنے فن عشق مین یہہ مرتبہ تصنیف حاصل ہو چکا تھا اور ابہی میرے عقل و ہوش کا

مجموعہ تک فرد فرد و غیر مرتب ہو رہا تھا یعنی ناتجربہ کاری کا زمانہ تھا۔

دل تا جگر کہ ساحلِ دریائے خون ہے اب اس رہگذر مین جلوۂ گل آگے گرد تھا

یعنے میرے دل سے لیکر جگر تک اب تو ایک دریائے خون ہے آگے اسی رہگذر مین وہ وہ بہارین تہین کہ جلوہ گل جسکے آگے گرد ہوا جاتا تھا یعنے کسی زمانہ مین ہم بھی دل شگفتہ ورنگین رکھتے تھے اور اب خاطر افسردہ وغمگین رکھتے ہین۔

جاتی ہے کوئی کشمکش اندوہ عشق کی دل بھی اگر گیا تو وہی دل کا درد تھا

یعنے یہ نہین ہوسکتا کہ کسی طرح اندوہ عشق کم ہوجائے دل بھی جاتا رہا جب بھی ویسی طرح درد دل باقی رہا۔ وہی کے معنی اوسی طرح۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ دل کا جانا خود ہی درد دل ہے۔

احباب چارہ سازی وحشت نہ کر سکے زندان مین بھی خیال بیابان نورد تھا

یعنی مین زندان مین بند تھا مگر میرا خیال بیابان مین تھا کچھ قید سے چارہ سازی وحشت نہوئی۔

یہ لاش بے کفن اسد خستہ جان کی ہے حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

یعنے عجب آزاد تھا کہ لاش بھی بے کفن ہے۔

شمار سبحہ مرغوب بت مشکل پسند آیا تماشائی بیک کف بردن صد دل پسند آیا

مرغوب آیا یعنے مرغوب ہوا۔ مشکل پسند بت کی صفت ہے محض قافیہ کے لیئے حاصل اس شعر کا یہہ ہے کہ اوسے ایک ایک ہاتھ مین سو سو دل عاشقون کے لے لینا پسند ہے پھر اس سو دل کی ایک تسبیح بھی معشوق نے بنائی ہے اور رکھتے ہین کہ گویا اوسے تسبیح کا شمار بہت مرغوب ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ معشوق نے بیک کف بردن صد دل مین حساب عقد انامل کی طرف اشارہ کیا ہو اور عقد صد کی یہ شکل ہے کہ چھنگلیا کی سر کو انگوٹھے کی جڑ مین لگا کر انگوٹھا سارا اوسکی پشت پر جما دیتے ہین عرب مین اس حساب کا رواج تھا رسول خداؐ نے جس حدیث مین فتنہ چنگیز وہلاکو وتیمور وغیرہ کی زینب بنت جحش سے پیشین گوئی کی ہے اوس مین ذکر ہے کہ حضرتؐ ایک دن ڈری ہوے اون کے پاس آئے اور فرمایا لا الہ الا اللہ ویل للعرب من شر قد اقترب فتح الیوم من ردم یاجوج وماجوج مثل ہذہ یہ کہکر آپنے کلمہ کی اونگلی کو انگوٹھے سے ملا کر حلقہ بنایا وہیب اور سفیان بن عیینہ نے اس حدیث کو روایت کر کے عقد تسعین کی شکل دونون انگلیون سے بنائی یعنے کلمہ کی انگلی کا سر انگوٹھے کی جڑ مین لگا کر انگوٹھے کو اوسکی پشت پر جما دیا فتنہ تاتاری

کئی سو برس پیشتر کی کتابون مین مثل بخاری وغیرہ کے یہہ حدیث موجود ہے خوارزم شاہ
نے جب دیوار ترکستان کو کہدوا ڈالا جبہی سے چنگیز وہلاکو وتیمور کو راہ ملی اور سلطنت
عرب کو تباہ کر ڈالا اوس زمانہ مین شاہ خوارزم قطب الدّین سلجوقی تھے۔

بفیضِ بیدلی نومیدی جاوید آسان ہے — کشائش کو ہمارا عقدۂ مشکل پسند آیا

یعنے دنیا کی طرف سے جو بیدلی و بیدماغی ہم کو ہے اوسکی بدولت صدمۂ نومیدی
ویاس کا اوٹھا لینا ہم کو سہل ہے ہمین دنیا پر خود رغبت نہین ہے کشودِ کار کی امید ہو تو
کیا اور نا امیدی ہو جائے تو کیا۔ یہ پہلے مصرع کے معنی ہوئے اور دوسرے مصرع کا
مطلب یہہ ہے کہ ہمارا عقدۂ مشکل کشائش کو پسند آگیا یعنے اب کبھی اوسکی کشائش ہوگی
اسی سبب سے کہ کشائش کو اوس کا عقدہ ہی رہنا پسند ہے اور پسند اس سبب سے ہے
کہ ہمین پروا نہین پھر ایسی بے نیازی کشائش کو کیون نہ پسند آئے۔

ہوائے سیرِ گل آئینۂ بے مہری قاتل — کہ اندازِ بخون غلتیدن بسمل پسند آیا

یعنے اُسے تماشائے گل کی خواہش ہونا اوسکی بے مہری کا آئینہ ہے اور اوسکی جفاجوئی کی
دلیل ہے اسوجہ سے کہ گل مین بسمل بخون غلتیدہ کا انداز ہے۔ پہلے مصرعہ مین سے فعل محذوف ہے۔

دہر مین نقشِ وفا وجہِ تسلی نہ ہوا — ہے یہ وہ لفظ کہ شرمندۂ معنی نہ ہوا

یعنے لوگ جو دنیا مین وفا کرتے ہین اوسکے معنی یہی ہین کہ تسلی چاہتے ہین جب وفا کرکے
تسلی نہوئی تو لفظ وفا بے معنی ومہمل رہ گیا حاصل یہہ کہ وفاداریِ عشاق بے معنی بات ہے۔

سبزۂ خط سے ترا کاکلِ سرکش نہ دبا — یہ زمرد بھی حریفِ دمِ افعی نہ ہوا

مشہور ہے کہ زمرد کے سامنے سانپ اندہا ہو جاتا ہے مگر تیرا سبزۂ خط کیسا زمرد ہے
کہ افعی زلف پر اوسکا اثر نہوا یعنی خط نکل آنیکے بعد بھی زلف کی دل فریبی مین فرق نہین آیا۔

مین نے چاہا تھا کہ اندوہ وفا سے چھوٹون — وہ ستمگر مرے مرنے پہ بھی راضی نہ ہوا

یعنے مرنے کے غم سے پیچھا چھڑانا چاہا تو اوسنے رسوائی وبدنامی کے اندیشہ سے اسے بھی گوارا
نہ کیا معنوی خوبیان اس شعر مین بہت سی ہین کثرتِ اندوہ علاج مین درماندگی اس پر بھی
دل آزاری وجفاکاری معشوق پھر اس حالت مین بھی اوسی کی مرضی پر رہنا۔

دل گزرگاہِ خیالِ مے وساغر ہی سہی — گر نفس جادۂ سرمنزلِ تقوی نہ ہوا

تار اور رشتہ اور خط اور جادہ نفس کے تشبیہات مین سے ہین غرض شاعر کی یہہ ہے

کہ اگر تقویٰ ہی نہ حاصل ہو تو رندی ہی سہی قافیہ تقوی میں مرزا صاحب نے فارسی والون کا اتباع کیا ہے کہ وہ لوگ عربی کے جس جس کلمہ مین یٰ دیکھتے ہین
کبھی الف اور کبھی یٰ کے ساتھ نظم کرتے ہین جیسے تمنی و تمنا تجلی و تجلا تسلی و تسلا ہیولی و ہیولا دعوی و دعوا اسکی مثالین انکے کلام مین موجود ہین۔

ہون ترے وعدہ نہ کرنے مین بھی راضی کہ کبھی — گوش منت کش گلبانگ تسلی نہ ہوا

یعنے اگر تو وعدۂ وصل کرتا تو جب بھی مین خوش تھا اس وجہ سے کہ وہ عین مقصود ہے اور تو نے وعدہ
نہین کیا تو اُس پر بھی مین خوش ہون کہ احسان سے بچا اور اُس احسان سنیے جو کبھی نہین اوٹھایا تھا۔

کس سے محرومی قسمت کی شکایت کیجیے — ہم نے چاہا تہا کہ مر جائین سو وہ بھی نہ ہوا

یعنی آخری خواہش مین یہ تھی کہ موت ہی آ جائے اوس سے بھی محروم رہا۔

مر گیا صدمۂ یک جنبش لب سے غالب — ناتوانی سے حریف دم عیسیٰ نہ ہوا

اس شعر مین معنی کی نزاکت یہہ ہے کہ شاعر حرکت لب عیسیٰ کو صدائے عیسیٰ کی حرکت سے
مقدم سمجھتا ہے کہتا ہے کہ مین پہلا حرکت لب ہی کے اوجہڑ سے مر گیا اور حریف دم عیسیٰ نہوا
یعنے دم عیسیٰ سے معاملہ نہ پڑا اور ناتوانی کے سبب سے صدائے عیسیٰ کے سننے کی نوبت ہی نہ آنے پائی

ستائش گر ہے زاہد اس قدر جس باغ رضوان کا — وہ اک گلدستہ ہے ہم بیخودون کے طاق نسیان کا

کسی شئے کو طاق پر رکھنا یا بالائے طاق رکھہ دینا محاورہ ہے اوسکا خیال ترک کر دینے کے
معنی پر اور طاق نسیان پر رکھنا اور بھی زیادہ مبالغہ ہے اور یہان گلدستہ کی لفظ نے
یہ حسن پیدا کیا ہے کہ گلدستہ کو زینت کے لیئے طاق پر رکھا کرتے ہین دوسرے
یہہ کہ باغ کو مقام تحقیر مین گلدستہ سے تعبیر کیا ہے یہہ بھی حسن سے خالی نہین لیکن
یہ حسن بیان و بدیع سے تعلق رکھتا ہے معنوی خوبی نہین ہے۔

بیان کیا کیجیے بیداد کاوشہای مژگان کا — کہ ہر یک قطرۂ خون دانہ ہے تسبیح مرجان کا

یعنے سوزن مژگان نے ایسی کاوشین کین کہ میرے جسم مین ہر اک قطرۂ خون تسبیح
مرجان کا دانہ بن گیا یعنے ہر قطرۂ خون مین سوراخ پڑ گیا۔

نہ آئی سطوت قاتل بھی مانع میرے نالون کو — لیا دانتون مین جو تنکا ہوا ریشہ نیستان کا

دستور ہے کہ کسی کے رعب و سطوت کے اظہار کرنے کے لیے جو مرعوب ہو جاتا ہے وہ اپنے
دانتون مین گہانس پہونس اوٹھا کر دبا لیتا ہے تاکہ وہ شخص اسے اپنا مطیع و مغلوب سمجھے اور
قصد قتل سے باز آئے۔ شاعر کہتا ہے کہ قاتل کے رعب و سطوت سے بھی میری نالہ کشی
نہ موقوف ہوئی مین نے جو تنکا اظہار رعب کے لیئے دانتون مین دبایا وہ ریشہ نیستان

ہوگیا اور یہہ ظاہر ہے کہ نیستان مین نے پیدا ہوتی ہے اور نے صاحب نالہ ہے
غرض کہ وہ تنکا نالہ کشی کی جڑ ہوگیا۔

دکھاؤن گا تماشا دی اگر فرصت زمانہ نے مرا ہر داغ دل اک تخم ہے سرو چراغان کا
یعنے ایک ایک داغ سے ایک ایک نالہ پُر شرر نکلے گا جو سرو چراغان سے مشابہ ہوگا تو گویا
داغ دل وہ بیج ہے جس سے سرو چراغان اوگے گا۔

کیا آئینہ خانہ کا وہ نقشہ تیرے جلوہ نے کرے جو پرتو خورشید عالم شبنمستان کا
یعنے جس طرح آفتاب کے سامنے شبنم نہین ٹھہر سکتی اسی طرح تیرے مقابلہ کی تاب آئینہ
نہین لاسکتا آئینہ خانہ کی تشبیہ شبنمستان سے تشبیہ مرکب ہے۔

مری تعمیر مین مضمر ہے اک صورت خرابی کی ہیولی برق خرمن کا ہے خون گرم دہقان کا
یعنے مین وہ دہقان ہون جسکی سرگرمی خود اوسی کی خرمن کے لئے برق کا کام کرتی ہے یعنے
خرمن کو جلائے ڈالتی ہے یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ حرارت غریزی جو کہ باعث
حیات ہے خود وہی ہر وقت تحلیل و فنا بھی کر رہی ہے۔ ہیولی بمعنی مادہ اور ہم نے
صورت کی لفظ ہیولی کی مناسبت سے استعمال کی ہے اور تعمیر سے تعمیر جسم خاکی مقصود ہے
خون گرم بمعنی سرگرمی۔ اس شعر مین جو مسئلہ طب ہم نے نظم کیا ہے اوسی آگ ہی کئی جگہ باندھا ہے۔

اوگا ہے گھر مین ہر سو سبزہ ویرانی تماشا کر مدار اب کھودنے پر گھاس کے ہے میرے دربان کا
سبزہ سے مراد سبزۂ بیگانہ ہے اس سبب سے کہ جو سبزہ بے موقع اگتا ہے اوسے سبزۂ بیگانہ کہتے
ہین اور گھر مین سبزہ کا اوگنا بے موقع ہے تو مراد مصنف کی یہ ہے کہ ویرانی کی یہ نوبت پہنچی ہے
کہ سبزۂ بیگانہ میرے گھر مین اوگا ہے اور دربان کا کام ہے کہ بیگانہ کو گھر کے اندر سے
نکال دے۔ تماشا کر یعنے یہ سیر دیکھو۔

خموشی مین نہان خون گشتہ لاکھون آرزوئین ہین چراغ مردہ ہون مین بے زبان گور غریبان کا
خاموش آدمی کو بے زبان کہتے ہین اور چراغ کی لو کو زبان سے تشبیہ دیتے ہین تو بجھے
ہوئے چراغ کو بے زبان آدمی کے ساتھ مشابہت ہے اور اسی طرح سے خون گشتہ
آرزوؤن کو گور غریبان سے مشابہت ہے۔

ہنوز اک پرتو نقش خیال یار باقی ہے دل افسردہ گویا حجرہ ہے یوسف کے زندان کا
ہنوز کی لفظ سے یہ معنی نکلتے ہین کہ خیال بھلانے پر بھی کچھہ پرتو اوسکا باقی رہگیا ہے اور اس

پر تو ہین بھی یہ نور ہے کہ دل پر حجرہ زندان یوسف کا عالم ہے اور اس شعر مین لفظ افسردہ سے دل کا حجرہ ہونا ظاہر ہوا اور خیال یار کے بہلانے کا سبب بھی اسی لفظ سے پیدا ہے یعنی جب دل افسردہ ہوا تو پھر خیال یار کیسا اور افسردگی کو تنگی لازم ہے اس سبب سے حجرہ اُسے کہا کہ تنگ کوٹھری کا نام حجرہ ہے۔

بغل مین غیر کی آج آپ سوتے ہین کہین ورنہ   سبب کیا خواب مین آکر تبسم ہاے پنہان کا

کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ رقیب کی بغل مین جو چپکے چپکے تو ہنس رہا ہے مجھے وہ ہنسی خواب مین دکھائی دی رہی ہے اور اوسی ہنسی کا انداز دیکھہ کر مین سمجھہ گیا کہ اس انداز کی ہنسی وصل ہی کے وقت ہوتی ہی ورنہ تو میری خواب مین اگر سرے ساتھہ تبسم پنہان کرے میرے ایسے نصیب کہان۔

نہین معلوم کس کس کا لہو پانی ہوا ہوگا   قیامت ہی سرشک آلودہ ہونا تیری مژگان کا

لہو پانی ایک ہونا رونے کے معنی پر ہے یعنے تیری آنکھہ مین آنسو دیکھنے کی تاب کس کو ہے اور اشارہ اس بات کی طرف بھی کیا ہے کہ مژگان معشوق جو ہمیشہ دل وجگر عشاق مین کھٹکا کرتی ہے اوسکا آنسو وہی آنسو ہین جو عشاق کے دل مین پیدا ہو کر آنکھون کی طرف جایا چاہتے تھے یعنے تیرے پلکون پر جو آنسو ہین وہ تیرے دل سے نکلے ہوئے نہین ہین بلکہ یہ آنسو وہی ہین جو عشاق کے دل وجگر مین پیدا ہوئے تھے اور تیری مژہ پر آنسو ہونا اسکی علامت ہے کہ عشاق کا لہو پانی ایک ہوگیا۔

نظر مین ہی ہماری جادۂ راہ فنا غالب   کہ یہہ شیرازہ ہی عالم کے اجزای پریشان کا

یعنے جس رشتۂ فنا مین تمام اوراق عالم بندھے ہوئے ہین مین اوسے بھولا ہوا نہین ہون یعنے فنا ہر وقت میری آنکھون کے سامنے ہے۔

نہ ہوگا یک بیابان ماندگی سے ذوق کم میرا   حباب موجۂ رفتار ہے نقش قدم میرا

ذوق سے ذوق صحرا نوردی مراد ہے اور رفتار کو موج اور نقش قدم کو حباب کے ساتھ تشبیہ دینے سے مطلب یہ ہے کہ جس طرح موج کا ذوق روانی کبھی کم نہین ہوتا اسی طرح میرا بھی ذوق نہین کم ہوگا یک بیابان ماندگی خواہ صد بیابان ماندگی کہو مراد ایک ہی ہے یعنے ماندگی مفرط یک بیابان کہکر ماندگی کی مقدار بیان کی ہی گویا بیابان کو پیمانہ اوسکا فرض کیا ہے

محبت تھی چمن سے لیکن اب یہ بے دماغی ہے   کہ موج بوے گل سے ناک مین آتا ہے دم میرا

بوئے گل دم کھینچنے کے ساتھہ ناک مین آتی ہے تو یہہ کہنا کہ بوئے گل سے ناک مین دم
آتا ہے بے جا نہین اور ناک مین دم آنا بیزار ہونے کے معنی پر ہے یہان دوسرے
معنی مقصود ہین اور پہلے معنی کی طرف ایہام کیا ہے۔

سراپا رہن عشق و ناگزیر الفت ہستی عبادت برق کی کرتا ہون اور افسوس حاصل کیا

اس شعر مین عشق کو برق اور ہستی کو خرمن سے تشبیہ دی ہے کہتے ہین رہن عشق بہی ہون
اور جان بہی عزیز ہے میری وہ حالت ہے جیسے کوئی آتش پرست برق کی پرستش بہی کرے
اور خرمن کے جل جانے کا افسوس بہی کرے پہلے مصرع مین فعل (ہون) محذوف ہے۔
حاصل کے معنی خرمن۔ ناگزیر الفت ہستی ہون یعنے جان کو عزیز رکہنے پر مین مجبور ہون۔
جس طرح یہ کہتے ہین کہ فلان امر ناگزیر ہے یعنے ضرور ہے اسی طرح فارسی مین یون
بہی کہتے ہین کہ فلان شخص از فلان ناگزیر است۔

بقدر ظرف ہے ساقی خمار تشنہ کامی ہے جو تو دریائے مے ہے تو مین خمیازہ ہون ساحل کا

ساحل کی تشنگی مشہور ہے اور اسکا جو واکہ ہونا خمیازہ کی صورت پیدا کرتا ہے اور خمیازہ
خمار کی علامت ہے مطلب یہ ہے کہ شراب پلانے مین جس قدر تیرا حوصلہ بڑہا ہوا ہے
پینے مین اوسیقدر میرا ظرف بڑہا ہوا ہے۔

محرم نہین ہے تو ہی نواہائے راز کا یان ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

یعنی جس چیز کو تو عالم حقیقت کا حجاب سمجہتا ہے وہ رباب کا ایک پردہ ہے جس سے
نغمہائے راز حقیقت بلند ہین مگر اوسکے تال سر سے تو خود ہی ناواقف ہے لطف نہین اوٹہا سکتا۔

رنگ شکستہ صبح بہار نظارہ ہے یہہ وقت ہے شگفتن گلہائے ناز کا

یعنی نظارہ اوسکا موسم بہار ہے اور نظارہ سے اوسکے میرا رنگ اوڑ جانا طلوع صبح
بہار ہے اور طلوع صبح بہار پہولون کے کہلنے کا وقت ہوتا ہے غرض یہ ہے کہ بوقت
نظارہ میرے منہ پر ہوائیان اوڑتے ہوئے اور مہتاب چہٹتے ہوئے دیکہہ کر
وہ سرگرم ناز ہوگا یعنی میرا رنگ اوڑ جانا وہ صبح ہے جسمین گلہای ناز شگفتہ ہونگے۔

تو اور سوئے غیر نظرہائے تیز تیز مین اور دکہہ تری مژہائے دراز کا

اس شعر مین (ہای) یا تو علامت جمع و اضافت ہے یا کلمۂ تاسف ہے دونون صورتین صحیح ہین۔

صرفہ ہے ضبط آہ مین میرا۔ وگرنہ مین طعمہ ہون ایک ہی نفس جانگداز کا

اس شعر مین اپنی ناتوانی و نقاہت اور اپنی آہ کی شدت وحدت کا بیان مقصود ہے
یعنی اگر ضبط کرون تو ایک ہی آہ مین تحلیل ہو کر فنا ہو جاؤن ۔

ہین بسکہ جوش بادہ سے شیشے اچھل رہے
ہر گوشۂ بساط ہے سر شیشہ باز کا

شیشہ باز مرد شعبدہ باز کو کہتے ہین جو کہ شعبدہ دکھاتے وقت ہاتھون کو اور سر کو ہلاتا ہے اور بساط سے وہ فرش مراد ہے جسکے گوشون پر شراب کے شیشے چنے ہوئے ہین ۔

کاوش کا دل کرے ہے تقاضا کہ ہے ہنوز
ناخن پہ قرض اس گرہ نیم باز کا

یعنی دل میرا چو کہ تنگی و گرفتگی سے گرہ ہو کے رہ گیا ہے ناخن غم سے کاوش کا تقاضا کرتا ہے جیسے کوئی اپنا قرض مانگتا ہے اور نیم باز کی لفظ سے یہ ظاہر ہے کہ کاوش غم پہلے بھی ہوئی مگر ناتمام ہوئی ۔

تاراج کاوش غم ہجران ہوا اسد
سینہ کہ تھا دفینہ گہرہائے راز کا

یعنی ای اسد افسوس دفینہ راز کو غم نے کھود کر نکالا اور تاراج کیا حاصل یہ کہ غم نے رسوا کیا ۔

بزم شاہنشاہ مین اشعار کا دفتر کھلا
رکھیو یارب یہ در گنجینۂ گوہر کھلا

اس شعر مین یہ اشارہ ہے کہ بزم شاہی جو گنجینۂ گوہر ہے تو فقط اسی سبب سے ہے کہ میرے اشعار کا دفتر وہان کھلا ہے اور یہہ دعا کہ الٰہی اس در کو کھلا رکھ اسکے معنی یہہ ہین کہ آباد رکھ اور اسکا فیض جاری رکھ ۔

شب ہوئی پھر انجم رخشندہ کا منظر کھلا
اس تکلف سے کہ گویا بتکدہ کا در کھلا

فقط تارون کے کھلنے کا سمان دکھایا ہے یہ شعر غزل کا نہین ہے بلکہ قصیدہ کی تشبیب کا ہے غالباً اور شعر اسکے ساتھ ہون گے جو انتخاب کے وقت نکال ڈالے گئے ۔

گرچہ ہون دیوانہ پر کیون دوست کا کھاؤن فریب
آستین مین دشنہ پنہان ہاتھ مین نشتر کھلا

یعنی دنیا کی دوستی ایسی ہے کہ ظاہر و باطن ایکسا نہین ۔ ہاتھ مین نشتر کھلا ہوا ہونا اظہار غمخواری کے لئے ہے یعنی فصد و علاج کا قصد ظاہر کرتا ہے اور آستین مین دشنہ چھپائے ہوئے ہے یعنی چھپ کر مار ڈالنے کا ارادہ رکھتا ہے ۔

گو نہ سمجھون اوس کی باتین گو نہ پاؤن اوس کا بھید
پر یہ کیا کم ہے کہ مجھ سے وہ پری پیکر کھلا

اس شعر مین کھلنا بے تکلف ہو کر باتین کرنے کے معنی پر ہے ۔

ہے خیال حسن مین حسن عمل کا سا خیال
خلد کا اک در ہے میری گور کے اندر کھلا

(خیال حسن) یعنے تصور چہرۂ معشوق سے قبر مین باغ بہشت دکھائی دے رہا ہے اسلئے

که اوسکے چهره مین باغ کی سی رنگینی هی توگویا که تصورِ حسن اور حسنِ اعمال کا ایک هی ثمره هی

منهه نه کهلنے پر هے وه عالم که دیکها هی نهین — زلف سی بڑهکر نقاب اوس شوخ کے منهه پر کهلا

اس شعر مین (کهلنا) زیب دینے کے معنی پر هے دیکهو معنی ردیف مین جدت
کرنے سے شعر مین کیا حسن هو جاتا هے ۔

در په رهنے کو کها اور کهه کے کیسا پهر گیا — جتنے عرصه مین مرا لپٹا هوا بستر کهلا

فقط معشوق کی ایک شوخی کا بیان منظور هے اور یه بهترین مضامین غزل هوا کرتا هے ۔

کیون اندهیری هے شبِ غم هے بلاؤن کا نزول — آج اودهر هی کو رهیگا دیدهٔ اختر کهلا

پہلے مصرع مین سوال و جواب هے یعنی تاریکی شب غم کا سبب یه هے که بلندی عرش پر سے بلائین اوتری
هین اور تارون نے اون کے اوترنے کا تماشا دیکهنے کے لئے اس طرف سے اوس طرف
آنکهین پهیر لی هین یعنی اس کثرت سے اوتر رهی هین جیسے میلا قابل تماشا هوتا هے ۔

کیا رهون غربت مین خوش جب هو حوادث کا یه حال — نامه لاتا هے وطن سے نامه بر اکثر کهلا

دستور هے که خبر مرگ جس خط مین لکهتے هین اوسے کهلا هی روانه کرتے هین اور غربت کے معنی مسافرت ۔

اوسکی امت مین هون مین میرے رهین کیون کام بند — واسطے جس شه کے غالب گنبدِ بے در کهلا

یعنے معراج کی شب مین ۔

شب که برق سوز دل سے زهرهٔ ابر آب تها — شعلهٔ جواله هر یک حلقهٔ گرداب تها

یعنے ابر کا زهره آب تها اور جو گرداب اوس مین پڑتا تها وه شعلهٔ جواله تها یه فقط میرے سوزِ دل کی تاثیر تهی ۔

وان کرم کو عذر بارش تها عنان گیر خرام — گریه سے یان پنبهٔ بالش کف سیلاب تها

یعنے اونهین تو کرم کرنے مین بارش مانع تهی اور میرا رونے سے یه حال هوا تها که یان تکیے کا
پنبه بالش کف سیلاب تها ۔

وان خود آرائی کو تها موتی پرونے کا خیال — یان هجوم اشک مین تار نگه نایاب تها

یعنی تار نگه مین اس کثرت سے آنسو پروئے هوئے تهے که وه خود پوشیده و مفقود هو گیا
تها جس طرح دهاگے کو موتی چهپا لیتے هین دیکهو پوری تشبیه پائی جاتی هے مگر تازگی اس بات
کی هے که تشبیه دینا مقصود نهین هے شاعر دو متشابه چیزین ذکر کر رها هے اور پهر تشبیه نهین دیتا هے

جلوهٔ گل نے کیا تها وان چراغان آبجو — یان روان مژگان چشم تر سے خون ناب تها

یعنی وهان اس کثرت سے اور اتنی دور تک تختهٔ گل تها که اوسکے عکس سے معلوم هوتا تها که [illegible]

ہو رہا ہے اور یہان دو رنگ خون کے آنسو بہ نکلے تھے اور آب جو کے مقابلہ مین چشم تر تھی
اور شاخہاے گل کے جواب مین پلکون پر لہو کی بوندین۔ آب جو کے بعد (کو) کا لفظ حذف
کر دینا کچھ اچھا نہین معلوم ہوتا۔

یان سر پرشور بیخوابی سے تھا دیوار جو ٭ وان وہ فرق ناز محو بالش کمخواب تھا

یعنی نیند نہ آنے کے سبب سے میرا سر دیوار کو ڈھونڈ رہا تھا اور مین سر ٹکرانا چاہتا تھا۔

یان نفس کرتا تھا روشن شمع بزم بیخودی ٭ جلوۂ گل وان بساط صحبت احباب تھا

یعنی ہماری محفل مین شمع آہ روشن تھی اور وہان کی صحبت مین پھولون کا فرش تھا
احباب سے معشوق کے احباب مراد ہین۔

فرش سے تا عرش وان طوفان تھا موج رنگ کا ٭ یان زمین سے آسمان تک سوختن کا باب تھا

یعنے وہان رنگ و عیش کی رنگ رلیان ہو رہی تھین اور ہم یہان جل رہے تھے۔ سوختن کا باب ہے
ماضی و حال و مستقبل کی تصریف مراد ہے نزاکت یہہ ہے کہ اس امتداد زمانے کو جو تصریف مین
سوختن کے ہے ہم نے امتداد مکانی پر منطبق کیا ہے دوسرا پہلو یہ بھی نکلتا ہے کہ یہان کا
زمین و آسمان آگ لگا دینے کے قابل تھا۔

ناگہان اس رنگ سے خونابہ ٹپکانے لگا ٭ دل کہ ذوق کاوش ناخن سے لذت یاب تھا

یعنی اس رنگ سے جو آگے کی غزل مین آتا ہے اور کاوش ناخن استعارہ ہے کاوش غم سے۔

نالۂ دل مین شب انداز اثر نایاب تھا ٭ تھا سپند بزم وصل غیر گو بیتاب تھا

یعنی اگرچہ دل بیتاب تھا مگر اوسکی بے تابی برخلاف مدعا تھی گویا دل بیتاب سپند بزم وصل غیر تھا۔

مقدم سیلاب سے دل کیا نشاط آہنگ ہے ٭ خانۂ عاشق مگر ساز صداے آب تھا

یعنے سیلاب کے آنے سے خانہ عاشق صداے آب کا ارغنون بن گیا جسکو سنکر دل کو سرور
و نشاط ہے۔ آہنگ کا لفظ مناسب ساز ہے غرض یہ ہے کہ عشاق کو اپنی خانہ خرابی سے
لذت حاصل ہوتی ہے۔

نازش ایام خاکستر نشینی کیا کہون ٭ پہلوے اندیشہ وقف بستر سنجاب تھا

یعنی اگرچہ مین خاک نشین تھا لیکن میرا دل قناعت کے فخر و ناز کے سبب سے فرش سنجاب پر لوٹتا تھا

کچھ نہ کی اپنے جنون نارسا نے ورنہ یان ٭ ذرہ ذرہ روکش خورشید عالمتاب تھا

جنون نارسانے کچھ نہ کی یعنی اکتساب فیض سے اور اتحاد معشوق سے محروم رکھا ورنہ ایک ایک

ذرہ نے ایسا اکتساب نور کیا تھا کہ رشک وہ آفتاب تھا۔

آج کیوں پروا نہیں اپنے اسیروں کی تجھے ۔۔۔ کل تلک تیرا بھی دل مہر و وفا کا باب تھا

یاد کر وہ دن کہ ہر اک حلقہ تیرے دام کا ۔۔۔ انتظار صید میں اک دیدۂ بے خواب تھا

یہ قطعہ ہے اور حلقہ دام کو دیدہ بے خواب سے تشبیہ دی ہے وجہ شبہ یہ ہے کہ دیدہ بے خواب کی طرح حلقہ دام کھلا رہتا تھا۔

میں نے روکا رات غالب کو وگرنہ دیکھتے ۔۔۔ اوسکے سیل گریہ میں گردوں کف سیلاب تھا

یعنے سیلاب گریہ آسمان تک بلند ہو جاتا۔

ایک ایک قطرہ کا مجھے دینا پڑا حساب ۔۔۔ خون جگر ودیعت مژگان یار تھا

حساب دینا پڑا یعنے آنکھوں سے بہانا پڑا گویا خون جگر اوسکی امانت تھی۔

اب میں ہوں اور ماتم یک شہر آرزو ۔۔۔ توڑا جو تو نے آئنہ تمثال دار تھا

قاعدہ ہے کہ آئینہ میں ایک ہی عکس دکھائی دیتا ہے لیکن جب اوسے توڑ ڈالو تو ہر ٹکڑے میں وہی پورا عکس معلوم ہونے لگتا ہے اور یہاں ہر عکس کو دیکھ کر ایک ایک آرزو کا خون ہوتا ہے غرض کہ جس آئینہ میں معشوق کے عکس و تمثال کا جلوہ تھا اوسکے ٹوٹنے سے یک شہر آرزو کا خون ہو گیا یہ کہا ہوا مضمون ہے ؎ سو نظر آتے کبھی ہمکو اگر جلوہ نما اتنے + یہ حسن اتفاق آئینہ اوسکے روبرو ٹوٹا۔ ایک شہر آرزو میں ویسی ہی ترکیب ہے جیسی یک بیابان ماندگی و یک قدم وحشت میں ہے۔

گلیوں میں میری نعش کو کھینچے پھرو کہ میں ۔۔۔ جان دادۂ ہوائے سر رہگذار تھا

ہوا کے معنی آرزو اور رہ گزار سے رہگذار معشوق مراد ہے۔

موج سراب دشت وفا کا نہ پوچھ حال ۔۔۔ ہر ذرہ مثل جوہر تیغ آبدار تھا

یعنے جس طرح تلوار میں جوہر آبدار ہوتے ہیں اوسی طرح موج سراب کے ذرے تھے حاصل یہ کہ سرزمین عشق پر تلوار برستی ہے۔

کم جانتے تھے ہم بھی غم عشق کو پر اب ۔۔۔ دیکھا تو کم ہوئے پہ غم روزگار تھا

یعنے کم ہوسے پہ بھی بہت زیادہ نکلا۔

بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا ۔۔۔ آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

یعنے کمال انسانیت کے مرتبہ پر پہنچنا سہل نہیں ہے۔

گریہ چاہے ہے خرابی مرے کاشانہ کی — در و دیوار سے ٹپکے ہے بیابان ہونا

ٹپک رہا ہے یعنے ظاہر ہو رہا ہے اور ٹپکنے کی لفظ گھر کے لئے اور گریہ کے ساتھہ ہی بہت ہی مناسبت رکھتی ہے ع لفظیکہ تازہ است بمضمون برابر است۔

وائے دیوانگی شوق کہ ہر دم مجھہ کو — آپ جانا اودھر اور آپ ہی حیران ہونا

ہر دم یعنے ہر مرتبہ سانس لینے مین اوس مبدء حیات و وجود کی طرف دوڑتا ہون اور اپنی نارسائی سے حیران ہوکر رہ جاتا ہون۔

جلوہ ازبسکہ تقاضائے نگہ کرتا ہے — جوہر آئینہ بھی چاہے ہے مژگان ہونا

یعنی اوسکا جلوۂ حسن یہہ کہہ رہا ہے کہ مجھے دیکھو تو آئینہ چاہتا ہے کہ آنکھہ بن جائے اور جوہر یہہ چاہتا ہے کہ پلکین بن جائے اور آئینہ سے آنکھہ کی تشبیہہ مضمون مشہور ہے اور یہان آئینہ سے آئینہ فولادی مراد ہے کہ جوہر اوسی مین ہوتے ہین۔

عشرت قتلگہ اہل تمنا مت پوچھ — عید نظارہ ہے شمشیر کا عریان ہونا

یعنی قتلگاہ مین عشاق کو ایسی مسرت حاصل ہے کہ شمشیر کو عریان دیکھہ کر وہ جانتے ہین کہ ہلال عید نظارہ دکھائی دیا۔ لفظ ہلال تنگی وزن سے نہ آسکا اور شعر کا مطلب ناتمام رہگیا ہے۔

لے گئے خاک مین ہم داغ تمنائے نشاط — تو ہو اور آپ بصد رنگ گلستان ہونا

یعنے ہم داغ لے کے چلے اب تجھے باغ باغ ہونا مبارک ہو اور یہی محاورہ ہے باغ باغ ہونیکی جگہہ پر گلستان ہونا خاص ہم کا تصرف ہے۔

عشرت پارۂ دل زخم تمنا کھانا — لذت ریش جگر غرق نمکدان ہونا

دونون مصرعون مین فعل (ہے) محذوف ہے۔

کی مرے قتل کے بعد اوس نے جفا سے توبہ — ہائے اوس زود پشیمان کا پشیمان ہونا

یعنے لہو دیکھتے ہی رحم آگیا کہ یہہ مین نے کیا کیا نہ غصہ آتے دیر لگی نہ پشیمان ہوتے دیر لگی اور ممکن ہے کہ زود پشیمان طعن و طنز سے کہا ہو یعنی جب کام اختیار سے باہر ہو چکا جب رحم آیا کیا جلد پشیمان ہوا

حیف اوس چارگرہ کپڑے کی قسمت غالب — جسکی قسمت مین ہو عاشق کا گریبان ہونا

یعنے اگر ہجر ہے تو وہ آپ چاک کریگا اور اگر وصل ہے تو شوخی معشوق کے ہاتھون پرزے اوڑ جائینگے۔

شب خمار شوق ساقی رستخیز اندازہ تھا — تا محیط بادہ صورت خانۂ خمیازہ تھا

یعنی رات کو میری شوق نے قیامت برپا رکھی تھی اور شوق مین بے لطفی و بے مزگی جو تھی اس وجہ سے

اوسے خمار سے تشبیہ دی اور کہتا ہے یہان سے لیکر دریاے بادہ تک میرے خمیازہ کا موج
خانہ بنا ہوا تھا یعنے مین نے خمار مین ایسی لمبی لمبی انگڑائیان لین جن کی درازی محیط بادہ تک پہونچی غرض
مصنف کی یہ ہے کہ انگڑائی لینے مین جو ہاتہہ پاؤن پہیلتے تھے وہ گویا شراب کو ڈہونڈہتے تھے۔

یک قدم وحشت سے درس دفتر امکان کہلا   جادہ اجزاے دو عالم دشت کا شیرازہ تہا

یک قدم وحشت سے وحشت کا مرتبہ ادنی مقصود ہے اور اجزاے دو عالم دشت بمنزلہ اجزاے
عالم عالم دشت یا اجزاے دو صد دشت ہے جس سے مراد کثرت ویرانی ہے یعنی ممکنات نے
اپنے مبدء سے ایک ذراسی وحشت و مغایرت جو کی تو عالم امکان موجود ہو گیا اور اوس
وحشت کا ایک قدم جس جادہ پر پڑا گویا وہ اوراق دو صد دشت کا شیرازہ تہا اس سبب سے
کہ وحشت مین قدم جب اوٹھے گا دشت ہی کی طرف اوٹھے گا اور عارف کی نظر مین تمام
عالم امکان ویران ہے۔ دو عالم دشت کی ترکیب مین مصنف نے دشت کی مقدار کا پیمانہ
عالم کو بنایا ہے جس طرح ماندگی کی مقدار کا پیمانہ بیابان کو اور تامل کی مقدار کا پیمانہ زانو کو
اور آرزو کا پیمانہ شہر کو قرار دیا ہے۔

مانع وحشت خرامیہاے لیلیٰ کون ہے   خانۂ مجنون صحرا گرد بے دروازہ تھا

مصنف نے صحرا گرد مجنون کی صفت ڈال کر اوسکے گہر کا پتہ دیا یعنے مجنون کا گہر تو صحرا ہے اور صحرا
وہ گہر ہے جس مین دروازہ نہین پہر لیلے کیون نہین وحشی ہو کر اوسکے پاس چلی آتی
کون اوسے مانع ہے۔

پوچھ مت رسوائی انداز استغنائے حسن   دست مرہون حنا رخسار رہن غازہ تھا

یعنے حسن کو باوجود استغنا ایسی احتیاج ہے کہ ہاتہہ حنا کی طرف اور موںہہ غازہ کی طرف
پہیلاے ہوئے ہے۔

اے دل سے دے اوراق لخت دل بباد   یادگار نالہ اک دیوان بے شیرازہ تھا

بباد دئیے یعنی برباد کئے اس مین پارہای دل کو اوراق سے تشبیہ دی پہر اوراق کو دیوان بے شیرازہ
سے تشبیہ دی اور نالہ کو شاعر فرض کیا ہے جسنے اپنی یادگار کو آپ برباد کیا یا وہ اوراق نالہ کی گہری نکلا ہوا دیوان پریشان کہتے ہین۔

دست غمخواری مین میری سعی فرماوینگے کیا   زخم کے بہرنے تلک ناخن نہ بڑہ جاوینگے کیا

پہلے مصرع مین (کیا) تحقیر کے لئے ہے اور دوسرے مصرع مین استفہام انکاری کے لئے
یعنی میرے ناخن کاٹنے سے کیا فائدہ کیا پہر بڑہ نہ آئینگے۔

بے نیازی حد سے گزری بندہ پرور کب تلک — ہم کہیں گے حال دل اور آپ فرماوینگے کیا

کہتے ہین تمہاری بے توجہی حد سے گزر گئی کہ میرا حال متوجہ ہوکر نہین سنتے اور ہربار تجاہل سے کہتے ہو کہ (کیا کہا) اس شعر مین (کیا) محل حکایت مین ہے جس طرح اسگے معنے کہاہے سے تجاہل پیشگی سے مدعا کیا + کہان تک اسے میرا ناز کیا کیا۔

حضرت ناصح گر آوین دیدۂ و دل فرش راہ — کوئی مجھکو یہہ تو سمجھادو کہ سمجھاوینگے کیا

صاف شعر کا کیا کہنا گو دوسرے مصرع مین سے (مگر) محذوف ہے۔

مگر خوبی یہ ہے کہ اس طرح سے ادا کیا ہے کہ دیوانگی کی تصویر کھنچ گئی۔

آج وان تیغ و کفن باندھے ہوے جاتا ہون مین — عذر میرے قتل کرنے مین وہ اب لاوینگے کیا

یعنی اگر اوس کے پاس تلوار نہوگی تو مین دے دونگا۔

گر کیا ناصح نے ہم کو قید اچھا یون سہی — یہ جنون عشق کے انداز چھٹ جاوینگے کیا

(کیا) استفہام انکاری کے لیے ہے اور قید ہونا اور چھٹ جانا دونون کا اجتماع لطف سے خالی نہین۔

خانہ زاد زلف ہین زنجیر سے بھاگین گے کیون — ہین گرفتار وفا زندان سے گھبراوینگے کیا

فاسس یعنے لفظ (ہم) محذوف ہے۔

ہے اب اس معمورہ مین قحط غم الفت اسد — ہم نے یہ مانا کہ دلی مین رہین کھاوینگے کیا

یعنی تو غم کھانے کا مزہ پڑا ہوا ہے اور وہی یہان نہین یعنے اس شہر مین ایسے معشوق نہین جنسے محبت کیجیے۔

یہہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا — اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

یعنے مرجانا ہی بہتر ہوا۔

ترے وعدہ پر جئے ہم تو یہہ جان جھوٹ جانا — کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

یعنے ہمنے جو یہہ کہا کہ فقط وعدہ وصل سنکے ہم مرنے سے بچ گئے تو تمنے جھوٹھا جانا دوسرا احتمال یہ ہے کہ تیرا وعدہ سنکر جو ہم جیئے تو اسکا یہ سبب تھا کہ ہمنے اوسے جھوٹھا وعدہ خیال کیا اور جان منادی ہے۔

تری نازکی سے جانا کہ بندھا تھا عہد بودا — کبھی تو نہ توڑ سکتا اگر استوار ہوتا

(جانا) کا فاعل (ہم نے) محذوف ہے اور نازکی بمعنی نزاکت

کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیر نیم کش کو — یہہ خلش کہان سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

(جو) کا واؤ وزن سے ساقط ہو گیا اور یہہ درست ہے ۔ بلکہ فصیح ہے لیکن اس کے
ساقط ہو جانے سے دو جیمیں جمع ہو گئیں اور عیب تنافر پیدا ہو گیا لیکن خوبی مضمون کے
آگے ایسی باتوں کا کوئی خیال نہیں کرتا ۔ تیر نیم کش وہ جسے چھوڑتے وقت کماندار نے
کمان کو پورا نہ کھینچا ہو اور اسی سبب سے وہ پار نہ ہو سکا ۔

یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح ۔ کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا

دوستوں کی شکایت ہے کہ انہوں نے نصیحت پر کیوں کمر باندھی ہے ۔

رگ سنگ سے ٹپکتا وہ لہو کہ پھر نہ تھمتا ۔ جسے غم سمجھ رہے ہو یہ اگر شرار ہوتا

یعنے جس طرح دل میں غم چھپا ہوا ہے اگر اسی طرح شرار بن کر پتھر میں یہہ پوشیدہ ہوتا
تو اوس میں سے بھی لہو ٹپکتا حاصل یہہ کہ غم کا اثر یہہ ہے کہ دل و جگر کو لہو کر دیتا ہے
پتھر کا جگر بھی ہو تو وہ بھی لہو ہو جائے ۔

غم اگرچہ جانگسل ہے پہ کہاں بچیں کہ دل ہے ۔ غم عشق گر نہ ہوتا غم روزگار ہوتا

(پہ) بمعنی مگر اور ان معنی میں (پر) فصیح ہے اور آخر مصرع میں (ہے) تامہ ہے اور
پہلا (ہے) ناقصہ ہے ۔

کہوں کس سے میں کہ کیا ہے شب غم بری بلا ہے ۔ مجھے کیا برا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا

(کیا ہے) میں ضمیر مستتر ہے مرجع اوسکا شب غم ہے جو دوسرے جملہ میں ہے کہ اور
اس شعر میں اضمار قبل الذکر ہے اور اگر ضمیر کو مستتر نہ لیں بلکہ (ہے) کا فاعل شب غم
کو کہیں تو لطف بیچ جاتا ہے تاہم خوبی اس شعر کی حد تحسین سے باہر ہے ۔

ہوئے مر کے ہم جو رسوا ۔ ہوئے کیوں نہ غرق دریا ۔ نہ کبھی جنازہ اوٹھتا ۔ نہ کہیں مزار ہوتا

یعنے جنازہ اوٹھنے اور مزار بننے سے رسوا کیا ڈوب مرتے تو اچھے رہتے ۔

یہ مسائل تصوف ۔ یہ ترا بیان غالب ۔ تجھے ہم ولی سمجھتے ۔ جو نہ بادہ خوار ہوتا

اس مقطع کی شرح لکھنا ضرور نہیں بہت صاف ہے لیکن یہاں یہہ نکتہ ضرور سمجھنا چاہیے کہ
خبر سے انشا میں زیادہ مزہ ہوتا ہے پہلا مصرع اگر اس طرح ہوتا کہ غالب تیرے زبان
سے اسرار تصوف نکلتے ہیں الخ تو یہہ شعر جملہ خبریہ ہوتا مصنف کی شوخی طبع نے خبر کے
پہلو کو چھوڑ کر اسی مضمون کو تعجب کے پیرایہ میں ادا کیا اور اب یہہ شعر سارا جملہ انشائیہ ہے

ہوس کو ہے نشاط کار کیا کیا ۔ نہ ہو مرنا تو جینے کا مزا کیا

یعنی رقیب بلہوس کی ہوس کو نشاط کار و لطف وصل نگار حاصل ہے اب ہمارے جینے کا

کیا مزہ رہا سعہ کی اصطلاح مین ہوس محبت رقیب کا نام ہے اسی غزل مین آگے کہتے ہین
ع ہوس کو پاس ناموس وفا کیا۔ دوسرا پہلو یہہ بھی ہے کہ دنیا مین انسانکو ہوا وہوس سے
رہائی نہین اگر مرنا نہوتا تو اسطرح کے جینے مین کچھہ مزا نہ تھا یعنی حاصل زندگانی مرنا ہے۔

تجاہل پیشگی سے مدعا کیا　　کہان تک اے سراپا ناز کیا کیا

یعنے میرا حال سُنکر تم کب تک (کیا کیا) کہہ کر ٹالو گے اس تجاہل شعاری سے آخر
تمہارا کیا مطلب ہے۔

نوازشہائے بیجا دیکھتا ہون　　شکایتہائے رنگین کا گلا کیا

نوازش بےجا وہ جو رقیب پر ہو اور جب رقیب پر تم التفات کرو تو میری شکایت
سے کیون برا مانو اور اوسکا گلا کیون کرو۔

نگاہ بے محابا چاہتا ہون　　تغافلہائے تمکین آزما کیا

بے تکلف و بے حجاب ہوکر مجھسے آنکھہ چار کرو یہہ تغافل صبر آزما کیسا یعنے میرا دل
دیکھنے کے لئے اور میری ضبط کے آزمانے کے لئے یہہ چشم پوشی کیسی۔

فروغ شعلہ خس یک نفس ہے　　ہوس کو پاس ناموس وفا کیا

اس شعر مین رقیب پر طعن ہے کہ اوسے عشق نہین ہے ہوس ہے اُسکی محبت شعلہ
خس کی طرح بے ثبات ہے اوسے ناموس و وفا کا پاس بھلا کہان اوسکا فروغ عشق
چار دن کی چاندنی ہے۔

نفس موج محیط بیخودی ہے　　تغافلہائے ساقی کا گلا کیا

یعنی یہان بے شراب پیئے بے خودی ہے پھر بے التفاتی ساقی کا گلا کرنا کیا ضرور ہے
جسے اوسکی صورت دیکھکر بے خودی ہوجائے اوسے وہ شراب نہ دے تو کیا شکایت

دماغ عطر پیراہن نہین ہے　　غم آوارگیہائے صبا کیا

صبا سے بوئے گل مراد ہے اس سبب سے کہ صبا ہی کے چلنے سے پھول کھلتے ہین
تو اوس مین بوئے گل ملی ہوئی ہوتی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اگر صبا آوارہ و پریشان
نہ ہوتی تو سب پھولون کی خوشبو ایک ہی جگہہ جمع ہوجاتی لیکن شاعر کہتا ہے کہ مجھے
پیراہن کے بسانے ہی کا دماغ نہین ہے آوارہ مزاجی صبا کی کیا پروا جسے ہوس
دنیا نہو اوسے بے وفائے دنیا کا کیا غم۔

دل ہر قطرہ ہے ساز انا البحر — ہم اوسکے ہین ہمارا پوچھنا کیا

یعنی ہر قطرہ کو دریا کے ساتھ اتحاد کا دعوے ہے اسی طرح ہم کو بھی اپنے مبدء کے ساتھ عینیت کا دعوے ہے وہ دریا ہے اور ہم اسی دریا کے قطرہ ہین اور قطرہ دریا مین مل کر دریا ہو جاتا ہے۔

محابا کیا ہے مین ضامن ادھر دیکھ — شہیدان نگہ کا خون بہا کیا

(ادھر دیکھ) دو معنی رکھتا ہے ایک تو مقام تنبیہ مین یہہ کلمہ کہتے ہین دوسرے یہ کہ تو میرے طرف دیکھ تو بھی اگر مین شہید نگاہ ہو جاؤن تو ذمہ کرتا ہون کہ تجھ خون بہا نہ دینا پڑے گا۔

سن اے غارت گر جنس وفا سن — شکست قیمت دل کی صدا کیا

یعنے تو جو یہہ کہتا ہے کہ ہمین شکست دل کی خبر نہین تو کہین شکست دل مین آواز ہوتی ہے جو تجھے سنائی دیتی۔ ہم نے شکست دل کو شکست قیمت دل سے تعبیر کیا اور اسی لئے جنس و غارت اوسکے مناسبات ذکر کئے ہین۔ دوسرا پہلو اس بندش مین یہ نکلتا ہے کہ شکست دل کی صدا تجھے اچھی معلوم ہوتی ہے تو دل شکنی توکئے جا اور سنے جا بہلا دل کی اور صدائے شکست دل کی کیا حقیقت ہے جو تو تامل کرے۔

کیا کس نے جگرداری کا دعوے — شکیب خاطر عاشق بہلا کیا

یعنی مجھے ہرگز یہہ دعوے نہین ہے کہ بے تمہارے مجھے چین آئیگا۔

یہہ قاتل وعدۂ صبر آزما کیون — یہہ کافر فتنۂ طاقت ربا کیا

اسی وعدہ صبر آزما کو دوسرے مصرع مین فتنہ طاقت ربا سے تعبیر کیا ہے اس شعر مین جس طرز کی بندش ہے ہم کا خاص رنگ ہے اور اسمین متفرد ہین۔

بلائے جان ہے غالب اوسکی ہر بات — عبارت کیا اشارت کیا ادا کیا

(کیا) اس شعر مین حرف عطف ہے جیسے معطوف و معطوف علیہ مین بیان مساوات کرنے لاتے ہین۔

درخور قہر و غضب جب کوئی ہمسا نہ ہوا — پھر غلط کیا ہے کہ ہم سا کوئی پیدا نہ ہوا

یعنے پھر ہمارا یہہ کہنا کیا غلط ہے کہ ہمسا کوئی پیدا نہوا یا ہمسا کوئی آفت زدہ نہوا ملے

سب کو مقبول ہے دعوی تری یکتائی کا — روبرو کوئی بت آئنہ سیما نہ ہوا

یعنے کسی نے مقابلہ نہ کیا۔

کم نہین نازش ہم نامی چشم خوبان　　تیرا بیمار برا کیا ہے گر اچھا نہ ہوا

یعنی اگر مین بیمار رہا تو چشم معشوق بھی تو بیمار ہے یہ ہم نامی کا فخر کیا کم ہے۔

سینہ کا داغ ہے وہ نالہ کہ لب تک نگیا　　خاک کا رزق ہے وہ قطرہ کہ دریا نہ ہوا

یعنی جس طرح کہ قطرہ خاک مین جذب ہوکر ایک داغ خاک پر پیدا کرتا ہے اسی طرح نالہ ضبط کرنے سے سینہ مین داغ پڑجاتا ہے۔

نام کا میرے ہے۔ جو دکھہ کہ کسی کو نہ ملا　　کام مین میرے ہے جو فتنہ کہ برپا نہ ہوا

صاف ہے۔

ہر بن مو سے دم ذکر نہ ٹپکے خوناب　　حمزہ کا قصہ ہوا عشق کا چرچا نہ ہوا

یعنی یہ نہین ممکن کہ خوناب نہ ٹپکے اس شعر مین استفہام انکاری ہے کہ بہلا یہ ہوسکتا ہے کہ خوناب نہ ٹپکے۔

قطرہ مین دجلہ دکہائی نہ دے اور جزو مین کل　　کہیل لڑکون کا ہوا دیدۂ بینا نہ ہوا

یعنی عارف کی نظر کہیل ہتوڑی ہے۔ اس شعر کو بھی استفہام انکاری کی طرز سے پڑہنا چاہیے۔

تھی خبر گرم کہ غالب کے اوڑینگے پرزے　　دیکھنے ہم بھی گئے تھے پہ تماشا نہ ہوا

اپنی رسوائی اور مورد تعزیر ہونے کا اظہار ہے کہ لوگ اُسے تماشا سمجھے ہوئے ہین۔

اسد ہم وہ جنون جولان گدائی بے سر و پا ہین　　کہ ہے سر پنجہ مژگان آہو پشت خار اپنا

اسد اور آہو کا تقابل تو ظاہر ہے۔ جنون جولان ہونے سے یہ اشارہ کیا ہے کہ آہو بھی میرے پیچھے رہ جاتا ہے اور پشت خار سے پیچھے ہی کہجاتے ہین۔ گدائی لفظ پشت خار کی مناسبت کے لئے ہے۔ بے سر و پا کہنے سے یہ مقصود ہے کہ پشت خار تک میرے پاس نہین ہے اگر ہے تو مژگان آہو ہے۔ پنجہ مین اور مژگان مین اور پشت خار مین وجہ شبہ جو ہے وہ ظاہر ہے یعنے شکل تینون کی ایک ہی سی ہے۔ مژگان کو پہلے پنجہ سے تشبیہ دی پہر پنجہ کو پشت خار سے تشبیہ دی۔

پی نذر کرم تحفہ ہے شرم نارسائی کا　　بخون غلطیدہ صد رنگ دعوی پارسائی کا

یعنی کریم کو نذر دینے کے لئے میری شرم و ندامت اوس دعوی پرہیزگاری کا تحفہ لیکے چلی ہے جس کا سو گناہون کے ہاتھ سے خون ہوچکا ہے (شرم نارسائی کا تحفہ) اسم ہے (ہے) کا اور دوسرا مصرع سارا خبر ہے (پی نذر کرم) تحفہ دینے کا سبب و غایت ہے

درگاہ کریم سے تقرب ہونا اور دور رہنا نارسائی کے معنی ہیں۔

نہ ہو حسن تماشا دوست رسوا بیوفائی کا — بمہر صد نظر ثابت ہے دعویٰ پارسائی کا

شاعر معشوق آوارہ مزاج پر طعن کرتا ہے کہ بھلا تمہیں کون بے وفا کہہ سکتا ہے اگر سو آدمیوں کی آنکھ تم پر پڑی تو گویا سو مہریں ہوگئیں کہ تم پارسا ہو اور اس طعن کا مفہوم مخالف یہہ ہے کہ تماشا دوست ہو کر اور اغیار سے جھانک تاک کرکے پارسائی کجا اور خیانت و بے وفائی کی رسوائی و بدنامی سے کہاں بچ سکتے ہو۔

زکات حسن دے اے جلوۂ بینش کہ مہر آسا — چراغ خانۂ درویش ہو کاسہ گدائی کا

کاسہ گدائی دل سے استعارہ ہے کہتے ہیں اے جلوہ گاہ بینش میرے کشکول دل کو زکات عرفان دیکر روشن کردے کہ اس فقیر کے لئے وہ چراغ ہو جائے اور آفتاب کیطرح شب تار جہالت کو دن کردے۔

نہ مارا جانکر بے جرم غافل تیری گردن پر — رہا مانند خون بیگنہ حق آشنائی کا

ملامت کرتا ہے کہ آشنائی کا حق یہہ تھا کہ مجھے قتل کیا ہوتا تو نے بیگناہ سمجھکر میرے قتل سے کنارہ تو کیا مگر یہہ خبر نہیں کہ حق آشنائی اسیطرح تیری گردن پر ہے جسطرح خون بیگناہ ہوتا۔

تمنائے زبان محو سپاس بے زبانی ہے — مٹا جس سے تقاضا شکوۂ بیدست و پائی کا

شاعر اپنے دل کی دو باتیں بیان کرتا ہے ایک تو زبان آوری کی تمنا دوسرے بیدست و پائی کا شکوہ۔ شکوہ کا تقاضا یہہ تھا کہ مجھے بیان کر لیکن بے زبانی کے سبب سے وہ تقاضا اوس کا مٹ گیا تو گویا بے زبانی کا یہہ احسان ہوا۔ اسی احسان کی شکر گزاری میں زبان آوری کی تمنا محو ہے۔ حاصل یہہ کہ میرا مرتبہ صبر ایسا بڑھا ہوا ہے کہ اپنی بیدست و پائیکا شکوہ نہیں کرتا اور بے زبانی میں یہہ فائدہ دیکھکر زبان آوری کی تمنا بھی میرے دل سے مٹ گئی۔

وہی اک بات ہے جو یاں نفس واں نکہت گل ہے — چمن کا جلوہ باعث ہے مری رنگین نوائی کا

جلوۂ چمن سے فصل بہار و جوش گل مراد ہے یعنی یہی ایک چیز نکہت گل کا بھی سبب ہے اور یہی جوش بہار میرے ترانۂ سرشار کا بھی باعث ہے۔ حاصل یہہ کہ میرا نفس نکہت گل سے کم نہیں کہ علت دونوں کی ایک ہی ہے۔

دہان ہر بت پیغارہ جو زنجیر رسوائی — عدم تک بیوفا چرچا ہے تیری بیوفائی کا

پیغارہ کے معنی طعن و تشنیع کہتا ہے کہ جو حسین کہ طعن و طنز ڈھونڈھا کرتے ہیں ان سے

دہن تیری لئے زنجیر رسوائی ہین یعنی ہر ایک دہن طنز گفتار ایک ایک حلقہ ہی زنجیر رسوائی کا۔ پہلی مصرع مین سے (سے) محذوف ہے اور حسینون کی دہن کو عدم کہتے ہین تو جب اون کا دہن مین تیری بیوفائیکا ذکر ہے تو گویا عدم تک پہنچگیا اور تیری نیکنامی کے پاؤن مین زنجیر رسوائی پڑگئی ۔

نہ دی نامہ کو اتنا طول غالب مختصر لکھدی کہ حسرت سنج ہون عرض ستمہای جدائی کا

سنجیدن فارسی مین وزن کرنے اور موزون کرنیکے معنی پر ہے ۔ نوا سنج ۔ ونغمہ سنج ۔ وزمزمہ سنج ۔ وترانہ سنج وبکتہ سنج ۔ سب مانوس ترکیبین ہین اور فصحا کی زبان پر ہین لیکن متاخرین اہل زبان اور ہر اون کی متتبعین آرزو سنج وحسرت سنج وشکوہ سنج بہی مثل بیدل وغیرہ کی تکلف نظم کرگئی ہین اور تصنع سی خالی نہین ہے

گر نہ اندوہ شب فرقت بیان ہوجائیگا بی تکلف داغ مہ مہر دہان ہوجائیگا

یعنی شب فراق کا اندوہ اگر مین بیان نہ کرسکون تو یہہ سمجھنا چاہئے کہ چاند کا داغ نہ تہا بلکہ میری ہونٹون پر مہر تہی ۔

زہرہ گر ایسا ہی شام ہجر مین ہوتا ہی آب پرتو مہتاب سیل خانمان ہوجائیگا

یعنی شام ہجر کی ہیبت ہر ایک کا زہرہ آب کرتی ہے تو کیا عجب ہی کہ چاندنی کا زہرہ بہی آب ہوجای اور وہ میری گھر کے لئے سیلاب ہوجائے ۔

لے تو لون سوتی مین اوسکی پاؤنکا بوسہ مگر ایسی باتون سے وہ کافر بدگمان ہوجائیگا

یعنی میری محبت کو پاک محبت ہرگز نہ سمجہے گا ۔

دلکو ہم صرف وفا سمجہی تہی کیا معلوم تہا یعنی یہہ پہلی ہی نذر امتحان ہوجائیگا

نذر امتحان یعنے اوسکے امتحان لینی ہی مین اسکا کام تمام ہوجائیگا یہہ خبر نہ تہی ۔

سبکی دلمین ہے جگہہ تیری جو تو راضی ہوا مجہہ پہ گویا اک زمانہ مہربان ہوجائیگا

تو سب کی دلمین ہے تو مجہہ پر راضی ہوگا تو سب کے دل مجہہ سے راضی ہوجائینگے ۔

(ہوا) ماضی کا صیغہ ہے حرف شرط کے تحت مین اسکے معنی مستقبل کے ہوجاتے ہین

گر نگاہ گرم فرماتی رہی تعلیم ضبط شعلہ خس مین جیسے خون رگ مین نہان ہوجائیگا

یعنی نظر عتاب جو ضبط نالہ و آہ کا اشارہ کرتی ہے اوس کے ڈر سی عجب نہین کہ شعلہ خس مین اسطرح چہپ رہی جیسے رگ مین خون ۔

باغ مین مجھ کو نہ لیجا ورنہ میری حال پر
ہر گل تر ایک چشم خون فشان ہو جائیگا

یعنی میرا حال ایسا ہے کہ جو دیکھتا ہی اوسی رونا آتا ہے

وای گر میرا تیرا انصاف محشر مین نہو
اب تلک تو یہہ توقع ہی کہ وان ہو جائیگا

صاف شعر ہے

فائدہ کیا سوچ آخر تو بھی دانا ہی اسد
دوستی نادان کی ہی جی کا زیان ہو جائیگا

نادان کی دوستی جی کا زیان مثل ہے۔

درد منت کش دوا نہ ہوا
مین نہ اچھا ہوا برا نہ ہوا

تکلیف یہہ ہے کہ نہ اچھا ہوا نہ برا ہوا بحسب لفظ دونون باتون کا نہونا محال معلوم ہوتا ہی لیکن معنے کے راہ سی یہان اچھا وہ اچھا نہین ہے جو برے کے مقابل مین ہی بلکہ اچھا ہونا زوال مرض کے معنی پر ہے۔

جمع کرتی ہو کیون رقیبون کو
اک تماشا ہوا گلا نہ ہوا

دستور ہے کہ چار ادمیون کو ملتفت کر کے کسیکی شکایت کرتے مین تاکہ وہ انصاف کرین۔ مگر اہنین رشک کی مارے گوارا نہین ہی کہ رقیب ہماری شکایت اوسکے منہ سے سنین اور ہان مین ہان ملائین۔

ہم کہان قسمت آزمانی جائین
تو ہی جب خنجر آزما نہ ہوا

جب تو ہی نے قتل نہ کیا تو پھر یہہ آرزو کس سے پوری ہوگی

کتنی شیرین ہین تیری لب کہ رقیب
گالیان کھا کے بے مزا نہ ہوا

لب معشوق کی شیرینی پر دلیل یہہ ہے کہ حرف تلخ اوسکے منہ سے سنکر رقیب [illegible] بھی جو کہ لذت عشق سے محروم ہے بے مزہ نہوا۔

ہی خبر گرم اون کے آنیکی
آج ہی گھر مین بوریا نہ ہوا

اس شعر سے اہتمام مدارات و پذیرائی کا اظہار مقصود ہی اور مضمون [illegible] ظاہر ہے۔

کیا وہ نمرود کی خدائی تھی
بندگی مین میرا بھلا نہ ہوا

(وہ) اشارہ ہی غرور حسن کیطرف۔

جان دی۔ دی ہوئی اوسیکی تھی
حق تو یون ہی کہ حق ادا نہ ہوا

پہلے حق کے معنی سچ اور دوسری حق کے مقصود [illegible]

زخم گر دب گیا لہو نہ تھما ۔۔۔ کام گر رک گیا روانہ ہوا

کام کو رک جانے سے روا نہین ہونا چاہیے تھا کہ زخم کے دبنے سے ہی لہو روان ہنو لیکن میری حقین اوسکے برخلاف ہے تھما کی جگہہ پر تھنبا اب متروک ہے۔

رہزنی ہے کہ دلستانی ہے ۔۔۔ لیکے دل دلستان روانہ ہوا

(روانہ) مین (روا) قافیہ ہے اور (نہ) جزو ردیف تہا جو یہان لفظ روانہ کا جزو واقع ہوا ہے اصطلاح مین ایسے قافیہ کو قافیہ معمولہ کہتے ہین ۔ قواعد قافیہ مین اسے عیب لکھتے ہین لیکن اب تمام شعرا اسے صنائع لفظیہ مین سے جانتے ہین اور بے تکلف استعمال کرتے ہین حق یہہ ہے کہ قافیہ معمولہ سے شعر سست ہو جاتا ہے۔

کچھہ تو پڑہیے کہ لوگ کہتے ہین ۔۔۔ آج غالب غزل سرا نہ ہوا

ساری غزل پڑہنے کے بعد پہر یہہ کہنا کہ کچھہ تو پڑہیے یہہ مطلب رکہتا ہے شاید کہ مقطع مین کچھہ پڑہے

گلہ ہے شوق کو دل مین بہی تنگی جا کا ۔۔۔ گہر مین محو ہوا اضطراب دریا کا

یعنی شوق دل مین سما کر تنگی جا کی سبب سے جوش و خروش نہین دکہا سکتا گویا دریا گہر مین سما گیا کہ اب تلاطم نہین باقی رہا۔

یہہ جانتا ہون کہ تو اور پاسخ مکتوب ۔۔۔ مگر ستم زدہ ہون ذوق خامہ فرسا کا

(تو اور پاسخ مکتوب) یعنی تو اور جواب لکہے ممکن نہین بتقدیر اوسکی یہہ ہے (کہان تو اور کہان پاسخ مکتوب) کہان کی لفظ محذوف ہے اور لفظ پاسخ سے نوشتن پاسخ یا فرستادن و دادن پاسخ مراد ہے اور قاعدہ یہہ ہے کبہی فعل و فاعل مین اظہار استبعاد کے لئے حرف عطف کو فاصل کیا کرتے ہین ۔ مثلاً آگ اور نہ جلائے یعنی یہہ بات مستبعد ہے اور کبہی مبالغہ کے لئے عطف کرتے ہین ۔ جیسے آگ اور دہکتی ہوی اسی طرح اور متعلقات فعل مین بہی فصل کر دیتے ہین ۔

حنائی پای خزان ہے بہار اگر ہے یہی ۔۔۔ دوام کلفت خاطر ہے عیش دنیا کا

یعنی بہار یہی ہے تو کیا ہے سیندہی کی لالی ہے چار دن مین جاتی رہیگی پہر خزان ہی خزان کا قدم درمیان مین ہے۔

غم فراق مین تکلیف سیر باغ نہ دو ۔۔۔ مجھے دماغ نہین خندہای بیجا کا

یعنی خندۂ گل مجھہ سے نہ دیکہا جائیگا۔

ہنوز محرمی حسن کو ترستا ہون ۔۔۔ کرے ہے ہر بن مو کام چشم بینا کا

یعنی باوجودیکہ اپنی ہر بن مو سے میں دیکھ رہا ہوں اس پر بھی نصرت حسن نہیں حاصل ہے یعنی کنہ ذات تک رسائی نہیں اور ہر بن مو کو چشم بینا کہنے کی وجہ یہ ہے جبکہ ہر شے آئینہ ظہور صنعت و قدرت ہے تو اوسمین بن مو بھی داخل ہے یعنی ہر بن مو اسطرح حکمت و صنعت کو دیکھا رہی ہے جس طرح کوئی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے۔

دل اوسکو پہلے ہی ناز و ادا سے دے بیٹھے — ہمیں دماغ کہاں حسن کے تقاضا کا

یعنی ناز و ادا دل مانگنے کا تقاضا ہے ہم نے تقاضے کی نوبت ہی نہ آنے دی۔

نہ کہہ کہ گریہ بمقدار حسرت دل ہے — مری نگاہ میں ہے جمع و خرچ دریا کا

یعنی اس بات کو میں ہی خوب جانتا ہوں کہ اس دریا کا منبع و مجمع یعنی حسرت دل کس قدر ہے اور اوسکا خرچ یعنی آنسو کس قدر میں غرض یہ کہ حسرت بہت بڑھی ہوئی ہے گریہ سے اوسکا اندازہ نہیں ہو سکتا۔

فلک کو دیکھ کے کرتا ہوں اوسکو یاد اسد — جفا میں اسکی ہے انداز کارفرما کا

یعنی چرخ کو کب یہ سلیقہ ہے ستمگاری میں کوئی معشوق ہے اس پردہ زنگاری میں۔

قطرۂ مے بسکہ حیرت سے نفس پرور ہوا — خط جام مے سراسر رشتۂ گوہر ہوا

گرفتگی و بستگی و تنگی و ضبط نفس حیرت کے لوازم میں ہیں اور جب مے کے قطرہ میں حیرت کے سبب سے یہ صفات پیدا ہوئے تو وہ موتی بنگیا اور پیالہ میں جو لکیر تھی وہ عقد مروارید ہو گئی اس بیان سے فقط حیرت کی اثر کاری کا اظہار مقصود ہے لیکن یہ حیرت حسن ساقی کو دیکھکر پیدا ہوئی ہے یہ مضمون مطلع کے ذہن میں رہ گیا۔

اعتبار عشق کی خانہ خرابی دیکھنا — غیر نے کی آہ لیکن وہ خفا مجھ پر ہوا

یعنی میرے عشق کا جو اوسے اعتبار ہو گیا ہے تو وہی میری خانہ خرابی کا باعث ہے۔ ای کج روئی طبع تو برمن بلا شدی۔

جب بتقریب سفر یار نے محمل باندھا — تپش شوق نے ہر ذرہ پہ اک دل باندھا

ذروں کی جھلملاہٹ اور تپش دل میں وجہ تشبیہ ظاہر ہے جو حرکت ...

اہل بینش نے بہ حیرتکدۂ شوخئ ناز — جوہر آئینہ کو طوطئ بسمل باندھا

سبزۂ باغ و سبزۂ خط و سبزۂ زنگار و سبزی جوہر کو طوطی سے تشبیہ دیتے ہیں اور آئینہ
فولاد کے جوہروں کی سبزی ہر ایک طرح سے تمام نہیں ہوتی ہے اس سبب سے اوسکو
طوطی بسمل سے تشبیہ دی کہ اوس میں حرکت معلوم ہوتی ہے اور حرکت کی تشبیہ
سے تشبیہ جس میں وجہ شبہ بھی حرکت ہو نہایت لطیف و بدیع ہوتی ہے غرض یہہ کہ
اوسکے آئینہ فولاد میں جوہروں کی سبزی جو بعض رخ سے دکھائی دیجاتی ہے یہہ طوطی
بسمل ہے جسے شوخی ناز نے بسمل کر دیا ہے اسی طرح کی تشبیہ بیتابی ذرہ و بیقراری دل
سے پہلے شعر میں بھی ہے اور غنیمت کا مصرع چمن بے تاب چون طاؤس بسمل اسی
قسم کی تشبیہ رکھتا ہے —

یاس و امید نے یک عربدہ میداں مانگا   عجز ہمت نے طلسم دل سائل باندھا

یعنی عجز ہمت نے ایک طلسم بنایا ہے جسمیں یاس اور امید میں عربدہ بازی کا میدان گرم ہو رہا ہے
یاس چاہتی ہے میں غالب ہو جاؤں امید چاہتی ہے میں بازی لیجاؤں — عربدۂ میدان سے میدان
عربدہ مراد ہے اور طلسم باندھنا طلسم بنانیکے معنی پر ہے اسکے مقابل میں طلسم کہولنا یعنی طلسم بگاڑنا
اور توڑنا کہتے ہیں حاصل یہہ ہوا کہ ہمت جو نہیں رکہتا وہ امید و بیم میں مبتلا رہتا ہے —

نہ بندھے تشنگی ذوق کے مضموں غالب   گرچہ دل کھول کے دریا کو بھی ساحل باندھا

ساحل کی تشنگی مشہور ہے اوسمیں اگر اتنا مبالغہ کیا کہ سارا دریا اوس نے پی لیا اور دریا بھی ساحل
بنکر خشک رہ گیا جب بھی تشنگی ذوق کا مضمون نہ ادا ہوا اور دل کہول کے کوئی کام کرنا اور
کلام میں مبالغہ کرنے کو کہتے ہیں —

میں اور بزم مے سے یوں تشنہ کام آؤں   گر میں نے کی تھی توبہ ساقی کو کیا ہوا تھا

یعنی تعجب کا مقام ہے کہ مجھے اور شراب نہ ملی میں نے خود نہیں مانگی تھی تو خود ساقی کو پلا دینی ہوتی تہ

ہے ایک تیر جس میں دونوں چھدے پڑے ہیں   وہ دن گئے کہ اپنا دل سے جگر جدا تھا

یعنی وہ دن گئے کہ دل اپنی جگہ پر تھا اور جگر اپنی جگہ پر تھا

درماندگی میں غالب کچھ بن پڑے تو جانوں   جب رشتہ بے گرہ تھا ناخن گرہ کشا تھا

مشکل کو گرہ سے استعارہ کیا ہے اور تدبیر کو ناخن سے

گھر ہمارا جو نہ روتے بھی تو ویران ہوتا　　بحر گر بحر نہ ہوتا تو بیابان ہوتا

یعنی گھر رونے کے سبب سے دریا ہو رہا ہے جو نہ روتے تو صحرا ہوتا

تنگیِ دل کا گلہ کیا یہہ وہ کافر دل ہے　　کہ اگر تنگ نہ ہوتا تو پریشان ہوتا

یعنی واشد خاطر اس قدر بڑھ جاتی کہ پریشانی کی حد تک پہونچتی۔

بعد یک عمرِ ورع بار تو دیتا بارے　　کاش رضوان ہی در یار کا درباں ہوتا

یعنی رضوان میں اتنی بات تو ہے کہ عمر بھر عبادت کرنیکے بعد وہ بہشت میں جانے دیتا ہے۔

نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا　　ڈبویا مجھکو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

فلسفہ میں اصول مسلمہ سے یہہ ہے کہ لاشی سے شی نہیں بن سکتی اور عالم شی موجود ہے تو ضرور ہے کہ کسی شے سے یہہ شی حاصل ہوئی ہوا اور جس شے سے یہہ حاصل ہوئی اوسے طبیبین یعنی قائلین نیچر ہیولی و صورت کہتے ہیں اور صوفیہ عین ذات سمجھتے ہیں اور متکلمین کا مذاق کہتا ہے یہہ اصل کہ لاشے سے شی نہیں ہو سکتی اس قدر ظاہر نہیں ہے جس قدر تصرف و تدبیر و حکمت کے آثار ظاہر و محسوس آشکار ہیں اور اسی وجہ سے فاعل و منفعل و موثر و متاثر میں ہم فرق کرتے ہیں۔ مصنف نے یہہ شعر صوفیہ کے مذاق پر کہا ہے یعنی میں جب کچھ نہ تھا تو خدا تھا اور کچھ ہو کر اپنی مبدا سے جدا ہو گیا اور اوس مبدا فیض سے علیحدہ ہو جانا میرے حق میں برا ہوا

ہوا جب غم سے یوں بے حس تو غم کیا سر کے کٹنے کا　　نہ ہوتا گر جدا تن سے تو زانو پر دھرا ہوتا

غم میں سر کا زانو پر دھرا رہنا مشہور ہے اور یہہ بھی ظاہر ہے کہ سر کٹنے کے بعد کا یہہ کلام ہے

ہوئی مدت کہ غالب مر گیا پر یاد آتا ہے　　وہ ہر اک بات پر کہنا کہ یوں ہوتا تو کیا ہوتا

(کیا) تحقیر کے لئے ہے یعنی ہر امر کی خواہ وہ باعث عیش و راحت ہو یا سبب رنج و آفت ہو وہ تحقیر کیا کرتا تھا اور ہیچ سمجھتا تھا۔

یک ذرۂ زمیں نہیں بیکار باغ کا　　یاں جادہ بھی فتیلہ ہے لالے کے داغ کا

داغ سے زخم اگر مراد لیں تو فتیلہ وہ بتی ہے جو زخم میں رکھتے ہیں اور اگر داغ سے چراغ مراد لیں تو فتیلہ اوسکے لئے ہی باعث فروغ ہوتا ہے پہلی صورت میں کثرت نشو نما کا

اظہار ہے کہ جادہ ایسا باریک برہ گیا جیسی رگ لالہ ہوتی ہے اور داغ لالہ کی تخصیص اس لیئے ہی کہ زیادتی وکثرت گلہای رنگین پر اور شدت نضرۂ سبزہ زار پر دلالت کری اور دوسری صورت مین یہہ معنی ہین کہ جادہ کو لالہ کے ساتہہ وہ مناسب ہی جو فتیلہ وشعلہ مین پیدا ہی —

بے یعنی کسی ہی طاقت آشوب آگہی — کھینچا ہی عجز حوصلہ نے خط ایاغ کا

یعنی آشوب ہوشیاری کے برداشت کرنے سی جو قناعت کو عجز ہے اوس عجز نے ہوشیاری و آگہی پر خط ایاغ کھینچ دیا ہے یعنی صفحہ خاطر سے اوسی کاٹ دیا ہے حاصل یہہ کہ ایاغ پی کر ہوشیاری کو محو کر دیا ہے - جام جمشید مین خطوط تہی اس سبب سے شعرا آج تک ہر جام شراب مین خط ہونا لازم سمجھتے ہین اور خط جام کی تشبیہات اور مضامین بہت کثرت سے کہتے ہین

بلبل کے کاروبار پہ ہین خندہای گل — کہتے ہین جسکو عشق خلل ہی دماغ کا

یعنی بلبل کو خلل دماغ سمجہکر گل اوس پر ہنستی ہین کاروبار سے مراد اوسکے حرکات ہین مصنف نے لفظ (حال زار) کو چہوڑکر (کاروبار) اس وجہ سے کہا کہ کار بمعنی زراعت وبار بمعنی ثمر بہی ہے اور یہہ گل کے ساتہہ مناسبت رکہتے ہین -

تازہ نہین ہی نشۂ فکر سخن مجہے — تریاکی قدیم ہون دود چراغ کا

دود بمعنی فکر اور چراغ استعارہ ہی کلام روشن سے

سو بار بند عشق سی آزاد ہم ہوے — پر کیا کرین کہ دل ہی عدو ہی فراغ کا

یعنی جب سے آزاد ہوتے ہین دل پہر گرفتار کروا دیتا ہے

بے خون دل ہی چشم مین موج نگہ غبار — یہہ میکدہ خراب ہی مے کے سراغ کا

چشم میکدہ اور مے خون دل ہے اور چشم مین خون دل نہ ہونے سی موج نگاہ غبار بن گئی ہی گویا کہ میکدہ مے کی جستجو مین خراب وغبار آلودہ ہو رہا ہے -

باغ شگفتہ تیرا بساط نشاط دل — ابر بہار خمکدہ کس کے دماغ کا

پہلی مصرعہ مین سے (ہے) محذوف ہی مطلب یہہ ہی کہ جب شگفتگی باغ سے تجہی نشاط پیدا ہوتا ہے تو خیال کرتا ہے کہ ابر بہار جس نے ساغر کو شراب رنگ وبو سی لبریز کر دیا ہی کسکے دماغ کا خمکدہ ہوا - دوسرے مصرع مین سے (ہوا) محذوف ہے - یعنی ابر بہار بہی تیرہی دماغ مین نشہ پیدا کرنیکے لئی ایک خمکدہ ہی تجنیس بساط ونشاط صنائع خطیہ مین سے ہے

وصری حسن جبین سے غم پنہان سمجھا ——— راز مکتوب بہ بے ربطی عنوان سمجھا

(یہ) بیان سبب کے لئیے ہے اور عنوان مکتوب سے پیشانی اور راز مکتوب سے غم نہانی کو تشبیہ دی ہے

ایک الف بیش نہین صیقل آئینہ ہنوز ——— چاک کرتا ہون مین جب سے کہ گریبان سمجھا

یعنی جب سے مین گریبان کو گریبان سمجھا ہے اوسے چاک کیا کرتا ہون حاصل یہہ ہے کہ جب سے مجھے اتنا شعور ہوا کہ تعلقات دنیا مانع صفای نفس ہین یا جب سے ہی مین نے ترک دنیا کیا لیکن اسپر بھی آئینۂ دل صاف نہین ہوا بس ظاہر مین جو آزادون کی سینہ پر ایک الف کھنچا ہوا ہوتا ہے وہ تو ہے صفای باطن کچھہ نہین حاصل ہوی اور گریبان تعلقات دنیا سے استعارہ ہے اس وجہ سے کہ یہہ دونون انسان کو گلوگیر مین سینہ پر الف کھینچا آزادون کا طریقہ ہے اور یہہ مضمون فارسی والی کہا کرتے ہین اور (بیش نہین) بیان حصر کے لئے ہے مگر اردو کی نحو اسکی متحمل نہین یہہ فارسی کا ترجمہ ہے

شرح اسباب گرفتاری خاطر مت پوچھہ ——— اس قدر تنگ ہوا دل کہ مین زندان سمجھا

شرح کے لغوی معنی کھولنے کے ہین لفظ تنگ کی مناسبت سے مصنف نے یہہ لفظ باندھا ہے اور تنگی خاطر و انشراح خاطر مین بھی تقابل ہے اور گرفتگی خاطر کے مقام پر گرفتاری خاطر لفظ زندان کی رعایت سے اختیار کی ہے —

بدگمانی نے نہ چاہا اوسے سرگرم خرام ——— رخ پہ ہر قطرۂ عرق دیدۂ حیران سمجھا

یعنی میری بدگمانی نے اوسکا سرگرم خرام ہونا نہ گوارا کیا اسلیئے کہ خرام مین جو پسینا اوسے آیا تو مین نے ہر قطرہ کو یہہ سمجھا کہ رقیب کی چشم حیران اوسکے رخ پر پڑی ہے یہان قطرۂ عرق مین ہر مصنف نے اضافہ کیا ہے —

عجز سے اپنے یہہ جانا کہ وہ بدخو ہوگا ——— نبض خس سے تپش شعلۂ سوزان سمجھا

مصنف نے تند خوئی کو شعلہ سے تعبیر کیا ہے اور خس کو رگ نبض سے تشبیہ دی اور تپش سے تپ مقصود ہے اس شعر کو طعن و تشنیع کے لہجہ مین پڑھنا چاہئے شاعر اپنے اوپر آپ ملامت کرتا ہے کہ مین نے اپنی عجز و ناقابلیت سے یہہ سمجھ لیا کہ وہ بدمزاج و تند خو ہوگا اوس سے احتراز کرنا چاہئے گویا نبض خس سے تپ شعلہ کا حال معلوم کر لیا یہہ بھی محال ہے اور وہ بھی غلط خیال ہے —

سفر عشق مین کی ضعف نے راحت طلبی ——— ہر قدم سایہ کو مین اپنے شبستان سمجھا

جہان رات گذری وہ شبستان ہی۔ یعنی ہر قدم پر اپنے سایہ کو دیکھ کر ہین یہی سمجھا کہ رات ہوگئی اور مقام آگیا

تھا گریزان مژۂ یار سی دل تا دم مرگ   دفع پیکان قضا اس قدر آسان سمجھا

تا دم مرگ کی لفظ سے یہہ ظاہر کرنا منظور ہے کہ آخر نہ بچ سکا اور پیکان قضا سی مژہ کا استعارہ کیا ہے

دل دیا جانکی کیون اوسکو وفادار اسد   غلطی کی کہ جو کافر کو مسلمان سمجھا

بیوفا کو وفادار جانکر دلدیا یعنی غلطی سی کافر کو مسلمان سمجھا۔ دل جانکا ضلع بہی اسمین بولگئے ہیں

پھر مجھے دیدۂ تر یاد آیا   دل جگر تشنۂ فریاد آیا

دوسرے مصرع مین آیا ہوا کے معنے پر ہے فارسی کا محاورہ ہی اردو مین اسطرح محاورہ نہین بولتے حاصل یہہ ہی کہ دل جگر تشنۂ فریاد ہوا تو مجھے دیدۂ تر یاد آیا کہ یہہ پیاس اوسی سے بجھیگی یعنی رونا ہی فریاد کرنا ہے رونے سے دل وجگر کی خواہش فریاد پوری ہوجائیگی یا دل تشنہ جگر کی پیاس اشک فریاد سے بجھیگی۔

دم لیا تھا نہ قیامت نے ہنوز   پھر ترا وقت سفر یاد آیا

دم لینا یعنی ٹھہرنا اور سکون ہونا اور قیامت بیتابی واضطراب سی استعارہ ہی یعنی اضطرابِ دل مین سکون ہونے نہ پایا تہا کہ پہر تیرا وداع ہونا اور سفر کرنا یاد آگیا۔

سادگیہای تمنا یعنی   پھر وہ نیرنگ نظر یاد آیا

پہلی مصرع مین سے (دیکھو) محذوف ہے کہتے ہین میری سادگی تمنا کو تو دیکھو یعنی جو بات کہ محال ہے اور ہونیوالی نہین اوسکی خواہش وآرزو مجھے سادگی ونادانی سے پیدا ہوئی ہے۔ یعنی پہر وہ نیرنگ نظر یاد آیا۔ (وہ) اشارہ ہے اوس سامان عیش وعشرت کیطرف جسے آنکھین دیکھ چکی ہین اور جسی ہم نے یہان نیرنگ نظر سی تعبیر کیا ہے اور لفظ سادگی سے یہہ مطلب نکلتا ہے کہ اوس عیش کے دیکھنے کی اب امید بہی نہین ہے

عذر واماندگی ای حسرت دل   نالہ کرتا تھا جگر یاد آیا

حاصل یہہ ہی کہ ای حسرت دل میرے عذر واماندگی کو قبول کرین چاہتا تھا کہ نالہ کرون مگر جگر کا خیال آگیا کہ شق ہوجائے اس سبب سے نالہ نکلا۔ (قبول کر) پہلی مصرع

مین محذوف ہے اور اس قسم کے محذوفات فارسی مین ہوتے ہین اردو کی زبان اسکی مساعد نہین حذف سے شعر مین حسن پیدا ہو جاتا ہے مگر وہی جگہہ جہان محاورہ مین حذف ہے —

زندگی یون بھی گذر ہی جاتی ۔ کیون ترا راہ گذر یاد آیا

کہتے ہین تیرا راہ گذر یاد آنے سے میری زندگی گزر گئی اور یہہ بات اچھی ہوئی کہ مین زندگی سے بیزار رہتا لیکن اوسکے یاد آنے سے ایسا اندوہ و قلق ہوا کہ کاشکے نہ یاد آیا ہوتا ۔ زندگی تو کسی نہ کسی طرح کٹ ہی جاتی —

کیا ہی رضوان سے لڑائی ہوگی ۔ گھر ترا خلد مین گر یاد آیا

یعنی وہ خلد کو ترجیح دیگا اور مین گھر کو تیرے یا مین خلد سے نکلنا چاہونگا اور وہ مجھے روکیگا

آہ وہ جرأت فریاد کہان ۔ دل سے تنگ آکے جگر یاد آیا

یعنی وہ جگر جو مدت ہوئی کہ خون ہو گیا دل کی بے طاقتی و کم جرائی دیکھہ کر یاد آگیا کہ اوس مرنے والے مین جیسی جرأت فریاد تھی وہ اس مین نہین ہے —

پھر ترے کوچہ کو جاتا ہے خیال ۔ دل گم گشتہ مگر یاد آیا

یعنی تیرے کوچہ ہی مین دل کے گم ہو جانے کا احتمال ہے کہ خیال اوسی طرف ڈھونڈنے چلا

کوئی ویرانی سی ویرانی ہے ۔ دشت کو دیکھہ کے گھر یاد آیا

یہان دشت کی ویرانی مین مبالغہ اس لئے کیا کہ گھر کی ویرانی مین زیادتی لازم آئی یعنی دشت مین ایسی ویرانی دیکھی جیسی بعینہ میرے گھر مین تھی تشبیہ معکوس ہے مولوی الطاف حسین صاحب حالی شاگرد مصنف نے یہان تشبیہ سے اعتراض کیا ہے اونہون نے یہہ مطلب لیا ہے کہ دشت کو دیکھہ کے ڈر لگا تو گھر یاد آیا کہ یہان سے بھاگو اور یہہ مطلب بھی محاورہ سے علیحدہ نہین ہے

مین نے مجنون پہ لڑکپن مین اسد ۔ سنگ اوٹھایا تھا کہ سر یاد آیا

یعنے پتھر اپنے ہی سر مین مار لیا ہے

ہوئی تاخیر تو کچھہ باعث تاخیر بھی تھا ۔ آپ آتے تھے مگر کوئی عنانگیر بھی تھا

یعنے رقیب روکے ہوئے تھا

تم سے بیجا ہے مجھے اپنی تباہی کا گلہ ۔ اوسمین کچھہ شائبہ خوبی تقدیر بھی تھا

تقدیر کی برائی کو تشنیع کی راہ سے خوبی تقدیر کہا ہے

تو مجھے بھول گیا ہو تو پتا بتلادون ۔ کبھی فتراک مین تیرے کوئی نخچیر بھی تھا

ہمہ نا امیدی ہمہ بدگمانی — میں دل ہوں فریب وفا خوردگان کا

پہلا مصرع بالکل فارسی ہے اس سبب سے کہ ہمہ ایسے مقام پر اردو میں نہیں بولتے

تو دوست کسی کا بھی ستمگر نہ ہوا تھا — اوروں پہ ہے وہ ظلم کہ مجھ پر نہ ہوا تھا

ستمگر منادی ہے —

چھوڑا مہ نخشب کی طرح دست قضا نے — خورشید ہنوز اوس کے برابر نہ ہوا تھا

یعنی خورشید ناقص ہی رہ گیا جس طرح مشہور ہے کہ ماہ نخشب ابن مقنع سے ناقص نکلا

توفیق بہ اندازۂ ہمت ہے ازل سے — آنکھوں میں ہے وہ قطرہ کہ گوہر نہ ہوا تھا

یعنی اگر قطرۂ اشک بھی گوہر ہوگیا ہوتا تو یہہ عزت کہاں حاصل ہوتی کہ آنکھوں میں اوسکی جگہہ ہے قطرۂ گوہر کی ہمت قطرۂ اشک سے کم تھی اسی وجہہ سے وہ کانوں ہی تک پہنچا تھا آنکھوں تک نہ پہنچا

جب تک کہ نہ دیکھا تھا قد یار کا عالم — میں معتقد فتنۂ محشر نہ ہوا تھا

قامت کو قیامت سے تشبیہ دی ہے کہتے ہیں قد یار کو دیکھہ کر وجود فتنۂ محشر کا مجھے یقین آیا

میں سادہ دل آزردگی یار سے خوش ہوں — یعنی سبق شوق مکرر نہ ہوا تھا

مراد اوسکی آزردگی سے جو تجدید شوق ہوئی اوسی تکرار سبق سے کنایہ کیا ہے —

دریائے معاصی تنک آبی سے ہوا خشک — میرا سر دامن بھی ابھی تر نہ ہوا تھا

محاورہ میں گناہگار کو تر دامن کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ میرے دامن نے سارا دریائے معاصی جذب کر لیا کہ وہ خشک رہ گیا اور پھر بھی گوشہ دامن تک اچھی طرح تر نہ ہوا یعنی جتنے معاصی تھے سب میں نے کئے اوس پر بھی میرا جی نہیں بھرا

جاری تھی اسد داغ جگر سے مری تحصیل — آتشکدہ جاگیر سمندر نہ ہوا تھا

اس شعر میں اپنا مقابلہ سمندر سے اور داغ کا آتشکدہ سے کیا ہے اور داغ کو ترجیح دی ہے کہ اوس سے تحصیل جاری ہے یعنی اوسکے سبب سے جو آہ و نالہ پیہم نکلتا ہے وہی تحصیل ہے تو گویا داغ دل میری جاگیر ہے سمندر کو آتشکدہ سے یہہ فائدہ نہیں حاصل —

شب کہ وہ مجلس فروز خلوت ناموس تھا — رشتۂ ہر شمع خار کسوت فانوس تھا

ناموس عصمت و راز اور لباس میں خار کا رہ جانا باعث بیچین ہونے کا سبب ہے غرض یہہ کہ اوسکو

سامنے شمع بجھین ہوی جاتی تہی گویا اوسکے لباس مین خار تھا۔

شہید عاشق سے کوسون تک جو اوگتی ہے حنا کس قدر یا رب ہلاک حسرت پابوس تھا

یعنی اوسکی خاک سے سینہاری اوگتی ہے کہ اسطرح معشوق کے قدم تک پہونچ جاے۔

حاصل الفت نہ دیکھا جز شکست آرزو دل بدل پیوستہ گویا یک لب افسوس تھا

ایک دل عاشق کا اور ایک معشوق کا دونون مل کر لب افسوس بنجاتے ہین۔

کیا کہون بیماری غم کی فراغت کا بیان جو کہ کہایا خون دل بے منت کیموس تھا

(کیا کہون) یعنی کیا کرون (جو کہ) یعنی جو کچھہ اور کیموس اصطلاح طب مین ہضم جگری کو کہتے ہین جسمین غذا مستحیل ہوکر خون بنجاتی ہے کہتے ہین مین نے جو کچھہ کہایا بے کیموس ہوی وہ خون جگر ہوگیا یعنے بیماری غم مین مین نے خون جگر ہی کہایا اور خون جگر کہانا غم و غصہ کہانیکے مقام پر کہتے ہین

آئینہ دیکھہ اپنا سا منہ لیکے رہ گئے صاحب کو دل نہ دینے پہ اتنا غرور تھا

یعنی کچھہ غرور نہ چلا آپ اپنے اوپر فریفتہ ہوگئے۔

قاصد کو اپنے ہاتھہ سے گردن نہ ماریے اوسکی خطا نہین ہے یہہ میرا قصور تھا

یعنی انتہای رشک یہہ ہے کہ وہ کسی کو قتل بھی کرے تو نہین دیکھا جاتا اور آرزو یہہ ہولی ہے کہ ہمین کو قتل کرین (اپنے ہاتھہ) کی لفظ سے منتہاے رشک کیطرف اشارہ کیا ہے۔

عرض نیاز عشق کے قابل نہین رہا جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہین رہا

یعنی بیوفائی و بے اعتنائی کے صدمے اوٹہاتے اوٹہاتے اب وہ دل ہی نہین رہا کہ عشق سے نیازمندی کا دعوی کرین۔

جاتا ہون داغ حسرت ہستی لیے ہوے ہون شمع کشتہ درخور محفل نہین رہا

محفل استعارہ ہے ہستی سے

مرنے کی اے دل اور ہی تدبیر کر کہ مین شایان دست و بازوی قاتل نہین رہا

یعنی میرا حال ایسا غیر ہوا ہے کہ وہ مجھے صید زبون سمجھتا ہے۔

بر روی شش جہت در آئینہ باز ہے یان امتیاز ناقص و کامل نہین رہا

ناقص و کامل دونون کے سامنے شش جہت موجود ہے اور دونون سر خلقت کی سمجھنے مین حیران ہین اور اس آئینہ مین دونون دیکھہ رہے ہین کہ دونون کی ایک ہی صورت ہے

ناقص و کامل ہین یہان کچہہ فرق نہین - دوسرا احتمال یہہ ہے کہ بروئے شش جہت کہلا ہو معنے اور معنی یہہ ہین کہ جسطرح آئینہ قبول عکس مین کچہہ امتیاز نہین کرتا یہی حال ہے بتمثیل عارف کے دل روشن کا -

واکر دئی ہین شوق نے بند نقاب حسن
 غیر از نگاہ اب کوئی حائل نہین رہا

یعنی ناظر اور منظر کا امتیاز جو باقی ہے یہی بس حائل ہے اس سبب سے کہ آنکھ اوسکو نہین دیکھہ سکتی اور اسکے علاوہ جو حجاب تہے وہ کثرت شوق نے اوٹہا دئے -

گو مین رہا رہین ستمہای روزگار
 لیکن تیرے خیال سے غافل نہین رہا

یعنی کسی حال مین تجہے نہین بہولا ہون

دل سے ہوائی کشت وفا مٹ گئی کہ وان
 حاصل سوا حسرت حاصل نہین رہا

یعنی وفا کا حوصلہ اب نہین رہا کہ وفا کرکے حسرت کے سوا کچہہ نہ پایا -

بیداد عشق سے نہین ڈرتا مگر اسد
 جس دل پہ ناز تہا مجہے وہ دل نہین رہا

یعنی جب دل نہین رہا تو بیداد کون اوٹہائے گا -

رشک کہتا ہی کہ اوسکا غیر سے اخلاص حیف
 عقل کہتی ہے کہ وہ بے مہر کسکا آشنا

یعنی عقل معشوق کی برائی مجہے سمجہاتی ہے تاکہ رشک کا قلق کم ہوجائے یہہ سمجہکر کہ جسطرح اوسنے ہماری ساتہہ بیوفائی کی غیر سے بہی یونہین پیش آئیگا -

ذرہ ذرہ ساغر میخانہ نیرنگ ہے
 گردش مجنون بچشمکہای لیلی آشنا

یعنی عالم کا ہر ذرہ جو گردش انقلاب مین مبتلا ہے - یہہ نیرنگ فلک کے اشارہ سے ہے یہان لفظ ساغر سے معنی گردش نے تراوش کی اور اسی رعایت سے نیرنگ کو میخانہ سے تعبیر کیا ہے اسکے بعد بسبیل تمثیل کہتے ہین کہ مجنون کی گردش لیلی ہی کے اشارہ چشم سے ہے -

شوق ہی سامان طراز نازش ارباب عجز
 ذرہ صحرا دستگاہ و قطرہ دریا آشنا

عاجزون کا سرمایہ ناز شوق ہے جسکے سبب سے ذرہ انا البر اور قطرہ انا البحر کہنے لگتا ہے -

مین اور ایک آفت کا ٹکڑا وہ دل وحشی کہ ہے
 عافیت کا دشمن اور آوارگی کا آشنا

(ہون) محذوف ہے یعنی مین ہون اور وہ دل جو دشمن عافیت ہے - ظاہر ہے کہ آفت کوئی ایسی شی نہین ہے جسکا ٹکڑا بہی ہو مگر محاورہ مین قیاس کو دخل ہی نہین اسیطرح پری کا ٹکڑا حور کا

ٹکڑا ہی مجاور رہا ہے چاند کا ٹکڑا البتہ معنی رکہتا ہی اور پہلی ہی محاورہ تہا اسکے بعد ایک ٹکڑا اور جوڑ کا ٹکڑا اور آفت کا ٹکڑا اوسی تہا

شکوہ سنج رشک ہمدیگر نہ رہنا چاہئے — میرا زانو مونس اور آئینہ تیرا آشنا

یعنی تم آئینہ مین ہر وقت مشغول رہو اور مین شکایت نہین کرتا اور رہین ہمیشہ سر بزانو رہون تو تم برا نہ مانو شعرا زانو کو آئینہ سے تشبیہ دیا کرتے ہین

کوہکن نقاش یک تمثال شیرین تہا اسد — سنگ سے سر مار کر ہووے نہ پیدا آشنا

یعنی فقط نقاش تہا عاشق صادق نہ تہا نہین تو تعجب ہے کہ سنگ سے سر مارے اور اوس مین سے معشوق نہ نکل آوے ۔

ذکر اوس پریوش کا اور پہر بیان اپنا — بن گیا رقیب آخر جو تہا رازدان اپنا

یعنی وہ بہی عاشق ہو گیا اس سبب سے کہ ایک تو ذکر ہی دل فریب دوسرے اوس شخص کی زبان سے جو فریفتہ ہو رہا ہے اور پہر بیان بہی ہے ۔

مے وہ کیون بہت پیتے بزم غیر مین یارب — آج ہی ہوا منظور اونکو امتحان اپنا

یعنی میکشی مین اونکو اپنا امتحان منظور تہا تو کاشکے میرے ساتہہ شراب پیکر بے ہوش ہوتے شکایت خدا سے یہہ ہے کہ آج ہی اوسکے لیکن یہہ بات آتا تہی یہان پی گئے کے مقام پر پیتے ہم مرحوم نے باندہا ہے جس سے یہہ معنی نکلتے ہین کہ بہلا بزم غیر مین وہ کیون بہت سی شراب پیتے یہہ میری ہی بد قسمتی ہے کہ آج میرے گہر مین آئے تو بہت سی شراب پی گئے ۔

منظر اک بلندی پر اور ہم بنا سکتے — عرش سے ادہر ہوتا کاشکے مکان اپنا

یعنی کاشکے ہمارا مکان عرش سے اس طرف ہوتا کہ ہم عرش پر منظر بنا کر اپنے مقام کو دیکہہ سکتے لیکن مشکل یہہ ہے کہ ہمارے مکان سے بلند کوئی جگہہ ہی نہین ۔ یہہ وجہہ ہے کہ ہم اپنی حقیقت و ماہیت سے بیخبر ہین ۔

دے وہ جسقدر ذلت ہم ہنسی مین ٹالینگے — بارے آشنا نکلا اونکا پاسبان اپنا

یعنی اونکا پاسبان یار ہے اپنا آشنا نکلا ۔

درد دل لکہون کب تک جاؤن اونکو دکہلاؤن — اونگلیان فگار اپنی خامہ خونچکان اپنا

خامہ کا خونچکان ہونا ایک تو مضمون خونچکان کے سبب سے ہے دوسرے اونگلیون کے فگار ہونے کے باعث سے ہے ۔

گھستے گھستے مٹ جاتا آپ نے عبث بدلا ننگ سجدہ سے میرے سنگ آستان اپنا

یعنی میں اُس سے سجدہ کرتا کہ پتھر گھس جاتا ۱۲ شرح

تا کرے نہ غمازی کر لیا ہے دشمن کو دوست کی شکایت میں ہم نے ہم زبان اپنا

یعنی تا کہ معشوق سے جا کر یہ ذکر نہ کرے کہ میں شکایت کیا کرتا ہوں ۱۲ شرح

ہم کہاں کے دانا تھے کس ہنر میں یکتا تھے بے سبب ہوا غالب دشمن آسمان اپنا

غرض یہ ہے کہ عقل و ہنر دشمنی فلک کا باعث ہوا کرتا ہے

سرمۂ مفت نظر ہوں مری قیمت یہ ہے کہ رہے چشم خریدار پہ احسان میرا

یعنی میرے کلام کا فیض عام ہے اور اوس سے انتفاع مفت جیسے آنکھ میں سینک لینا۔ مفت ہر شخص کو حاصل ہے لذت نظر کو سرمۂ مفت سے تشبیہ دی ہے اور سرمہ مفت کی اضافت نظر کی طرف تشبیہی ہے

رخصت نالہ مجھے دے کہ مبادا ظالم تیرے چہرے سے ہو ظاہر غم پنہان اپنا

یعنی نالہ کرنے سے دل ہی پر غم پنہانی کا اثر پڑے گا اور میرے دل سے تیرے دل کو بھی راہ ہے

غافل بوہم ناز خود آرا ہے ورنہ یان بے شانۂ صبا نہیں طرہ گیاہ کا

یعنی لوگ حقیقت سے غافل ہیں اونکی طبیعت میں جو ایک مادہ فخر و ناز ہے اوسنے یہ وہم پیدا کر دیا ہے کہ ہم نے یہ کیا اور ہماری تدبیر سے یہ بن پڑا حالانکہ جو کچھ ہے سب او طرف سے ہے۔ اس شعر میں لطف الٰہی کو باد صبا سے تشبیہ دی ہے۔

بزم قدح سے عیش تمنا نہ رکھ کہ رنگ صید ز دام جستہ ہے اس دام گاہ کا

بزم قدح یعنی بزم شراب۔ رنگ یعنی عیش۔ دام گاہ دنیا سے استعارہ ہے۔ عیش تمنا نہ رکھ ترجمہ فارسی کا ہے مطلب یہ ہے کہ عیش کی تمنا نہ رکھ۔

رحمت اگر قبول کرے کیا بعید ہے شرمندگی سے عذر نہ کرنا گناہ کا

(شرمندگی سے) مفعول لہ ہے عذر نکرنیکا اور (عذر نکرنا) مفعول بہ ہے قبول کرنیکا۔ (کیا بعید ہے) جواب شرط۔

مقتل کو کس نشاط سے جاتا ہوں میں کہ ہے پُر گل خیال زخم سے دامن نگاہ کا

یعنی نگاہ میں پھول کی سے زخم کو تشبیہ دی ہے

جان درہوای یک نگہ گرم ہی اسد　　　پروانہ ہے وکیل ترے دادخواہ کا

معشوق سے خطاب ہے کہ تیرا دادخواہ یعنی اسد جان درہوای یک نگہ گرم ہی اور اسد جان در ہوا ہے یہہ ویسی ہی ترکیب ہے جیسے کہیں فلان سر بکف ہے یا پا در رکاب ہے پہر جان کو ہوای نگہ گرم مین ہونیکی وجہ سے پروانہ سے تشبیہ دی ہے، حاصل یہہ کہ اسد کی جان ایک نگاہ گرم کی ارزو مین ہے گویا تیرے دادخواہ کا وکیل پروانہ کا سا حوصلہ رکہتا ہے کہ جلجانیکی خواہش کرتا ہے ۔

جور سے باز آئی پر باز آئین کیا　　　کہتے ہین ہم تجہکو منہ دکہلائین کیا

یعنی اب شرمندگی سے منہ نہین دکہلاتے یہہ بہی ستم ہے

رات دن گردش مین ہین سات آسمان　　　ہو رہیگا کچہہ نہ کچہہ گہبرائین کیا

توکل کی طرف ترغیب ہے ۔

لاگ ہو تو اوس کو ہم سمجہین لگاو　　　جب نہ ہو کچہہ بہی تو دہوکا کہائین کیا

یعنی وہ عداوت ہی کرتا تو ہم لگاوٹ سمجہتے ۔

ہو لئی کیون نامہ بر کے ساتہہ ساتہہ　　　یارب اپنے خط کو ہم پہونچائین کیا

یارب اس شعر مین ندا کیلئی نہین ہے بلکہ اظہار تعجب کے لئی ہے

موج خون سر سی گذر ہی کیون نہ جائی　　　آستان یار سے اوٹہہ جائین کیا

(کیا) دوسرے مصرع مین تحقیر کے لئے ہے ۔

عمر بہر دیکہا کیا مرنے کی راہ　　　مر گئے پر دیکہئے دکہلائین کیا

یعنے زندگی بہر تو اونہون نے مرنے کی راہ دکہلائی مر گئے پر نہ جانے کیا دکہلائین

پوچہتے ہین وہ کہ غالب کون ہی　　　کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائین کیا

(ہم بتلائین کیا) ایسی مقام پر محاورہ مین ہے جہان پوچہنے والا جان بوجہہ کر جاہل بنتا ہی یعنی تعجب ہے کہ غالب کو وہ ایسا بہول گئے جیسے کبہی کے شناسائی نہ تہی ۔

لطافت بی کثافت جلوہ پیدا کر نہین سکتی　　　چمن زنگار ہے آئینہ باد بہاری کا

یعنی جب آئینہ صبا مین زنگ لگا تو سبزہ زار پیدا ہوا یہہ تمثیل ہے اسبابت پر کہ بے تعلق

مارا جلوہ مجردات نہین ہوسکتا۔

حریف جوشش دریا نہین خودداری ساحل　　جہان ساقی ہو تو باطل ہے دعویٰ ہوشیاری کا

ساقی کو دریای پرجوش سے تشبیہ دی ہے اور ساحل کو اپنے آغوش سے مطلب یہ ہے کہ تجھے آغوش
مین لیکر اور تیرے ہاتھ سے شراب پیکر پھر ہوش کہان ساحل کی خودداری و پاداری
دریائے پرجوش کے آگے کہین چل سکتی ہے۔

عشرت قطرہ ہے دریا مین فنا ہوجانا　　درد کا حد سے گذرنا ہے دوا ہوجانا

درد کا حد سے گذرنا یعنی فنا کردینا اور فنا ہونا عین مقصود ہے

تجھسے قسمت مین مری صورت قفل ابجد　　تھا لکھا بات کے بنتے ہی جدا ہوجانا

(تجھ سے) (جدا ہوجانے) سے متعلق ہے اور (قسمت مین) متعلق ہے (تھا لکھا) سے
اور جدا ہوجانے سے قفل کا کھلنا مراد ہے کہ جب حروف مرتب ہوکر وہ کلمہ بنتا ہے جو واضع نے
معین کردیا ہو تو قفل ابجد کھلتا ہے اور بات کا بننا تدبیر کے بن پڑنے کو کہتے ہین۔

دل ہوا کشمکش چارۂ زحمت مین تمام　　مٹ گیا گھسنے مین اس عقدہ کا وا ہوجانا

زحمت دل کے رفع کرنیکی تدبیر مین وہ کشمکش ہوی کہ دل ہی تمام ہوگیا گویا ایک گرہ تھی گھس گئی

اب جفا سے بھی ہین محروم ہم اللہ اللہ　　اس قدر دشمن ارباب وفا ہوجانا

مطلب ظاہر ہے اور تعریف اسکی امکان سے باہر ہے معشوق کی خفگی کی تصویر ہے اور خفگی بھی
خاص طرح کی اور یہہ مضمون بھی خاص مصنف ہی کا ہے۔

ضعف سے گریہ مبدل بہ دم سرد ہوا　　باور آیا ہمین پانی کا ہوا ہوجانا

یعنی مسئلہ استحالۂ عناصر پہلے ہماری سمجھ مین نہ آیا تھا اب امتحان ہوگیا تو باور ہوا۔

دل سے مٹنا تری انگشت حنائی کا خیال　　ہوگیا گوشت سے ناخن کا جدا ہوجانا

کہتے ہین کہ گوشت سے بھی کہین ناخن جدا ہوا ہے۔ یعنی ان دونون مین مفارقت نہین ہوسکتی
دل سے خیال دست حنائی نہین نکل سکتا۔

ہے مجھے ابر بہاری کا برس کر کھلنا　　روتے روتے غم فرقت مین فنا ہوجانا

یعنی روتے روتے مرجانا میرے لئے باعث مسرت ہے مین اسے یہہ جانتا ہون کہ جیسے ابر برسکر
کھلگیا اور باعث نشاط ہوا خوبی اسمین تازگی تشبیہ کی ہے۔

گر نہین نکہت گل کو تری کوچہ کی ہوس　　کیون ہے گرد رہ جولان صبا ہو جانا

یعنی پیر یہہ فعل اوسکا کیون ہے کہ صبا کی گرد راہ بن جاتی ہے یعنی صبا لپٹنا تیری کوچہ مین آنی کی ہوس رکہتی ہے ردیف محاورہ سے گری ہوی ہے -

تا کہ تجہہ پر کہلے اعجاز ہوای صیقل　　دیکہہ برسات مین سبز آئینہ کا ہو جانا

برسات مین آئینہ فولاد پر زنگ آجاتا ہے وہ گویا کہ سبزہ ہے جسی ہوای صیقل نے پیدا کیا ہے - ہوا بمعنی خواہش و شوق ہے - حاصل یہہ ہے کہ شوق وہ چیز ہے کہ فولاد پر بہی اثر کرتا ہے

بخشی ہے جلوۂ گل ذوق تماشا غالب　　چشم کو چاہئے ہر رنگ مین وا ہو جانا

یعنی باغ مین رنگ رنگ کے پہول کہلتے ہوی دیکہکر یہہ ذوق پیدا ہوتا ہے کہ اسیطرح ہر رنگ مین آنکہہ کو وا کرنا چاہئے اور ہر طرح کی سیر کرنا چاہئے بخشی کا فاعل جلوۂ گل ہے اور مفعول ذوق تماشا ہے اور دوسرا مصرع ذوق تماشا کی تفسیر ہے -

ردیف ب

پہر ہوا وقت کہ ہو بال کشا موج شراب　　دی بط می کو دل و دست شنا موج شراب

شراب کا شبیہ موج سے پرواز کرنا استعارہ ہے جوش شراب سی اور وقت سے فصل بہار مراد ہے جسکی حرارت سی غلیان و جوشش شراب مین پیدا ہوتا ہے اور بط می کو دل و دست شنا دینی سی یہہ مراد ہے کہ خود شراب پر جوش اوسکا دل ہوگی اور دست ساقی اسکے لئی دست شنا ہوگا یعنی اوسکے ہاتہہ سی حلقہ زندان مین وہ شنا کریگی اور خود شیشہ کو بہی دل ای تشبیہ دیتی ہین -

پوچہہ مت وجہ سیہ مستی ارباب چمن　　سایۂ تاک مین ہوتی ہے ہوا موج شراب

یعنی سایۂ تاک مین ہوا ایسی طرب انگیز ہے گویا موج شراب بن گئی ہے سیہ مستی کا لطف سایہ سے بہت مناسبت رکہتا ہے -

جو ہوا غرقۂ می بخت رسا رکہتا ہی　　سر سے گذرے پہ بہی ہے بال ہما موج شراب

یہہ بات مشہور ہے کہ ہما کا سایہ جسکی سر پر پڑ جائے وہ اقبال مند و صاحب بخت بلند ہوتا ہی اور موج شراب کا سر سے گذر جانا اور نشہ کا دماغ مین چڑہ جانا مراد ہے اور

غرق سحر ہونے سے نشہ مین ڈوب جانا مقصود ہے دوسرا پہلو یہہ بہی نکلتا ہے کہ ہم ہرے
گذر ہی جاین یعنے مسکشی کیے پہپہی تباہ ہو جاین جب ہی موج پئی بال ہمارے کم نہین ہے

ہے یہہ برسات وہ موسم کہ عجب کیا ہے اگر — موج ہستی کو کرے فیض ہوا موج شراب

ہوای بہار سے جو ایسی ایسی انقلاب ہوتے ہین کہ جہان ریت وچمن بن چٹیل میدان تہے وہ
سب سبزہ زار بنجاتے ہین جن مقامون مین جہاڑ جہنکاڑ اور خار زار تہا وہان جوش لالہ
وگل دکہای دیتا ہے تو اس انقلاب دکون ونسا وجوش نشو ونما کی بیان مین شعرا ہمیشہ
صنعت اغراق کو استعمال کرتے ہین جیسے عرفی نی کہا ہے ۔ اخگر از فیض ہوا سبز شود
در منقل ۔ یعنے انگیٹھی مین دانہ اخگر سے اکہوی پہوٹ رہین یا سودا جیسے اسی مین کہتے ہین ۔
شاخ سے گاوزمین کے نکل آئی کوپل ۔ وجہہ اسکی یہہ ہے کہ شعر مین معنی صورت سے اپنے
کسی شی کا کچہہ سے کچہہ ہو جانا بڑا لطف دیتا ہے ۔ دوسرا سبب اس مضمون پر شعرا
کے توجہہ کرنیکا یہہ ہے کہ جب تشبیہ مین حرکت وجہہ شبہ ہو تو وہ تشبیہ بہت ہی بلیغ
ہوتی ہے اور یہان چنگاری مین سے اکہوے پہوٹنا یا شاخ گاو زمین سے کوپل
نکلنا حرکت سے خالی نہین ۔ غرض کہ مصنف نے بہی فیض ہوا کی بیان مین یہان اغراق
کیا ہے کہ ہستی گذران کو موج سے تشبیہ دی اور اس موج کو فیض ہوا نے موج
شراب بنا دیا نشاط آور ہونیکی مناسبت سے ۔

چار موج اوٹہتی ہین طوفان طرب سے ہر سو — موج گل موج شفق موج صبا موج شراب

جوش طرب کو دریائے طوفان خیز سے تشبیہ دی ہے جسکی موجین دوسرے مصرع
مین بیان کی ہین اور اس تشبیہ مین بہی وجہہ شبہ حرکت ہے ۔

جس قدر روح نباتی ہے جگر تشنۂ ناز — دے ہے تسکین بدم آب بقا موج شراب

روح نباتی سے قوت نامیہ مراد ہے کہ جو انسان مین بہی ہے مطلب یہ ہے کہ ہم مین
شراب سے جو امنگ اور جوش پیدا ہوتا ہے وہ قوت نامیہ کی حرکت سے ہے یعنی
شراب قوت نامیہ کے حق مین وہ کام کرتی ہے جو کام کے بارش نباتات کے
حق مین کرتی ہے اور (ناز) سے یہان اینڈنا اور تننا مقصود ہے جو کہ لوازم
نخر وناز سے اور نشو ونما کے خواص سے ہے ۔

بسکہ دوڑے ہے رگ تاک مین خون ہو ہو کر — شہپر رنگ سے ہے بال کشا موج شراب

یعنی جسطرح رگون مین خون دوڑتا ہے اسی طرح بیلون مین مادہ شراب دوڑ رہا ہے اور اوسکے سبب سے بیلین سرسبز و شاداب ہین تو اوسکا دوڑنا پیدا ہے اور یہہ سرسبزی و رنگینی شہپر پرواز ہے - لفظ خون مین نون کا اعلان فصیح سمجھتے ہین اور بعض بعض شعرا نون اعلان اس لفظ کو استعمال ہی نہین کرتے -

موجۂ گل سے چراغان ہے گذرگاہ خیال — ہے تصور مین ز بس جلوہ نما موج شراب

اس شعر مین موج شراب کو پہلے موج گل سے تشبیہ دی ہے پہر چراغان سے تشبیہ دی اور چراغان کی مناسبت سے خیال کو گذرگاہ سے تعبیر کیا - یعنی خیال موج شراب کیا ہے موج گل ہے موج گل کیا ہے گذرگاہ تصور مین چراغان ہے - یہہ ظاہر ہے کہ موج شراب کو چراغان سے اگر تشبیہ دین تو کوئی وجہ شبہ نہین ہے ہان موج شراب کو موج گل سے تشبیہ دین تو وجہ شبہ رنگ دونون مین موجود ہے - اور موج گل کو چراغان سے تشبیہ تام ہے - یعنی ہر برگ گل کی افروختگی شعلہ چراغ سے مشابہ ہے حاصل یہہ کہ موج گل کو چراغان سے مشابہت ہے - اور موج شراب کو موج گل سے مشابہت ہے - تو تصور موج شراب سے گذرگاہ خیال مین چراغان ہو رہا ہے اسی سبب سے کہ مشابہ کا مشابہ بہی مشابہ ہوتا ہے لیکن ایک مشبہ بہ سے دوسرے مشبہ بہ پر تجاوز کرنے مین وجہ شبہ کا اتحاد شرط ہے وہ یہان نہین پایا جاتا یعنی موج شراب و موج گل مین وجہ شبہ مفرد ہے اور موج گل و چراغان مین وجہ شبہ مرکب ہے -

نشے کے پردے مین ہے محو تماشائے دماغ — بسکہ رکہتی ہے سر نشو و نما موج شراب

یعنی شراب کو نشو و نما کا جو خیال تہا تو نشہ بنکر دماغ مین چڑہ گئی اور خیال و دماغ و سبا یہم الفاظ متناسب ہین -

ایک عالم پہ ہین طوفانی کیفیت فصل — موجۂ سبزۂ نوخیز سے تا موج شراب

یعنی موج شراب و موج سبزہ نے کیفیت فصل بہار یعنی نشاط و طرب کا طوفان ایک عالم پر اوٹہایا ہے -

شرح ہنگامۂ مستی ہے زہے موسم گل — رہبر قطرہ بہ دریا ہے خوشا موج شراب

یعنی نشو و نمائے گل نہین بلکہ یہہ کہہ رہی ہے کہ دیکہو اسطرح ہنگامۂ ہستی گرم ہوا ہے اور یونہین ابتدائے آفرینش مین موجودات کا ظہور ہوا ہے اور موج شراب عالم ہستی سے بیخبر و سرشار کرکے قطرہ کو دریا تک پہونچاتی ہے اور موج کو اوسکے مرجع سے ملحق کر دیتی ہے -

ردیف ت

افسوس کہ دیدان کا کیا رزق فلک نے — جن لوگون کی تھی درخورِ عقدِ گہر انگشت

دُودہ کیڑے کو کہتے ہین اُسکی جمع ہی دُود اور دیدان جمع الجمع ہی۔ یعنے جو اُنگلیان سلکِ گہر کے قابل تھین اُنھین کیڑے لپٹے ہوئے کھا رہے ہین۔ سلکِ گہر کو کیڑون سے مشابہت ہے

کافی ہی نشانی تری چھلّے کا نہ دینا — خالی مجھے دکھلا کے بوقتِ سفر انگشت

نشانی اسی واسطے ہوتی ہی کہ نشانی دینے والے کو ہر وقت یاد دلوایا کرے۔ تیرے اس لقا کو کہ چلتے چلاتے نشانی نہ دینے کے عذر مین چھنگلیا مجھے دکھا دی کہ دیکھلو خالی ہی مین کبھی نہ بھولونگا۔ بس تیرے یاد رکھنے کو یہی کافی ہی۔ یا یون سمجھو کہ شوخی سے اُسنے چھپا چھپا کر انگوٹھا دکھا دیا۔

لکھتا ہون اسدؔ سوزشِ دل سے سخنِ گرم — تا رکھ نہ سکے کوئی مرے حرف پہ انگشت

گرمیِ سخن خوبیِ سخن کے معنی پر ہی اور انگشت رکھنا عیب نکالنے کے معنی پر ہی

رہا گر کوئی تا قیامت سلامت — پھر اک روز مرنا ہی حضرت سلامت

(ہے) اس شعر مین اور ہی معنی رکھتا ہی۔ یہ معنی فرض و وجوب پر دلالت کرتا ہے لیکن مصدر کے ساتھ ان معنی پر زیادہ آتا ہی۔ کہتے ہین مجھے ایک خط لکھنا ہی اور کئی خط لکھنے ہین اور کتاب لکھنی ہی اور کتابین لکھنی ہین اور لکھنؤ کے بعض شعرا جو دعویِ تحقیق رکھتے ہین مصدر کو قابلِ تصریف نہین سمجھتے اور اُسکے افراد اور جمع و تذکیر و تانیث کو غلط سمجھتے ہین وہ یون کہتے ہین مجھے ایک خط لکھنا ہی اور کئی خط لکھنا ہین اور کتاب لکھنا ہی اور کتابین لکھنا ہین لیکن یہ محاورے مین قیاس ہی جو قابلِ قبول نہین ہی یہ کہ وہ بھی صحیح ہی اور یہ بھی صحیح دونون طرح بولتے ہین۔

جگر کو مرے عشقِ خوننابہ مشرب — لکھے ہی خداوندِ نعمت سلامت

یعنے عشق نے میرا خونِ جگر پی کر پرورش پائی ہی جبھی تو اس التفات سے لکھتا ہی

علی الرغم دشمن شہیدِ وفا ہون — مبارک مبارک سلامت سلامت

مبارک اس سبب سے کہ رقیب کے خلاف مراد ہی اور سلامت اس لئے کہ شہیدِ وفا ہوا اور شہادت زندگانیِ جاوید ہی۔

نہین گر سر و برگِ ادراکِ معنی — تماشائے نیرنگِ صورت سلامت

عالم معنی تک رسائی نہین تو نہ سہی عالم صورت کا نیرنگ و انقلاب سلامت رہے
کہ یہ آئینہ شاہد معنی ہو یعنی عالم اجسام کے انفعالات و آثار وجودِ فاعل و مؤثر پر
دلیل تام ہین مشاہدہ نہین ہوا نہ سہی ادراک کنہ نہوا نہو اذعان تو ان سے بھی حاصل
ہے۔

سنگین کھولتے ہی آنکھین غالب — یار لائے مری بالین پہ اُسے پر کس وقت

آنکھ بند ہوجانا موت سے کنایہ ہی اور اس زمین مین بھی ایک شعر ہو اسکو بھی
نکالڈالنا چاہیے تھا آگے اسی مضمون کا ایک شعر موجود ہی۔ سنگین کھولتے ہی کھولتے
آنکھین ہی ہی خوب وقت آئے تم اِس عاشق بیمار کے پاس۔

آمدِ خط سے ہوا ہی سرد جو بازارِ دوست — دودِ شمعِ کشتہ تھا شاید خطِ رخسارِ دوست

یعنے خط کے نکل آنے سے خریدار کم ہو گئے اور بازارِ عشق سرد ہو گیا تو گویا خط
بجھی ہوئی شمع کا دھوان ہی کہ اُس دھوئین کا اُٹھنا اور گرمیِ بازار و فروغ
حسن کا زوال شمع سے ساتھ ہی ہو جاتا ہی۔

ایدلِ ناعاقبت اندیش ضبطِ شوق کر — کون لاسکتا ہی تابِ جلوۂ دیدارِ دوست

ناعاقبت اندیش کے لفظ سے واقعۂ طور کی طرف اشارہ کیا ہی۔

خانہ ویران سازیِ حیرت تماشا کیجئے — صورتِ نقشِ قدم ہون رفتۂ رفتارِ دوست

نقشِ قدم کے صفات مین سے حیرت شعرا مین مشہور ہی کہتے ہین جیطرح نقشِ قدم ہوکی
رفتار کو دیکھکر چشمِ حیرت بنگیا ہی اسیطرح مین بھی وارفتہ خرام ہون اور یہ
خانہ ویرانی حیرت نے کی ہی کہ سرِ راہ نقشِ پا بن کر رہ گیا ہون۔

عشق مین بیداد رشکِ غیر نے مارا مجھے — کشتۂ دشمن ہون آخر گرچہ تھا بیمارِ دوست

بیمارِ دوست ہونیکی وجہ عشق ہی اور کشتۂ دشمن ہونیکی وجہ یہ ہی کہ رشک دشمن نے ہلاک کیا ہی

چشمِ ما روشن کہ اُس بیدرد کا دل شاد ہی — دیدۂ پرخون ہمارا ساغرِ سرشارِ دوست

دوسرے مصرع مین سے (ہی) محذوف ہی اور چشمِ ما روشن گو کہ فارسی ہی لیکن اسقدر
مشہور ہی کہ اسے دو زبانون کا خلط نہ کہنا چاہئے اور اسطرح بھی کہتے ہین کہ چشمِ ما روشن
دلِ ما شاد اسی سبب سے مصرعے کہا ہی (اُس بیدرد کا دل شاد ہی) اور یہ بھی صنائع
معنویہ مین سے ایک صنعت ہی گو اہلِ فن نے اس صنعت کا ذکر ترک کیا ہی۔ یادش بخیر
میر باقر حسن صاحب تھیا کہتے ہین سفر مین جو حالات شملہ کے بنا بقدار علم

اُنکو لکھتا ہون مین ۔ یعنے شملہ بمقدارِ علم ۔

غیر یون کرتا ہی میری پرسش اُسکے ہجر مین ‎ ‎ بے تکلف دوست ہو جیسے کوئی غمخوار دوست

تاکہ مین جانون کہ ہی اسکی رسائی وان تلک ‎ ‎ مجھکو دیتا ہی پیامِ وعدۂ دیدارِ دوست

جبکہ مین کرتا ہون اپنا شکوۂ ضعفِ دماغ ‎ ‎ سر کرے ہی وہ حدیثِ زلفِ عنبر بارِ دوست

چپکے چپکے مجھکو روتے دیکھ پاتا ہے اگر ‎ ‎ ہنس کے کرتا ہی بیانِ شوخیِ گفتارِ دوست

مہربانی ہاے دشمن کی شکایت کیجیے ‎ ‎ یا بیان کیجے سپاسِ لذتِ آزارِ دوست

یعنے دشمن دوست بنکر مہربانی کے پیرایہ مین میرے جی کو جلاتا ہی اور آتشِ رشک کو بھڑکاتا ہی سارے قطعہ مین اسی اجمال کی تفصیل ہی سر کرنا شروع کرنے کی معنی پر قافیہ کا ترجمہ ہی

یہ غزل اپنی مجھے جی سے پسند آتی ہی آپ ‎ ‎ ہی ردیف شعر مین غالب ز بس تکرارِ دوست

جو لفظ کہ آخر شعر مین قافیہ کے بعد مکرر آئے اُسے ردیف کہتے ہین یونانیون مین یا تکرار مشابہ ہوتا ہی اور ردیف مین تکرار ہوتی ہی اور قافیہ رکن شعر ہی اور ردیف مستحسنات مین ہی ۔ عرب و فارس و ہند مین شعرا کی تعریف شعر مین کلام موزون مقفی کہتے ہین اور اہلِ منطق کلام مخیل کو شعر کہتے ہین خواہ وزن و قافیہ ہو شعرا کی اصطلاح مین ہر کلام موزون یا قافیہ شعر ہی خواہ تخییل ہو وجہ اختلاف کی یہ ہی کہ منطق یونانی سے ترجمہ ہوئی اور یونانیون مین شعر کے لیے قافیہ ضرور نہ تھا اگر تخییل بے وزن ہو تو اسے شعر سمجھے اور جو وزن ہوا تو قافیہ شعر یہ کرتے تھے ۔ [illegible] کے شعرا وزن بے قافیہ کو نثر مرجز کہتے ہین ۔

ردیف ج

گلشن مین بندوبست برنگِ دگر ہی آج ‎ ‎ قمری کا طوق حلقۂ بیرونِ در ہی آج

جیسے محفل مین بار نہو اور باہر ہی روک دیا گیا ہو اُسے مجازاً حلقۂ بیرونِ در کہتے مین مطلب فقط یہ ہی کہ باغ مین آج ایسی بندابندی ہی کہ قمری تک کا گذر نہین اور یہ مضمون یعنے باغ مین جانے کی روک ٹوک اور اسکی شکایت شعرا اکثر کہا کرتے ہین ۔

آتا ہی ایک پارۂ دل ہر فغان کے ساتھ ‎ ‎ تارِ نفس کمندِ شکارِ اثر ہی آج

یعنے نفس سرد نے کمند کی طرح اثر کو شکار کر لیا ہی جبھی تو ہر آہ مین ایک پارۂ دل

نکل آتا ہی یعنے آہ کے اثر سے دل ٹکڑے ٹکڑے ہوا جاتا ہی اور آہ کے ساتھ کھنچا آتا ہی
اسے عافیت کنارہ کرا اے انتظام چل   سیلاب گریہ درپی دیوار و در ہی آج
عافیت گویا کوئی عورت ہی اور انتظام کوئی مرد ہی اُن دونوں سے شاعر کہتا ہی کہ بچکر
نکلجاؤ نہیں دب جانے کا تمھارے اندیشہ ہی۔
لو ہم مریض عشق کے بیماردار ہین   اچھا اگر نہ ہو تو مسیحا کا کیا علاج
محاورہ ہین کہتے ہین اگر یہ بات نہ ہوئی تو تمھارا کیا علاج یعنے پھر تمسے کیون کر پیش آنا
چاہئے اور تمھین کیا سزا دینا چاہیئے اور اِس شعر مین یہ محاورہ بہت ہی مناسب
مقام پر صرف کیا ہی یہ شعر کثیر المعنی ہی یعنے ان معانی پر بھی دلالت کرتا ہی کہ تم لوگ جو یہہ
کہتے ہو کہ بیماری عشق کا کیا استعلاج مسیحا سے کرنا چاہئے تو لو ہم ایسا کرتے ہین۔

ردیف جیم فارسی

نفس نہ انجمن آرزو سے باہر کھینچ   اگر شراب نہین انتظار ساغر کھینچ
یعنے آرزو کا دم سے جا اُس سے علیحدہ نہو اگر شراب کھینچنے کو نہین ملتی تو اُسکا
انتظار ہی کھینچ (کھینچ) کی لفظ شراب اور انتظار دونون سے تعلق رکھتی ہی لیکن
انتظار کھینچنا تو اردو کا بھی محاورہ ہی شراب کھینچنا فارسی کا محض ترجمہ ہی کہ می کشیدن
وہ لوگ شراب پینے کی معنی مین بولتے ہین اسی طرح سے دو شعرون کے بعد مصنف نے
کہا ہی ہے کہ مور ہی دل وچشم رقیب ساغر کھینچ ٭ اور یہہ بھی محاورہ اردو کے خلاف
ہی ساغر کشیدن کا ترجمہ ہی اور ساغر کا پینا مراد لیا ہی۔
کمال گرمی سعی تلاش دید نہ پوچھ   برنگ خار مرے آئینہ سے جوہر کھینچ
یعنے دید ایک آئینہ ہی جسمین جوہرون کے بدلے کانٹے ہین اور یہ کانٹے تگاپو
وجستجوی دیدار مین گڑے ہین اس شعر کے پہلے مصرع مین چار معنویہ اضافتین ہین
اور تین اضافتون سے زیادہ ہونا عیب کلام ہی اسمین شک نہین کہ اضافت ایک
سے زیادہ ہوئی اور بندش مین سستی پیدا ہو گئی نہ کہ چار اضافتین ہون اور
وہ بھی معنویہ۔
تکلف بہانۂ راحت ہی انتظار اے دل   کیا ہی کس نے اشارہ کہ ناز بستر کھینچ
یعنے بستر پر پڑے پڑے انتظار کھینچنا اور بستر کے ناز اُٹھانا راحت طلبی ہی

ایسا نہ چاہیئے - اِسکے مفہوم مخالف کئی ایک ہین یعنے بادیہ گردی و صحرانوردی چاہیئے
یا جستجوی معشوق کرنا چاہیئے یا اِس انتظار کی ایذا اُٹھانے سے مرجانا بہتر ہی -

ترے طرف ہی بحسرت نظارۂ نرگس   بہ کوریِ دل و چشمِ رقیب ساغر کھینچ

یعنے نرگس جو بحسرت تجھے دیکھہ رہی ہو اُسکا مطلب یہہ ہو کہ تو کیون نہین شراب پیتا
کا ہیکو رقیب کور دل و کور چشم سے ڈرتا ہی یہہ دونون باتین نرگس کی دو صفتون سے
پیدا ہوئین ایک یہہ کہ اُسکی آنکھہ بے نور ہی دوسرے یہہ کہ اُسے ساغر سے مشابہت ہی

بہ نیمِ غمزہ ادا کر حقِ ودیعتِ ناز   نیامِ پردۂ زخمِ جگر سے خنجر کھینچ

نیام مین سے خنجر یعنے الف کے نکال ڈالنے سے نیم تو بنا اگر اس خنجر سے معنی کا بھی خون ہوگیا
تاویل کا میدان بہت وسیع ہی اگر معنی بنائی تو یہہ ہوتی مین کہ ناز و ادا تجھہ مین خدا کی
ودیعت ہی اُسکا حق ادا کرنے کے لئے ادا کر اور اسطرح خنجر ادا کو کھینچ کہ معلوم ہو
پردہ جگر عاشق مین سے کھینچ کر آیا ہی یعنے ادا تیغِ بے نیام ہی اگر اُسکے لئے کوئی نیام ہی
تو زخمِ جگرِ عاشق ہی -

مرے قدح مین ہی صہبائے آتشِ پنہان   بروئے سفرہ کبابِ دلِ سمندر کھینچ

یعنے جب شراب چھپی ہوئی آگ کی ہی تو کباب بھی سمندر کے دل کا چاہیئے کہ دل بھی باطنی
سے شے ہی - کباب نے یہان کچھہ مزہ نہ دیا - کھینچ ترجمہ ہی - دستار خوان پر چن دے یا
لگا دے محاورہ اُردو ہی -

ردیفِ دال

حسنِ غمزہ کی کشاکش سے چھٹا میرے بعد   بارے آرام سے ہین اہلِ جفا میرے بعد

چھٹنا اور چھوٹنا ایک ہی معنی پر ہی الفِ تعدیہ بڑہانے کے بعد (ٹ) کا (ڑ) کر دینا فصیح ہی
یعنے چھڑانا فصیح ہی اور چھٹانا غیرِ فصیح اور چھوڑنا اور چھڑانا دونو متعدی ہین چھوٹنا سے
چھوڑنا متعدی بیک مفعول ہی جیسے پھوٹنا سے پھوڑنا اور ٹوٹنا سے توڑنا اور چھڑانا
متعدی بدو مفعول ہی بعض متتبعین زبانِ دہلی کے کلام مین چھٹوانا دیکھنے مین آیا ہی -
اہلِ لکھنو اسطرح نہین کرتے -

منصبِ شیفتگی کے کوئی قابل نہ رہا   ہوئی معزولیِ انداز و ادا میرے بعد

(کے) اِس شعر مین اضافت کے لئے نہین ہی ورنہ (کا) ہوتا جیسے کہتے ہین کوئی
اِس منصب کا مستحق نہ رہا بلکہ یہہ (کے) ویسا ہی جیسا میر انیس مرحوم کے اِس مصرع مین

ہو۔ سرمہ دیا آنکھون مین کبھی نور نظر کے۔ اِس مصرع پر لوگون کو شبہہ ہوا تھا
کہ میر صاحب نے غلطی کی یعنے (کی) کہنا چاہئے تھا۔ اسیطرح کہتے ہین۔ اُنکے
مہندی لگا دی)۔ جو لوگ نحوی مذاق رکھتے ہین وہ اس بات کو سمجھین گے کہ
ایسے مقام پر (کے) حرفِ تعدیہ ہے اور اسی بنا پر مین برق کے اِس مصرع کو غلط
نہین سمجھتا جو مرثیہ مین اُنھون نے کہا تھا اور اعتراض ہوا تھا ع ڈاڑھی مین لال
بال تھے اُس بد نہاد کے۔ اور اسی دلیل سے انیس کا مصرع بھی صحیح ہے اور میر کا
یہ مصرع بھی۔ آنکھون مین ہین حقیر جس نس کے غلط نہین ہے۔ اور آتش کا یہ شعر بھی صحیح ہے
معرفت مین اُس خدائے پاک کے اُڑتے ہین ہوش و حواس ادراک کے

شمع بجھتی ہے تو اُسمین سے دھوان اُٹھتا ہے　　شعلۂ عشق سیہ پوش ہوا میرے بعد

یعنے دھوان نہین ہے بلکہ شمع کشتہ کے سوگ مین شعلہ سیاہ پوش ہوا ہے اسی طرح
میرے غم مین شعلۂ عشق سیاہ پوش ہوا ہے۔ یعنے مین شعلۂ عشق سے مثل شمع کے سوز
و گداز مین تھا۔

خون ہے دل خاک مین احوالِ بتان پر یعنے　　اُنکے ناخن ہوئے محتاجِ حنا میرے بعد

یعنے میرے سوگ مین مہندی ملنا چھوڑ دی خاک سے خاکِ قبر مراد ہے۔

درخورِ عرض نہین جوہرِ بیداد کو جا　　نگہِ ناز ہے سرمہ سے خفا میرے بعد

جوہر بیداد یعنے سرمہ کے اُسکی آنکھون مین جگہ نہین ہے۔ (درخورِ عرض) یعنے
بیان کے قابل ہے عرض کا لفظ فقط جوہر کی مناسبت سے لائے ہین۔

ہے جنون اہلِ جنون کیلئے آغوشِ وداع　　چاک ہوتا ہے گریبان سے جدا میرے بعد

گریبانِ اہلِ جنون سے چاک رخصت ہوتا ہے گویا چاک آغوشِ وداع ہے
کہ میرے بعد اہلِ جنون سے رخصت ہوتا ہے (رہے) کا محل وداع کے بعد تھا لیکن
ضرورتِ شعر کے سبب سے مقدم کر دیا ورنہ نحو اردو مین فعل کو تمام متعلقات
کے بعد ذکر کرتے ہین البتہ مقام استفہام مین کہتے ہین ہے کوئی ایسا
جو میری اعانت کرے۔

کون ہوتا ہے حریفِ مئے مرد افگنِ عشق　　ہے مکرر لبِ ساقی مین صلا میرے بعد

لبِ ساقی جو صلا کرتا ہے اُسکا بیان پہلے مصرع مین ہے یعنے ہے کوئی ایسا کہ جرأت

عشق کا جام ہے (مین) کاتب کی غلطی معلوم ہوتی ہی بجای (کی) (یا (یہ) چاہیئے اِس
شعر کی معنی مین لوگون نے زیادہ تدقیق کی ہی مگر جادہ مستقیم سے خارج ہی۔

غم سے مرتا ہون کہ اتنا نہین دنیا مین کوئی   کہ کرے تعزیت مہر و وفا میرے بعد

یعنے اس غم سے مرتا ہون کہ کوئی میرے بعد مہر و وفا کو میرا پرسہ بھی دینے والا
نہین ہی یعنے مرنے سے پہلے یہ غم مجھے مارے ڈالتا ہی۔

آئے ہے بیکسی عشق پہ رونا غالب   کس کے گھر جائیگا سیلاب بلا میرے بعد

عشق ہی کو دوسرے مصرع مین سیلاب بلا سے تعبیر کیا ہی۔

(ردیف ر)

بلا سے ہین جو یہ پیش نظر در و دیوار   نگاہ شوق کو ہین بال و پر در و دیوار

یعنے گو در و دیوار نظر کے لئے مانع ہین لیکن اُنکے حاجب و حائل ہونے سے
شوق اور تیز ہوتا ہی گویا پرواز نگاہ شوق کے لئے بال و پر بنگئے ہین۔

وفور اشک نے کاشانہ کا کیا یہ رنگ   کہ ہوگئے مرے دیوار و در در و دیوار

یعنے دیوار گرکر در ہوگئی اور در پٹ کر دیوار بنگیا۔

نہین ہے سایہ کہ سنکر نوید مقدم یار   گئے ہین چند قدم پیشتر در و دیوار

سایہ سے در و دیوار کا سایہ مراد ہی جو مہمان کے استقبال کے لئے در سے چند
قدم آگے دوڑ گیا ہی۔

ہوئی ہے کسقدر ارزانی مے جلوہ   کہ مست ہے ترے کوچے مین ہر در و دیوار

طعن سے شاعر کہتا ہی کہ تونے اب اپنی شراب دیدار کو ہر کس و ناکس کیلئے
ارزان کر دیا ہی۔

جو ہے تجھے سر سودائے انتظار تو آ   کہ ہین دکان متاع نظر در و دیوار

یعنے میری نظر در و دیوار پر عالم انتظار مین اسطرح پڑ رہی ہی گویا وہ دکان متاع
نظر بنگئی ہین اگر تجھے اس متاع کی خریداری و قدردانی منظور ہی تو آ۔

وہ آرہا مرے ہمسایہ مین تو سایہ سے   ہوئے فدا در و دیوار پر در و دیوار

یعنے میرے در و دیوار کا سایہ اُسکے در و دیوار کی بلائین لے آیا۔

نظر مین کھٹکے ہے بن تیرے گھر کی آبادی   ہمیشہ روتے ہین ہم دیکھکر در و دیوار

جب آنکھ مین کوئی چیز کھٹکتی ہی تو آنسو جاری ہوتے ہین۔ یہ وجہ رونیکی ہی۔

ہجوم گریہ کا سامان کب کیا مین نے — کہ گر پڑے نہ مرے پاؤن پر در و دیوار

استفہام انکاری کے مقام پر کہتے ہین کہ وہ بات کب تھی کہ یہ بات نہین ہوئی یعنے جب مین نے سامان گریہ کیا در و دیوار پاؤن پر گر پڑے۔

نہ پوچھہ بیخودی عیش مقدم سیلاب — کہ ناچتے ہین پڑے سر بسر در و دیوار

یعنے خانہ ویرانی سے مجھے ایسی لذت حاصل ہوتی ہے کہ سیلاب سے جو دیوارین گرنے لگتی ہین تو مین اُسے رقص سمجھکر بیخود ہو جاتا ہون۔

نہ کہہ کسی سے کہ غالب نہین زمانہ مین — حریف رازِ محبت مگر در و دیوار

یعنے رازِ محبت کسی اور سے نہ کہہ کہ اس راز کا محل اعتماد در و دیوار کے سوا اور کوئی زمانہ مین نہین اور در و دیوار سے باتین کرنا فعلِ عبث ہے حاصل یہ ہوا کہ رازِ محبت کبھی منہہ سے نکالنا نہ چاہیے۔

گھر جب بنا لیا ترے در پر کہے بغیر — جانیگا اب بھی تو نہ مرا گھر کہے بغیر

دوسرے مصرع مین استفہام انکاری ہے۔

کہنے جب رہی نہ مجھے طاقت سخن — جانون کسی کے دل کی مین کیونکر کہے بغیر

شعر کا مطلب ظاہر ہے لیکن یہ نکتہ اس شعر سے خوب سمجھہ مین آتا ہے کہ شاعر اکثر زبانِ حال سے گفتگو کیا کرتے ہین کبھی اپنے تئین حیوانِ بے زبان بلبل و قمری سمجھکر صیاد و گلچین کی شکایت کرتے ہین کبھی نباتاتِ بے حس فرض کر کے اپنے تئین شاخِ بریدہ یا نہالِ خزان رسیدہ کہتے ہین کبھی اپنے نفس کو جمادات بے نفس کیطرح فرض کر کے غبارِ رہگزار یا موجِ نسیم بہار کی زبانی گفتگو کرتے ہین کبھی مردۂ بے جان یا کشتۂ حرمان بنکر اپنے خون کا دعوی کرتے ہین غرض کہ یہ میدان بہت وسیع ہے۔ اس شعر مین شاعر خود ہی کہتا ہے کہ مجھہ مین بات کرنے کی طاقت نہین رہی پھر شکایت بھی کرتا ہے کہ جب مین دل کا حال بیان کرنے سے مایوس ہو گیا اور طاقتِ گویائی نے جواب دیدیا تو تم یہ کہتے ہو کہ کہے بغیر مجھے حال کیا معلوم ہو تو یہ شکایت زبانِ حال سے ہے۔

کام اُس سے آ پڑا ہے کہ جسکا جہان مین — لیوے نہ کوئی نام ستمگر کہے بغیر

دلی کی زبان مین کہوے اور رہوے بہت ہے یہ بقاعدہ صرف بھی غلط ہے

اور متروک بھی ہی لیکن لیوے اور دیوے اور رہوے بھی گو قیاساً
صحیح ہی مگر ترک ہوتا جاتا ہی

جی مین ہی کچھ نہین ہی ہمارے وگرنہ ہم — سر جاے یا رہے نہ رہین پر کہے بغیر

اس شعر مین ایک مضمون اخلاقی ہی کہتے ہین میرا دل سب سے صاف ہی اگر کسی کی برائی
دل مین ہوتی تو مین ظاہر کردیتا اور اُسکے اظہار مین جو کچھ ہوجاتا سب مجھے گوارا
تھا مگر شیوۂ نفاق کہ ظاہر کچھ ہو اور باطن کچھ ہو مجھے گوارا نہین ہی

چھوڑونگا مین نہ اُس بتِ کافر کا پوجنا — چھوڑے نہ خلق گو مجھے کافر کہے بغیر

چھوڑنے کا لفظ دونون مصرعون مین قابل توجہ ہی کہ اس لفظ کی تکرار نے حسن کلام
کو بڑھا دیا۔ یہہ بھی ایک صنعت ہی صنایعِ لفظیہ مین سے گو اہلِ فن نے اسکا ذکر
نہین کیا۔

مقصد ہی ناز و غمزہ ولی گفتگو مین کام — چلتا نہین ہی دشنہ و خنجر کہے بغیر

دشنہ و خنجر سے ناز و غمزہ کی تشبیہ محسوس سے معقول کی تشبیہ ہی اور معقول
کا فہم ہر ایک کو نہین ہوتا اس لئے اسے محسوس فرض کرکے کام نکالتے ہین
یعنے اُنکی تاثیر کو سمجھا دیتے ہین۔

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو — بنتی نہین ہی بادہ و ساغر کہے بغیر

اس شعر کا مطلب بھی مثلِ شعرِ سابق کے ہی اور بنتی نہین ہے یعنے گفتگو
بن نہین پڑتی۔

بہرا ہون مین تو چاہیے دونا ہو التفات — سنتا نہین ہون بات مکرر کہے بغیر

جیسے معشوق نے کسی بات پر کہا ہی کہ کیا تو بہرا ہوگیا اور آپ ہی بہرا بنایا
اور آپ ہی خفا بھی ہوگیا ہی اُس مقام پر کہتے ہین کہ بہرا ہون مین الخ

غالب نہ کر حضور مین تو بار بار عرض — ظاہر ہی تیرا حال سب اُنپر کہے بغیر

اس شعر مین یہ صنعت ہی کہ اسطرح اظہارِ حال کیا کہ گویا کچھ نہین کہا اور اسکی صنایع
معنویہ مین شمار کرنا چاہیے۔

یون جل گیا نہ تابِ رخِ یار دیکھکر — جلتا ہون اپنی طاقتِ دیدار دیکھکر

جس طرح بخل کا انتہا سے مرتبہ مشہور ہی کہ بخیل خود بھی لذتِ نعمت سے محروم

رہتا ہی اپنا تمتع آپ ہی نہین دیکھہ سکتا اسی طرح انتہا سے غیرت کا مرتبہ مصنف نے بیان کیا ہی کہ اپنی طاقتِ دیدار سے مین خود جلتا ہون اسی مطلب کو آگے ایک شعر مین بہت صاف ادا کیا ہی۔ دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پہ رشک آجاے ہی؛ مین اُسے دیکھون بھلا کب مجھسے دیکھا جاے ہی

آتش پرست کہتے ہین اہلِ جہان مجھے ۔۔۔ سرگرمِ نالہ ہاے شرربار دیکھہ کر

اپنے ذوقِ نالہ کشی کو ارادتِ آتش پرست سے تشبیہ دی ہی یعنے جس ارادت سے وہ آگ کی پرستش مین مشغول ہوتا ہی اُسی ذوق و شوق سے مین نالۂ آتشین کرنے مین سرگرم رہتا ہون۔

کیا آبروی عشق جہان عام ہو جفا ۔۔۔ رُکتا ہون تمکو بے سبب آزار دیکھہ کر

بے سبب آزار ترکیب فارسی ہی حکیم مومن خانصاحب نے اس قسم کی ترکیبین بنانے مین بہت افراط کی ہی ایک جگہہ فرماتے ہین۔ رحمی مجالِ بندہ خدا یا نگا تھا۔ البتہ تازگی لفظ اور ترکیب کلام مین ترا حسن پیدا کرتی ہی لیکن یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ دوسری زبان پر جب تک اچھی طرح قدرت نہ حاصل ہو اُسمین تصرف دارتجال کا ہر ایک کو حق نہین ہی۔ یہان جفا کے عام ہونے سے یہ مراد ہی کہ رقیب جسمین سببِ جفا یعنے عشق نہین پایا جاتا اُسپر بھی تم جفاے عشاق میری طرح کرتے ہو۔

آتا ہی میرے قتل کو پر جوشِ رشک سے ۔۔۔ مرتا ہون اُسکے ہاتھہ مین تلوار دیکھہ کر

دوسرا مصرع اس مضمون کو مانگتا ہی کہ وہ اس ادا سے میرے قتل کو آتا ہی کہ مین مرتا ہون الخ مصنف مرحوم نے معنی رشک کے اتنے پہلو نکالے ہین کہ اُنکی تعریف حدِ امکان سے باہر ہی لیکن یہ قاعدہ ہی کہ جب ایک ہی مطلب کو بار بار کہو تو اُسمین افراط و تفریط ہو جاتی ہی اس غزل کے دو شعر اسی سبب سے سست رہے ایک تو یہ شعر کہ معشوق کے ہاتھہ مین تلوار کو دیکھکر تلوار پر رشک آنا دوسرے عاشق کے طوطی پالنے سے معشوق کو طوطی پر رشک آنا دونون امر غیر عادی ہین اور بے لطف ہین اور اسی سبب سے یہان مصرع نے ربط نہین کھایا اس بات کو بوجہ بصیرت سمجھنے کے لئے یہ سن لینا چاہئے کہ شعر

اُلٹا کہا جاتا ہے یعنے پہلے شاعر کا یہ کام ہوتا ہے کہ قافیہ تجویز کرے جو کہ آخر شعر مین
ہوتا ہے۔ دوسری فکر یہ ہوتی ہے کہ جس قافیہ کو تجویز کیا ہے اُسے دیکھے کہ یہ کسی صفت
کے ساتھ یا کسی مضاف کے ساتھ یا کسی اور قید کے ساتھ یا کسی محاورہ کا تتمہ
یا اپنے کسی عامل کے ساتھ یا معمول کے ساتھ ملکر ایک مصرع ہوتا ہے یا نہین اگر
ہوا ہو تو کوئی لفظ گھٹا بڑھا کر یا مقدم مؤخر کرکے اُسے پورا کرے پھر دوسرا
مصرع ہوا مثلاً اسی زمین مین جب مصنف نے دیوار دیکھکر۔ آزار دیکھکر نظم
کرلیا تو پہلے یہ تجویز کیا کہ تلوار دیکھکر۔ کہنا چاہئے۔ دوسری فکر مین تلوار کے ساتھ
یہ قید لگائی کہ اُسکے ہاتھ مین تلوار دیکھکر۔ اور مصرع کے پورا کرنے کے لئے۔
مرتا ہون۔ بڑھایا تو پہلے یہ دوسرا مصرع موزون ہوا (مرتا ہون اُسکے ہاتھ
مین تلوار دیکھکر) دوسرا مصرع کہہ چکنے کے بعد تیسری فکر مین اس بات کے
وجوہ سوچے کہ اُسکے ہاتھ مین تلوار دیکھکر کیون مرتا ہون یہان مصنف نے اس
توجیہ کو اختیار کیا کہ جوشش رشک سے مرتا ہون اور پہلے مصرع مین۔
(جوشش رشک سے) ایسا لفظ ہے کہ اگر آخر مصرع مین نہ ہوتا تو کسیطرح یہہ لفظ
اپنے فعل سے مرتبط نہ ہوتا اس سے ظاہر ہے کہ پہلے مصرع کا یہ آخری ٹکڑا پہلے معین
کرکے صدر مصرع اُس پر بڑھایا اور شعر کو تمام کیا ہے اور جو شعر کی ابتدا ہے وہ فکر کا
منتہی ہے اور حرکات فکر کے منازل مین سے بڑی منزل یہی ہے کہ دوسرا مصرع
کہہ چکنے کے بعد اُسپر مصرع ایسا لگائے کہ وہ مرتبط ہوجائے اور دست و
گریبان کا حسن پیدا کرے اور یہ ظاہر ہے کہ معشوق کے ہاتھ مین کوئی چیز دیکھکر
اُس چیز پر رشک کرنا عادت کے خلاف ہے محض تصنع ہے اور نامربوط ہے۔ اتنا لکھنا
اور یہان مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہر زمین مین دوسرے مصرع کا نظم کرلینا
آسان ہے مثلاً اسی زمین مین (تلوار دیکھکر) تقریباً آدھے مصرع کے برابر ہے
جو صاحب طبع موزون ہے وہ کچھ الفاظ بڑھا کر اسے پورا کرسکتا ہے اور جو الفاظ
کہ بڑھائے جائینگے وہ بھی گویا کہ معین مین یعنے اکثر وہی پہلو شعرا اختیار کرتے ہین
جو اوپر بیان کئے ہے۔ قافیہ کی صفت۔ اضافت۔ قید۔ عامل یا معمول فعل
وغیرہ مثلاً کھنچی ہوئی تلوار دیکھکر۔ یا اُٹھی ہوئی تلوار دیکھکر۔ یا ہلال سی

الجھاتے ہین ہم آپ متاعِ سخن کے ساتھ لیکن عیارِ طبعِ خریدار دیکھکر

پہلے مصرع کا مطلب یہ ہو کہ میرے کلام کا جو خریدار ہوتا ہی مین اُسکے ہاتھ خود بک جاتا ہون اور دوسرے مصرع مین یہ اشارہ ہی کہ میرے کلام کا مذاق صحیح ہونا دلیل ہو اُس شخص کے اہلِ کمال ہونے کی اور یہ باعث ہی میرے خود اُسکے ہاتھ بکجانے کا۔

زنار باندھ سبحۂ صد دانہ توڑ ڈال رہرو چلے ہی راہ کو ہموار دیکھکر

رشتۂ تسبیح و زنار دونون راہین ہین مگر فرق یہی ہی کہ زنار ہموار ہی اور تسبیح وہ راہ ہی جس مین ٹھوکر دنکا سا ملتا ہی۔ شعرا بت خانہ و برہمن و زنار کو خانقاہ و واعظ و شیخ و مصلّی و تسبیح پر ہمیشہ ترجیح دیا کرتے ہین اور غرض اس سے طعن ہی یعنے عارف کو تسبیح و مصلی سے کیا کام ہی۔

ان آبلون سے پاؤن کے گھبرا گیا تھا مین جی خوش ہوا ہی راہ کو پرخار دیکھکر

اس شعر مین مصنف نے آبلون کی طرف اشارہ کرکے مخاطب کو زیادہ تر متوجہ کر لیا اگر (ان) کی جگہہ پر (کیا) ہوتا تو یہ لطف نہ حاصل ہوتا اشارہ نے جس شعر مین زیادہ تر لطف دیا ہی وہ یہ شعر ہی ۔ ۵ صحبتِ وعظ تو تا دیر رہیگی واعظ یہ ہی میخانہ ابھی پی کے چلے آتے ہین۔

کیا بدگمان ہی مجھسے کہ آئینہ مین مرے طوطی کا عکس سمجھے ہی زنگار دیکھکر

یعنے اُسے گمان ہوتا ہی کہ اسے طوطی کا بھی شوق ہی آگے کہتے ہین ۵ بدگمان ہوتا ہی وہ کافر نہوتا کاشکے اسقدر ذوقِ نوائے مرغِ بستانی مجھے لیکن یہ بدگمانی تضنع سے خالی نہین۔

گرنی تھی ہمپہ برقِ تجلّی نہ طور پر دیتے ہین بادہ ظرفِ قدح خوار دیکھکر

بڑے پتے کا مصرع لگایا ہی اور تجلّی کو شراب سے اور طور کو میخوار تنگ ظرف سے تشبیہ دی ہی اور تنگ ظرف ہونا اس سے ظاہر ہی کہ وہ تجلّی کا متحمل نہو سکا۔

سر پھوڑنا وہ غالبِ شوریدہ حال کا یاد آگیا مجھے تری دیوار دیکھکر

پیچھے کا مصرع فقط مفعول بہ کو مانگ رہا ہی اور مفعول بہ عاشق کا سر پھوڑنا ہی۔ مصنف نے عاشق کی جگہہ غالب کہا اور نکرہ کے بدلے معرفہ کو اختیار کیا اور اس سبب سے

شعر زیادہ مانوس ہوگیا۔ اور دوسرا لطف یہ ہے کہ مصرع پورا کرنیکے لئے جو الفاظ بڑھائے ہین وہ بہت ہی پرمعنی ہین ایک تو غالب کی صفت شوریدہ حال بڑھا دی جس سے سر پھوڑنے کا سبب ظاہر ہوگیا۔ دوسری لفظ (وہ) بڑھا دی اور اس نے کثیر المعنی ہونے کے سبب سے شعر کا حسن ایک سے ہزار کر دیا۔

لرزتا ہے مرا دل زحمتِ مہرِ درخشان پر　　مین ہون وہ قطرۂ شبنم کہ ہو خارِ بیابان پر

یعنے زبانِ تشنۂ خار مجھے خود جذب کرلیگی آفتاب کو میرے خشک کرنے مین زحمت کرنا کیا ضرور ہے۔ اس شعر مین دل کے لرزنے سے آفتاب مین شبنم کے چمکنے کو تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ حرکت ہے۔

نہ چھوڑی حضرتِ یوسف نے یان بھی خانہ آرائی　　سفیدی دیدۂ یعقوب کی پھرتی ہے زندان پر

یعنے ان کی مفارقت مین انکی آنکھین جو سفید ہوگئی تھین تو گویا انکا یہ سفید ہوجانا اسکا باعث ہوا کہ انکی آنکھین انکو ڈھونڈتے ڈھونڈتے زندان مین پہنچین اور آنکھون کی سفیدی دیوارِ زندان پہ پھر رہی ہے اور زندان پر سفیدی پھرنا اور آنکھون کا سفید ہوجانا دونون مین حرکت فی الکیف ہے اور یہان بھی وجہ شبہ مین حرکت ہے۔

فنا تعلیمِ درسِ بیخودی ہون اُس زمانے سے　　کہ مجنون لام الف لکھتا تھا دیوارِ دبستان پر

فنا اور تعلیم دونون لغت تازی ہین اور ترکیب دونون لفظون مین فارسی ہے یعنے فنا تعلیم اسم صفت بنگیا ہے جسکو فنا کی تعلیم ہوئی ہو وہ مراد ہے اور یہ درس جس نے دیا ہے وہ بیخودی ہے اور مصرع ثانی مین (الف بے) کو چھوڑکر لام الف اس سبب سے کہا کہ یہ دونون حرف ملکر (لا) ہوجاتے ہین اور لا نیستی و فنا کے مناسب ہے۔

فراغت کسقدر رہتی مجھے تشویشِ مرہم سے　　بہم گر صلح کرتے پارہا ہے دل نمکدان پر

یعنے پارہا ہے دلکو نمک چھڑکنے سے وہ لذت حاصل ہوتی ہے کہ باہم نزاع کرتے ہین اس سبب سے مین چاہتا ہون کہ بلا سے مرہم لگا لون اور ان سب کو اس لذت سے محروم کردون۔ دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ اگر پارہا ہے دل نمک چھڑکنے کی ایذا پر راضی رہتے تو اس ایذا اُٹھا لینے کو تشویشِ مرہم کرنے سے مین بہتر سمجھتا ہون۔

نہین اقلیمِ الفت مین کوئی طومارِ ناز ایسا　　کہ پشتِ چشم سے جسکے نہووے مہر عنوان پر

نازو ادا کو طومار کہنا تو ایک وجہ رکھتا ہے لیکن الفت جو ایک ادنیٰ مرتبہ عشق کا ہے
اُسے اقلیم و قلمرو سے تعبیر کرنا بلا وجہ ہے اسلئے کہ مشبہ و مشبہ بہ مین
اضافت کرنے مین وجہ شبہ ظاہر ہونا شرط ہے نہین تو وہ اضافت ایسی ہی ہوگی
جیسی کہین کہ آسمان رخ کا ستارہ خال ہے یا دریاے دہن کے سوتی دندان ہین
اور ان اضافتون کا غلط ہونا اہل ادب کے مذاق مین ظاہر ہے۔

دوسرے مصرع کی بندش مین گنجلک بہت ہوگئی ہے مطلب مصنف کا
یہہ ہے کہ دیوان حسن مین کوئی طومار ناز ایسا نہین جسکے عنوان پر پشت چشم
معشوق کی مہر نہوی ہو ۔ اور پشت چشم سے مہر ہونا معشوق کی آنکھہ چرانے
اور آنکھہ پھیر لینے اور کنکھیون دیکھنے سے اشارہ ہے ۔ اور مہر اور آنکھہ مین
وجہ شبہ سیاہی ہے حاصل یہہ کہ جس طرح ہر طومار کے لئے عنوان پر مہر
ہونا ضرور ہے اوسی طرح ناز و ادا کے لئے آنکھہ کا چرانا اور ترچھی نظر رکھنا ضرور
ہے ۔ اس شعر مین محض طومار اور مہر کے ذکر سے مصنف نے الفت کو اقلیم فرض کیا ہے
اور اس اعتبار سے بہی اگر دیکھئے تو طومار و مہر کو بہ نسبت اقلیم کے لفظ دیوان کی ساتھ
زیادہ مناسبت ہے مگر مصنف نے اس اضافت کو اور بندش کی اس گنجلک کو جس خوبی
شعر کے لئے گوارا کیا ہے البتہ اوس خوبی کے مقابلہ مین بندش کا عیب کچھہ بھی
نہین وہ یہہ ہے کہ عنوان پر نقش بٹھا کر فوراً مہر کا پشت پھیر لینا اور عاشق سے
آنکھہ ملا کر فوراً معشوق کا آنکھہ پھیر لینا تشبیہ بدیع ہے اور وجہ شبہ حرکت ہے
اور حرکت بھی وہ حرکت جو نہایت محبوب ہے

مجھے اب دیکھ کر ابر شفق آلودہ یاد آیا ۔ کہ فرقت مین تری آتش برستی تھی گلستان پر

(اب) کا لفظ اس شعر مین کثیر المعنی ہے یعنی یہہ کہنا کہ اب یاد آیا اس سے بالتزام یہہ
نکلتا ہے کہ پہلے بھولا ہوا تھا اور صدمہ مفارقت کے اس طرح بھول جانے سے
یہہ معنے نکلتے ہین کہ معشوق کو دیکھہ کر انتہا کی محویت و مسرت غالب ہوگئی ہے اور
یہہ معنے نکلتے ہین کہ جیسے شکوہ ہجر کچھہ بیان کیا تھا اور کچھہ باتین اب یاد آتی جاتی
ہین غرضکہ ایک لفظ مین انتہا سے زیادہ بلاغت ہے اور پھر شفق کی ابر
آتش بار سے تشبیہ نہایت بدیع ہے

بجز پرواز شوق ناز کیا باقی رہا ہوگا   قیامت اک ہوائے تند ہے خاک شہیداں پر

یعنے شہیداں حسرت دیدار میں اب کیا باقی رہا ہے جو قیامت آئینیں اوٹھائیگی ان
جلوہ سراپا ناز کے شوق میں انکی خاک اڑ رہی ہے تو اوسکے لئے شور قیامت
اک ہوائے تند ہے یعنے اوسکی پرواز میں کچھہ یہہ ہی معین ہو جائیگی اور اسکا عکس
او تو یہہ معنی ہیں کہ جب ہوائے تند چلی اُسنے قیامت کا کام کیا یعنے خاک اون کی
شوق دیدار میں اُڑنے لگی ہے

نہ لڑ ناصح سے غالب کیا ہوا گر اسنے شدت کی   ہمارا بھی تو آخر زور چلتا ہے گریباں پر

کیا گریبان پھاڑنے سے بھی تسکین نہوگی - کیا خوب شعر کہا ہے

ہے بسکہ ہر اک انکے اشارے مین نشان اور   کرتے ہین محبت تو گزرتا ہے گمان اور

یعنے وہ محبت بھی کرتے ہین تو مین جانتا ہون کوئی فریب ہے

یارب وہ نہ سمجھے ہین نہ سمجھینگے مری بات   دے اور دل انکو جو نہ دے مجھکو زبان اور

یعنے زوال وصل مین کھل کے کچھ نہین سکتا اور وہ سادہ دلی سے اشناے گوئی ہوے مطلب سمجھہ نہین سکتے

ابرو سے ہے کیا اس نگہ ناز کو پیوند   ہے تیر مقرر مگر اس کی ہے کمان اور

ابرو کو کمان اور نگاہ کو تیر کہنا پرانی تشبیہ ہے مصنف نے فی الجملہ اسے تازہ کرکے
کہا ہے یعنے نگاہ کا تیر ابرو کی کمان مین سے نہین آتا ہے دلفریبی حسن اسی
پر تاب کرتی ہے

تم شہر مین ہو تو ہمین کیا غم جب اُٹھینگے   لے آئینگے بازار سے جا کر دل و جان اور

یعنے تمہاری بدولت ہر شخص کو دل و جان دو بھر ہے سستا بیچ ڈالیگا -

ہر چند سبکدست ہوے بت شکنی مین   ہم ہین تو ابھی راہ مین ہے سنگ گران اور

یعنے بت شکنی مین مشاق ہوے تو کیا یہہ راہ مین بھی تو سنگ گران کی طرح منزل عرفان
تک پہونچنے مین مانع ہے ہمارا یہہ سمجھنا کہ ہم ہین یہی سنگ راہ ہے -

ہے خون جگر جوش مین دل کھول کے روتا   ہوتے جو کئی دیدۂ خونناب فشان اور

(ہے خون جگر جوش مین) جملہ خبریہ ہے اور اوس کے بعد آخر شعر تک تمنا ہے
اور یہہ تمنا مبنی ہے خبر سابق پر کہ رونا نہ سکنے کی وجہ جوش خون ہے اسی سبب سے

مصنف نے یہان انشا کے ساتھہ خبر کو جمع کیا اور شعر مین بہ نسبت خبر کے انشا زیادہ لطف دیتی ہے

مرتا ہون اس آوازہ پہ ہر چند سر اوڑ جاے
جلاد کو لیکن وہ کہے جائین کہ ہان اور

اوسکا یہہ کہنا کہ ہان اور تلوار لگا مجھے اس قدر پسند ہے کہ اپنی جان جانیکی کچھہ پروا نہین

لوگونکو ہے خورشید جہان تاب کا دہوکا
ہر روز دکہاتا ہون مین اک داغ نہان اور

مین اپنے ایک داغ نہان کو ہر روز ظاہر کرتا ہون جسے لوگ دہوکے سے طلوع خورشید سمجھتے ہین اور وہ جانتے ہین کہ وہی ایک آفتاب ہے جو روز روز نکلا کرتا ہے ٭٭٭٭

لیتا نہ اگر دل تمہین دیتا کوئی دم چین
کرتا جو نہ مرتا کوئی دن آہ و فغان اور

دونون مصرعون مین شعر کے اجزا کے درمیان مین واقع ہوئی ہے اور دونون مصرعون کی ترکیب مین مشابہت و معادلت ہے اور حسن بندش ہے مطلب یہہ ہے کہ اگر دل تمہین نہ دیدیا ہوتا تو کوئی دم چین لیتا اگر مر نہ جاتا تو کچھہ دنون آہ و فغان کرتا نحو کے اعتبار سے پہلے مصرع مین (لیتا) کا محل آخر مصرع ہے اور دوسرے مصرع مین بہی (کرتا) آخر مین ہونا چاہیے تھا لیکن معنی کے اعتبار سے یہان ترتیب نحوی کی مخالفت ہی چاہیے اور (لیتا) اور (کرتا) کا مقدم کردینا ہی ضرور ہے کہ ان دونون فعلون کے مقدم کردینے سے معنی مین کثرت پیدا ہوگئی یعنی اب ترتیب الفاظ ان معنی پر دلالت کرتی ہے جیسے معشوق نے اس سے کہا ہو کہ تو کوئی دم چین نہین لیتا اور اب تو آہ و فغان کرنا ہی تو نے کم دیا اوسکے جواب مین یہہ شعر ہے کہ ہان لیتا مین چین اگر دل تجھے نہ دیا ہوتا۔ کرتا کچھہ دنون اور آہ و فغان مر نہ گیا ہوتا۔ اور اس مین شک نہین کہ کثرت معنی سے کلام مین حسن پیدا ہوتا ہے اور حسن ایجاز کی ایک صورت یہہ بہی ہے کہ سوال کو مقدر کرکے فقط جواب ایسے الفاظ مین ادا کرے کہ اوس سے ساری عبارت سوال کی مخاطب کی سمجھہ مین آجائے اور اصطلاح مین اوسی دفع دخل مقدر کہتے ہین اور یہہ طریقہ ایسا شائع ہے بلکہ ایک امر فطری ہے کہ روز مرہ کی بول چال مین پایا جاتا ہے۔ مثلاً جس شخص سے خلف وعدہ یا خدمت مین تخلف ہوا ہو وہ کہتا ہے مین کل نہ آسکا مجھے ایک کام ہوگیا اور چہوٹتی ہی یہہ بات کہنا اوسکا ان معنی پر دلالت کرتا ہے جیسے مخاطب نے اس سے کہا ہے کہ تم نے وعدہ خلافی کی یا تساہل کیا یعنے اعتراض مقدر کا جواب دینا ہے۔

پاتی نہین جب راہ تو چڑھ جاتے ہین نالے رکتی ہے میری طبع تو ہوتی ہے روان اور

یعنی رکنے کے بعد جو طبیعت روان ہوتی ہے تو زیادہ تر روان ہوتی ہے جسطرح چڑھے ہوے
نالے کو جب رستہ ملجاتا ہے تو بہت ہی زور سے بہتا ہے (اور) معنی تفضیل کے لئے ہے
یعنی پہلے کے نسبت زیادہ تر روانی ہوتی ہے

ہین اور بھی دنیا مین سخنور بہت اچھے کہتے ہین کہ غالب کا ہے انداز بیان اور

کہتے ہین، کا فاعل حذف کرنے سے یہہ معنی پیدا ہوے کہ یہہ بات بہت عام ہے اور مشہور ہے

صفائی حیرت آئینہ ہے سامان زنگ آخر تغیر آب برجا ماندہ کا پاتا ہے رنگ آخر

یعنی آب راکد کا رنگ تغیر پاکر کائی جم جاتی ہے تو حیرت کا حد سے بڑھ جانا بھی اچھا نہین اس
شعر مین آئینہ پر زنگ آنا اور پانی پر کائی جمنا وہ تشبیہ ہے جس مین وجہ شبہ حرکت فی الکیف ہے

نہ کی سامان عیش و جاہ نے تدبیر وحشت کی ہوا جام زمرد بھی مجھے داغ پلنگ آخر

یعنی جام زمردین پر مجھے داغ پشت پلنگ کا شبہ ہوتا ہے اور وحشت اور بڑھتی ہے
مضمون شعر کا مبتذل ہے لیکن تشبیہ نے جان ڈال دی

جنون کی دستگیری کس سے ہو گر ہو نہ عریانی گریبان چاک کا حق ہو گیا ہے میری گردن پر

ای گریبان اس چاک کا میری گردن پر حق ہو گیا ہے کہ اس نے مجھے عریان کیا نہین تو جنون کی دستگیری
مجھ سے نہین ہوسکتی یعنی عریان نہ ہوتا تو پھر جنون کیا

برنگ کاغذ آتش زدہ نیرنگ بیتابی ہزار آئینہ دل باندھے ہے بال یک تپیدن پر

پہلے مصرع مین سے (ہے) محذوف ہے کہتے ہین نیرنگ بیتابی مثل کاغذ آتش زدہ ہے کہ دل نے
ایک ایک بال تپیدن پر ہزار ہزار آئینہ باندھے ہین اس شعر مین آئینہ متحرک کی تڑپ کو اُس
شعلہ سے تشبیہ دی ہے جو کاغذ آتش زدہ سے بلند ہو

فلک سے ہمکو عیش رفتہ کا کیا کیا تقاضا ہے متاع بردہ کو سمجھے ہوے ہین قرض رہزن پر

حاصل یہہ کہ انقلاب آسمانی سے جو زمانہ عیش کا جاتا رہا ہے پھر اوسکے واپس آنیکی امید فضول ہے

ہم اور وہ بے سبب رنج آشنا دشمن کہ رکھتا ہے شعاع مہر سے تہمت نگہہ کی چشم روزن پر

یعنی روزن میں سے جو شعاع آتی ہے اوسی دیکھکر وہ مجھ سے آزردہ ہوتا ہے کہ تیری نگاہ تھی

تو نے جھیلا کاہے کو ہوگا ایسے بدگمان سے مجھکو سابقہ پڑا ہے۔

فنا کو سونپ گر مشتاق ہے اپنی حقیقت کا — فروغ طالع خاشاک ہے موقوف گلخن پر

یعنی فنا فی اللہ ہوکر فروغ معرفت حاصل کر۔ اس شعر میں لفظ حقیقت میں دو عاملوں کا تنازع ہے ایک فعل دوسری اضافت یعنی لفظ (سونپ) یہہ چاہتا ہے کہ حقیقت مفعول بہ ہو اور علامت مفعول یعنی (کو) اوس میں ہونا چاہیئے اور لفظ مشتاق جو حقیقت کیطرف مضاف ہے وہ چاہتا ہے کہ (کا) علامت مضاف الیہ اوس میں ہو اور رکھو ادرد میں یہی ہے کہ عامل ثانی کو عمل دینا چاہیئے جیسا کہ اس شعر میں ہے

اسد بسمل ہے کس انداز کا۔ قاتل سے کہتا ہے — کہ مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

مطلب صاف ہے اور کس یہان استفہام کے لئے نہین ہے استعجاب کے لئے ہے اس شعر کی تعریف حد امکان سے باہر ہے

ستم کش مصلحت سے ہون کہ خوبان تجھپہ عاشق ہین — تکلف برطرف مل جائیگا تجھسا رقیب آخر

یعنی جو حسین تجھپر عاشق ہین اون مین سے کوئی نہ کوئی میرے ہاتھ لگ جائیگا اس مصلحت سے مین تیری نازبرداری کئے جاتا ہون کہ تو نہین ملتا تو تجھسا حسین کوئی رقیب تو مجھے مل جائیگا

لازم تھا کہ دیکھو مرا رستہ کوئی دن اور — تنہا گئے کیون اب رہو تنہا کوئی دن اور

اس شعر مین مصنف نے عارف سے خطاب کیا ہے کہ ہمارے ساتھ تمہین مرنا تھا تم نے جلدی کی تو اب تنہا رہو۔ اس غزل کے سب شعر عارف کی مرثیہ مین ہین۔ عارف مرزا صاحب کی بی بی کے بھائی تھے زین العابدین خان نام تھا خوش فکر تھے جوان مرگ ہوئے

مٹ جائیگا سر گر ترا پتھر نہ گھسیگا — ہون در پہ ترے ناصیہ فرسا کوئی دن اور

یعنی میری ناصیہ سائی جو تیرے در پر یہہ بھی ہمیشہ کے لئے نہین تھوڑے دن مین یا تو پتھر ہی گھس جائیگا یا سر ہی نہ باقی رہیگا اور در سے اشارہ ہے قبر عارف کیطرف اور پتھر سے سنگ لوح مزار مراد ہے اور ناصیہ فرسائی سے سر ٹکرانا مقصود ہے

آئے ہو کل اور آج ہی کہتے ہو کہ جاؤن — مانا کہ ہمیشہ نہین اچھا کوئی دن اور

کثرت غم مین یہہ تصور بندھ گیا جیسے عارف ابھی زندہ ہے اور وداع ہوا چاہتا ہے۔

جاتی ہوئی کہتی ہو قیامت مین ملینگے — کیا خوب قیامت کا ہی گویا کوئی دن اور

یعنی ہم تو جانتے ہین کہ آج ہی قیامت کا دن ہے

ہان ای فلک پیر جوان تہا ابہی عارف — کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور

اس شعر مین (ہان) اپنے محل پر نہین ہے (کیون) کا مقام ہے

تم ماہ شب چاردہم تہے مرے گہر کے — پہر کیون نہ رہا گہر کا وہ نقشا کوئی دن اور

یعنی شب چاردہم کے بعد تو کچہہ دنون تک چاند رہتا ہی پہر کیون تم یکایک چہپ گئے ۔

تم کون سے ایسے تہے کہرے داد و ستد کے — کرتا ملک الموت تقاضا کوئی دن اور

مجہسے تمہین نفرت سہی نیر سے لڑائی — بچون کا ہی دیکہنا تماشا کوئی دن اور

گذری نہ بہرحال یہہ مدت خوش و ناخوش — کرنا تہا جوان مرگ گذارا کوئی دن اور

(نہ) استفہام انکاری کے لیے ہے اور جوان مرگ منادی ہے ۔ نیر مصنف کی شاگرد رشید مین اس شعر سے ظاہر ہی کہ مصنف کے ساتہ ان کی خصوصیت عارف کو ناگوار تہی

نادان ہو جو کہتے ہو کہ کیون جیتے ہین غالب — قسمت مین ہے مرنیکی تمنا کوئی دن اور

تم لوگ تعجب کرتے ہو کہ جوان مرگ عارف کا داغ اوٹہا کر غالب جیتے ہین بڑے نادان ہوا ہی کچہہ دنون اور موت کی تمنا مین رہنا میری قسمت مین لکہا ہوا ہے پہر مرون تو کیونکر مرون

(ردیف ز)

فارغ مجہے نہ جان کہ مانند صبح و مہر — ہی داغ عشق زینت جیب کفن ہنوز

صبح استعارہ ہی شب عمر کے گذر جانے سے اور جیب کفن کو بہی گریبان صبح سے تشبیہ دی ہے

مطلب یہہ ہے کہ مری پر بہی عشق سے خالی نہین ہون

ہی ناز مفلسان زر از دست رفتہ پر — ہون گلفروش شوخی داغ کہن ہنوز

یعنی داغ عشق اب نہین ہے تو مین اوسکا تذکرہ ہی کیا کرتا ہون ۔ داغ کو اشرفی سے تشبیہ دی ہے اور زوال عشق کو دولت از دست رفتہ سے ۔

میخانۂ جگر مین یہان خاک بہی نہین — خمیازہ کہینچے ہے بت بیداد فن ہنوز

معشوق خونخوار جو میرے خون جگر کو شراب سمجہکر پیا کرتا ہے اوسکو ابہی تک انگڑائیان آرہی ہے اور نشہ نہین چڑہا لیکن یہان شراب خانۂ جگر مین اب خاک بہی نہین ہے ۔

حریف مطلب مشکل نہین فسون نیاز — دعا قبول ہو یارب کہ عمر خضر دراز

یعنی جو مطلب و مقصد کہ شدنی نہین ہے اوسکے طلب مین تو دعا و نیاز کچھہ لکار آمد نہین ہوتا تو
پھر اب ہم ایسی ہی دعا مانگین گے جو تحصیل حاصل ہو مثلاً اپنی درازی عمر کی دعا تو قبول نہوگی تو
پھر ہم درازی عمر خضر کی دعا کرتے ہین بس اسی کو قبول کر لے۔

نہو بہرزہ بیابان نورد وہم وجود — ہنوز تیرے تصور مین ہے نشیب و فراز

وجود سے وجود ماسوی اللہ مراد ہے اور نشیب و فراز کا یہی سبب ہے کہ تو وجود کے لئے مراتب
سمجھے ہوئے ہین جنکا مرتبہ اعلیٰ وجوب ہے اور مرتبہ ادنیٰ امکان ہے اور امکان مین بھی قیام
بذاتہ۔ و قیام بغیرہ جوہر و عرض کے لئے وجود مین پستی و بلندی رکھتا ہے یعنی جادہ مستقیم یہہ
ہے کہ ہر شی کو موجود بوجود واحد سمجھہ اور وجود کے لئے اقسام نہ نکال کہ یہہ راستہ بیٹھہ کا ہی

وصال جلوہ تماشا ہے پر دماغ کہان — کہ دیجے آئینۂ انتظار کو پرواز

یعنی یہہ ہمنے مانا کہ وصال یار جلوہ تماشا ہے یعنی جلوۂ حسن کا تماشا دکھانے والا ہے لیکن
ہمین یہہ دماغ کہان کہ آئینہ انتظار کو صیقل پرداز کرین حاصل یہہ کہ جب تک تماشائے جلوۂ
حسن نصیب ہو تب تک انتظار کون کرے۔

ہر ایک ذرۂ عاشق ہے آفتاب پرست — گئی نہ خاک ہوئے پر ہوائے جلوۂ ناز

ہوا کی لفظ مین یہہ ایہام ہے کہ ذرہ ہوا مین ہوتا ہے (ہوئے) ماضی ہے مگر جب اس کے
ساتھہ حروف متصل ہوتے ہین تو مصدر کے معنی ہو جاتے ہین مثلاً کسیکے کہنے سے کیا ہوتا ہے
اونکے آئے کو دو دن ہوئے۔ سورج نکلے تک مین آ ونگا۔ یہہ دن چڑھے کا ذکر ہے اور حروف
مین سے دو حرف جو باقی رہگئی یعنی (سے) اور (مین) یہہ دونون حرف اس صیغہ سے
کبھی نہین ملتی (سے) اس سبب سے نہین ملتا کہ یہہ علامت فاعل ہے اور یہہ سب صیغہ
متعلقات فعل سے ہوا کرتے ہین اور (مین) اس سبب سے نہین ملحق ہوتا کہ اس قسم کے
اکثر متعلقات مین خود معنی ظرفیت ہوتے ہین جیسے کہتے ہین رات گئے۔ یہہ بات ہوئی
اور دن چڑھے یہہ واقعہ ہوا لیکن یہہ سب مواقع استعمال سماعی ہین اس پر اور افعال کا
قیاس کرنا صحیح نہوگا

نہ پوچھہ وسعت میخانۂ جنون غالب — جہان یہہ کاسۂ گردون ہے ایک خاک انداز

خاک انداز وہ آلہ جس سے شی کھود کھود کر پھینکین لیکن بیان یہہ وصف نہین مقصود ہی بلکہ آلہ

خاک انداز کا محقر ہونا وجہ شبہ ہے۔ اور اوسکا خاک سے نقطہ بہرا ہونا مقصود ہے یعنی کاسۂ گردون ہی اس اعتبار سے کہ کرۂ خاک کو محیط ہے خاک انداز کی طرح خاک سے بہرا ہوا ہے غرض کہ کاسۂ گردون کی میخانۂ جنون مین اتنی وقعت ہی نہین کہ کاسہای شراب مین اوسکا شمار ہو بلکہ ایک خاک انداز ہے (ایک) کا لفظ اردو مین تنکیر کے لئے ہوتا ہے اور یہان تنکیر سے تحقیر مقصود ہے کہ تنکیر کے ایک معنی یہہ بہی ہین۔

وسعت سعی کرم دیکہہ کہ سرتا سر خاک گذرے ہے آبلہ پا ابر گہربار ہنوز

ابر کو آبلہ پا کہنے کی وجہ لفظ گہربار کو اوسکی صفت ڈالکر ظاہر کی ہے اور ادعا یہہ ہے کہ سعی کرم مین یہہ آبلے پاؤن مین پڑ گئے ہین اور پہر ہی وہ تمام زمین پر سرتا سر افادۂ کرم کے لئے دوڑ رہا ہے یعنی کرم کی یہہ شان ہونا چاہئے۔

یک قلم کاغذ آتش زدہ ہے صفحۂ دشت نقش پا مین ہے تب گرمی رفتار ہنوز

یعنی میرے نقش پا مین میری گرمی رفتار کا اثر ابہی تک ایسا باقی ہے کہ صفحۂ دشت کاغذ آتش زدہ ہوگیا ہے۔ اس شعر مین مصنف نے یک قلم کا لفظ صفحہ کی رعایت سے استعمال کیا ہے اس زمانہ کی شاعری مین رعایت کو ہی صنعت سمجہتے ہین اور رعایت اوسی کہتے ہین کہ ایک لفظ ایسا استعمال کرین جسے کسی اور لفظ کے ساتہہ کچہہ تعلق اور مناسبت محض لفظی ہو جیسے اس شعر مین لفظ یک قلم معنی کے اعتبار سے سرتا سر کے معنی پہ ہے لیکن لفظ کے اعتبار سے قلم کو صفحہ سے ایک تعلق ہے۔ یا جیسے اس فقرہ مین کہ زبان تلوار کا کام کرتی ہے یہان کام کے معنی فعل کے ہین اور لفظ کے اعتبار سے کام و زبان تناسب رکہتے ہین۔ یا جیسے سید امانت کا یہہ شعر۔ عاشق کو زہر غیر کو مصری کی ہوڈلی * اسلئے کی نبات زبان سے نکالئے کہ نبات نکالئے اس مطلب کے لئے ہے کہ بات نہ نکالئے۔ اور نبات اور مصری کو باعتبار لفظ باہمدگر تعلق و تناسب ہے یا جیسے میر انیس کے کلام مین ہے سوت ہنستی ہے کہ مراد تو سوت کا ہنسنا ہے اور موت و ہستی باہمدگر تعلق تضاد رکہتے ہین۔ غرضکہ اسمین شک نہین کہ اسی رعایت کہین یا ضلع کہین بعض بعض مقام مین یہہ اچہا معلوم ہوتا ہے مگر اس مین اس قدر افراط و تفریط کو دخل دیدیا ہے کہ اس ضلع کے خیال سے حسن معنی و سلاست ادا کا تک خیال نہین رکہتے جیسے امانت نے ایک مرثیہ مین کہا ہے۔ مصرع۔

شامی کباب ہو گی پسند اصل ہوئی - اس سبب سے فصحا کو اب اپنے کلام مین ضلع بولنے سے
کراہیت آگئی ہے اور بے تشبیہ قابل ترک ہے کہ یہہ بازاریون کی نکالی ہوئی صنعت ہے
اہل ادب نے کہین اسکا ذکر بہی نہین کیا ہے شہر کے لوند جب ایک جگہہ جمع ہو جاتے
ہین تو ضلع بولتے ہین ایک کہتا ہے تمہاری چکنی چکنی باتون نے چھالیا یعنی چکنی ڈلی
اور چھالیا - دوسرا جواب دیتا ہے مین تیرا یار کدہتا - یعنی کتھا - وہ کہتا ہے آنکھہ پر
پنجہ رکھہ کر کیون بات کرتے ہو - یہہ پنجہ کی رعایت سے جواب دیتا ہے کہ ست
ٹوک رہے یعنی جہاڑو پنجہ اور ٹوکرا - انہین لوگون نے مشاعرون مین اور
مجلسون مین شعرا کو ایسی ایسی رعایتون پر داد دے دیکر اپنے رنگ پر کہینچ لیا ہے
ایک اور بہی صنعت یہہ آج کل کہی جاتی ہے کہ ایک لفظ جو کئی معنی مین مشترک
ہے اوسکے ایک معنی کو دوسرے معنی سے تشبیہ دیتے ہین اور اسی اشتراک
لفظی کو وجہہ شبہ سمجھہ لیتے ہین مثلاً بحر کہتے ہین -
انگیا کے ستارے ٹوٹتے ہین تو پستان کے انار چہوٹتے ہین یعنی انار لفظ مشترک ہے
باغ مین بہی ہوتا ہے اور آتشبازی مین بہی ہوتا ہے تو انہون نے انار پستان کو
اسی اشتراک لفظی کے وجہہ سے آتشبازی کے انار سے تشبیہ دی ہے - اور
میر علی اوسط صاحب رشک کہتے ہین ؎ توڑتی ہے مرغ جان بلی تری دروازہ کی
کاٹتا ہے رخت تن چوہا تمہاری ناک کا - یعنی بلی اور چوہا دونون حیوان بہی ہین
اور دروازہ مین ایک قسم کا کہٹکا ہوتا ہے اوسے بہی بلی کہتے ہین اور
ناک مین سدو یعنی جو سوتے ہین اونہی بہی چوہا کہتے ہین اور محض اسی اشتراک
لفظی کی وجہ سے ناک کے چوہے کو جاندار چوہے سے اور دروازہ کے
بلی کو جاندار بلی سے تشبیہ دی ہے - ان کے ایک شاگرد ہلال کہتے ہین تہا
؎ پیٹیون سر سن سن کے گانا اوس بت نے پہر کا ترا دائرہ یعنی لگے حرف خط تقدیر کا
یعنی دائرہ ایک باجا ہے اور حرف کے دامن کو بہی دائرہ کہتے ہین اس وجہ سے
دائرہ حرف کو باجے سے تشبیہ دی ہے - اس رنگ کے کہنے والے جو شعرا
ہین اونکی راے یہہ ہے کہ ناسخ کے دیوان بہر مین بس ایک ہی شعر نے معقول
کہا ہے - شعر - دالے ہین انگیا کی چڑیا کو بہشت کی چنیان ٹوٹتی ہے بالی کی مچہلی

موتیون کی آب مین - یعنی چڑیا بالاشتراک طائر کو بہی کہتے ہین اور دونون کٹوریون کے
درمیان کی سیون کو بہی کہتے ہین اسی اشتراک لفظی کے سبب سے بغیر کسی
وجہ شبہ کے کٹوریون کی سیون کو طائر سے تشبیہ دی اور اسی قسم کی تشبیہ
یہہ بہی ہے کہ زلف کو لیلی سے اور خط رخسار کو خضر سے تشبیہ دیتے ہین یعنے
لیلی وخضر دونون علم ہی ہین اور لیل وخضرت سے صفت مشتق بہی ہین اور
اسی اشتراک کو وجہ شبہ قرار دیکر یون کہتے ہین کہ لیلئ زلف دل عاشق کی
محمل مین رہتی ہے یا جیسے خضر خط کا چشمۂ حیوان دہن معشوق ہے یعنی پہلی تو
زلف وخط کو لیلی وخضر معنی لغوی کے اعتبار سے کہا کہ زلف مین شبگونی اور
خط مین سبزی ہوتی ہے اوسکے بعد ان معانی سے تجاوز کیا اور محمل وچشمۂ
حیوان کا ذکر کرکے دونون لفظون مین معنی علمیت مراد لئے جسکا حاصل یہہ
ہوا کہ زلف وخط کو لیلی محمل نشین اور خضر ظلمات گرو سے تشبیہ دیدی حال
آنکہ کوئی وجہ شبہ نہین ہے - اسے صنعت استخدام کہہ سکتے ہین لیکن اتنی
بات اسمین یہہ بڑہی ہوئی ہے - کہ دونون معنون مین تشبیہ ہی مقصود ہوئی ہے
اور استخدام مین تشبیہ نہین ہوتی -

کیونکہ اوس بت سے رکہون جان عزیز — کیا نہین ہے مجہے ایمان عزیز

یعنی مذہب عشق مین معشوق سے جان عزیز رکہنا کفر ہے -

دل سے نکلا پہ نہ نکلا دل سے — ہے ترے تیر کا پیکان عزیز

پیکان تیر جو دل مین اوترا ہوا تہا وہ نکل تو آیا مگر دل سے نہین نکلا یعنی اوسکی محبت اب
تک باقی ہے -

تاب لائے ہی بنیگی غالب — واقعہ سخت ہے اور جان عزیز

(اور) اس شعر مین فع کے وزن پر ہے وسط مین سے واو گر گیا اور وسط مین سے
کوئی حرف کبہی نہین گرتا اور یہہ حرف عطف ہے، اور حروف جتنے ہین اون سب
مین اختصار ہی اچہا ہوتا ہے اس سبب سے کہ وہ محض روابط اور رسلات ہوتے
ہین مثلاً (جو) اور (تو) شرط وجزا مین اگر اس طرح سے موزون ہو کہ او

تقطیع سے گرجاے تو زیادہ تر فصیح معلوم ہوتا ہے برخلاف اسکے کہ دونون کا واو وزن
مین محسوب ہو اور اشباع تام ہو کہ وہ بد معلوم ہوتا ہے لیکن (اور) کی لفظ مین فصیح
یہی ہے کہ فاعِ کے وزن پر ہو اور اختصار اوسکا بخلاف اور حروف کے بُرا
معلوم ہوتا ہے اوسکی وجہ یہی ہے کہ وسط مین سے واو ساقط ہوتا ہے اور بعض
شعرا نے اس لفظ کو ایسا مختصر کیا ہے کہ (و) کو بھی گرا دیا ہے اور یہہ صورت
عموماً آجکل سب اہل قلم غلط سمجھتے ہین جیسی یہہ مصرع - دیکھہ تک آن کر یہہ دل اور جگر
اس مصرع مین واو اور رے دونون گر گئے اور مین سے نقط (ا) رہ گیا ہی
لیکن حقیقت امر یہہ ہے کہ بول چال مین تینون طرح اور کو بولتے ہین ایک صورت
یہہ کہ تینون حرف وزن مین داخل ہین یعنے ملفوظ ہون دوسری صورت یہہ کہ
واو گر جاے فقط (اَر) ملفوظ ہو تیسری صورت یہہ کہ رے بھی گر جائے فقط (ا)
رہ جائے اور جب بول چال مین تینون طرح ہے تو پہر غلط کہنے کی کوئی وجہ نہین -
(اسی طرح لفظ کوئی بھی چار طرح سے بولا جاتا ہے فعلن و فاع و فعلُ کے وزن پر
فصیح اور فع کے وزن پر غیر فصیح ہے -

نہ گل نغمہ ہون نہ پردہ ساز ۔ مین ہون اپنی شکست کی آواز

یعنی نشاط و طرب سے مجھی کچھہ تعلق نہین مین سراپا درد ہون اور اپنی ہی مصیبت مین -

تو اور آرائش خم کاکل ۔ مین اور اندیشہ ہای دور و دراز

یعنی تجھے آرائش کرتے دیکھہ کر مجھے یہہ اندیشہ ہوتا ہے کہ دیکھئے اب کون کون عاشق ہو جائے
یا کس کس عاشق کو یہہ بناؤ دکھایا جاے -

لاف تمکین فریب سادہ دلی ۔ ہم ہین اور رازہای سینہ گداز

ای لاف سادہ دلی تیرا وصف تو یہہ مشہور ہے کہ تو تمکین فریب ہے تو کچھہ خبر لے کہ میری
دل مین ایسے راز ہین جو سینہ گداز ہین یعنے انہین فاش کر دے کہ انکا بوجھہ میری
دل پر سے اوتر جائے حاصل یہہ کہ سادہ دلی سے اپنی ضبط و تمکین کی شکایت ہے اور
یہہ ظاہر ہے کہ سادہ دلی کا مقتضی انشاے راز اور تمکین و وقار کی شان
اخفاے راز ہے ۔

ہون گرفتارِ الفتِ صیّاد　　ورنہ باقی ہے طاقتِ پرواز

تعلقات دنیا نے اپنا اسیر کر لیا ہے ورنہ دل پر رکہین تو آزاد ہو سکتے ہین ؁

وہ بہی دن ہو کہ اوس ستمگر سے　　ناز کہینچون بجائے حسرتِ ناز

اس جملہ مین کہ اوس ستمگر سے ناز کہینچون (سے) اچہا نہین معلوم ہوتا مگر (سے) کا تعلق حسرت کے ساتھہ ہے یعنی جسطرح اوس ستمگر سے مین حسرتِ ناز کہینچ رہا ہون وہ بہی دن آئے کہ اسیطرح ناز کہینچون اور (سے) اس شعر مین معنے سبب کے لئے ہے ۔

نہین دل مین میرے وہ قطرۂ خون　　جس سے مژگان ہوئی نہ ہو گلباز

کہتے ہین میرے دل مین کوئی ایسا قطرۂ خون نہین ہے جس سے پنجۂ مژگان نے گلبازی نہ کی ہو یعنی سارا خون دل پلکون سے ٹپک گیا ؁

ای ترا غمزہ یک قلم انگیز　　ای ترا ظلم سر بسر انداز

دونون مصرعون مین سے منادی بہی محذوف ہے اور فعل بہی ۔ یعنی اسے نازنین تیرا غمزہ یک قلم انگیز ہے ای ظالم تیرا ظلم سر بسر انداز معشوقانہ ہے ۔ ان دونون جملون کی صورت خبر کی ہے مگر شاعر کو قصد انشا ہے ۔ اور منادی کا محذوف ہونا دلیل ہے اسبات پر کہ خبر نہین ہے اس وجہ سے کہ محل انشا مین منادی کو حذف کرتے ہین جیسے دعا کی محل مین ۔ ای توجئے ۔ کوسنے کے مقام پر ای تو مرے ۔ تعجب مین ای واہ ۔ ای لو ۔ تمنا کے لئے ای وہ دن خدا کرے ۔ امر مین ای یہان آؤ ۔ نہی مین ای یہہ بات نہ کرنا ۔ استفہام کی جگہہ پر ای بتاؤ ۔ قسم مین ای تمہارے جان کی قسم ۔ عرض کے لئے ای یہان نہین آتے کہ باتین کرین ۔ ترجی مین ای شاید وہ آیا ۔ لوم کے لئے ای لعنت ہے تخفیف کیلئے ای توبہی جواب نہین دیتا ۔ وجہ یہہ ہے کہ ای حرف ندا ہے اور ندا انشا ہے اس سبب سے اسکا استعمال انشاہی مین ہوتا ہے اس صورت سے کہ منادی محذوف ہو ۔ اگر جملہ خبریہ مین حرف ندا واقع ہو تو منادی کا ذکر ضرور ہے کہ وہ منادی سے مل کر جملۂ انشائیہ ہوجائے اور جملہ خبریہ کا جزو نہ واقع ہو

تو ہوا جلوہ گر مبارک ہو　　ریزشِ سجدۂ جبینِ نیاز

تو آیا اب میرا سجدہ کرنا تجہے مبارک ہو ؁

ایجاز و اطناب و مساوات کی مثالیں

مجھکو پوچھا تو کچھ غضب نہ ہوا — مین غریب اور تو غریب نواز

اس شعر مین (کچھہ غضب نہ ہوا) کثیر المعنی ہے اگر اس جملہ کے بدلے یون کہتے کہ (مہربانی کی) تو لفظ و معنی مین مساوات ہوتی ایجاز نہ ہوتا - اور اگر اسکے بدلے یون کہتے کہ (مرا خیال کیا) تو مصرع مین اطناب ہوتا لطف ایجاز نہوتا - یعنے اس مصرع مین - مجھکو پوچھا مرا خیال کیا اطناب ہے اور اس مصرع مین - مجھہ کو پوچھا تو مہربانی کی - مساوات ہے اور اس مصرع مین - مجھہ کو پوچھا تو کچھہ غضب نہ ہوا ایجاز ہے اس سبب سے کہ یہہ جملہ کہ (کچھہ غضب نہ ہوا) معنی زائد پر دلالت کرتا ہے - اس جملہ کے تو فقط یہی معنے ہین کہ (کوئی بیجا بات نہین ہوئی) لیکن معنے زائد اس سے یہہ بھی سمجھہ مین آتے ہین کہ معشوق انسے بات کرنا امر بیجا سمجھے ہوئے تھا یا اپنے خلاف شان جانتا تھا اور اسکے علاوہ یہہ معنے بھی پیدا ہوتے ہین کہ اسکے دل مین معشوق کی بے اعتنائی و تغافل کے شکوے بھرے ہوئے ہین مگر اوسکے ذرا بات کرلینے سے اسکو اب امید التفات پیدا ہوئی ہے اور اون شکوون کو اس خیال سے ظاہر نہین کرتا کہ کہین خفا نہ ہو جائے اس آخری معنی پر فقط لفظ غضب نے دلالت کی کہ اس لفظ سے بوئے شکایت آتی ہے اور اسکے دل کے پر شکوہ ہونیکا حال کہلتا ہے بخلاف اسکے اگر یون کہتے کہ مجھکو پوچھا تو مہربانی کی - تو یہہ جتنے معنے زائد بیان ہوئے ان مین سے کچھہ بھی نہین ظاہر ہوتے (فقط مہربانی کی) مین جو معنے ہین وہ البتہ نکلتے ہین جیسے کہ وہ لفظ سے نکلتے ہین - اور اگر یون کہا ہوتا کہ مجھکو پوچھا مرا خیال کیا تو نہ تو کچھہ معنے زائد ظاہر ہوتے نہ کوئی اور نئے معنے پیدا ہوگئے تھے بلکہ (مرا خیال کیا) کے وہی معنے ہین جو (مجھکو پوچھا) کے معنی ہین - یا دونون جملہ قریب المعنی ہین - غرض کہ (مرا خیال کیا) مین لفظ نئے ہین اور معنے نئے نہین اسکے علاوہ اون دونون مصرعون مین شرط و جزا مل کر ایک ہی جملہ ہوتا ہے اور اس مصرع مین دو جملہ مین اس سے ظاہر ہوا کہ اس مصرع مین کثیر اللفظ و قلیل المعنے ہونیکے سبب سے اطناب ہے اور مؤلف کے مصرع مین قلیل اللفظ اور کثیر المعنی ہونیکے سبب سے ایجاز ہے اور جو مصرع باقی رہا اوس مین لفظ و معنے مین مساوات ہے - اس جگہہ یہہ نکتہ بیان کر دینا بھی ضروری کہ یہہ شعر مصنف کا مجھکو پوچھا تو کچھہ غضب نہ ہوا مین غریب اور تو غریب نواز

مقام نہالیش مین ہے اور یہہ دونون شعر مجھکو پوچھا تو مہربانی کی تو مین غریب اور تو
غریب نواز - مجھکو پوچھا مرا خیال کیا تو مین غریب اور تو غریب نواز مقام شکر مین ہین
یعنے اوس شعر مین معشوق کا نہالیش کرنا مقصود ہے اور ان دونون شعرون مین
اوسکا اداے شکر مقصود ہے غرضکہ اوسکی غایت ہی اور ہے اور ان کی غایت
ہی اور ہے اور جب مقام مین اختلاف ہوا تو مقتضاے مقام بھی الگ الگ ہوا
لیکن ان دونون شعرون مین غایت ایک ہی ہے اور دونون شعر مقام شکر مین ہین اور
مقام شکر کا مقتضی یہہ ہے کہ اداے شکر کرتے وقت احسان کو طول دیکر بیان کرنا
حسن رکہتا ہے اور اسی سبب سے جس مصرع مین اطناب ہے وہ مقتضاے مقام
سے زیادہ مطابقت رکہتا ہے بہ نسبت اوس مصرع کے جس مین مساوات ہے یعنی اس
مقام مین اطناب والا مصرع بلیغ ہے اور مساوات والا غیر بلیغ - ان دونون
شعرون کے مقابلہ سے غرض یہہ ہے کہ مقام اطناب مین مساوات ہونا حسن کلام
کو گھٹا دیتا ہے -

اسد اللہ خان تمام ہوا ای دریغا وہ رند شاہد باز

دوسرے مصرع مین ندبہ ملحوظ ہے اور ندبہ اقسام انشا مین سے ہے اور مقام انشا مین
تنہا حرف ندا کو لانا اور منادی کو محذوف کر دینا محاورہ ہے جیسا آگے بہ تفصیل بیان
ہوا لیکن اہل نحو ایسے مقام پر دریغ کو منادی کا قائم مقام سمجھتے ہین -

(ردیف سین)

مژدہ ای ذوق اسیری کہ نظر آتا ہے دام خالی قفس مرغ گرفتار کے پاس

شکاری کا یہہ طریقہ مشہور ہے کہ جال لگا کر ایک طائر کا پنجرہ وہان رکہہ دیتے ہین کہ اوسے
دیکہہ کر اور اوسکی آواز پر طیور وحشی وہان اوترین

جگر تشنہ آزار تسلی نہ ہوا جوی خون ہم نے بہائی بن ہر خار کے پاس

اپنے ہمرا جگر جو تشنہ آزار ہے اور آبلہ پائی و صحرا نوردی سے اوسی لطف ملتا ہی اب
ہی اوسے تسلی نہ ہوی ایک ایک کانٹے کے پاس میرے تلوون سے لہو کی ندیان
بہ گئین لیکن ایذا اوٹہانے سے اوسکا جی نہ بہرا جگر کا تسلی ہونا خلاف محاورہ ہے -

مند گئین کہولتے ہی کہولتے آنکھین ہے ہے خوب وقت آئے تم اس عاشق بیمار کے پاس

کھولتے ہی کھولتے مین حالت انتظار کا بیان کیا ہے اسی مضمون کا ایک شعر گذر چکا ہے

سنگ گئین کھولتے ہی کھولتے آنکھین غالب — یار لائے میری بالین پہ اوسے پر کس وقت

مین ہی رک رک کے نہ مرتا جو زبان کے بدلے — دشنہ اک تیز سا ہوتا مرے غمخوار کے پاس

یعنی شماتت و ملامت کہنا اُس سے یہہ بہتر تھا کہ ایک چھری مار دی ہوتی ہے

دہن شیر مین جا بیٹھیے لیکن ای دل — نہ کھڑے ہوجیے خوبان دل آزار کے پاس

بیٹھنا اور کھڑے ہونا مقابلہ کا لطف رکھتا ہے

دیکھکر تجھکو چمن بسکہ نمو کرتا ہے — خودبخود پہونچے ہے گل گوشۂ دستار کے پاس

نمو کا باعث جوش شوق ہے اسکا ذکر مصنف نے اس سبب سے ترک کیا کہ قرینہ اوس پر موجود ہے یعنی معشوق کو دیکھنا ایسی بات نہین کہ کوئی اوسے دیکھے اور دیکھکر ولولۂ شوق نہ پیدا ہو

مر گیا پھوڑ کے سر غالب وحشی ہے ہے — بیٹھنا اوسکا وہ آکر تری دیوار کے پاس

اوپر یہہ بیان گذر چکا ہے کہ خبر سے زیادہ تر انشا مین لطف ہے یعنی انشا اوقع فی القلب ہو اسی سبب سے جو شاعر مشاق ہے وہ خبر کو بھی انشا بنا لیتا ہے۔ اس شعر مین مصنف نے خبر کے پہلو کو ترک کر کے شعر کو نہایت ملیح کر دیا یعنے دوسرا مصرع اگر یون ہوتا۔ بیٹھا کرتا تھا جو آکر تری دیوار کے پاس۔ یا اس طرح ہوتا۔ ابھی بیٹھا تھا جو آکر تری دیوار کے پاس تو یہہ دونون صورتین خبر کی تھین۔ اور یہہ بیٹھنا اوسکا وہ آکر تری دیوار کے پاس جملہ انشائیہ ہے۔ اور (وہ) کا اشارہ اس مصرع مین اور بھی ایک خوبی ہے جو اون دونون مین نہین ہے۔

اس شعر مین وہ کا لفظ ان مضمون کے طرف اشارہ کرتا ہے کہ معشوق جسکی طرف خطاب ہے اس واقعہ سے ناواقف نہین ہے جبھی تو یہہ اوسی یاد دلاتا ہے۔ اور آکر کا لفظ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اوس وحشی کا دستور یہہ تھا کہ جن جن وقتون مین اوسے معشوق کی صورت دیکھنے کی یا آواز سن لینے کی امید ہوتی تھی اون اوقات مین روز روز آکر بیٹھا کرتا تھا۔ اگر (آکر) اس مصرع مین نہ ہوتا تو یہہ مطلب نکلتا کہ فقط اوس کے بیٹھ رہنے کو یاد دلاتا ہے اور شعر کا حسن کم ہو جاتا ہے اسلیے کہ آکر بیٹھنا ایک ادا اور ایک حرکت ہے اور بیٹھے رہنا سکون و ہیئت ہے اور دونون کا فرق ظاہر ہے۔

(ردیف ش)

نہ لیوے گر خس جوہر طراوت سبزۂ خط سے لگا دے خانۂ آئینہ میں روئے نگار آتش

آئینہ میں عکس پڑنا اور آگ لگ جانا ان دونوں میں وجہ شبہ حرکت ہے اور بہت بدیع ہے تشبیہ اس سبب سے کہ وجہ شبہ بہت ہی لطیف ہے مطلب یہ کہ جوہر آئینہ کو معشوق کے سبزۂ خط سے طراوت پہنچ جاتی ہے نہیں تو شعلہ رخسار کے عکس نے خانۂ آئینہ میں آگ لگا دی ہوتی۔

فروغ حسن سے ہوتی ہے حل مشکل عاشق نہ نکلے شمع کے پا سے نکالے گر نہ خار آتش

شمع کے ڈورے کو خار شمع کہتے ہیں اور اس خار کا نکالنا والا شعلۂ شمع ہے اور لفظ حل کو تانیث باندھا ہے شاید مشکل کے ہمسایہ میں ہونے سے وہ ہو گا کہا یا ورنہ محاورہ یہ ہے کہ میں نے اس کتاب کا حل لکھا

(ردیف غ)

جادۂ رہ خور کو وقت شام ہے تار شعاع چرخ وا کرتا ہے ماہ نو سے آغوش وداع

یعنی آفتاب فلک پر سے سفر کرتا ہے اور فلک نے آغوش ہلال کو کھولا ہے اوس کے وداع کرنے کو اور جس لیک پر وہ چل رہا ہے وہ تار شعاع ہے یعنی غروب کے بعد جو خط ابیض افق سے بلند دکھائی دیتا ہے وہی اوسکی لیک ہے آفتاب کے طلوع سے ذرا پہلے اور غروب کے بعد دو خط ابیض افق میں نمایاں ہوتے ہیں اہل ہند اونہیں قرن الشمس کہتے ہیں اونہیں دو میں سے ایک کو مصنف نے جادۂ راہ کہا ہے لیکن اس مضمون میں کچھ تغزلیت نہیں ہے قصیدہ کا مطلع ہو تو ہو سکتا ہے۔

رخ نگار سے ہے سوز جاودانی شمع ہوئی ہے آتش گل آب زندگانی شمع

اسی ادعای شاعرانہ کہتے ہیں کہ پہلے یہ ٹھہرایا کہ شمع رخ معشوق کو دیکھ کر جل رہی ہے پھر اسی بنا پر یہ مضمون پیدا کیا کہ آتش گل جو کہ چہرۂ معشوق میں ہے وہ شمع کے لئے آب حیات ہے اور اس سبب سے کہ محاورہ میں بجھی ہوئی شمع کو شمع کشتہ کہتے ہیں جلتی ہوئی شمع کو شعرا زندہ فرض کرتے ہیں

زبان اہل زبان میں ہے مرگ خاموشی یہ بات بزم میں روشن ہوئی زبانی شمع

شمع جو شعلہ کے اعتبار سے اہل زبان ہے جب خاموش ہو جاتی ہے تو اوسے شمع

کشتہ و مردہ کہتے ہین تو اس سے یہہ بات روشن ہوئی کہ جتنا اہل زبان ہو اوس کا خاموش
رہنا گویا کہ مرگ ہے ۔ اس شعر مین زبان و اہل زبان و مرگ و خاموشی و بزم و روشن
زبانی یہہ سب شمع کے ضلع کی لفظین ہین مگر بہت بے تکلف صرف ہوئین ۔

کرتی ہے صرف بایماے شعلہ قصہ تمام — بطرز اہل فنا ہے فسانہ خوانی شمع

شمع صرف شعلہ کے اشارہ سے سارا قصہ تمام کرلیتی ہے ۔ یعنی شعلہ سے لو لگا کر سر سے
پاؤن تک فنا ہوجاتی ہے جسطرح صوفیان اہل فنا شعلہ عشق سے لو لگا کر فنا فی الذات ہوجاتی
ہین اور اپنی ہستی سے گذر جاتے ہین ۔

غم اس کو حسرت پروانہ کا ہے اے شعلہ — ترے لرزنے سے ظاہر ہے ناتوانی شمع

یعنی پروانہ کے غم نے اسے ناتوان کردیا ہے یہی وجہ ہے شعلہ لے تھرتھرانے کی ۔ شعلہ کیطرف
خطاب کرنا یہان بے لطفی سے خالی نہین

ترے خیال سے روح اہتزاز کرتی ہے — بجلوہ ریزی باد و بہ پرفشانی شمع

دوسرے مصرع مین (بہ) دونون جگہہ قسم کے لئے ہے ۔ اس شعر مین مصنف نے تشبیہ کو
بہ تفنن عبارت ادا کیا ہے یعنی یہہ نہین کہا کہ جس طرح ہوا سے پرفشانی شمع ہوتی ہے
بلکہ مشبہ بہ کی قسم کہائی یعنے قسم ہے ہوا کے آنے اور شمع کے جھلملانیکی کہ تری خیال
سے روح پھڑکنے لگتی ہے ۔ اور اگر (بہ) کو سببیہ لین تو یہہ لطف نہین رہتا اور اگر
(بہ) کو معنی تشبیہ کے لئے لین تو یہی وہی معنے اول پیدا ہوتے ہین

نشاط داغ غم عشق کی بہار نہ پوچھ — شگفتگی ہے شہید گل خزانی شمع

مطلب یہ ہے کہ جس طرح شگوفہ شعلہ بہار شمع کو خزان کردیتا ہے اسی طرح داغ عشق عاشق کا کام
تمام کردیتا ہے لیکن اس داغ مین عجب بہار ہے اور اس گل خزانی پر شگفتگی نثار ہے

جلے ہے دیکھ کے بالین یار پر مجھ کو — نہ کیون ہو دل پہ مرے داغ بدگمانی شمع

شمع کیطرف سے یہہ بدگمانی ہے کہ مجھے بالین یار پر دیکھ کر مارے رشک کے جلی جاتی ہے
یعنی اوس جگہہ کو وہ اپنے لئے خاص سمجھتی ہے ۔

(ردیف ف)

بیم رقیب سے نہین کرتے وداع ہوش — مجبوریان تلک ہوئے اے اختیار حیف

ڈر کی وجہ یہہ ہے کہ رقیب بے ہوش دیکھکر راز عشق سے واقف ہوجائیگا یہہ انتہائی مجبوری ہے

سکرا نہ ہوش رہی اختیار نہین اوس مین ہی رقیب کا ذکر پڑا ہے - لفظ (تلک) کو آج کل کے شعرا نے اتفاق کرکے ترک کر دیا ہے اور اسکو غیر فصیح سمجھتے ہین تلک کی جگہ (تک) کہتے ہین لیکن ہر زبان مین معیار فصاحت محاورہ ہے اور محاورہ مین تلک اور تک دونون موجود ہین پھر اسکے ترک کرنیکی کوئی وجہ نہین بلکہ ایک وجہ سے تلک بہ نسبت تک کے افصح ہے وہ یہہ ہے کہ جن اہل تحقیق نے حروف کے مخارج و صفات پر نظر کی ہے اونہون نے چہہ حرف ایسے پائے ہین کہ جس کلمہ مین اونمین کا کوئی حرف ہو اوس کلمہ کو سلیس و فصیح سمجھتے ہین اون حرفون کا مجموعہ (مر بنفل) مشہور ہے چونکہ تلک مین بنفل کا لام ہے اور تک مین اوسکا کوئی حرف نہین -

جلتا ہے دل کہ کیون نہ ہم اک بار جل گئے　　اے ناتمامی نفس شعلہ بار حیف

یعنی اس بات کے خیال سے دل جلتا ہے کہ یہہ سانس اشتعال حرارت پیدا کرتی ہے لیکن سانس تمام کیون نہین ہوتا کہ ایک ہی بار جل جائین - اس مطلب کو مصنف نے کتنی ہی جگہہ نظم کیا ہے -

(ردیف ک)

زخم پر چھڑکین کہان طفلان بے پروا نمک　　کیا مزا ہوتا اگر پتھر مین بھی ہوتا نمک

جو لڑکے کہ دیوانہ کو پتھر مار رہے ہین اونہین زخمون پر نمک چھڑکنے کا کہان دماغ اگر یہہ پتھر نمک کے ڈھیلے ہوتے تو بڑا مزا تہا کہ زخم بھی لگتا اور نمک بھی چھڑک جاتا -

گرد راہ یار ہے سامان ناز زخم دل　　ورنہ ہوتا ہے جہان مین کسقدر پیدا نمک

کہتے ہین نمک کا زخم مین ہونا کچھہ ایسا باعث لذت نہین ہے میرے زخم کو بڑا ناز اس بات پر ہے کہ اوس مین گرد راہ یار بھری ہوئی ہے ورنہ نمک کی کیا کمی ہے دوسرا پہلو ہے کہ کس قدر کے معنے یہہ لین کہ نمک اتنا کہان دنیا مین ممکن ہے جس پر مجھے زخم کو ناز کرے -

مجھہ کو ارزانی رہے تجھکو مبارک ہو جیو　　نالۂ بلبل کا درد اور خندۂ گل کا نمک

یعنی مجھے نالۂ بلبل کا درد ارزانی ہو اور تجھے خندۂ گل کا نمک مبارک ہو اس شعر مین جو ہیئت ترکیبی و لفظی ہے اور بہتر و نمک ہے -

شور جولان تہا کنار بحر پر کس کا کہ آج　　گرد ساحل ہے بہ زخم موجۂ دریا نمک

دریا کنارے معشوق کے گھوڑے کو جولان کرنا ایسا پر شور تھا کہ گرد ساحل کو نمک بنا دیا زور و شور دریا کے صفات مین سے ہے یہہ صفت اوسکے جولان مین دیکھہ کر موج کے زخم مین نمک لگنے لگا یعنے رشک سے ۔

داد دیتا ہے مرے زخم جگر کی واہ واہ — یاد کرتا ہے مجھے دیکھے ہے وہ جس جا نمک

معشوق کی شوخی کا بیان ہے کہ وہ زخمون مین نمک چھڑکتا ہے اور جہان نمک دیکھتا ہے مجھے یاد کرتا ہے لیے بلا کر میرے زخمون مین نمک چھڑکتا ہے ۔

چھوڑ کر جانا تن مجروح عاشق حیف ہے — دل طلب کرتا ہے زخم اور مانگے ہین اعضا نمک

یعنی اعضا مجروح ہو چکے ہین وہ نمک مانگ رہے ہین اور دل ایسا ہی زخم ہی ہمیشہ لگا ہے وہ زخم چاہتا ہے ایسے وقت مین تو کہان چھوڑ کے جاتا ہے ۔

غیر کی منت نہ کھینچونگا پئے توفیر درد — زخم مثل خندۂ قاتل ہے سر تا پا نمک

خندۂ زخم مشہور استعارہ ہے یہان مصنف نے یہہ جدت کی کہ خندۂ معشوق سے اوسے تشبیہ دی ہے اور وجہ تشبیہ اوسکے نمکین ہونے کو قرار دیا ہے اور جس زخم مین نمک ہو اوس کے درد کا کیا مذکور

یاد ہین غالب تجھے وہ دن کہ وجد ذوق مین — زخم سے گرتا تو مین پلکون سے چنتا تھا نمک

یہہ بات مشہور ہے کہ نمک زمین پر گرے تو پلکون سے اوٹھانا پڑتا ہے ۔ اس شعر مین (مین) کی جگہہ (تو) زیادہ مناسب ہے اس سبب سے کہ جب یہہ کہتے ہین کہ تمہین وہ بات یاد ہے تو وہ بات اکثر ایسی ہوتی ہے جو مخاطب پر گزری ہوئی ہو اپنی گزری ہوئی کوئی دوسرے کو یاد نہین دلاتا ۔ یا (تجھے) کی جگہہ (مجھے) ہوگا کاتب نے غلطی سے تجھے لکھدیا لیکن پہلی صورت اوس سے بہتر ہے ۔

آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک — کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک

یہہ محاورہ ہے کہ ہم اوسکے سر ہو گئے یعنی پیچھے لگ گئے یعنے جب تک تری زلف سر ہو حال ہے یا خیر ہو میرا کام تمام ہو جائے گا

دام ہر موج مین ہے حلقۂ صد کام نہنگ — دیکھین کیا گذرے ہے قطرہ پہ گہر ہونے تک

یہہ شعر ایک تمثیل ہے کہ عالم مین ہر وقت طوفان حوادث برپا ہے کسی مطلب مین

کامیاب ہوتے ہی ہوتے نہ جانے کیا گزر جائے ۔ یہان ہر موج دام اور ہر حلقہ دام انکا ہے

عاشقی صبر طلب اور تمنا بیتاب　　دل کا کیا رنگ کرون خون جگر ہونے تک

یعنی عشق کے معاملات ایسے ہین کہ جلدی مین کام نہین نکل سکتا اور آرزو بیتاب ہے اور جلدی کر رہی ہے غرض کہ جب تک جگر لہو ہو اور کام تمام ہو جای دل کا سنبھالنا بہت مشکل ہے

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن　　خاک ہو جائینگے ہم تم کو خبر ہونے تک

مطلب یہہ ہے کہ جب تمہین خبر ہوگی تو خبر لو گے لیکن خبر ہوتے ہوتے یہان کام تمام ہے

پرتو خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم　　مین بھی ہون ایک عنایت کی نظر ہونے تک

یعنی میری ہستی مثل شبنم کے ہے اور تیری نظر پرتو خورشید ہے تیری ایک ہی نظر مین مجھے ثبات و قیام نہین رہ سکتا جس طرح آفتاب کے سامنے شبنم فنا ہو جاتی ہے

یک نظر بیش نہین فرصت ہستی غافل　　گرمی بزم ہے اک رقص شرر ہونے تک

مطلب یہہ ہے کہ دنیا کو ایک نظر دیکھہ لینے سے زیادہ تیرا قیام نہین ہے جس طرح شرر محفل کو ایک نظر دیکھہ لینے سے زیادہ قایم نہین رہ سکتا ۔

غم ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگ علاج　　شمع ہر رنگ مین جلتی ہے سحر ہونے تک

یعنی محفل مین کیسا ہی رنگ و نشاط ہو مگر شمع کے جلنے کا اوس سے کچھہ علاج نہین ہو سکتا اوسکا بجھنا ہی (مردن) اوسکے جلنے کا علاج ہے

(ردیف گ)

گر تجھہ کو ہے یقین اجابت دعا نہ مانگ　　یعنی بغیر یک دل بے مدعا نہ مانگ

یعنی جب کوئی مدعا ہی نہوگا تو دعا مانگنے کی ضرورت ہی نہ ہوگی

آتا ہے داغ حسرت دل کا شمار یاد　　مجھہ سے مرے گنہ کا حساب اے خدا نہ مانگ

داغ اور گنہ دونون یہان اسم جنس ہین اور اس وجہ سے جمع کے حکم مین ہین مطلب یہہ ہے کہ ہر ایک گنہ کا باعث کوئی نہ کوئی حسرت و شوق ہے تو گناہ کے ذکر سے وہ حسرتین یاد آتی ہین اور صدمہ ہوتا ہے کہ کثرت گناہ کثرت داغ کے مثل ہے ۔

(ردیف ل)

ہے کس قدر ہلاکِ فریبِ وفائے گُل — بلبل کے کاروبار پہ ہین خندہ ہائے گُل

یعنی بلبل ایسی دہوکے مین مری جاتی ہے کہ رنگ گل مین وفا و ثبات ہے اوس کی اسی نافہمی پر پہول ہنس رہے ہین یہہ مصرع بعینہ پہلے ایک جگہہ گزر چکا ہے بلبل کے کاروبار پہ ہین خندہ ہای گل کہتے ہین جسکو عشق خلل ہے دماغ کا

آزادیِ نسیم مبارک کہ ہر طرف — ٹوٹے پڑے ہین حلقۂ دامِ ہوائے گُل

ہوای گل بمعنی شوق گل ہے - گل شگفتہ کو حلقۂ شکستۂ دام سے تشبیہہ دی ہے اور نسیم سے خوشبو مراد ہے جو گل کے حلقہ دام شوق کو توڑکر آزاد ہو جاتی ہے یعنی بوی گل کو آزادی مبارک ہو کہ سب پہول شگفتہ ہو گئے

جو تہا سو موجِ رنگ کی دہوکے مین مر گیا — اے وائے نالۂ لبِ خونین نوائے گُل

مر جانے سے انتہای فریفتگی مقصود ہے یعنے گل کے نوای خونین و نالۂ خون چکان کو لوگ موج رنگ سمجہ کر مفتون ہو رہے ہین

خوش حال اوس حریفِ سیہ مست کا کہ جو — رکہتا ہو مثلِ سایۂ گُل سر بپائے گُل

یعنی وہ مے نوش سیہ مست جو معشوق کے پاؤن پر سر رکہے ہوے عرض تمنا کر رہا ہو اوس کا کیا کہنا - معشوق کو گل سے اور عاشق سیہ مست کو سایۂ شاخ گل سے تشبیہہ دی ہے

ایجاد کرتی ہے اُسے تیرے لئے بہار — میرا رقیب ہے نفسِ عطر سائے گُل

(تیرے لئے) یعنی پہول تیرے گلے کا ہار ہون اور تجہہ سے ہم بستر ہون -

شرمندہ رکہتے ہین مجہے بادِ بہار سے — مینائے بے شراب و دلِ بے ہوائے گُل

یہہ شعر ایک سوال مقدر کا جواب ہے - یعنے میرا شراب پینا اور باغون کی سیر کرنا لوگ برا سمجہتے ہین مگر ایسا نہ کرون تو مجہے باد بہار سے شرمندگی ہوتی ہے

سطوت سے تیرے جلوۂ حسنِ غیور کی — خون ہے مری نگاہ مین رنگِ ادائے گُل

یعنی غیور ہونیکے سبب سے تو نہین چاہتا کہ کسی اور کی ادا عاشق کو اچہی معلوم ہو اسی سبب سے رنگ گل میری نگاہ مین خون ہے یعنے اچہا نہین معلوم ہوتا -

تیرے ہی جلوے کا ہے یہہ دہوکا کہ آج تک — بے اختیار دوڑے ہے گُل در قفائے گُل

یعنی ایک پہول کو شگفتہ دیکہہ کر دوسرا پہول جو نکلتا ہے تو اوسے یہہ دہوکا ہوتا ہے

کہ تو جلوہ گر ہوا ہے

غالب مجھے ہے اوس سے ہم آغوشی آرزو جس کا خیال ہے گل جیب قبائے گل

یعنی جس شاہد حقیقی کے خیال کو گل نے اپنا زینت گریبان بنایا ہے مین اوس سے ہم آغوش ہونا چاہتا ہون ٭٭٭

ردیف م

غم نہین ہوتا ہے آزادون کو بیش از یک نفس برق سے کرتے ہین روشن شمع ماتم خانہ ہم

یعنی ہماری ماتم خانہ مین شمع اگر ہے تو برق ہے جب دم بھر سے زیادہ ہم غم نہین کرتے تو روشنی بھی دم بھر سے زیادہ ہونیکی ضرورت نہین

محفلین برہم کرے ہے گنجفہ باز خیال ہین ورق گردانی نیرنگ یک بتخانہ ہم

خیال کا محفلون کو برہم کرنا یعنے جو محفلین برہم ہوگئی ہین اونکی برہمی کو یاد دلانا - حاصل یہ کہ ہمارے خیال مین حسینون کی محفلین جو برہم ہوگئی ہین ہر وقت رہا کرتی ہین ہم گویا کہ ورق گردانی نیرنگ بتخانہ ہین اس شعر مین گنجفہ کی ورق گردانی سے محفل نشاط کی برہمی کو تشبیہ دی ہے اور تازہ تشبیہ ہے

باوجود یک جہان ہنگامہ پیدائی نہین ہین چراغان شبستان دل پروانہ ہم

کہتے ہین کہ پروانہ کے دل مین جس چراغ کے شوق نے روشن ہو کر اس قدر ہنگامہ آرائی کی ہے وہ ایسا چھپا ہوا ہے کہ اوس کے لئے پیدائی و ظہور کچھ بھی نہین ہے یہی حال ہماری ہستی کا ہے کہ ہنگامہ سب کچھ ہے مگر ہستی کا کہین پتہ نہین یعنی ہستی حقیقت مین اگر ہے تو ایک وہی ہے

ضعف سے ہے نے قناعت سے یہ ترک جستجو ہین وبال تکیہ گاہ ہمت مردانہ ہم

یعنی ہمت مردانہ کو قناعت پر تکیہ ہے اور قناعت کو سبب ہونا چاہیے ترک دنیا کا یہ کہ ترک دنیا تو ہے مگر سبب ضعف ہمت کے ہے اور یہی ضعف ترک جستجو کا سبب ہے تو اب ترک جستجو ہمت مردانہ کے لئے وبال ہے

دائم الحبس اس مین ہین لاکھون تمنائین اسد جانتے ہین سینۂ پرخون کو زندان خانہ ہم

جو حسرتین کہ کبھی نکلی ہی نہین او نہین اسیر دائم الحبس سے تعبیر کیا ہے -

---

بہ نالہ حاصل دل بستگی فراہم کر
متاع خانۂ زنجیر جز صدا معلوم

دل بستگی و تعلق خاطر کو زنجیر سے تعبیر کیا ہے کہتے ہیں اگر تجھے دل بستگی ہے تو نالہ کشی بہی اختیار کر کہ خانۂ زنجیر میں جو مال و دولت ہے وہ فقط صدا اسئے شیون ہے تعلقات دنیا کی مذمت مقصود ہے

مجہہ کو دیار غیر میں مارا وطن سے دور
رکہہ لی مرے خدا نے مری بیکسی کی شرم

یعنی اگر وطن میں مرتا تو بے کسی پر کیونکر افتخار کرتا ۔ یعنے یہہ امر بیکسی کے لیئے ننگ کا باعث ہوتا

وہ حلقہ ہائے زلف کمین میں ہیں اے خدا
رکہہ لیجو میرے دعوی وارستگی کی شرم

یعنی اگر اسیر زلف ہو گیا تو یہہ آزادی و وارستگی کا دعوی نہ باقی رہے گا ۔

(ردیف ن)

لوں وام بخت خفتہ سے یک خواب خوش ولے
غالب یہہ خوف ہے کہ کہاں سے ادا کروں

تقدیر سو رہی ہے اور میں بے خواب ہوں اگر اپنے مقدر سے ایک خواب خوش قرض لوں تو لے سکتا ہوں لیکن یہہ قرض کہاں سے ادا کرونگا میں تو دولت خواب سے محروم ہوں

وہ فراق اور وہ وصال کہاں
وہ شب و روز و ماہ و سال کہاں

اگلے زمانہ کو شاعر یاد کرتا ہے فراق بڑی چیز ہے لیکن اب وہ بہی یاد آتا ہے کہ وہ دل اور وہ شوق باقی نہیں رہا جسکے سبب سے فراق کو فراق اور وصال کو وصال سمجہتے تہے یہہ ساری غزل ایک ہی مضمون میں ہے

فرصت کاروبار شوق کسے
ذوق نظارۂ جمال کہاں

دل تو دل وہ دماغ بہی نہ رہا
شور سودائے خط و خال کہاں

تہی وہ اک شخص کے تصور سے
اب وہ رعنائی خیال کہاں

یہاں (اک شخص) کا لفظ بہت بلیغ ہے اگر اسکے بدلے (اک شوخ) کہا ہوتا تو معشوق

کی تعریف لفظی اور اوس سے یہہ ظاہر ہوتا کہ ابھی تک ذوق و شوق باقی ہے جو معشوق
کو ایسی لفظ سے تعبیر کیا ہے اور یہہ مقتضائے مقام کے خلاف ہوتا -

ایسا آسان نہین لہو رونا — دل مین طاقت جگر مین حال کہان

یعنی مصائب عشق کی انتہا ہوگئی اور سب خون دل جگر صرف ہوچکا -

ہم سے چھوٹا قمار خانۂ عشق — وہان جو جاوین گرہ مین مال کہان

یعنی اب نہ نقد دل ہے نہ اشرفی داغ ہے نہ دولت صبر ہے داو کس مال پر لگاوین
اور جوا کس برتے پر کھیلین

فکر دنیا مین سر کھپاتا ہون — مین کہان اور یہہ وبال کہان

یعنی ایک زمانہ وہ تہا کہ کبھی فکر دنیا سے مجھے کچھہ تعلق ہی نہ تھا -

مضمحل ہوگئے قوی غالب — وہ عناصر مین اعتدال کہان

اعتدال عناصر سے شباب مراد ہے

کی وفا ہم سے تو غیر اسکو جفا کہتے ہین — ہوتی آئی ہے کہ اچہون کو برا کہتے ہین

(کی) کا فاعل معشوق ہے -

آج ہم اپنی پریشانی خاطر اون سے — کہنے جاتے تو ہین پر دیکھئے کیا کہتے ہین

یعنی دیکھئے وہان جاکر ہم کیا کہتے ہین یا دیکھئے سنکر وہ کیا کہتے ہین - ان دونون صورتون مین
پہلی صورت کثیر المعنی ہے اوس سے یہہ معنے زائد ظاہر ہوتے ہین کہ معشوق کے سامنے
جاکر جو محویت وازخود رفتگی پیدا ہوگی اوس مین کہون گا کچہہ اور منہ سے کچہہ نکلیگا اس
سبب سے کہ دل تو ابہی سے پریشان ہے

اگلے وقتون کے ہین یہہ لوگ انہین کچہہ نہ کہو — جو مے و نغمہ کو اندوہ ربا کہتے ہین

اندوہ ربا ہونیکو انکار ہے یا تو اندوہ فزا ہونا انکا مقصود ہے یا مراد ہی کہ اندوہ ایسی چیز ہے کہ کسی طرح ہٹانہین بہلتا و

دل مین آجائے ہے ہوتی ہے جو فرصت غش سے — اور پہر کون سی نالہ کو رسا کہتے ہین

نالہ رسا وہ کہ اثر تک جسکی رسائی ہو لیکن شاعر نے یہان اسقدر ابہام کرکے یہہ بات ظاہر کی ہے
کہ اسکے نالہ کو کبہی اثر تک رسائی نہین ہوی یہہ جانتا ہی نہین کہ نالہ رسا اوسی کہتے
ہین جسکی پہونچ اثر تک ہو بلکہ یہہ رسائی نالہ اسی کو سمجھتا ہے کہ غش سے جو نکلا اور دل مین

نالہ آموجود ہوا ۔

ہے پرے سرحدِ ادراک سے اپنا مسجود — قبلہ کو اہلِ نظر قبلہ نما کہتے ہین

مصنف نے اس مسئلہ کو نظم کیا ہے کہ کعبہ کیطرف سجدہ کرنے سے کعبہ کو سجدہ کرنا نہین مقصود ہے بلکہ جسکو ہم سجدہ کرتے ہین وہ جہات سے منزہ ہے اور سجدہ کے لئے جہت ضرور ہے اس سبب سے جہت کعبہ کو معین کر لیا ہے اگر کعبہ منہدم ہوجائے جب بہی ہم اوسی جہت مین سجدہ کرین گے کہ وہ جہت بمنزلہ قبلہ نما ہے

پائے افگار پہ جب سے تجہے رحم آیا ہے — خار رہ کو ترے ہم مہر گیا کہتے ہین

ترے خار رہ سے وہ خار مراد ہے جو معشوق کی جستجو مین عاشق کے پاؤن مین گڑا ہے اوس کو مہر گیا اس سبب سے کہا ہے کہ لطف و مہر معشوق کا باعث وہ ہوا نہ وہ پاؤن کو زخمی کرتا نہ اوسے رحم آتا اور مہر گیا یعنی گیاہ آفتاب اقسام گیاہ مین سے ایک قسم ہے

اک شرر دل مین ہے اوس سے کوئی گہبرائیگا کیا — آگ مطلوب ہے ہم کو جو ہوا کہتے ہین

یعنی یہ نہ سمجہنا چاہئے کہ روح حیوانی جو کہ دل مین ہے اوسکی حرارت سے گہبرا کر انسانکو سانس لینے کی ضرورت ہوتی ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ اور اوسکا اشتعال مطلوب ہوتا ہے اور یہی باعث ہے کہ ہوا ستہ ضروریہ مین داخل ہے تاکہ بار بار سانس لینے سے حرارت غریزی کا اشتعال ہوتا رہے ۔ اس مضمون کو مصنف نے تو ایک قضیہ شعریہ کی طرح نظم کر دیا لیکن دوران خون کا مسئلہ جب سے ثابت ہوا اوس سے ظاہر ہو گیا کہ واقع مین ایسا ہی ہے کہ ہر سانس مین ہوا سے روح حیوانی کو اشتعال مطلوب ہے اور جو ہوا کہ نکلتی ہے یہ بعینہ ویسی ہی ہے جیسی ہوا کہ چراغ کی لو سے پیدا ہوتی ہے اس شعر سے مصنف کے فلسفیانہ مذاق کا اندازہ ہوسکتا ہے

دیکہئے لاتی ہے اوس شوخ کی نخوت کیا رنگ — اوس کی ہر بات پہ ہم نام خدا کہتے ہین

یعنی ہمارے اس فعل سے وہ جانتا ہے کہ میری ہر بات اچہی ہے اور اوس کی نخوت اور بڑہتی جاتی ہے ۔

وحشت و شیفتہ اب مرثیہ کہوین شاید — مر گیا غالب آشفتہ نوا کہتے ہین

مرنے کا مضمون بہت ہی پر اثر ہے اسی سبب سے واعظ بہی اسی مضمون سے اپنے

کلام کو رنگتے ہین اور شاعر بھی اپنے لئے یہہ خال بدگوارا کر لیتے ہین شیفتہ صاحب تذکرہ شعرا مشہور شخص ہین ؀

آبرو کیا خاک اوس گل کی کہ گلشن مین نہین ہے گریبان ننگ پیراہن جو دامن مین نہین

گریبان دامن مین جبھی ہوگا جب چاک ہوجائیگا اور چاک ہوکر گل سے مشابہت پیدا کرے گا اور دامن کو صحن گلشن بنا دے گا۔

ضعف سے اے گریہ کچھہ باقی مرے تن مین نہین رنگ ہوکر اوڑ گیا جو خون کہ دامن مین نہین

یعنے جو خون کہ آنسوؤن مین نہین نکلا وہ رنگ بن کر اوڑ گیا۔ لفظ گریہ سے یہہ مطلب نکلا کہ دامن مین جو خون ہے وہ اشک خونین ہین لیکن گریہ کی طرف خطاب کرنا نہایت تصنع ہے اور تکلف نا مقبول ہے۔

ہوگئی ہین جمع اجزائے نگاہ آفتاب ذرہ اوسکے گھر کی دیوارون کے روزن مین نہین

یعنے آفتاب کو بھی اوسے جھانک کر دیکھنے کا شوق ہے

کیا کہون تاریکی زندان غم اندھیر ہے پنبہ نور صبح سے کم جسکے روزن مین نہین

جہان تاریکی بہت ہو وہان ذراسی روشنی بھی زیادہ معلوم ہوتی ہے اس سے سمجھنا چاہئے کہ جس زندان مین پنبہ روزن پر سپیدہ صبح کا گمان ہوتا ہے وہ کس قدر تاریک ہوگا؀

رونق ہستی ہے عشق خانہ ویران ساز سے انجمن بے شمع ہے گر برق خرمن مین نہین

یعنے برق عشق اگر خرمن ہستی مین نہو تو ہستی انجمن بے شمع کی طرح بے رونق ہے۔

زخم سلوانے سے مجھہ پر چارہ جوئی کا ہے طعن غیر سمجھا ہے کہ لذت زخم سوزن مین نہین

یعنے زخم مین ٹانکے لگوانا اس لئے نہین ہے کہ اوسکا اچھا ہوجانا منظور ہو بلکہ زخم سوزن کی لذت اوٹھانا مقصود ہے۔ مضمون شعر یہی ہے جو گزرا لیکن اس مضمون کو مصنف نے رقیب کی غلط فہمی پر تشنیع کرکے حسن مین دہ چند کر دیا۔

بسکہ ہین ہم اک بہار ناز کے مارے ہوئے جلوۂ گل کے سوا گرد اپنے مدفن مین نہین

یعنے ایک بہار ناز کے تصور مین ہم مرگئے اور مدفن مین بھی اوسی تصور سے جلوۂ گل پیش نظر ہے

قطرہ قطرہ اک ہیولا ہے نئے ناسور کا خون بھی ذوق درد سے فارغ مرے تن مین نہین

یعنی لہو کا ہر قطرہ ناسور کی صورت پیدا کرنے والا ہے جس طرح ہیولے پر سے ایک صورت
معدوم ہوتی ہے اور دوسری طاری ہوتی ہے اسی طرح لہو کی ہر بوند سے قطرۂ
خون کی صورت فنا ہوکر ناسور کی صورت پیدا ہو جائیگی اور جہان جہان بدن پر
لہو کی کوئی چھینٹ ہے وہان وہان ناسور ہو جائیگا

لے گئی ساقی کی نخوت قلزم آشامی مری　　موجِ مے کی آج رگ مینا کی گردن میں نہیں

ہے ور رگ کو رگ گردن سے تعبیر کرتے ہیں اور اس تعبیر مین مجاز مرسل ہے کہتے ہیں کہ جب تک
شیشے مین شراب تھی ساقی بہت اترایا ہوا تھا مگر میری قلزم آشامی یعنی کثرت مے نوشی
نے اوسکی ساری نخوت مٹا دی اب مینا کی رگ گردن جاتی رہی یعنی کسی شیشے مین
موج شراب نہ رہی

ہوں فشارِ ضعف مین کیا ناتوانی کی نمود　　قد کے جھکنے کی بھی گنجائش مرے تن مین نہین

مطلب یہ ہے کہ ضعف تو چارون طرف سے بھینچ ڈالتا ہے قد جھکے تو کیونکر جھکے
اور کدھر جھکے

تھی وطن مین شان کیا غالبؔ کہ ہو غربت مین قدر　　بے تکلف ہون وہ مشتِ خس کہ گلخن مین نہین

ظاہر ہے کہ مشتِ خس اگر اپنے وطن مین ہے تو خارزار مین ہے اور اگر وطن سے باہر نکل کر کہین
قدم رکھا تو جاروب کشون نے نکال باہر کیا وطن مین اذیت اور غربت مین ذلت کا سامنا
ہے اوس کے لئے فروغ اور شان اگر ہے تو گلخن مین ہے اس شعر مین مذاق تصوف ہے
یعنی جس طرح شے آگ مین گر کر آگ ہو جاتی ہے اسی طرح عارف کو شاہد حقیقی کے ساتھ اتحاد
حاصل ہو جاتا ہے اور نہین تو ایک مشتِ خس ہے جسکا وطن عدم اور غربت امکان ہے
اور امکان پر جس طرح عدم سابق ہے اوسی طرح اوسی عدم لاحق بھی ہے کہ امکان وجود
بین العدمین کا نام ہے جو ممکن عدم سے آیا ہے وہ عدم مین چلا ہی جائیگا پس حیات
ابدی اس مین ہے کہ واجب الوجود سے ملحق ہو جائے اور فنا فی الذات ہوکر
ترانۂ انا و لا غیری بلند کرے ۔ لفظ بے تکلف اس شعر مین تکلف سے خالی نہین ۔

عہدے سے مدحِ ناز کے باہر نہ آسکا　　گر اک ادا ہو تو اسے اپنی قضا کہون

صاف شعر ہے پہلے مصرع مین (مین) محذوف ہے

حلقے ہیں چشمہای کشادہ بسوی دل — ہر تار زلف کو نگہ سرمہ سا کہوں

یعنے زلف کے حلقے گویا آنکھیں ہیں کہ دل کو گھور رہی ہیں اور جب حلقۂ زلف کو آنکھ کہا تو اس آنکھ کے لئے نگاہ بھی ہونا چاہیئے تو ہر ایک تار زلف کو مصنف نے نگاہ سرمہ سا بنایا

میں اور صد ہزار نوای جگر خراش — تو۔ اور ایک وہ نہ شنیدن کہ کیا کہوں

اس شعر سے یہہ دہوکا نہ کہانا چاہیئے کہ غالب سا شخص اور اس طرح اردو اور فارسی میں خلط کرے جسے ایک مبتدی سا مبتدی اور گنوار سا گنوار بھی صحیح نہیں سمجھتا۔ مقام طنز میں تفنن الفاظ اچھا معلوم ہوتا ہے یہہ سمجہہ کر مصنف نے یہاں (نہ شنیدن) کہا ہے لیکن یہہ تاویل مستبعد ہے اس میں شک نہیں۔

ظالم مرے گمان سے مجھے منفعل نہ چاہ — ہی ہی خدا نہ کردہ تجھے بے وفا کہوں

یعنی میرا گمان تو تجھے بے وفا کہتا ہے اور میں باوفا کہتا ہوں ایسا نہ کر کہ مجھے اپنے گمان سے منفعل ہونا پڑے مطلب یہہ کہ بے وفائی نہ کر کہ خدا نخواستہ مجھے بھی بے وفا کہنا پڑے

مہربان ہو کے بلالو مجھے چاہو جس وقت — میں گیا وقت نہیں ہوں کہ پھر آبھی نہ سکوں

ضعف میں طعنۂ اغیار کا شکوہ کیا ہے — بات کچھ سر تو نہیں ہے کہ اٹھا بھی نہ سکوں

زہر ملتا ہی نہیں مجھکو ستمگر ورنہ — کیا قسم ہے ترے ملنے کی کہ کھا بھی نہ سکوں

ان تینوں شعروں میں یہہ صنعت ہے کہ ایک فعل جو دو معنوں میں مشترک ہے اسی وجہ شبہ قرار دیا ہے لیکن خضر و سبزہ کی طرح یہاں محض اشتراک لفظی وجہ شبہ نہیں ہے اسی سبب سے یہہ اشعار بہت بدیع ہیں۔ مومن خان بھی اس طرز پر بہت دوڑے ہیں اور ایک واسوخت میں کئی بند اسی طرح کے کہے ہیں آتش کا بھی ایک شعر اسی صنعت میں مشہور ہے ؎ ایسی وحشت نہیں دل کو کہ سنبھل جاؤنگا ۔ صورت پیرہن تنگ نکل جاؤنگا
مجھے ایک شعر اپنا یاد آیا ؎ راز ہی کیا گرہ زلف جو کھلجائیگا ۔ کوئی مضمون ہیں جو بندھ جائینگے بازو میرے۔ آخر کے مصرع میں غضب کا تنافر ہے تین کاف متحرک پے در پے جمع ہو گئے ہیں ؎ کیا قسم ہے ترے ملنے کی کہ کھا بھی نہ سکوں

ہم سے کھلجاؤ بوقت مے پرستی ایک دن — ورنہ ہم چھیڑینگے رکھکر عذر مستی ایکدن

کہل جاؤ یعنی بے تکلف ہو جاؤ

غرۂ اوج بنائی عالم امکان نہ ہو　　اس بلندی کے نصیبو نہین ہی پستی ایکدن

اس شعر مین بن ردیف یہہ ہے کہ ایک دن سے قیامت کا دن مراد ہے۔

قرض کی پیتے تھے می لیکن سمجھتے تھے کہ ہان　　رنگ لاویگی ہماری فاقہ مستی ایکدن

یعنی ایک دن کے قرضون سے سر بازار تہتک ہوگا

نغمہ ہای غم کو بہی ای دل غنیمت جانئی　　بے صدا ہو جائیگا یہہ ساز ہستی ایکدن

(بہی) کے لفظ سے یہہ مطلب نکلتا ہے کہ ترانہ شادی کی جس طرح خواہش ہے اوسی طرح نغمۂ غم کو بہی غنیمت سمجہنا چاہیئے۔

دہول دہپا اوس سراپا ناز کا شیوہ نہین　　ہم ہی کر بیٹہے تہے غالب پیش دستی ایکدن

یعنی ہماری ہی گستاخی نے اوسے بے باک کردیا ہے۔ ہم ہی اور تم ہی کی جگہہ۔ ہمین اور تمہین محاورہ ہے۔ میر کہتے ہین ؎ آخر کو ہی خدا ہی تو ای میان جہان مین ڈہونڈہ کے کام کچہہ کیا موقوف ہین تمہین پر۔ زمین ونگین قافیہ ہے۔ مصنف نے ضرورت شعر کے سبب سے ہم ہی باندہ دیا نثر مین اس طرح کہنا ہرگز نہین درست لیکن اسکے تتبع مین اکثر لوگ زبان کو خراب کر بیٹہے۔ اور سنو محاورہ مین قیاس نہین درست ورنہ ہمین اور وہین کو بہی۔ یہان ہی۔ اور وہان ہی۔ کہا کرو۔

ہم پر جفا سی ترک وفا کا گمان نہین　　اک چہیڑ ہی وگرنہ مراد امتحان نہین

یعنی ہم پر یہہ گمان اونہین نہین ہے کہ جفا کے سبب سے وفا کو ہم ترک کردین گے۔

کس منہ سے شکر کیجئی اس لطف خاص کا　　پرسش ہے اور پائی سخن درمیان نہین

معشوق کی ایک ادا کا بیان ہے کہ بات تو کرتا نہین ہے مجہہ سے لیکن میری خبر کا طالب رہا کرتا ہے اور ایک پہلو یہہ بہی نکلتا ہے کہ مصنف نے یہہ شعر حمد مین کہا ہے ؎

ہم کو ستم عزیز ستمگر کو ہم عزیز　　نامہربان نہین ہے اگر مہربان نہین

پہلے مصرع کا مطلب یہہ ہے کہ میرا ستم سہنا اور اوسکا ستم کرنا اس سبب سے ہے کہ وہ مجہکو عزیز ہے مین اوسکو عزیز ہون۔ دوسری طرح سے یون سمجہو کہ جیسے مجہے وہ عزیز ہے اس سبب اوس کا ستم بہی عزیز ہے اور وہ مجہہ پر ستم کرتا ہے جس ستم کا کہ مین

خواہان ہون تو مین بہی اوسے عزیز ہون - اب دوسرے مصرع سے اسکو یہہ ربط ہے کہ اوسکی نامہربانی لیعنے ستم کرنا عین مہربانی ہے یعنی جس بات کا مین خواہان ہون وہی بات وہ کرتا ہے گر مہربان نہین ہے تو نامہربان نہین اور نامہربان نہین ہے اگر مہربان نہین

بوسہ نہین - نہ دیجئے - دشنام ہی سہی ۔ آخر زبان تو رکہتے ہو تم - گر دہان نہین

بوسے سے دہن کا بوسہ مراد ہے اور جب معشوق کا دہن ہی نہین ہوتا تو بوسہ کیونکر لین اور کیونکر دین لیکن گالیان دینے کو زبان تو موجود ہے اوس مین کاہے کا عذر -

ہرچند جان گدازی قہر و عتاب ہے ۔ ہرچند پشت گرمی تاب و توان نہین

جان مطرب ترانۂ ہل من مزید ہے ۔ لب پردہ سنج زمزمۂ الامان نہین

ہرچند کہ اوسکا قہر و عتاب جان کو گہلا رہا ہے ہرچند کہ تاب و توان نے جواب دیدیا ہے لیکن اس پر بہی جان زار یہی کہہ رہی ہے کہ اور کوئی ظلم باقی رہ گیا ہو تو اوٹہا نہ رکہہ اور اب بہی مین امان کا خواہان نہین ہون -

خنجر سے چیر سینہ اگر دل نہو دو نیم ۔ دل مین چہری چبہو مژہ گر خونچکان نہین

ہے ننگ سینہ دل اگر آتشکدہ نہو ۔ ہے عار دل نفس اگر آذر فشان نہین

یعنی دل دو نیم و مژہ خونچکان مین وہ لذت ہے کہ اگر دشنۂ عشق نے دل کو تیرے دو نیم نہ کیا ہو تو خنجر سے سینہ کو چاک کرکے دل کو دو نیم کر اور چہری دل مین بہونک کر مژگان کو خونچکان کر وہ سینہ کیا جس مین دل سوزان نہو وہ دل کیا جس کا نفس آتش فشان نہو - مژہ کی (ہ) کا گرانا درست ہے لیکن فارسی مین

نقصان نہین جنون مین بلا سے ہو گہر خراب ۔ سو گز زمین کے بدلے بیابان گران نہین

یعنی دیوانگی مین اگر گہر خراب ہو تو ہو گہر مین تو سو گز زمین سے زیادہ نہوگی اوس کے بدلے اتنا بڑا بیابان ملتا ہے اس مین نقصان ہی کیا ہے گہر نہو گا سر چہپا نکل جائین گے

کہتے ہو کیا لکہا ہے تری سرنوشت مین ۔ گویا جبین پہ سجدۂ بت کا نشان نہین

یعنی مجہہ سے میری سرنوشت و سرگذشت کو کیا پوچہتے ہو نشان سجدہ خود میرا حال کہہ رہا ہے

پاتا ہون اوس سے داد کچہہ اپنے کلام کی ۔ روح القدس اگرچہ مرا ہمزبان نہین

یعنی روح القدس نے بہی وہ زبان نہین پائی ہے جو مین نے پائی ہے لیکن میرے کلام

کو اگر کچھہ سمجھتا ہے تو وہی سمجھتا ہے اور داد دیتا ہے غرض یہہ کہ میرا کلام سراسر الہام ہے

جان ہے بہائی بوسہ ولے کیون کہے ابہی غالب کو جانتا ہے کہ وہ نیم جان نہین

یعنی ابہی وہ کیون کہنے لگا کہ جان دیکر بوسہ لے لو ابہی تو مجہہ مین جان باقی ہے جب مجہہ مین جان نہ رہیگی اوس وقت کہیگا کہ جان دو تو بوسہ لو ٭ ٭

مانع دشت نوردی کوئی تدبیر نہین ایک چکر ہے مرے پاؤن مین زنجیر نہین

یعنی زنجیر ڈال دی تو کیا مین وشت نوردی سے باز رہا وہ ہی پہیرے پاؤن مین چکر لگ گئی

شوق اوس دشت مین دوڑائے ہے مجھکو کہ جہان جادہ غیر از نگہ دیدۂ تصویر نہین

یعنی شوق عرفان اوس دشت کی طرف مجھے لئے جاتا ہے جہان نگاہ دیدۂ تصویر کے سوا کوئی جادہ نہین اس وادی مین قدم رکہہ کر ہر شخص کو سراپا حیرت بنجانا پڑتا ہے

حسرت لذت آزار رہی جاتی ہے جادۂ راہ وفا جز دم شمشیر نہین

شاعر افسوس کرتا ہے کہ راہ وفا کا جادہ تلوار کی باڑہ کے سوا کوئی اور نہین ہے یعنی یہہ جادہ وہ جادہ ہے جو ایک دم مین طے ہو جاتا ہے اور جی بہر کے لذت آزار نہین حاصل ہوتی

رنج نومیدی جاوید گوارا رہیو خوش ہون گر نالہ زبونی کش تاثیر نہین

شاعر اپنا غم دوست ہونا ظاہر کرتا ہے کہتا ہے مجھے یاس و نومیدی ہی نصیب رہے میری ہی یاد کو یہہ ذلت و ننگ خدا نہ دکھلائے کہ او سے تاثیر ملے اور امید بر آئے

سر کہجاتا ہے جہان زخم سر اچھا ہو جائے لذت سنگ باندازۂ تقریر نہین

(جہان) اس شعر مین (جس وقت) کے معنی پر ہے اور اصل مین یہہ لفظ (جس جگہہ) کے معنے کے لئے موضوع ہوا ہے مگر محاورہ مین معنی زمان کے لئے بہی بول جاتے ہین باندازہ تقریر نہونا یہہ معنے رکہتا ہے کہ جس قدر بیان کو وسعت ہے لذت سنگ اوس سے کہین زیادہ ہے

جب کرم رخصت بیباکی و گستاخی دے کوئی تقصیر بجز خجلت تقصیر نہین

جب کرم رخصت گناہ دے تو گنا ہون پر نادم ہونیکے سوا کوئی گناہ گناہ نہین ہے ۔

غالب اپنا یہہ عقیدہ ہی بقول ناسخ   آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہین

غالب اور میر دونون بزرگ اکبر آبادی ہین یعنے زبان آنے کی عمر دار السلطنۃ اکبر آباد مین گزری نواب مصطفے خان شیفتہ غالب مرحوم کو لکھتے ہین سابقا مستقر الخلافۃ اکبر آباد از استقرار شش سر گرم کبر و ناز بود اکنون دار الخلافہ شاہ جہان آباد بدین نسبت غیرت افزای صفاہان و شیراز خود غالب ایک خط مین لکھتے ہین امجد علی شاہ کے آغاز سلطنت مین ایک صاحب وارد اکبر آباد ہوے میرے ہان دو ایک بار آئے تھے بہر دہ خدا جانے کہان گئے مین دلی آرہا - اور میر محمد حسین صاحب آزاد میر محمد تقی میر کو لکھتے ہین باپ کے مرنے کے بعد (اکبر آباد سے) دلی مین آئے اور گلشن بے خار مین ہے میر از اہل اکبر آباد دست در بد و حال بہ شاہجہان آباد آمد و تمتع نیافتہ ناکام برگشتہ در لکھنو می گزرانید و مایحتاج از سرکار نواب وزیر الممالک بہادر می یافت ہم دران جا بسیر ملک عدم شتافت - اب اگر غالب کو دہلوی کہو تو میر کو لکھنوی کہنا ضرور ہے مگر ان دونون استادون کی زبان یہہ کہہ رہی ہے کہ نہ وہ دہلوی ہین نہ یہہ دہلوی ہین اور زبان کا حال ایک لفظ سے معلوم ہوجاتا ہے زیادہ تفحص کرنے کی ضرورت نہین میر مرحوم کے محاورہ مین سارے دیوان میز جا بجا اور کا لفظ طرف کے معنی پر ہے حالانکہ دہلی کے زبان مین یہہ لفظ کبھی نہ تہا مرزا غالب مغفور فرماتے ہین ایک دل کش پر یہہ نا امیدواری ہاے ہاے ایک خط مین لکھتے ہین پارسلون کا چھٹوین ساتوین دن پہونچنا خیال کر رہا ہون ایک جگہ لکھتے ہین پلنگ پر سے کہسل پڑا کھانا کھا لیا - حالانکہ اون کے معاصرین مین کسی کی زبان پر دہلی و لکھنو مین یہہ الفاظ نہ تھے انصاف یہہ ہے کہ یہہ دونون بزرگ زبان اکبر آباد کے لئے مایۂ فخر و ناز ہین دو ایک لفظون کے نامانوس ہونے سے اون کی زبان پر حرف نہین آسکتا - غرضکہ قدر شناسی فن اور محبت وطن دونون امر اسبابات کے مقتضی ہوے کہ غالب نے ناسخ کے ساتھ اس عقیدہ مین اتفاق کیا کہ آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہین - اسی طرح میر کی استادی کا آتش نے بھی اعتراف کیا ہے ؎ آتش یہہ وہ زمین ہے کہ جس مین شفیق مین - سودا ہوا ہے میر سے استاد کی طرف - مرزا رفیع سودا جو اون کے معاصر

ہین وہ بہی اون کے اوستادی کے معتقد ہین سے سودا تو اس زمین کو غزل در غزل ہی کہہ ہونا پڑا ہے میر سے اوستاد کی طرف وہ معاصرین مین ایک دوسرے کو مان جائے ایسا کم ہوتا ہے مگر میر بہی سودا کو مان گئے ہین کہتے ہین - نہ ہو کیون ریختہ بے شورش و کیفیت معنے نہ گیا ہو میر دیوانہ رہا سودا سو مستانہ - اسی طرح ایک شعر آزاد نے نقل کیا ہے سے طرف ہونا مرا مشکل ہے میر اس شعر کے فن مین تو یونہین سودا کبہی ہوتا ہے سو جاہل ہے کیا جانے - مشہور ہے کہ سودا قصیدہ مین اور میر غزل مین اوستاد ہین اور اونکی غزل سست ہوتی ہے اور انکا قصیدہ سست ہے یہہ بات حد تحقیق سے دور ہے سودا کی غزل بہی ہرگز سست نہین ہے البتہ میر سے غزلین اونہون نے کم کہی ہین اور قصائد بہت کہے ہین اور میر کے قصیدہ کو سست کہنا اس اعتبار سے غلط ہے کہ میر قصیدہ کہنا جانتے ہی نہین دو تین قصیدے وہ بہی مختصر اونہون نے کہے اور پہر بہی نہ کہہ سکے اون کے قصیدہ کا یہہ ایک شعر سے جان یہہ ہے تیرے گہوڑے مین کہ تا روز حزا تو گرد کو اوسکی نہ پہنچیگی کبہی اوسکی اجل - اغراق پسند طبیعتون کو بہت بڑا ہوا معلوم ہوتا ہے لیکن میر کے رنگ کا یہہ شعر ہی نہین ہے بے شک غزل مین جو انداز میر نے پایا وہ کسی کو نصیب ہی نہ ہوا -

ایک نکتہ یہہ بہی یہان افادہ اوب سے خالی نہین ہے کہ میر و سودا کو تمام اساتذہ متاخرین نے مانا اور مانے جاتے ہین اور یہہ محض مضامین عالیہ کے سبب سے اور زبان کی بے تکلفی کے باعث سے سب کے دل پر نقش بیٹہا ہوا ہے اور اون کی اوستادی مین کوئی کلام نہین کرتا جن باتون پر کہ اب دارومدار اوستادی کا آرہا ہے وہ عروض سیفی اور غیاث اللغات کی صفحہ گردانی ہے یہہ دونون بزرگ محاورہ کے آگے نہ غلطی کی پروا کرتے تہے نہ قواعد کا خیال رکہتے تہے -

آزاد نے کچہہ ایسے اشعار لکہہ دئے ہین لیکن اکثر جگہہ اون کی نظر نہین پڑی (۱) وہ سب غلطیان یہہ ہین میر مرحوم فرماتے ہین - ع - گزری نہ اکیدم ہی کہ تعطیہ ہی انفعال - ع - تحت الثری کو جاے تہ اپنے از دحام - ع - گراوی شیخ پہن کے جامہ قرآن کا - ع - وہ یار کے کوچہ کا ہی کچہہ شور غلو سا - ع - حق صحبت

نہ طیرون کو رہا یاد ۔ ع ۔ دار فتہ ہے گلستان اوبن روئے چمپئی کا ۔ ع ۔ دہڑکے
ہے جی قفس مین غم آشیان سے ۔ ع ۔ اے جد پاک حضرت موسی رضا امام ۔ ع ۔
یاور علی محمد علی رہنما علی ۔ سودا کہتے ہین ع ۔ تہا مستحق خون مرا یا سہلا ہنا ۔ ع ۔
راستی یہہ ہے کہ ہے بلہ طویل القامتہ ۔ ع ۔ کب ہمین اس چیز کی پروا ہیہ ہووہ نہو
ع کیجے جو اسیری مین اگر ضبط نفس کو لینے جو اور اگر دو دو حرف شرط ۔ ع شور
قلقل سے بہ آز صیحہ کی اوسکے آواز ۔ ع ۔ تن پر اگر زبان ہو سجاسے ہر ایک مو ۔
(۲) ۔ عین اور ہ کا گرجانا میر ؎ کیونکہ دنیا و دنیار سوائی صری موقوف ہو ۂ عالم عالم
مجہہ اوسکے عشق مین تہمت ہے اب ۔ ع ۔ عالم عالم جمع تہے خوبان جہان صفا ہوا
ع ۔ یہی حال ہمیشہ رہا کیا تو مآل پر بہی نظر کرو ۔ سودا کہتے ہین ۔ ع جو نقد جان پڑی تہمت
تو دل ہوا نہ تہا اور ایک مصرع میر صاحب کا صاف ناموزون ہے ؎ ان دنون
گہون مین ایسا آیا نہ نظر ہمکو ۔ کیا نقل کرون خوبی اوس چہرہ کتابی کی ۔ اسے کی نے
بہت جگہہ گری ہے میر ع ۔ تمکو جیتا رکہے خدا اسے بتان ۔ (۳) غزل مین ہزل
بہی اکثر ہے میر ؎ بہکے جو ہم مست آگئے سو بار مسجد سے اوٹہا ۔ واعظ کو مارے خوف
کے سہل لگ گیا جلاب سا ؎ واعظ کو یہہ جلن ہے شاید کہ فربہی سے ہو رہتا ہے
حوض ہی مین اکثر پڑا اگر ساتہ باہم ہوا کرے ہین دن رات نیچے اوپر یہہ نرم شانے
لونڈے ہین مخمل دو خابا ؎ میر فقیر ہوے تو اک دن کیا کہتے ہین بیٹے سے ۔ عمر ہی
ہے تہوڑی اسے اب کیونکر کاٹین بابا ہم ؎ اوڑ اتا گڈی وہ باہر نہ آوے
مبادا مجہکو بہی گڈا بنا دے ؎ وہ دہوبی کا کم ملتا ہے ۔ میل دل اودہر ہے بہت
کوئی کہے اوس سے ملنے مین ۔ تجہکو کیا ہم دہولین ہین ۔ سودا کہتے ہین ؎ شیخ دہ
رشتہ ہے زنار ہمارا جن نے ۔ پہاڑ ڈالی ہے ترے سبحہ کے پہر وانے کی ؎
خون جگر کا کہانا دل پر نہین گوارا ہوا اون ترش ابرو ونکی جب تک نہ دو ہی چٹنی (۴)
سخوار دو مین دہو کا کہانا میر ؎ اک شور ہو رہا ہے خونریزی مین ہمارے حیرت
سے ہم تو چپ ہین کچہہ تم ہی بولو پیارے ۔ یعنے ہماری کی جگہہ ہمارے باندہا ہے
سودا کہتے ہین ؎ آہ کس طرح تری راہ مین گہیرون کہ کوئی ۔ سدرہ ہو نہ سکے
عمر چلی جاتی تہا عجیب ترکیب ہے ۔ مینہ کا لفظ اس زمانہ مین فع کے وزن پر ہے اور

یونہین نظم ہی کرتے ہین مگر میر صاحب ہمیشہ اس لفظ کو فاع کے وزن پر نظم کرتے ہین
ع ۔ صبح تک جاتا نہین ہے مینہ آیا شام کا ۔ ایک جگہہ میر صاحب نے کہین کے معنی پر کہیون
نظم کیا ہے ؎ مت کر خرام ۔ سر پہ اوٹھائیگا خلق کو ؛ بیٹھا اگر زمین پہ ترا نقش پا
کہیون ۔ ہیگا اور ہیگی کے ساتہہ تو ابہی تک (گی) کو بول چال مین لگا رکہا ہے
گو کہ شعرا نے ترک کردیا لیکن میر کے کلام مین ایک جگہہ (گی) عجب طرح سے آیا ہے
؎ تجہہ سے دو چار ہوگا جو کوئی راہ جاتے ؛ پہر عمر چاہیگی اوسکو سنبھال آتے
(۵) میر صاحب شاعر معنی بند و اوستاد مضمون گو ہین لیکن جب تناسب لفظی
اور ضلع کی طرف جہکتے ہین تو امانت لکھنوی و شاہ نصیر دہلوی کو مات کردیتے ہین ؎
لوح سینہ پہ مرے سو نیزہ خطی لگے ؛ خستگی اس دل شکستہ کی اسی بابت ہوئی ؎ اوسکے
لبون کے آگے کنہون نے نبات کی ہو آئی ہے کسر شہد مصفا کی شان مین ہو شان
شہد کے چہتے کو بہی کہتے ہین ایک شعر مین یہہ مضمون ہے کہ اوسکی انکہون کو دیکہکر
بادام پستہ ہے ۔ جیسی حافظ کہتے ہین ؎ چو فندق پستہ اش خندد بحالم ؛ حیرا
بادام مین گریان نباشد ۔ (۶) ردیف مین خلل ؎ میر کی اوٹہہ کے ہم نے تا سورت
؛ ویسی دیکہی نہ ایک جا صورت ۔ (۷) قافیہ کے دہوکے ؎ گل گئے بوٹے گئے
گلشن ہوئے برہم گئے ؛ کیسی کیسی ہائے اپنے دیکہتے موسم گئے ۔ یعنی اختلاف توجیہ
کا عیب اس مطلع مین ہے ایک جگہہ تربت اور صحت کے قافیہ مین کہتے ہین ع ۔
بے ست ہوئی بے ست ہوئے بے خود ہوئے میت ہوئے ۔ ایک غزل مین قسمین
اور رسمین قافیہ ہے اوس مین کہتے ہین ع ۔ دغا سے یہہ بہتون کے کہینچے ہے تسمین
حالانکہ لفظ تسمہ کو جمع کرین تو بغیر نون کے تسمے جمع بنیگی ۔ (۸) ایسی بندش کہ اوس سے
کوئی رکیک پہلو نکلے شاعر کو اوس سے بہی بچنا ضرور ہے میر کہتے ہین ؎ دریا
تہا مگر آگ کا دریائے غم عشق ؛ سب آبلہ ہین میری دروں مین صدف سے ۔
یعنی مثل صدف کے آبلہ ہین ۔

مت مردمک دیدہ مین سمجہو یہہ نگاہین ؛ ہین جمع سویدائے دل چشم مین آہین

جس طرح آنکہہ مین تل ہوتا ہے اسی طرح دل مین ایک سیاہ نقطہ ہوتا ہے اوسکے سویدا

کہتے ہین مطلب یہہ ہے کہ میری آنکہہ کے تل مین یہہ نگاہین نہین ہین بلکہ آنکہہ کے دل
ہین آہین ہین یعنی میری آنکہہ اور نگاہ حسرت آلود ہے اس شعر مین انتہا کا تصنع ہے
اور دل یہان بمعنی وسط ہے

بشکال گریۂ عاشق ہے دیکھا چاہئے — کہل گئی مانند گل سو جا سے دیوار چمن
(ہے) کی جگہہ شاید (ہی) کا لفظ تہا کاتب نے دہوکا کہایا ہے کہلنا شگافتہ ہونا

الفتِ گل سے غلط ہے دعوی وارستگی — سرو ہے باوصف آزادی گرفتار چمن
اقسام سرو مین ایک قسم سرو آزاد ہے

عشق تاثیر سے نومید نہین — جان سپاری شجر بید نہین
یعنی عاشقی و جان بازی درخت بید تہوڑی ہے کہ تاثیر و ثمرہ سے محروم رہے

سلطنت دست بدست آئی ہے — جام مے خاتم جمشید نہین
کہتے ہین جام شراب سلطنت ہے جو جمشید سے رندون تک ہاتہون ہاتہہ ہوکے پہنچی ہے یہہ
نگین جمشید نہین ہے کہ اسپر اوسی کا نام کہدا ہوا ہو اور اوسی کے لئے خاص ہوگیا ہو

ہے تجلی تری سامان وجود — ذرہ بے پرتو خورشید نہین
یعنی ذات سبحانہ تعالی کی جلوہ گری باعث وجود عالم ہے جیسے طلوع خورشید ذرون کے لئے
باعث ظہور ہے۔ پہلا مصرع اصل مین یون ہے کہ تیری تجلی سامان وجود ہے (ہے) کا
اس طرح سے مقدم کر دینا شعر کے لئے مخصوص ہے۔ عبارت مین کسی فعل ناقص کو اسم
وخبر پر خصوصا اسم پر مقدم کرنا نہین درست اردو مین افعال ناقصہ یہہ ہین۔ نہین۔ ہے
تہا۔ ہوا۔ رہا۔ ہوگیا۔ بن گیا۔ اور تیرا۔ اور تیری۔ اور رہا۔ اور رہی۔ مین
ہی کا حذف بہی شاعری کے لئے ہے۔ کسی اور عبارت مین ہو تو غیر فصیح ہے

راز معشوق نہ رسوا ہو جائے — ورنہ مر جانے مین کچہہ بہید نہین
یعنی مرجانے مین آزار کی تکلیف کچہہ بہی نہین باقی رہتی لیکن راز معشوق کے فاش ہو جانے کا
اندیشہ ہے اس لئے کہ عاشق کا جان دینا اکثر معشوق کی رسوائی کا باعث ہوتا ہے۔

گردش رنگ طرب سے ڈر ہے — غم محرومی جاوید نہین ہو

اس شعر مین سے (مجھکو) یا (تجھکو) محذوف ہے - اگر (مجھکو) محذوف سمجھین تو مطلب یہہ ہے کہ حصول طرب کے بعد زوال طرب ہونا ایسا جانکاہ ہے کہ اوس سے محرومی جاوید بہتر ہے - اور اگر (تجھکو) محذوف لین تو مطلب یہہ ہے کہ تجھے عیش دو روزہ جو دنیا مین حاصل ہے اوس کے زوال کا تو ڈر ہے اور آخرت کی محرومی جاوید کا کچھہ خیال نہین - یہہ شعر ایک مثال اسکی ہے کہ محتمل دو معنی پر یا زیادہ پر ہونا شعر کے لئے کوئی خوبی کا باعث نہین ہوتا خوبی کثرت معنی سے پیدا ہوتی ہے نہ احتمالات کثیرہ سے - اسے سمجھو ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

کہتے ہین - جیتے ہین امید پہ لوگ — ہم کو جینے کی بہی امید نہین

یعنی اس طرح سے جینے کی بہی ہمکو امید نہین پھر ہم کس امید پر جی سکتے ہین ٭٭٭

جہان تیرا نقش قدم دیکھتے ہین — خیابان خیابان ارم دیکھتے ہین

یعنی ہر ایک نقش قدم ایک خیابان ارم ہے

دل آشفتگان خال کنج دہن کے — سویدا مین سیر عدم دیکھتے ہین

دہن بے نشان کو خال پر جو لوگ دل دادہ ہین وہ اپنے سویدای دل مین عدم کی سیر کر رہے ہین سیر عربی لفظ ہے اور چلنے کے معنی پر عربی مین مستعمل ہے لیکن فارسی وار دو مین تماشے کے معنی پر مستعمل ہے مصنف نے یہان اہل عجم کے مذاق کے موافق نظم کیا ہے ٭ اور اس سبب سے لفظ سیر کی اضافت درست ہے

ترے سرو قامت سے اک قد آدم — قیامت کے فتنہ کو کم دیکھتے ہین

یعنی فتنۂ قیامت سے سرو قامت ایک قد بھر بڑا ہوا ہے نہایت لطیف مضمون ہے

تماشا کہ ای محو آئینہ داری — تجھے کس تمنا سے ہم دیکھتے ہین

فارسی والے کہتے ہین مددے - یعنے مدد کر - لگاہے - یعنی لگاہ کر - تماشائے - یعنی تماشا دیکھہ زخمے - یعنے زخم لگا - دستے - یعنی ہاتھہ پکڑ - اوسی مذاق کے موافق مصنف نے یہان فعل کو محذوف کیا ہے - مطلب یہہ ہے کہ آئینہ مین اپنے جمال کو کیا دیکھہ رہے ہو ذرہ یہہ تماشا تو دیکھو کہ ہم تم کو کس حسرت سے دیکھہ رہے ہین لیکن اردو مین خالی تماشا کہہ دینا محاورہ نہین ہے

سراغِ تفِ نالہ لے داغِ دل سے ۔ کہ شب رو کا نقشِ قدم دیکھتے ہین

نالہ کشی کا وقت رات کو ہوا کرتا ہے نالہ کو شب رو اس وجہ سے کہا ہے ۔ کہتے ہین جس طرح صبح کو نقشِ قدم دیکھکر شب رو کا سراغ لگ جاتا ہے کہ ادہر سے آیا اور ادہر گیا اسی طرح داغِ دل سے نالۂ شب کی تاب وتب کا پتہ ملسکتا ہے ؁

بنا کر فقیرون کا ہم بہیس غالب ۔ تماشائے اہلِ کرم دیکھتے ہین

مطلب یہہ ہے کہ مجھے کرم کی طرف احتیاج نہین ہے لیکن اندازِ کرم پر مین فریفتہ ہون اوس کے دیکھنے کے لئے فقیرون کا بہیس بنایا ہے ؁

ملتی ہے خوئے یار سے نار التہاب مین ۔ کافر ہون گر نہ ملتی ہو لذت عذاب مین

یعنی مجھے جلانا اور مجہہ پر آگ ببوکا ہو ہو جانا یہی خصلت تو معشوق کی ہی ہتی پہر عذاب نار مین کیونکر مجھے لذت نہ ملے ۔ آتش مرحوم کہتے ہین ؎ آسمان شوق سے تلوارون کا مینہ برساوے ۔ واہ تو نے کیا ابرو کا ترے خم پیدا ؁

کب سے ہون کیا بتاؤن جہانِ خراب مین ۔ شبہائے ہجر کو بہی رکہون گر حساب مین

شاعر زندگی سے بیزار ہو کر کہتا ہے کہ کس مدت سے مین جی رہا ہون ایک ایک رات ہزار ہزار سال کی گزر گئی اور مین زندہ رہا ؁

تا پہر نہ انتظار مین نیند آئے عمر بہر ۔ آنیکا عہد کر گئے آئے جو خواب مین

اس شعر مین معشوق کی شوخی کا بیان کیا ہے اس کوچہ کی طرف خوش فکر غزل گو بہت دوڑتے ہین اور جس شعر سے کوئی شوخی معشوق کی نکلے وہی شعر غزل کا اچہا شعر ہوتا ہے مصنف نے یہان (وہ) کا لفظ ترک کیا اور اس ترک سے معنی لطیف یہہ پیدا ہوئے کہ جیسے سب جانتے ہین کہ اوس کے سوا ہم کسیکا ذکر ہی نہین کرتے یا یون سمجہو جیسے دل سے معشوق کی باتین کرتے کرتے یہہ بات زبان سے نکل گئی ہے اور ضمیر دل ہی مین رہ گئی ۔ کلام فصحا مین حذف و ترکِ ذکر کے بہت سے سبب ہوا کرتے ہین لیکن بیان یہی دونون سبب ہوسکتے ہین جو بیان ہوئے ؁

قاصد کے آتے آتے خط اک اور لکہہ رکہون ۔ مین جانتا ہون جو وہ لکہین گے جواب مین

یہہ شعر بہت بلیغ ہے ۔ اپنا معاملاتِ عشق مین صاحب تجربہ اور معشوقون کا مزاج دان

ہونا اور معشوق کا بدعہد و حیلہ جو ہونا یہہ سب معنے اوس سے سمجہہ مین آتے ہین یہان (آتے آتے) کے معنے جب تک قاصد آئے آئے جیسے رندنے کہا ہے ؎
سالس وکہی تن بسمل مین جو آتے جاتے ہو اور چرکا دیا جلا دنے جاتے جاتے
یعنی جب تک جاے جاے اور چرکا لگا دیا اور کبہی فعل کو محض تکرار معانی کے بیان کے لئے اس طرح مکرر بولتے ہین جیسے کہتے ہین لکہتے لکہتے ہاتہہ دکہہ گیا اور کبہی مسند الیہ کی حالت کے بیان مین مکرر لاتے ہین جیسے تم روتے روتے ہنسنے کیون لگے اور کبہی شروع فعل کے معنی تکرار سے ظاہر ہوتے ہین جیسے تم کہتے دیتے رہ گئے -

مجہہ تک کب اونکی بزم مین آتا تہا دور جام ساقی نے کچہہ ملا نہ دیا ہو شراب مین
اون کے محفل مین جو ہے وہ رقیب ہے ساقی نے زہر ملا دیا ہو تو کیا عجب

جو منکر وفا ہو فریب اوسپہ کیا چلے کیون بدگمان ہون دوست سے دشمن کے باب مین
یعنی رقیب جہوٹہہ موٹہہ اظہار وفا کرکے اوس کو فریب نہین دے سکتا پہر اوس کے باب مین معشوق سے مین کیون بدگمان ہون جسکو کسی کی وفا کا یقین ہی نہین -

مین مضطرب ہون وصل مین خوف رقیب سے ڈالا ہے تمکو وہم نے کس پیچ وتاب مین
یعنے وصل مین مجہے تو یہہ ڈر کا ہے کہ کہین رقیب نہ آجائے اور میری گہبراہٹ کو دیکہہ کر تمکو وہم یہہ ہوا ہے کہ یہہ اپنے کسی معشوق سے چہپ کر میری پاس آیا ہے - اسی سبب سے گہبرایا ہوا ہے

مین اور حظ وصل خدا ساز بات ہے جان نذر دینی بہول گیا اضطراب مین
یعنی مجہکو اور حظ وصل حاصل ہو - ایسی غیر متوقع امر پر اظہار تعجب مین فعل کا حذف محاورہ مین ہے اسی طرح مقام مبالغہ مین بہی فعل کو حذف کرتے ہین جیسے یہہ ہاتہہ اور ایسی تلوار - (دینی) مصدر مونث ہے

ہے تیوری چڑہی ہوی اندر نقاب کے ہے اک شکن پڑی ہوی طرف نقاب مین
لکہنؤ اور دہلی کی زبانمین جو بعض الفاظ مین فرق ہے اونمین سے تیوری کا لفظ بہی ہے مصنف نے زبان دہلی کے موافق اسے موزون کیا ہے اور لکہنؤ مین (ی) کو نہین ظاہر کرتے یعنے دہلی مین تیوری فاعلن کے وزن پر ہے

اور لکھنؤ کے زبان مین فعلن کے وزن پر ہے عزیز ہے کہ نقاب پر شکن دیکھکر
عاشق کو یہہ دہوکا پیدا ہوا ہے کہ شاید اوسکی تیوری چڑہی ہوی ہے کچہہ خفا ہی

لاکہون لگاؤ ایک چرانا نگاہ کا — لاکہون بناؤ ایک بگڑنا عتاب مین

جملون کی ترکیب مین تماثل اور لفظون کی نشست مین حسن تقابل ہونا اسکی مثال مین یہہ
آیت مشہور ہے۔ ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم۔ لیکن اردو مین یہہ شعر
بہی بیان شاہد زیبا ہے

وہ نالہ دل مین خس کے برابر جگہہ نہ پائے — جس نالہ سے شگاف پڑے آفتاب مین
وہ سحر مدعا طلبی مین نہ کام آئے — جس سحر سے سفینہ روان ہو سراب مین

دونون شعر مقام تعجب مین ہین اور دل سے معشوق کا دل مراد ہے اور سراب مین سفینہ روان
ہونا امر خارق عادت کا واقع ہونا مقصود ہے

غالب چہٹی شراب پر اب بہی کبہی کبہی — پیتا ہون روز ابر و شب ماہتاب مین

مطلب یہہ ہے کہ شراب چہٹی پر بہی یہہ حال ہے کہ ابر اور چاندنی دیکہہ کر رہا نہین جاتا پی ہی لیتا ہون

کل کے لئے کر آج نہ خست شراب مین — یہہ سوء ظن ہے ساقی کوثر کی باب مین

شاعر کی نظر مین کل جو آنیوالا ہے وہ فردائے قیامت ہے اور کل جو گزر گیا وہ روز
الست ہے اور اوپر کا لفظ جو آئے گا تو فلک الافلاک پر خیال پہونچے گا اور نیچے
کے لفظ سے تحت الثری کیطرف ذہن منتقل ہوگا جام کے ساتہہ جمشید کا تصور کریگا
اور رحم کا لفظ آتے ہی فلاطون یاد آجائیگا عصا اگر ہتا تو موسی ہی کے پاس تہا اور
زرہ اگر ہے تو داؤدہی کے لئے ہے انگوٹہی پر سلیمان ہی کا نام کہدا ہوا ہے
اور آئینہ سکندر ہی کے سامنے لگا ہوا ہے دنیا مین اگر کوئی دیوار ہے تو سد سکندر
ہے اور طاق ہے تو طاق کسری ہے غرضکہ شاعر کا موضوع کلام وہی ہونا چاہئے
جو بہت مشہور ہو

مین آج کیون ذلیل کہ کل تک نہ تہی پسند — گستاخی فرشتہ ہماری جناب مین

اس شعر مین کل سے وہ کل مراد ہے جس دن فرشتون نے یہہ عرض کیا تھا کہ انسان
پیدا ہوگے تو فساد و خونریزی کرین گے اور یہہ ناپسند ہوا تہا۔ شاعر نے یہان
استفہام اس غرض سے نہین کیا ہے کہ اوسکے جواب کا خواہان ہے بلکہ سامع

سامنے کرنا فقط مقصود ہے یعنے خیال کرین کہ ذلت کا سامنا اپنے ہی ہاتہون ہے

جان کیون نکلنے لگتی ہے تن سے دم سماع ۔ گر وہ صدا سمائی ہے چنگ و رباب مین

یہان بہی استفہام فقط سامع کے متنبہ کرنے کے لئے ہے شاعر جواب نہین چاہتا ہے ۔ مطلب یہہ ہے کہ خیال کرو کہ رباب سے جب اوس موجود بحق کی صدا بلند ہوتی ہے تو ارباب سماع کی جان فنا ہونے لگتی ہے یعنے اوسکے وجود کے سامنے سب کی ہستی ہیچ ہے اور وہ سب کا جاذب ہے اور سب مجذوب ہین اور وہ مرجع ہے اور سب اوسکی طرف راجع ہین اس مضمون کو یون ادا کیا ہے کہ اگر یہہ سچ ہے کہ چنگ و رباب مین اوسکی صدا سمائی ہوئی ہے تو پہر اوسے سنکر جان کیون فنا ہوتی ہے غرض یہہ کہ سامع کو متنبہ ہو جائے

رو مین ہے رخش عمر کہان دیکہیے تہمے ۔ نے ہاتہ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب مین

عمر توسن ہے اور وہ توسن جو سوار کے قابو مین نہین دیکہو کتنی دور جاکر اوس کو دلشت پر سے گراتا ہے

اوتنا ہی مجہکو اپنی حقیقت سے بعد ہے ۔ جتنا کہ وہم غیر سے ہون پیچ و تاب مین

یعنے جس قدر کہ غیر کو غیر سمجہتا ہون اوتنا ہی اپنے سے بیگانہ ہون بس عارف وہی ہے جسے غیر کے آئینہ رخسار مین اپنا مونہہ نظر آئے ۔

اصل شہود و شاہد و مشہود ایک ہے ۔ حیران ہون پہر مشاہدہ ہے کس حساب مین

جب تمام عالم بوجود واحد موجود ہے تو مشاہدہ و مشہود ایک ہی ہوئے اور ایک کے سوا دوسرا موجود نہین ہے اور اوسکا ہی وجود و شہود کوئی شے عارضی نہین ہے بلکہ وجود عین ذات موجود ہے اسلیے کہ اگر ذات مین اور وجود مین مغایرت ہو تو ذات اوسکی وجود کی طرف محتاج ہوگی اور اوسکا ازلی و ابدی و سرمدی ہونا ثابت نہوگا غرضیکہ وجود و شہود بہی عین شاہد و مشہود ہے اور مشاہدہ مین شاہد و مشہود مین مغایرت ہونا ضرور ہے اور جب مغایرت ہی یہان نہین ہے تو پہر مشاہدہ کیا ہے جسکی امید آخرت مین لوگ رکہتے ہین

ہے مشتمل نمود صور پر وجود بحر ۔ یان کیا دہرا ہے قطرہ و موج و حباب مین

یعنے قطرہ و موج حباب کے لئے کچہہ ہستی ہی نہین ہے انکی نمود بہ بود وجود بحر کے ضمن مین ہے غرض اس تمثیل سے یہہ مراد ہے کہ ممکنات کی ہستی وجود واجب کے ضمن

نہین ہے۔ اگر یہہ غرض نہو تو شعر بے معنے رہا جاتا ہے اور یہہ طرز بیان کہ لفظ تمثیل کو ذکر کرین تمثیل کو ترک کرین اوس بیان سے بلیغ تر ہے جسمین تمثیل و ممثل دونون مذکور ہون جس طرح استعارہ بلیغ تر ہوتا ہے بہ نسبت تشبیہ کے لیکن جسطرح استعارہ مین یہہ شرط ہے کہ مشبہ کی طرف جلد ذہن منتقل ہو جاے۔ مثلاً یون کہین کہ جیسا بیج بوؤگے ویسا پہل کہاؤگے اس سے صاف سمجہ مین آتا ہے کہ جیسا کروگے ویسا پاوگے اور ممثل کا ترک کرنا اس سبب سے بہتر ہوتا ہے کہ ایسا ابہام جسکے بعد انکشاف فوراً ہو جاے ذہن سامع کو لذت بخشتا ہے۔ اور یہہ لذت اوس لذت سے بڑہی ہوی ہے جو ذکر ممثل سے حاصل ہوتی

شرم اک ادائے ناز ہے اپنے ہی سے سہی — ہین کتنے بے حجاب کہ ہین یون حجاب مین

اس غزل کے اکثر شعر تصوف کے مضمون کے ہین اور یہہ شعر بہی ویسا ہی ہے کہتے ہین کہ اوسکا شرمانا اور سامنے نہ آنا یہہ غمزہ معشوقانہ ہے یہہ ہم نے مانا کہ یہان کوئی دوسرا موجود نہین ہے اور اپنے ہی ساتہہ ہے لیکن جب غمزہ و ادا خود ایک طرح کی بے حجابی ہے تو اوسکا حجاب کرنا عین بے حجابی ہوا

آرایش جمال سے فارغ نہین ہنوز — پیش نظر ہے آئینہ دایم نقاب مین

نقاب استعارہ ہے حجاب قدس سے اور آئینہ اوس مین علم مایکون و ماکان ہے اور آرایش جمال سے فارغ نہونا تفسیر کل یوم ہو فی شان ہے

ہے غیب غیب جسکو سمجہتے ہین ہم شہود — ہین خواب مین ہنوز جو جاگے ہین خواب مین

یعنے خواب مین ہین خواب دیکہ رہے ہین تو یہہ غیب مین غیب ہے

غالب ندیم دوست سے آتی ہے بوے دوست — مشغول حق ہون بندگی بوتراب مین

اس مضمون کا ایک شعر ناسخ کا بہت مشہور ہے ؎ بیعت خدا سے ہے مجہے بے واسطہ نصیب دست خدا ہے نام میرے دستگیر کا۔ ناسخ نے پہلے مصرع مین اوسکی وجہ اور دوسرے مین توجیہ اور مصنف نے دلیل کو دعوی پر مقدم کردیا ہے لیکن دعوی مین ابہام ہوتا ہے اور دلیل ہوتا ہی اسمین سبب ادا ہو و آتا ہین دعوی کو دلیل پر مقدم رکہنا بہتر ہے کہ ابہام بعد انکشاف لذیذ تر ہے

حیران ہون دل کو روؤن کہ پیٹون جگر کو مین — مقدور ہو تو ساتہہ رکہون نوحہ گر کو

یہ معنے نکلتے ہین کہ دل وجگر دونون ایسے صاحب مرتبہ وشان ہتے کہ عزاداری اونکی بہرحال
ضرور ہے خود نہو سکے تو توجہ گر رکہنا چاہئے کہ ایک کا ماتم مین کرون اور ایک کا نوحہ
وہ پڑہے

چہوڑا نہ رشک نے کہ ترے گھر کا نام لون — ہر اک سے پوچہتا ہون کہ جاؤن کدہر کو مین

بحالت اضطراب وکثرت تعلق مین یہ کہتے ہین کہ اے کدہر کو جاؤن مطلب یہ ہوتا ہے کہ
کوئی جگہ ایسی نہین جہان غم بہلے اور تسکین ہو۔ اس شعر مین جگہ یعنے کوچہ معشوق تو
معین ہے مگر راہ چلتون کے سامنے اوسکا نام مارے رشک کے نہین لیتے اور پتہ نہ ملنے سے
اضطراب وقلق پیدا ہو گیا ہے تو جہان (جاؤن کدہر کو مین) دو معنے رکہتا ہے
اور یہی لطافت شعر مین ہے

جانا پڑا رقیب کے در پر ہزار بار — اے کاش جانتا نہ ترے رہگزر کو مین

رقیب کے در پر اسلیئے انکو جانا پڑا کہ معشوق کی آمد ورفت اوسی گھر مین تھی۔

ہے کیا جو کس کے باندہیے میری بلا ڈرے — کیا جانتا نہین ہون تمہاری کمر کو مین

کمر کسنا اور کمر باندہنا کسی مہم پر مستعد ہونیکے معنے پر ہے اور معشوق کے لیئے بڑی مہم عاشق کا قتل
کرنا ہے کہتے ہین تمہاری کمر ہی کیا ہے جسے تم کسوگے بہلا مین تمہاری کمر کو نہین جانتا ہون
اس شعر مین (مین) کی لفظ کو ذرا لہجہ مین ممتاز رکہنا چاہئے اور اس سے معنے زائد یہ
پیدا ہون گے کہ (کوئی اور ہی نہین مین) اور پہر اس معنے کو ایک اور معنے کے ساتھہ
ملازمت ہے کہ اوسکی تصریح کو قلم انداز کرنا بہتر ہے

لو وہ بھی کہتے ہین کہ یہ بے ننگ و نام ہے — یہ جانتا اگر تو لٹاتا نہ گھر کو مین

یعنے جس کی خوشی کے لئے مین نے آپ کو تباہ کیا یہ تماشا دیکھو کہ وہی میری حالت تباہ سے
ناراض ہے

چلتا ہون تہوڑی دور ہر اک تیز رو کے ساتھ — پہچانتا نہین ہون ابہی راہبر کو مین

(ابہی) کے لفظ سے یہ مطلب پیدا ہوتا ہے کہ بے وطنی کی آفت اور دشت غربت کی مصیبت
نئی نئی پڑی ہے۔ غرض یہ ہے کہ مین نے تازہ تازہ وطن کو چہوڑا ہے اور منزل کی
راہ نہین جانتا راہبر کو نہین پہچانتا چاہتا ہون کہ منزل تک جلد پہنچ جاؤن اس سبب سے
جس کو تیز رفتار دیکہا اوسی کے ساتھہ ہو لیا پہر تہوڑی دور جا کر کسی کو دوسرے

طرف قدم بڑہاے ہوے جاتے دیکہا اوسی طرف مین بہی اوس کے ساتھہ دوڑنے لگا۔ خوبی شعر کی یہہ ہے کہ ایک مضطرب گم کردہ راہ کی تصویر کہیدی ہے

خواہش کو احمقون نے پرستش دیا قرار　　کیا پوجتا ہون اوس بت بیداد گر کو مین

یعنے باریک اس شعر مین یہہ ہین کہ شاعر حیران ہوکر پوچہتا ہے کہ کیا مین اوسی پوجتا ہون وہ جیسے اوسے خبر نہین کہ معشوق کے سامنے جاکر اظہار نیاز پرستش کی حد تک پہونچ جاتا ہے یا خواہش کی حد تک رہتا ہے اور حیرت کے علاوہ دوسرا پہلو تشنیع کا بہی ہے

پہر بیخودی مین بہول گیا راہ کوئے یار　　جاتا وگرنہ ایک دن اپنی خبر کو مین

یعنے آنے سے جو مین گیا ہوا ہون تو کہین اور تہوڑی گیا ہوا ہون کوئی یار ہی مین گیا ہون گا وہی جگہہ ایسی دلکش ہے کہ کوئی وہان جاکر نہین پلٹتا مین بہی وہین ہون اسی سبب سے آپ مین نہین آتا اور آپ مین ہونے کے سبب سے راہ بہی بہول گیا نہین تو ایک دن اپنی خبر کو وہان جاتا

اپنے پہ کر رہا ہون قیاس اہل دہر کا　　سمجہا ہون دلپذیر متاع ہنر کو مین

یعنے مین جانتا ہون جلبا مین ہنر دوست ہون ایسے ہی سب لوگ زمانہ مین ہین اور اسی غلطی سے مین ہنر کو متاع دلپذیر سمجہی ہوی ہون شاعر نے اپنی اس غلط افکاری پر شماتت کرنے سے مطلب یہہ ظاہر کیا ہے کہ ہنر اس زمانہ مین متاع کاسد ہے اپنے ادبیرچا در رہے ہے اور اپنے پر لکہنو مین نقع نہین لیوتے گو عموماً اہل قلم دتین اور اوپر کا لفظ لکہنے مین احتیاط کرتے ہین

غالب خدا کرے کہ سوار سمند ناز　　دیکہون علی بہادر عالی گہر کو مین

سمند ناز سے وہ سمند مراد ہے جو ناز سے چلے اضافت کے لئے ادنا تعلق کافی ہوتا ہے

ذکر میرا بہ بدی بھی اوسے منظور نہین　　غیر کی بات بگڑ جاے تو کچہہ دور نہین

یعنی مجہہ سے اوسے ایسی نفرت ہے کہ میری ہجو کرنیکو بہی اگر کوئی میرا نام اوس کے سامنے لیتا ہے تو اوسے گوارا نہین ہوتا اور غیر کو عادت ہے کہ میری بدی کیا کرتا ہے تو کچہہ دور نہین کہ اسی سبب سے رقیب سے اور اوس سے بگاڑ ہو جائے۔

وعدۂ سیر گلستان ہے خوشا طالع شوق　　مژدۂ قتل مقدر ہے جو مذکور نہین

یعنی تماشائے لالہ وگل کا اوس نے وعدہ کیا ہے اس سے مین سمجہہ گیا کہ مجھے قتل کریگا یہہ نصیب کہان کہ سچ مچ میرے ساتہہ سیر گلستان کرے کچہہ عجب نہین کہ مژدۂ قتل کی جگہہ مژدۂ وصل کہا ہو

شاہد ہستی مطلق کی کمر ہے عالم　　لوگ کہتے ہین کہ ہے پر ہمین منظور نہین

یعنی عالم کو ہستی کے ساتہہ ایسا ہی تعلق ہے جیسا کمر کو معشوق کی ساتہہ کہ اوسکا نام ہی نام سنتے ہین اور دکہائی نہین دیتی۔ مصنف نے لفظ منظور کو یہان بمعنی مرئی کے معنے پر استعمال کیا ہے محاورہ اسکے مساعد نہین ہے

قطرہ اپنا بہی حقیقت مین ہے دریا لیکن　　ہم کو تقلید تنک ظرفی منصور نہین

قطرہ مضاف ہے اور اپنا مضاف الیہ اور اضافت بیان ہے یعنی مین بہی وہ قطرہ ہون جو دریا مین فنا ہو یعنے مجہے بہی فنافی الذات کا مرتبہ حاصل ہے مگر منصور کا ظرف چہوٹا تہا چہلک گیا

حسرت اے ذوق خرابی کہ وہ طاقت نہ رہی　　عشق پر عربدہ کی گون تن رنجور نہین

(وہ) اشارہ ہے اگلے زمانہ کی کشتیون کی طرف جب ان مین ایسی طاقت تہی کہ عشق سے بھی پہلوان کے ساتہہ بار بار لپٹ پڑتے تہے لیکن آخر کو ہار گئے اور مقابلہ کی طاقت نہ رہی اور اسی بات پہ حسرت کرتے ہین کہ تن رنجور عشق کی زور آزمائی کی گون نہ رہا۔

مین جو کہتا ہون کہ ہم لینگے قیامت مین تمہین　　کس رعونت سے وہ کہتے ہین کہ ہم حور نہین

غزل کا ایک یہہ بہی بڑا مضمون ہے کہ معشوق کی حاضر جوابی کا بیان ہو اور اکثر ایسا شعر بیت الغزل ہوا کرتا ہے

ظلم کر ظلم اگر لطف دریغ آتا ہو　　تو تغافل مین کسی رنگ سے معذور نہین

یعنی تغافل تو نا آشنائی محض ہے یہہ مجھکو کیونکر گوارا ہو

صاف دردی کش پیمانۂ جم ہین ہم لوگ — وای وہ بادہ کہ افشردۂ انگور نہین

یعنی مےکشی بھی ہماری بڑے رنگ کی ہے وہ شراب بے نصیب ہے جو انگوری ہو کہ ہم اوس سے نہین منہ لگاتے اسلیے کہ یہہ تقلید جم کے خلاف ہے یہان مرزا صاحب ضلع بول گئے ہین یعنے دُرد کے واسطے صاف کا لفظ شعر مین لائے ہین حالانکہ ضلع سے کمال نفرت رکھتے تھے۔ ایک خط مین لکھتے ہین ایک صاحب نے میرے سامنے یہہ مطلع پڑہا۔ شعر۔ اسد اس جفا پر بتون سے وفا کی۔ میرے شیر شاباش رحمت خدا کی۔ مین نے سنکر عرض کیا کہ صاحب جس بزرگ کا یہہ مطلع ہے اوس پر بقول اوسکے رحمت خدا کی اور اگر میرا ہو تو مجھپر لعنت اسد اور شیر اور بت اور خدا اور جفا اور وفا میری طرز گفتار نہین ہے اور مرزا آغا سے بہت پیشتر جو اساتذہ گذرے ہین اونکا بھی یہی حال تہا کہ ضلع و رعایت کو بہت ہی مبتذل سمجہتے تھے مرزا رفیع سودا نے جو قصیدہ امام رضا علیہ السلام کی مدح مین کہا ہے اوسکی تشبیب مین اپنے بعض معاصرین پر اسی ضلع بولنے پر تشنیع کی ہے کہتے ہین۔ شعر۔ اوستاد کی اونکے ہے اونہون کو یہہ نصیحت ٭ لفظی نہ تناسب ہو تو کچھہ مت کرو تحریر ٭ اتنا تو تلازم رکھو الفاظ کا ملحوظ ٭ سب پنجہ و ناخن نہ لکھو دو وہ کو تم شیر ٭ جبتک کہ نہ منظوم ہو یا سنگ تراز و ٭ باندہو نہ کبھی شعر مین تم لفظ شکم سیر ٭

ہون ظہوری کے مقابل مین خفائی غالب — میرے دعوے پہ یہہ حجت ہے کہ مشہور نہین

یعنی میرا مشہور نہ ہونا اسبات پر دلیل ہے کہ مین خفائی ہون اور ظہور و خفا مین تقابل ہے تو مین ظہوری کا مد مقابل ہوا ٭ ٭

نالہ جز حسن طلب ای ستم ایجاد نہین — ہی تقاضای جفا شکوۂ بیداد نہین

یعنے یون تو تمنا کے جفا مقبول نہو گی ہان نالہ کشی پر میرے خفا ہوکر جفا کر دلتو کرو غرضکہ نالہ کشی حسن طلب ہے نہ شکایت تعب

عشق و مزدوری عشرتگہ خسرو کیا خوب — ہمکو تسلیم نکونامی فرہاد نہین

ہمکو تسلیم نہین یعنے ہمارے نزدیک مسلم نہین یعنے مصدر کو بمعنی مفعول استعمال کیا ہے
اور عربی کے مصدر اکثر اردو مین اس طرح لوگ استعمال کیا کرتے ہین جیسے کہتے ہین
مطلب حصول ہوا یعنے حاصل ہوا راز افشا ہوا یعنی فاش ہوا لیکن جو لوگ عربی دان
ہین وہ ایسی عبارت سے احتراز کرتے ہین اور محلو و گاڑ لیتے ہین

کم نہین وہ بھی خرابی مین پہ وسعت معلوم — دشت مین ہے مجھے وہ عیش کہ گھر یاد نہین
یعنی گھر بھی مثل صحرا کے ویران ہے مگر وسعت اتنی کہان

اہل بینش کو ہے طوفان حوادث مکتب — لطمۂ موج کم از سیلی استاد نہین
موج سے طوفان حوادث کی موج مقصود ہے مطلب یہہ ہے کہ حوادث سے
عبرت کا سبق لیتے ہین

وائے محرومی تسلیم و بدا حال وفا — جانتا ہے کہ ہمین طاقت فریاد نہین
یعنی ہم رضا و وفا کے پاس سے جو صبر کرتے ہین تو تم جانتے ہو کہ ہمین طاقت فریاد نہین ہے

رنگ تمکین گل و لالہ پریشان کیون ہے — گر چراغان سر رہگذر باد نہین
یعنی جلوۂ لالہ و گل اگر چراغ رہگذار باد نہین ہے تو اس قدر بے ثبات کیون ہے

سبد گل کے تلے بند کرے ہے گلچین — مژدہ اے مرغ کہ گلزار مین صیاد نہین
شعرا کو عادت ہو گئی ہے کہ گل و بلبل و شمع و پروانہ وغیرہ کا ذکر ہی مضمون شعر سمجھتے ہین
اونہین کے تتبع مین مصنف نے یہہ شعر کہا ہے ورنہ جہانتک غور کیجئے کچہہ حاصل اوسکا
نہین معلوم ہوتا

نفی سے کرتی ہے اثبات تراوش گویا — دی ہے جائے دہن اوسکو دم ایجاد نہین
یعنی اوسکے دہن کا وجود اگر ہے تو بالتزام سے محض تصور مین ہے ورنہ خارج مین اوسکی جائے دہن (نہین) لی لفظ ایجاد
مصنف نے یہان مونث باندہا ورنہ افعال کے وزن پر جتنے الفاظ ہین سب بتذکیر
مستعمل ہین میر کہتے ہین شعر — تابوت میر دیر اوٹھا اوسکی گلی سے * اثبات ہوا جرم
محبت کا اسی سے * مصنف نے خود بتذکیر کہا ہے سہ * ہر رنگ مین بہار کا اثبات
جائے — یہان تراوش کے قرب نے دہوکا دیا — جو لوگ ضلع پسند کرتے ہین اونکو
اس شعر مین گویا کا لفظ بہت لطف دیتا ہوگا مگر یہہ لفظ مبتذل ہو گیا ہے ع س

کم نہین جلوہ گری مین ترے کوچے سے بہشت — یہی نقشہ ہے ولے اسقدر آباد نہین

یعنے یہان عشاق کا ہجوم بہت رہتا ہے

کرتے کس مونہہ سے ہو غربت کی شکایت غالب ۔ تم کو بے مہری یاران وطن یاد نہین

نحوار دو کے دقایق مین سے ایک یہہ مسئلہ ہی کہ (تمکو) یہان ترکیب مین کیا ہی اور
(یاد) کیا ہے اگر یون کہین کہ (نہین) فعل ناقص ہے اسم اسکا بے مہری یاران وطن
ہے اور خبر اسکی یاد ہے تو اس صورت مین (تم کو) کو مفعول نہین کہہ سکتے اسلئے
کہ فعل ناقص لازم ہوا کرتا ہے ۔ اور اگر یون کہین کہ (نہین) اس مقام مین تامہ ہی
اور بے مہری یاران وطن فاعل اور (تمکو) مفعول ہے تو اس صورت مین (یاد)
ترکیب مین کیا ہے ۔ اور (نہین) تامہ ہوا تو متعدی کیون ہوگیا یہہ دونون اشکال اس
طرح رفع ہو سکتے ہین کہ یون کہین کہ پہلی صورت مین (تمکو) کو ہم مفعول بہ نہین
کہتے بلکہ متعلق فعل ہے اسلئے کہ (کو) مفعول بہ کے لئے خاص نہین ہے مفعول لہ
کے لئے بہی ہوتا ہے جیسے کہتے ہین حج کو گئے اور مفعول فیہ کے لئے بہی کو آتا ہی
جیسے کہتے ہین سنگل کو روانہ ہوے طرف کے معنے پر بہی آتا ہے جیسے پوچہتے ہین
قافلہ کدہر کو گیا ۔ اسکے علاوہ جسطرح کو مفعول بہ کے لئے خاص نہین ہے اسیطرح
مفعول بہ بہی کو کے لئے خاص نہین ہے کہتے ہین کہ خط پڑہا اور زید کو پڑہایا
یعنی مفعول بہ اگر ذوی العقول مین سے ہو تو وہ کو کے ساتہہ بولا جاتا ہے اور افعال
قلوب مین بہی یہی ضابطہ رہتا ہے جیسے زید کو احمق سمجہا اسی طرح جن فعلون کے دو مفعول
ہوتے ہین وہان بہی فقط دونون مین جو اشرف ہے اوسی کے ساتہہ کو استعمال کرتے
ہین جیسے گہوڑے کو دانہ دیا ۔ اور دوسری صورت مین یہہ کہین گے کہ (یاد) کو ہم
متعلقات مین نہین شمار کرتے بلکہ جز و فعل ہے یعنے یاد ہونا فعل متعدی ہے اور
(ہمکو) مفعول بہ ہے اور اس طرح کے فعل اردو مین بہت ہین جن مین ایسی
ترکیب واقع ہوی ہے ۔ مثلاً دعا قبول ہوی اور کہنا قبول ہوا کہ اس مثال مین
قبول ہونا ایک فعل مرکب ہے اور قبول معمول فعل نہین ہے نہین تو مقبول ہونا چاہئے
تہا ۔ یا راز افشا ہوا کہ اگر افشا کو معمول فعل لین تو افشا بمعنی افشا شدہ ہونا چاہئے
تہا ۔ اس سے ظاہر ہے کہ افشا ہونا خود فعل ہے اور افشا جز و فعل ہے ۔ یا جیسے
حصول ہوا کہ اس مین حصول کو اگر جز و فعل نہ قرار دین تو حصول کی جگہہ حاصل

کہنے کا سو نہ تھا۔ یا جیسے کہتے ہین ہمین یہہ بات تسلیم نہین یہان تسلیم ہونا فعل مرکب ہے تسلیم فعل سے خارج اور اوسکے ساتھہ متعلق ہو یہہ بات نہین ورنہ مسلم کہنا چاہئے تھا جب یون کہتے ہین کہ وہ خوش ہے تو اس مین (ہے) فعل ناقص ہوا کرتا ہے اور اسم وخبر لفظ (وہ) اور لفظ (خوش) ہے اور جب یون کہتے ہین کہ اوسکو خوشی ہے تو اس مثال مین (ہے) تامہ ہے اور خوشی فاعل ہے اور (اوسکو) مفعول بہ ہے۔ لیکن بنظر دقیق (اوسکو) متعلق ہے اور (کو) اس مین صلہ ہے علامت مفعول بہ نہین ہے۔ اسی قیاس پر ان مثالون کو ہی سمجھنا چاہئے جیسے وہ رنجیدہ ہے اور اوسکو رنج ہے وہ ملول ہے اور اوسکو ملال ہے وہ خبردار ہے اور اوسکو خبر ہے۔ لیکن ان مثالون مین (اوسکو) کس قسم کا تعلق فعل سے رکھتا ہے یہہ تعلق ویسا ہے جیسا محل کو حال کے ساتھہ ہوتا ہے۔

دونون جہان دیکے وہ سمجھے یہہ خوش رہا　　یان آپڑی یہہ شرم کہ تکرار کیا کرین

یعنی حیات دنیوی ونعیم اخروی عطا کرکے وہ سمجھا کہ ہم راضی ہوگئے ہم نے ہی کہا کہ کیا تکرار کرین نہین تو ہمارا دعوی تو یہہ تھا کہ ایک اوس سے مفارقت نہولی اور یہہ کچہہ نہ ملتا۔

تھک تھک کے ہر مقام پہ دوچار رہ گئی　　تیرا پتہ نہ پائین تو ناچار کیا کرین

مقام سے مقامات سلوک ومعرفت مراد ہین اس شعر مین دوچار ناچار کی ضلع کا لفظ ہی

کیا شمع کے نہین ہین ہواخواہ اہل بزم　　ہو غم ہی جانگداز تو غمخوار کیا کرین

شمع کا ذکر محض تمثیل ہے غرض اپنی حال سے ہے

ہوگئی ہے غیر کی شیرین بیانی کارگر　　عشق کا اوسکو گمان ہم بےزبانون پر نہین

یعنی غیر کی شیرین بیانی اوس پر کام کرگئی اور غیر کو وہ اپنا عاشق سمجھنے لگا اور ہم بےزبان ہین اسی سبب سے ہماری محبت کا اوسے یقین نہین۔

قیامت ہے کہ سن لیلی کا دشت قیس مین آنا　　تعجب سے وہ بولا یون بھی ہوتا ہے زمانہ مین

یعنی لیلی کے اس فعل پر اوسنے تعجب کیا - اور تعجب کرنیکو یہہ معنے لازم ہین کہ شرم و حیا کو
خلاف سمجھا - اور اس فعل کو شرم و حیا کے خلاف سمجھنے سے یہہ معنی لازم آئے کہ لیلی
پر اوسنے تشنیع کی - اور تشنیع کرنے سے یہہ بات لازم آئی کہ عاشق سکی خبر لینے مین
خود اوسکو شرم و حجاب مانع ہے - غرضکہ اس شعر مین بلاغت کی وجہ یہی سلسلۂ
لزوم ہے حاصل یہہ ہوا قیامت ہے کہ عاشق کی خبر گیری مین بھی وہ حجاب کرتا ہے

دل نازک پہ اوسکے رحم آتا ہے مجھے غالب — نہ کر سرگرم اوس کافر کو الفت آزمائی مین

یعنی کہین ایسا نہو کہ تیرے جان دیدینے کے بعد اوس کا دل کڑھے -

---

دل لگا کر لگ گیا اونکو بھی تنہا بیٹھنا — بارے اپنی بیکسی کی ہم نے پائی داد یان

یعنی ہماری بیکسی تنہائی کا صبر سا دنیا ہی مین ہمکو داد مل گئی

ہین زوال آمادہ اجزا آفرینش کے تمام — مہر گردون ہے چراغ رہگذار باد یان

(باد) استعارہ ہے زمانہ کے تجدد و مرور سے غیر محسوس کو محسوس سے تشبیہ دی ہے
اور پھر وجہ شبہ حرکت ہے اس سبب سے یہہ استعارہ بہت ہی بدیع ہے

یہہ ہم جو ہجر مین دیوار و در کو دیکھتے ہین — کبھی صبا کو کبھی نامہ بر کو دیکھتے ہین

باد صبا ہر جگہہ آتی جاتی ہے اور ہر کہین بے روک ٹوک اوسکی رسائی ہے اس
سبب سے شعرا مین صبا کی پیامبری مشہور ہے کہ اوس سے بہتر قاصد نہین مطلب یہہ کہ
ہم انتظار مین ہین کہ دیکھئے نامہ بر کب دروازے سے نمودار ہوتا ہے اور صبا کب دیوار پھاند
کر آتی ہے

وہ آئے گھر مین ہمارے خدا کی قدرت ہے — کبھی ہم اونکو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہین

اونکو دیکھنے کی وجہ یہہ ہے کہ ہر بار شبہ ہوتا ہے کہ وہ نہ آئے ہونگے اور گھر کو
دیکھنے کی وجہ یہہ ہے کہ جب اون کے آنیکا یقین ہوتا ہے تو شبہ پیدا ہوتا ہے
کہ میرا گھر نہ ہوگا

نظر لگے نہ کہین اوسکے دست و بازو کو — یہہ لوگ کیون مرے زخم جگر کو دیکھتے ہین

یعنی اوسکی ناوک افگنی و قدر اندازی کو نظر نہ لگے اور اس شعر کی خوبی بیان سے

باہر ہے بڑے بڑے مشاہیر شعرا کے دیوانون مین اسکا جواب نہین نکل سکتا ؎

تری جواہر طرف کلہ کو کیا دیکھین — ہم اوج طالع لعل و گہر کو دیکھتے ہین

یعنے صاف ہین اور بندش مین تازگی ہے

نہین کہ مجھہ کو قیامت کا اعتقاد نہین — شب فراق سے روز جزا زیاد نہین

یعنی قیامت کے آنیکا تو مین قائل ہون لیکن اسکا قائل نہین کہ اوس دن کا ہول وہراس
اس رات کے شدائد سے بڑہا ہوا ہوگا ؎

کوئی کہے کہ شب مہ مین کیا برائی ہے — بلا سے آج اگر دن کو ابر و باد نہین

یعنی اگر دن کو ابر و ہوا نہونے کے سبب سے صحبت شراب موقوف رہی تو شب کو
چاندنی مین یہہ جلسہ کیون نہو یعنے ابر کے نہ آنے سے جیسی دن کو بے لطفی
رہی ویسی ہی رات کو آسمان کے صاف ہونے سے چاندنی بھی خوب ہی چھٹکیگی ؎

جو آؤن سامنے اونکے تو مرحبا نہ کہین — جو جاؤن وان سے کہین کو تو خیر باد نہین

بے التفاتی کی شکایت ہے اور (کو) طرف کے معنی پر ہے زائد اسے نہ سمجھنا چاہیے
اس زمانہ کے شعرا اکثر اس مغالطہ مین ہین کہ ادہر کو اور کدہر کو اور کہین کو مین (کو)
زائد سمجھتے ہین اور اوسکے استعمال سے احتراز کرتے ہین اسی طرح سے (اس طرح سے)
کہنے مین (سے) کو زائد کہتے ہین اور اوسکو ترک کیا ہے اور یہہ خیال ہی غلط ہے

کبھی جو یاد بھی آتا ہون مین تو کہتے ہین — کہ آج بزم مین کچھہ فتنہ و فساد نہین

بزم کا لفظ اس شعر مین مقتضائے مقام سے گرا ہوا ہے اس سبب سے کہ مصرع
معشوق کی زبانی ہے اور اوسکے محاورہ کی نقل ہے اور لفظ بزم اوسکے محاورہ
کا لفظ نہین ہے لیکن اصل یہہ ہے کہ محاورہ مین اس قدر احتیاط کوئی نہین کرتا ؎

علاوہ عید کے ملتی ہے اور دن بھی شراب — گدائے کوچۂ میخانہ نامراد نہین

یعنی دنیا مین تمام مراد و مقصود بس شراب ہی ہے نامراد وہی ہے جسے شراب نہ
ملے۔ پہلا مصرعہ فقیرون کا لہجہ ہے کہ بھئی وہان جمعرات کے سوا اور دن بھی
کچھہ نہ کچھہ مل جاتا ہے

جہان مین ہو غم و شادی بہم ہمین کیا کام — دیا ہے ہمکو خدا نے وہ دل کہ شاد نہین

دنیا مین غم و شادی کا بہم ہونا اوس مقام پر ذکر کرتے ہین جہان دنیا کی سرور و خوشی سے نفرت ظاہر کرنا منظور رہوا س شعر مین مصنف نے تازگی یہہ پیدا کی ہے کہ غم و شادی کے بہم ہونے پر حسرت ظاہر کی ہے کہتے ہین (ہمین کیا کام) یعنے ہم تو محروم ہین ہمکو تو کبہی ایسی خوشی ہی حاصل نہین ہوی جو غم سے متصل ہو - اور کشادی طلوطالع کی حسرت کرنے سے یہہ معنے نکلتے ہین کہ شاعر کو انتہا کی غمزدگی ہے کہ ایسی ہیچ و ناکارہ خوشی کی تمنا رکہتا ہے اور یہی وجہ بلاغت ہے

تم اونکے وعدہ کا ذکر اونسے کیون کرو غالب　　یہہ کیا کہ تم کہو اور وہ کہین کہ یاد نہین

اس شعر مین

معشوق کی بدعہدی و وعدہ خلافی کو جو لوگ اولٹ پلٹ کر کہا کرتے ہین وہ اس شعر مین تامل کرین کہ اس مضمون کہنہ کو کیا آب و رنگ دیا ہے مطلب تو یہہ ہے کہ مین جب اونہین وعدہ یاد دلاتا ہون وہ کہتے ہین یاد نہین مگر اس مطلب کو ملامت کر کی زبانی ادا کیا ہے یعنے خبر کے پہلو کو ترک کر کے اس مضمون کو انشا کے سانچے مین ڈہالا ہے

تیری توسن کو صبا باندہتے ہین　　ہم بہی مضمون کی ہوا باندہتے ہین

یعنی توسن کو صبا سے تشبیہ دیکر خوش خیالی کی ہوا باندہتے ہین -

آہ کا کس نے اثر دیکہا ہے　　ہم بہی ایک اپنی ہوا باندہتے ہین

ہوا باندہنا رعب بٹہانے کے معنے پر ہے

تیری فرصت کے مقابل اے عمر　　برق کو پا بہ حنا باندہتے ہین

یعنے فرصت عمر کے ساتہہ اگر مقابلہ کرو تو گویا برق کے پاؤن مین مینہدی لگی ہوی ہے

یعنی آنی و فانی ہونے مین یہہ عمر کہین بڑہی ہوی ہے

قید ہستی سے رہائی معلوم　　اشک کو بے سر و پا باندہتے ہین

لطف یہہ ہے کہ ممکن پر عدم سابق بہی ہے اور عدم لاحق بہی ہے تو اشک کی طرح انسان بہی بے سر و پا ہے اور اشک کو با وجود بے سر و پا ہونیکے باندہتے ہین اور کسیکے باندہنے سے بندہ جانا ضرور ہے ہستی کی غرض یہہ کہ ہم ہستی کی قید مین ضرور رہینگی اور مرتبہ فنا جو مین آزادی ہے حاصل نہین ہوگا ۔

نشۂ رنگ سے ہی واشدِ گل ہو　　**مست کب بندِ قبا باندھتے ہین**

یعنی نشۂ رنگ سے مست ہے اس سبب سے گل کے بند قبا کھلے ہوے ہین ؂

غلطیہای مضامین مت پوچھ　　**لوگ نالہ کو رسا باندھتے ہین**

یعنی ہمکو تجربہ حاصل ہے کہ نالہ کو کبھی رسائی نہین ہوتی یہہ تو ظاہر معنے ہین اور ایہام ایک معنے کی طرف ہے کہ اگر رسا ہوتا تو باندھتے کیسے اوسکا بندہ جانا ہی دلیل واماندگی و نارسائی ہے۔ لفظ غلط مین یائے مصدری لگانا غلط در غلط ہے۔ فارسی مین کسی نے ایسا تصرف نہین کیا بلکہ قدیم اردو مین بھی (ی) نہین بڑہائی گئی تھی۔ میر۔ غلط اپنا کہ اوس جفا جو کو ہم سادگی سے ہم آشنا سمجھے۔ ہان اب محاورہ ہندیون کا یہی ہے کہ غلط کو غلطی کہتے ہین اور (ی) کا بڑہا دینا تصرف ہندیونکا ہے اس سبب سے غلطی کا لفظ ہندی ہے فارسی ترکیب مین اوسکو لانا اور فارسی کی جمع بنانا اور فارسی اضافت اوسکو دینا صحیح نہین خود مصنف نے لفظ انتظاری کے باندھنے کو ایک خط مین منع کیا ہے

اہل تدبیر کی واماندگیان ہو　　**آبلون پر بھی حنا باندھتے ہین**

اہل عقل پر شماتت ہے کہ اون کے پاؤن مین آبلہ ہو تو اوسپر حنا باندھتے ہین یعنی ایک تو آبلہ ہی باعث واماندگی تھا اور اوسپر پاؤن مین مہندی بھی لگا لیتے ہین اور عاجز و درماندہ ہو جاتے ہین اسکے مقابلہ مین اہل جنون کی ستایش مقصود ہے کہ وہ پاے پر آبلہ سے دشت پر خار پر دوڑتے ہین۔ پہلے مصرع مین سے خبر محذوف ہے اور مقام شماتت مین خبر کا حذف محاورہ مین ہے جیسے کہتے ہین (تقدیر) یعنے تقدیر کی برائی دیکھو (نافہمی) یعنے نافہمی کا نتیجہ دیکھو۔

سادہ پرکار ہین خوبان غالب　　**ہم سے پیمان وفا باندھتے ہین**

(ہم) کو خاص لہجہ مین پڑہنا چاہیے جس سے یہہ معنی نکلینگے کہ کوئی اور ہی نہین ہم اور یہی وجہ ہے سادہ کہنے کی کہ وہ جانتے ہین ہم اونکے فریب مین آجائینگے اور پرکار اس وجہ سے کہا ہے کہ فریب دینے کا قصد رکھتے ہین۔ خوبان خوب کی جمع ہے اور آج کل کی اردو مین الف نون کے ساتھ ہر ایک لفظ کو جمع بنا لینا نہین درست ہے اس باب مین دکن کے محاورہ مین بہت توسعہ ہے اور یہہ لوگ بے تکلف ہر لفظ کو اس طرح

جمع بنا لینا
قاعدہ

جمع بناتے ہین لیکن اردوئے معتبر جو سمجھی جاتی ہے اوس ہین جمع بنانیکا یہہ ضابطہ ہے
کہ اگر لفظ حروف معنویہ ہین سے کسی حرف کے ساتھہ متصل ہے تو واو نون کر ساتھہ
جمع کرینگے اور حروف معنویہ سات ہین - نے - کو - مین - پر - تک - سے - کا -
جیسے مردون نے - عورتون کو الخ - اور اگر منادی ہے تو فقط واو سے جمع بنائینگے
جیسے یارو - لوگو لیکن اوسکی حالت ندا مین بہی نون ہے - کچہہ رسم ایسا ہی ہوگیا ہے
کہ یارو اور دیکہو قافیہ کرتے ہین اور بغیر نون کے لکہتے ہین - اور اگر لفظ ندا سے
اور حروف معنویہ سے مجرد ہے تو یا مذکر ہے یا موئنث - اگر مذکر ہے اور اوس کے
آخر مین ہائے مختفی یا الف تذکیر ہے تو فقط امالہ کر کے جمع بناتے ہین جیسے حوصلہ اور حوصلے
لڑکا اور لڑکے - اور اگر یہہ دو نون حرف آخر مین نہین ہین تو مفرد و جمع مین مذکر کے
کچہہ امتیاز نہین کرتے جیسے - ایک مرد آیا - کئی مرد آئے - اور اگر لفظ موئنث ہے اور
آخر مین اوسکے کوئی حرف علت یا ہائے مختفی نہین ہے تو - ی - نون - سے جمع بناتے
ہین جیسے راہین - آنکہین - اور اگر آخر مین الف تصغیر ہے تو فقط نون سے جمع بنتی
ہے جیسے لٹیان - بڑہیان - اور اگر آخر مین ہائے مختفی یا الف اصلی یا واو ہے تو ہمزہ
ی - نون بڑہاکر جمع بنائینگے جیسے خالائین - ہوائین - گیشائین - آرزوئین - آبروئین
اور اگر آخر مین ی ہے تو اس صورت مین البتہ الف اون کے ساتھہ جمع کرتے
ہین جیسے لڑکیان - بجلیان -

زمانہ سخت کم آزار ہے بجان اسد وگرنہ ہم تو توقع زیادہ رکہتے ہین

قسم کہاکے کہتے ہین کہ زمانہ کے ہاتہہ سے جس قدر آزار پہنچتا ہے یہہ بہت ہی کم
ہے وگرنہ ہم اس سے زیادہ ستم سہنے کی آرزو رکہتے ہین سخت کا استعمال بہت
کے معنے پر فارسی کا محاورہ ہے اردو مین بہت کم مستعمل ہے ٭

دائم پڑا ہوا ترے در پر نہین ہون مین خاک ایسی زندگی پہ کہ پتہر نہین ہون مین

یعنی اس زندگی سے تو پتہر ہونا بہتر تہا کہ شاید تیرا سنگ در ہوتا اور اس بات کی طرف
بہی اشارہ ہے کہ ہمیشہ پتہر کیطرح پڑا تو رہتا ہون لیکن در یار سے دور ہون -

مین بیہر نہین ہون کہ اس طرح پڑا رہنا گوارا کرون ٭

کیون گردش مدام سے گھبرا نہ جای دل　　انسان ہون پیالہ و ساغر نہین ہون مین

یعنی جو لوگ شراب مدام رکھتے ہین اون کا ساغر ہمیشہ دورمین رہتا ہے تو وہ بنا ہی ہے اسی واسطے مین انسان ہون میرے لئے یہہ گردش مدام کیسی ہے ٭٭٭

یارب زمانہ مجھکو مٹاتا ہی کس لئے　　لوح جہان پہ حرف مکرر نہین ہون مین

مضمون تو یہہ ہے کہ اپنی ہستی کو حرف غلط کے مٹنے سے تشبیہ دی ہے لیکن اگر یون کہتے کہ زمانہ مجھے حرف غلط کی طرح مٹائے دیتا ہے تو اس قدر بلیغ نہوتا جس قدر کہ اب بلیغ ہے اور بلاغت کی وجہ زیادتی معنے ہے یعنے اب اتنے معنی اور بڑہے ہوی ہین کہ باوجودیکہ مین حرف مکرر نہین ہون اور کوئی وجہ میرے مٹانے کی نہین ہے زمانہ مجھے مٹا رہا ہے۔ اس شعر سے یہہ نکتہ سمجھنا چاہیے کہ ایک تشبیہ مبتذل مین زیادتی معنی پیدا کرنیکا کیا طریقہ ہے اور پھر زیادتی معنے سے کس قدر بلاغت بڑہ جاتی ہے

حد چاہیے سزا مین عقوبت کے واسطے　　آخر گناہ گار ہون کافر نہین ہون مین

لفظ کافر مین اہل زبان ف کو زیر پڑہتے ہین لیکن عجم کا محاورہ زبر ہے اسی سبب سے اسکو ساغر کے ساتھہ قافیہ کرتے ہین - ایک یہہ لفظ اور ایک لفظ ظاہر کو قاآنی نے ساغر کے ساتھہ قافیہ کیا ہے اور ردے یعنی (رے) متحرک ہے اور اسی طرح ایک شعر یہہ مشہور ہے۔ شعر۔ آدمی را آدمیت لازم است٭ عود را اگر بو نباشد ہیزم است۔ اس شعر مین بہی میم جو کہ حرف ردی ہے متحرک ہے اس سے یہہ استنباط نہ کرنا چاہیئے کہ جہان روی متحرک ہوجائے وہان اختلاف توجیہ یعنی حرکت ماقبل روی کا اختلاف درست ہے اور یہہ بہی خیال نہ کرنا چاہیئے کہ ضرورت قافیہ کے لئے مکسور کو مفتوح کرلینا درست ہوگا بلکہ یہی الفاظ مخصوص سمجھنا چاہیئے اس حکم کے لئے۔ سزا و عقوبت کے معنی ایک ہی ہین اس تکرار کے سبب سے پہلا مصرع سست ہوگیا ہی ٭

کس واسطے عزیز نہین جانتے مجھے　　لعل و زمرد و زر و گوہر نہین ہون مین

حضرت کی طرف خطاب ہے اور معنی یہہ ہین کہ زر و گوہر و مال دنیا کو آپ عزیز نہین

جانتے تھے کیا اوسی طرح مجھکو بھی سمجھتے ہین تو مین تو زر و گوہر نہین ہون

رکھتے ہو تم قدم مری آنکھون سے کیون دریغ — رتبہ مین مہر و ماہ سے کمتر نہین ہون مین

کرتے ہو مجھکو منع قدمبوس کس لئے — کیا آسمان کے بھی برابر نہین ہون مین

ان دونون شعرون مین بھی صاحب معراج کی طرف خطاب کیا ہے

غالب وظیفہ خوار ہو دو شاہ کو دعا — وہ دن گئے کہ کہتے تھے نوکر نہین ہون مین

دیکھو اداے شکر کا ایک پہلو یہہ بھی ہے

سب کہان کچھ لالہ و گل مین نمایان ہوگئین — خاک مین کیا صورتین ہونگی کہ پنہان ہوگئین

دوسرا مصرع اصل مین یون ہے کہ کیا صورتین ہونگی کہ خاک مین پنہان ہوگئین ضرورت شعر کے لئے متعلق اور اوسکے متعلق مین اجنبی کو فاصل لائے ہین مطلب یہہ ہے کہ لالہ و گل اونہین حسینون کی خاک سے ہے جو خاک مین مل گئے

یاد تھین ہمکو بھی رنگارنگ بزم آرائیان — لیکن اب نقش و نگار طاق نسیان ہوگئین

اس شعر مین (بھی) کا لفظ دیکھنے کا ہے۔ یہہ دو حرف کا لفظ اگر اس شعر سے نکال ڈالا جائے تو کس قدر معنی شعر مین کمی ہوجاتی ہے اور اس ایک لفظ سے کتنے معنی زاید کی طرف اشارہ نکلتا ہے۔ وہ معنی زائد یہہ ہین کہ جس طرح تم لوگ رنگارنگ جلسہ کیا کرتے ہو کبھی ہمکو بھی ان صحبتون کا شوق تھا لیکن اب ہمارا حال دیکھکر تم کو عبرت کرنا چاہئے کہ شباب کو قیام نہین ہے

تھین بنات النعش گردون دن کو پردہ مین نہان — شب کو ان کے جی مین کیا آئی کہ عریان ہوگئین

تارون کی کھلنے کی کیفیت بیان کرتے ہین اور اوسکو عریان ہوجانے سے تعبیر کیا ہے۔ بنات النعش اوتر کے طرف سات ستارے ہین چار ستارے اون مین سے جنازہ ہین اور تین جنازہ کے اوٹھانیوالے ہین بنات کی لفظ سے یہہ وہم کا نہ کہنا چاہئے کہ عرب اونکو لڑکیان سمجھتے ہین بلکہ بات یہہ ہے کہ جنازہ اوٹھانے والے کو عرب ابن النعش کہتے ہین اور ابن النعش کی جمع بنات النعش اون کے محاورہ مین ہے جس طرح ابن آدم اور ابن العرس کو جب جمع کرینگے بنات آدم اور بنات العرس کہینگے اسی طرح بیربہوٹی کو مثلاً ابن المطر کہینگے اور اسکی جمع بنات المطر بنائینگے اور عربی

مین یہہ ضابطہ کلیہ ہے ایسی بہت سی لفظین اور اون کے جمع کا بہی یہی خاص طریقہ
ہے لیکن ہر رجا چ نے بہی اس لفظ مین تسامح کیا ہے کہتے ہین شعر۔ در سیاست
گاہ تیرش بہر تفضائے کائنات ؎ قطب را دائم جنازہ بر سر دختر است ۱۲

قید مین یعقوب نے لی گو نہ یوسف کی خبر — لیکن آنکھین روزن دیوار زندان ہوگئین

یعنے روزن کی طرح بے نور ہوگئین ۱۲ ۱۲

سب رقیبون سے ہون ناخوش پر زنان مصر سے — ہے زلیخا خوش کہ محو ماہ کنعان ہوگئین

(سب) سے سب رقیب نہین مراد ہین بلکہ سب عشاق مراد ہین یعنے سب عشاق رقیبون سے
ناخوش ہون لیکن زلیخا زنان مصر کی محویت سے خوش ہے کہ مجھہ پر تو شماتت کرتی تہین
خود کیسا حسن کنعانی پر محو ہوکر ہاتھہ کاٹ کر بیٹھہ رہین

جوئی خون آنکھون سے بہنے دو کہ ہے شام فراق — مین یہہ سمجہونگا کہ شمعین دو فروزان ہوگئین

یعنے شب تار فراق مین جو آنکھون مین خون اوتریگا تو مین سمجہونگا دو چراغ اندھیرے مین
روشن ہوگئے اور یہہ باعث تسکین ہوگا میرے لئے

ان پریزادون سے لینگے خلد مین ہم انتقام — قدرت حق سے یہی حورین اگر وان ہوگئین

اس شعر مین (ہوگئین) کا لفظ جو ہے اوسکی ضمیر پریزادون کی طرف پہرتی ہے اس سے
ظاہر ہے کہ پریزادون سے عورتین مراد ہین جیسا خواجہ حافظ فرماتے ہین شعر۔
فغان کین لولیان شوخ و شیرین کار شہر آشوب ؎ چنان بردند صبر از دل کہ ترکان
خوان یغما را ؎ حال آنکہ فارسی و اردو مین غزل کے اصول جو قائم ہوئے ہین بموجب
اون کے مرد ہی عاشق اور مرد ہی معشوق ہونا چاہئے اور معشوق کی نسبت مونث
کے صیغون کا استعمال کرنا بہی نہین درست بلکہ وہ پری آیا اور وہ حور آیا بے
تکلف سب نظم کرتے ہین میر نے تو اس باب مین ایسی افراط کی ہے کہ جابجا
اون کے دیوان مین دلی کے لونڈے بہرے ہوئے ہین لکہنؤ کے شعرا
جو کہ انہین کے فیضیاب تہے اونہون نے بہی اس قاعدہ کو مسلم سمجہا لیکن
کسی قدر اصلاح کی یعنے چوٹی اور افشان اور مسی اور کاجل اور محرم
اور کرتی اور دوپٹہ اور آنچل وغیرہ کے مضمون کہنا شروع کئے لیکن
صیغے مذکر ہی کے استعمال کئے مگر جن لوگون مین فارسی یا اردو کے

شعراے قدما کا مذاق پیدا ہوگیا ہے وہ چوٹی اور آنچل وغیرہ جو جو لفظ کہ عورتون کے ساتھہ مخصوص ہین اون کے استعمال کو اب بہی مکروہ سمجھتے ہین اور پھر سید صاحب نے جیسی افراط کی ہے اوسکو بہی پسند نہین کرتے وہ چاہتے ہین معشوق سہم رہے اور بے شک یہہ اچھا طریقہ ہے مگر یہہ خیال رکھنا چاہئے کہ حضرت کے سامنے کعب بن زہیر نے جو قصیدہ پڑہا ہے اوس مین وہ کہتے ہین - ہیفاء مقبلة عجزاء مدبرة ٭ لا یشتکی منها قصر ولا طول ٭ یعنی سامنے سے اوسے دیکھو تو چھریری اور نازنین ہے اور پیچھا دے کو اوسکی دیکھو تو بزرگ سرین لیے اور اوسکا قد پست ہے نہ بہت دراز ہے - اور سید رنگی کہتے ہین - ہیفاء ان قال الشباب لها انهضی ٭ قالت رواد فها اقعدی وتمهلی وہ ایسی نازنین ہے کہ اگر جوش شباب کہے کہ ذرا اوٹھہ تو کمر کولے کہین بیٹھہ ہی کہان جائیگی - واذا سألت الوصل قال جمالها ٭ جودی وقال دلالها لا تفعلی - اور جب اوس سے وصل کرون تو جمال کہے کہ ہان ہی جا اور غمزہ سکھا ئے کہ ہرگز نہ ماننا اسی قسم کا ایک شعر یہہ ہے -

ابت الروادف والثدی لقمصها ٭ مس البطون وان تمس ظهورها ٭

اوسکے کولون کے اور سینہ کے اوبھار نے قمیص کو شکم و پشت سے لگنے نہ دیا - اور نابغہ کہتا ہے - واذا لمست لمست اجثم جاثما متحیزا بمکانه ملء الید واذا طعنت طعنت فی مستهدف رابی المجسة بالعبیر مقرمد واذا نزعت نزعت عن مستحصف نزع الحزور بالرشاء المحصد ٭ اور عرب کے کلام مین ایسے بہت شعر ہین اور یہی شعر بیاض انتخاب مین گل سر سبد ہین لیکن فارسی مین یہہ بات نہین اور اردو پر فارسی ہی کا بہت اثر پڑا ہے محض اس وجہ سے مصنف کے اس شعر مین اعتراض کی بے شک گنجایش ہے

نیند اوسکی ہی دماغ اوسکا ہی راتین اوسکی ہین ٭ تیری زلفین جسکے بازو پر پریشان ہو گئین

زلفون کے پریشان ہونے سے کنایہ کیا ہے جوش اختلاط و کثرت بوس و کنار کی طرف اس مین شک نہین کہ یہہ شعر بیت الغزل ہے اور کار نامہ ہے -

مین چمن مین کیا گیا گویا دبستان کھل گیا ٭ بلبلین سنکر مرے نالے غزلخوان ہو گئین

یعنے بلبلین غزلین پڑہنے لگین جسطرح مکتب مین سبق پڑہتے ہین بلبل کا قاعدہ ہے کہ خوش آواز کو سنکر زمزمہ کرتی ہے

وہ نگاہین کیون ہوی جاتی ہین یارب دلکے پار — جو مری کوتاہی قسمت سے مژگان ہوگئین

مژگان ہوجانے سے مراد یہہ ہے کہ اُس قدر میری طرف سے اوسکی نگاہین کوتاہ ہین گویا مژگان ہوگئین مگر باوجود اسکوتاہی کے دل سے پار ہوی جاتی ہین

بسکہ روکا مین نے اور سینہ مین ابہرین پے بہ پے — میری آہین بخیۂ چاک گریبان ہوگئین

اس شعر مین آہ کے بار بار ابہرنے کو اور بار بار ضبط کرنے کو رشتۂ بخیہ گر کی حرکت سے تشبیہ دی ہے یعنے متحرک کی متحرک سے تشبیہ ہی اور وجہ شبہ حرکت ہے لیکن آہ کے لئے ایسی حرکت محض ادعائے شاعرانہ ہے اس سبب سے یہہ تشبیہ ویسی بدیع نہین ہے جیسی اور شعر تشبیہ متحرک کے گزر چکے ہین اور باعتبار مضمون کے شعر بے معنی ہے فارسی و اردو کے شعرا آنکھہ بند کرکے ایسے مضمون کہا کرتے ہین۔ یہان بخیہ اور سینہ مین جو ضلع بول گئے ہین لطف سے خالی نہین ہے

وان گیا بہی مین تو اونکی گالیونکا کیا جواب — یاد تہین جتنی دعائین صرف دربان ہوگئین

یعنی جسقدر دعائین مجہے دینا آتا تہا وہ سب دعائین دربان ہی کو دے چکا

جانفزا ہی بادہ جسکی ہاتہہ مین جام آگیا — سب لکیرین ہاتہہ کی گویا رگ جان ہوگئین

گویا کا لفظ اکثر اشعار مین بہرتی کا ہوا کرتا ہے لیکن اس شعر مین ایسا نہین ہے یہان سے اگر یہہ لفظ نکال ڈالا جائے تو مبالغہ حد امکان سے تجاوز کرجائے اور مطلب یہہ ہو کہ لکیرین سچ مچ رگ جان بنگئین اور قواعد بلاغت مین ایسا مبالغہ جو حد امکان سے بڑہ جائے اوسے غیر ممدوح سمجہتے ہین لیکن اکثر شعرا اس زمانہ مین بے تکلف ایسے مبالغہ اور اغراق کو کہا کرتے ہین بلکہ اوسے صنعت سمجہتے ہین مصنف نے یہان مبالغہ کے گہٹانے کے لئے گویا کا لفظ صرف کیا ہے جو کہ ظن و تخمین و اشتباہ پر دلالت کرتا ہے نہین تو مصرع یون پورا ہوسکتا تہا مصرع سب لکیرین ہاتہہ کی اوسکے رگ جان ہوگئین

ہم موحد ہین ہمارا کیش ہے ترک رسوم — ملتین جب مٹ گئین اجزاے ایمان ہوگئین

ہم موحد ہین یعنے وحدت معبود کے قائل ہین اور اوسکی ذات کو واحد سمجہتے ہین

اور واحد وہ جس مین نہ تو اجزائے مقداری ہون جیسے طول وعرض وغیرہ اور نہ اجزائے
ترکیبی ہون جیسے ہیولی صورۃ اور نہ اجزائے ذہنی ہون جیسے جنس وفصل غرضکہ اوسکا علم
محض سلبیات کے ذریعہ سے حاصل ہے جیسے کہین کہ اوسکا شریک نہین ہے وہ
جسم نہین ہے وہ متحیز نہین ہے وہ مرئی نہین ہے وہ عاجز نہین ہے وہ جاہل
نہین ہے وہ حادث نہین ہے وہ علت موجبہ نہین ہے یہی سب سلبیات کہ
انکے اعتقاد سے اور سب ملتین باطل ومحو ہوجاتی ہین یہین اجزائے توحید ہین ۱۲

رنج سے خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہے رنج — مشکلین مجھہ پر پڑین اتنی کہ آسان ہوگئین

یعنی اتنی مشکلین مجھہ پر پڑین کہ مین خوگر ہوگیا پھر مشکل مجھے مشکل نہ معلوم ہوئی ۱۲

یون ہی گر روتا رہا غالب تو اے اہل جہان — دیکھنا ان بستیون کو تم کہ ویران ہوگئین

یا یہہ سمجھو کہ رونے کے تاثیر سے ویرانی ہوئی یا یون سمجھو کہ سیلاب اشک نے ویران
کردیا لیکن یہہ دوسرا پہلو ورندا ہوا مضمون ہے اور مبتذل ہے ۔

دیوانگی سے دوش پہ زنار بھی نہین — یعنی ہماری جیب مین اک تار بھی نہین

کہتے ہین طرفہ دیوانگی یہہ ہے کہ ایک تار بھی گریبان مین نہ چھوڑا کہ وہ بجائے
زنار ہوتا اور کیش صنم پرستی کے خلاف نہوتا

دل کو نیاز حسرت دیدار کر چکے — دیکھا تو ہم مین طاقت دیدار بھی نہین

یعنی حسرت دیدار کے پیچھے جب دل کو مٹا چکے اوسکے بعد جو خیال کیا تو آپ مین طاقت
وتاب دیدار بھی نہ پائی ۔ (دیکھا) یہان افعال قلوب مین سے ہے اور دونون
معمولون سے متعلق ہے

ملنا ترا اگر نہین آسان تو سہل ہے — دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہین

اوسی شی کے لئے آسان ہونا اور دشوار ہونا کہتے ہین جو ممکن الوقوع ہو لیکن جو
آسان بھی نہو اور دشوار بھی نہو وہ ممتنع اور ناممکن الوقوع ہے ۱۲

بے عشق عمر کٹ نہین سکتی ہے اور یہان — طاقت بقدر لذت آزار بھی نہین

یعنی عشق مین آزار ضرور ہے اور آزار کی لذت اوٹھانے کے لئے تاب
وطاقت نہین ہے

شوریدگی کے ہاتہہ سے ہے سر وبال دوش ۔ صحرا مین اے خدا کوئی دیوار بہی نہین

دیوار ہوتی تو سر کو پہوڑ کر اس وبال سے نجات پاتے

گنجایش عداوت اغیار اک طرف ۔ یان دل مین ضعف سے ہوس یار بہی نہین

یعنی دل کو ضعف سے وہ افسردگی ہے کہ گنجایش عداوت اغیار کا کیا ذکر ہوس یار تک نہین سمائی

ڈر نالہای زار سے میرے خدا کو مان ۔ آخر نوائے مرغ گرفتار بہی نہین

یعنی آخر یہہ نالہ ہے طیور کی نوحہ گری تہوڑی ہے کہ کچہہ اثر نہو

دل مین ہے یار کی صف مژگان سے روکشی ۔ حالانکہ طاقت خلش خار بہی نہین

حال تو یہہ ہے کہ خلش خار کی بہی طاقت نہین اور پہر کاوش مژگان سے مقابلہ کرنیکا حوصلہ دل مین موجود ہے

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا ۔ لڑتے ہین اور ہاتہہ مین تلوار بہی نہین

(اور) اس شعر مین حالیہ ہے اور لڑنے مین اختلاط سے ہاتہا پائی کرنا مراد ہے

دیکہا اسد کو خلوت و جلوت مین بارہا ۔ دیوانہ گر نہین ہے تو ہشیار بہی نہین

مقام اس کلام کا یہہ ہے جیسے مخاطب کو اسکے دیوانہ ہونیکا یقین نہین ہے یہہ اوسکا رد کرتا ہے

نہین ہے زخم کوئی بخیے کے درخور مرے تن مین ۔ ہوا ہے تار اشک یاس رشتہ چشم سوزن مین

یعنی زخم کے سینے سے سوزن کو یاس ہوئی تو رشتہ اوسکا تار اشک یاس بنگیا

ہوئی ہے مانع ذوق تماشا خانہ ویرانی ۔ کف سیلاب باقی ہے برنگ پنبہ روزن مین

روزن مین پنبہ ہونا جہانکنے کو مانع ہوتا ہے اور یہہ پنبہ اوسی سیلاب کا کف ہے جس سے خانہ ویرانی ہوئی اس سبب سے خانہ ویرانی مانع تماشا ہے یعنی مسبب کو سبب قرار دیا اور فصحا السابت کرتے ہین

ودیعت خانۂ بیداد کاوشہای مژگان ہون ۔ نگین نام شاہد ہے مرا ہر قطرۂ خون تن مین

یعنی ہر قطرۂ خون مرے تن مین ایک نگینہ ہے جس پر سوزن مژگان نے معشوق کا نام کہود دیا ہے اور مین ان سب نگینون کا جو امر خانہ ہون یا امانت خانہ ہون کہ

کہ ہر قطرہ پر اوسکے نام کی مہر کی ہوئی ہے

بیان کس سے ہو ظلمت گستری میرے شبستان کی　　شب مہ ہو جو رکہدین پنبہ دیوارونکی روزن مین

یعنی پنبہ روزن میرے سیہ خانہ مین چاند معلوم ہو

نکوہش مانع بے ربطی شور جنون آئی　　ہوا ہی خندۂ احباب بخیہ جیب و دامن مین

ملامت احباب میرے جوش جنون کو مانع ہوئی گویا خندۂ احباب بخیہ گریبان ہوگیا لیکن خندہ سے خندۂ دندان نما مقصود ہے تاکہ اوسے بخیہ سے مشابہت ہوجاے

ہوئی اوس مہروش کے جلوۂ تمثال کے آگے　　پرافشان جوہر آئینہ مین مثل ذرہ روزن مین

(ہوئی) کا اسم جوہر ہے اور خبر پرافشان ہے غرض یہ ہے کہ جس طرح آفتاب کی شعاع پڑنے سے روزن مین ذرہ پرافشان ہوتے ہین اسی طرح اوس مہروش کے عکس رخ سے آئینہ مین جوہر افشان ہین

نجانون نیک ہون یا بد ہون پر صحبت مخالف ہے　　جو گل ہون تو ہون گلخن مین جو خس ہون تو ہون گلشن مین

یعنی گل کے لئے گلشن مین بہار ہے اور خس کے لئے گلخن مین رونق بازار ہے - اگر گل گلخن مین ہے تو بیکار ہے اور اگر خس گلشن مین ہے تو بار ہے اور صحبت مخالف مین یہی میرا حال ہے

ہزارون دل دیے جوش جنون عشق نے مجھکو　　سیہ ہو کر سویدا ہوگیا ہر قطرہ خون تن مین

ہر قطرۂ خون سویدا بنگیا اور سویدا دل مین ہوتا ہے تو گویا جوش جنون کی بدولت ہزارون دل مجھے مل گئے

اسد زندانی تاثیر الفتہاے خوبان ہون　　خم دست نوازش ہوگیا ہے طوق گردن مین

یعنی معشوقون نے نوازش و مہربانی سے جو میرے گلے مین باہنین ڈالین تو وہ میرے لئے طوق سنگین اور مجھے اسیر کرلیا اور اوسکی تاثیر نوازش میرے حق مین زندان ہوگئی ورنہ درحقیقت نہ زندان ہے نہ طوق ہے

مزے جہان کے اپنی نظر مین خاک نہین　　سواے خون جگر سو جگر مین خاک نہین

دنیا کے کہانے پینے مین خاک بھی مزہ نہین ہان خون جگر پینے مین البتہ لذت ہے تو جگر مین خون ہی نہین رسوم کا استعمال اب ترک ہوتا جاتا ہے۔

مگر غبار ہوئے پر ہوا اوڑا لیجائے — وگرنہ تاب و توان بال و پر مین خاک نہین

مگر بمعنی شاید ہے - غبار و خاک کا تناسب حسن دے رہا ہے

یہہ کس بہشت شمائل کی آمد آمد ہے — کہ غیر جلوۂ گل رہگزر مین خاک نہین

یعنے رہگزر مین خاک نہین ہے جلوۂ گل ہے

بہلا اوسے نہ سہی کچہہ مجہی کو رحم آتا — اثر مرے نفس بے اثر مین خاک نہین

نفس کو بے اثر کہکر پہر کہنا کہ اثر نہین بہ اعتبار معنی کے اسکی تاویل مشکل ہے لیکن محاورہ مین ٹہیک ہے جیسے من قتل قتیلا فلہ سلبہ - اس مضمون کو مصرع لگا کر مصنف نے تازہ کر لیا

خیال جلوۂ گل سے خراب ہین میکش — شرابخانہ کے دیوار و در مین خاک نہین

یعنی نشہ کی کرامات سے آنکہون مین سرسون پہولی ہے وگرنہ شرابخانہ مین کیا ہے

ہوا ہون عشق کی غارتگری سے شرمندہ — سوائے حسرت تعمیر گہر مین خاک نہین

شرمندگی کی وجہ یہہ ہے کہ جب گہر ہی نہین تو عشق غارت کیا کرے گا

ہمارے شعر ہین اب صرف دل لگی کے اسدؔ — کہلا کہ فائدہ عرض ہنر مین خاک نہین

(کہلا) کے فاعل کا حذف اس تعقید کے سبب سے شاید شعر مین درست ہو جائے تو ہو جائے ورنہ محاورہ تو یہہ ہے کہ یہہ حال کہلا - بولنے مین کبہی لفظ حال کو حذف نہین کرتے

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بہر نہ آئے کیون — روئین گے ہم ہزار بار کوئی ہمین ستائے کیون

جیسے کوئی ستم زدہ ہے کہ معشوق اوس سے کہتا ہے کہ ہم ظلم کرین تو اف نہ کر اور (کوئی) کا لفظ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خفگی مین اوسے قابل خطاب نہین سمجہتے

دیر نہین حرم نہین در نہین آستان نہین — بیٹہے ہین رہگزر پہ ہم غیر ہمین اوٹہائے کیون

اس شعر کی تعریف کے لئے الفاظ نہین مل سکتے -

جب وہ جمال دلفروز صورت مہر نیم روز — آپ ہی ہو نظارہ سوز پردہ مین منہہ چہپائے کیون

یعنے وہ پردہ مین چہپا ہوا نہین ہے بلکہ آشکارا ہے اور اوس کے کثرت ظہور سے فکر و نظر اوسکا احاطہ نہین کر سکتی جس طرح آفتاب کے کثرت نور سے نگاہ قاصر ہے

دشنۂ غمزہ جانستان ناوک ناز بے پناہ — تیرا ہی عکس رخ سہی سامنے تیرے آئے کیون

مطلب یہہ ہے کہ تیرے سامنے ہی کسی کا آنا نہین اچہا کوئی غیر آیا تو بلا سے خود عکس

تیرا اگر آئینہ میں بھی دشنہ و ناوک لیے ہوئے تیرے سامنے آئے تو تیرا کیا حال ہوگا

قید حیات و بند غم اصل میں دونوں ایک ہیں — موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

یعنی حیات و غم ایک ہی چیز کا نام ہے پھر حیات میں غم کا زوال سلب الشی عن نفسہ محال ہے

حسن اور اوس پہ حسن ظن رہ گئی بوالہوس کی شرم — اپنے پہ اعتماد ہے غیر کو آزمائے کیوں

یعنی رقیب بوالہوس نے جو اظہار عشق کیا تو بے امتحان کئے اوسے یقین آگیا اس سبب سے کہ ایک تو حسن ہی خدا نے دیا ہے دوسرے حسن ظن بھی ہے یعنی جانتا ہے کہ وہ کون ہوگا جو مجھے نہ چاہے گا غرضکہ اپنے حسن پہ اعتماد ہے پھر رقیب کو کیوں آزمانے لگا اسی میں اوسکی شرم رہ گئی۔

واں وہ غرور عز و ناز یاں یہ حجاب پاس وضع — راہ میں ہم ملیں کہاں بزم میں وہ بلائے کیوں

لف و نشر غیر مرتب ہے

ہاں وہ نہیں خدا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی — جسکو ہو دین و دل عزیز اوسکی گلی میں جائے کیوں

معشوق کی بر جگہ لی ہے کہ چلو اوسے خوف خدا نہیں نہ سہی تم بے وفا سمجھتے ہو اچھا بیوفا ہی سہی پھر اوسکی گلی میں کیوں جاؤ یہ شعر بیت الغزل ہے اس زمین میں۔ اس معاملہ کی طرف اشارہ ہے کہ لوگ سمجھا رہے ہیں اور یہ اونکی بات کو کاٹ رہے ہیں

غالب خستہ کے بغیر کونسے کام بند ہیں — روئیے زار زار کیا کیجئے ہائے ہائے کیوں

شاعر مرنے کے بعد اپنے احباب کو تسکین دیتا ہے زبان حال سے

غنچۂ ناشگفتہ کو دور سے مت دکھا کہ یوں — بوسہ کو پوچھتا ہوں میں منہ سے مجھے بتا کہ یوں

یعنی میں نے جو پوچھا کہ بوسہ کیونکر لیتے ہیں تو تم نے غنچۂ ناشگفتہ کو دور سے دکھا دیا کہ دیکھو بوسہ یعنی کی یہ صورت ہے یہ نہیں کہ پاس آکر اپنے منہ سے بوسہ لیکر بتاؤ کہ یوں لیتے ہیں

پرسش طرز دلبری کیجئے کیا کہ بن کہے — اوسکے ہر اک اشارہ سے نکلے ہے یہ ادا کہ یوں

میں اوس سے دل لینے کی طرز کو کیا پوچھوں بن پوچھے ہر اشارہ اوسکا کہہ رہا ہے

کہ دیکھہ دل اون اے لیتے ہین

رات کے وقت مے پیے ساتھہ رقیب کو لیے — آئے وہ یان خدا کرے پر نہ کرے خدا کہ یون

خدا کرے کہ وہ آئے لیکن خدا نہ کرے کہ یون آئے کہ رات کے وقت مے پیے الخ اس شعر کی بندش مین تعقید ہے مگر یہہ زمین ہی ایسی ہے - (مے پیے) اور (ساتھہ لئے) حال ہے - اصل مین مے پیے ہوے اور رقیب کو ساتھہ لئے ہوے تھا (ہوے) کا لفظ اکثر ترک کرتے ہین

غیر سے رات کیا بنی یہہ جو کہا تو دیکھئے — سامنے آن بیٹھنا اور یہہ دیکھنا کہ یون

(یون) کے لفظ مین مصنف نے دو معنی رکھے ہین ایک تو یہہ کہ میرے اس سوال پر اوسکا سامنے آن بیٹھنا اور غصہ کی نگاہ سے میری طرف دیکھنا دیکھئے کہ یون تم گستاخی کرنے لگے اور دوسرے معنی یہہ ہین کہ میرے اس سوال پر ذرا دیکھنا اسکا سامنے آن بیٹھنا اور ذرا دیکھنا کہ یون ڈھٹائی سے سامنے آن بیٹھنا - اکثر معتبر لوگون نے آن کے لفظ کو ترک کر دیا ہے آن کر کے بدلے آکر اور آن بیٹھنا کے مقام پر آبیٹھنا فصیح سمجھتے ہین - دلیل اونکی یہہ ہے کہ آنا جانا کہانا پانا وغیرہ بہت سے الفاظ ہین - اونمین (نا) علامت مصدر ہے اور جب فعل ان سے مشتق ہوتا ہے تو کہتے ہین پا کر کہا کر جا کر اسی طرح آکر بہی ہونا چاہیے اسمین نون کہان سے آگیا نون اگر تہا تو علامت مصدر تھا وہ فعل مین کیون باقی رہنے لگا لیکن تمام فصحا کی زبان پر آن کا لفظ ہے اور محاورہ مین قیاس نحوی کو کوئی دخل نہین

بزم مین اوسکے روبرو کیون نہ خموش بیٹھئے — اوسکی تو خامشی مین بہی ہے یہی مدعا کہ یون

یعنی یون نہین تم بہی خاموش بیٹھو

مین نے کہا کہ بزم ناز چاہیے غیر سے تہی — سن کے ستم ظریف نے مجھکو اوٹھا دیا کہ یون

یعنی لے اب مجلس خالی ہو گئی

مجھسے کہا جو یار نے جاتے ہین ہوش کس طرح — دیکھ کے میری بیخودی چلنے لگی ہوا کہ یون

اپنے دیکھہ ہوش اسطرح اوڑتی ہین

کب مجھے کوئی یار مین رہنے کی وضع یاد تہی — آئینہ دار بن گئی حیرت نقش پا کہ یون

نقش پا نے مجھے دکھا دیا کہ اس طرح خاک مین مل کر اور جلوہ حسن سے حیرت زدہ

ہوکر کوچہ معشوق مین رہنا چاہیے ۱۲ ش

گر ترے دل مین ہو خیال وصل مین شوق کا زوال
موج محیط آب مین مارے ہی دست و پا کہ یون

یعنی اگر تجھے یہہ خیال ہو کہ مبدا حقیقی تک پہونچکر کیونکر زوال شوق ہوجائیگا اور کس طرح
اتحاد پیدا ہوگا تو موج محیط کو دیکھہ وہ بتارہی ہے کہ اس طرح دست و پا مارتے مارتے
آخر اتحاد ہوجاتا ہے جو کہ مرتبہ اطمینان و سکون کا ہے

جو یہہ کہے کہ ریختہ کیونکہ ہو رشک فارسی
گفتہ غالب ایک بار پڑھکے اوسے سنا کہ یون

کیونکر کے مقام پر کیونکہ اب ترک ہوگیا ۱۲

ردیف واو

حسد سے دل اگر افسردہ ہی گرم تماشا ہو
کہ چشم تنگ شاید کثرت نظارہ سے وا ہو

تنگ چشم ہونا حاسد کی صفات مین سے ہے اور (گرم تماشا ہو) یعنی دنیا کو دیکھے حاصل
یہہ کہ تجربہ کے بعد تجھے معلوم ہوجائیگا کہ حسد کرنا بیجا ہے دنیا مین دولت کیلئے
کوئی سبب نہین درکار ہے ہر جگہہ یہی حال ہے

بقدر حسرت دل چاہئے ذوق معاصی بھی
بھرون ایک گوشہ دامن گر آب ہفت دریا ہو

فارسی کی اصطلاح ہی کہ عاصی کو تردامن کہتے ہین اور آب ہفت دریا سے کثرت معاصی
کا استعارہ کیا ہے

اگر وہ سرو قد گرم خرام ناز آجاوے
کف ہر خاک گلشن شکل قمری نالہ فرسا ہو

کف ہر خاک یعنی ہر کف خاک قمری بن جاوے اس سبب سے کہ قمری کا رنگ خاکستری ہی

کعبہ مین جارہا تو نہ دو طعنہ کیا کہین
بھولا ہون حق صحبت اہل کنشت کو

کعبہ گیا تو کیا ہوا کیا کہین بتکدہ کو مین بھولنے والا ہون ۱۲ ش

طاعت مین تا رہے نہ مے و انگبین کی لاگ
دوزخ مین ڈالدو کوئی لیکر بہشت کو

یعنی بہشت مین جو شہد و شراب کی نہرین ہین اوسکی طمع مین عبادت کی تو کیا الخ

ہون منحرف نہ کیون رہ و رسم ثواب سے
ٹیڑھا لگا ہی قط قلم سرنوشت کو

یعنی اپنے مقدر ہی مین یہہ ہے کہ راہ ثواب سے منحرف رہین

غالب کچھہ اپنی سعی سے لہنا نہین مجھے
خرمن جلے اگر نہ ملخ کہاے کشت کو

مقام شکایت مین ریاضت کی ثمرہ کو لہنا کہتی ہین ؎

وارستہ اس سے ہین کہ محبت ہی کیون نہو / کیجے ہمارے ساتہہ عداوت ہی کیون نہو

یعنی ہم اس خیال سے آزاد ہین کہ تم سے ضد کرین کہ محبت ہی ہم سے کرو تم اگر محبت نہین کرتے تو عداوت ہی کرو لیکن ہمہی سے کرو غیر کی شرکت عداوت مین بہی ناگوار ہے

چہوڑا نہ مجہہ مین ضعف نے رنگ اختلاط کا / ہے دل پہ بار نقش محبت ہی کیون نہو

شدت ضعف سے تاب اختلاط مجہہ مین نہ رہی کہ نقش محبت تک دل پہ بار ہے۔ رنگ کا لفظ فقط تصویر کے مناسبات سے ہے ؎

ہے مجہکو تجہہ سے تذکرۂ غیر کا گلہ / ہرچند بر سبیل شکایت ہی کیون نہو

کہتے ہین ہرچند تم نے غیر کی شکایت کی لیکن اوسکا ذکر ہی کیون کیا۔

پیدا ہوئی ہے کہتے ہین ہر درد کی دوا / یون ہو تو چارۂ غم الفت ہی کیون نہو

(یون ہو) یعنی اگر لوگون کا یہہ کہنا سچ ہو تو مرض عشق کی چارہ سازی کیون نہو لیکن بیماری عشق کی کوئی دوا نہین ہے کیونکہ یقین نہین کہ ہر درد کی دوا پیدا ہوئی ہے

ڈالا نہ بیکسی نے کسی سے معاملہ / اپنے سے کہینچتا ہون خجالت ہی کیون نہو

یعنی بیکسی کا احسان ہے کہ سب کے احسان سے بچایا۔ لوگون سے کچہہ اور نفع نہوتا تو خجالت تو اون سے ہوتی۔ اب خجالت بہی مجہے ہے تو اپنے ہی سے ہے ؎

ہے آدمی بجائے خود اک محشر خیال / ہم انجمن سمجہتے ہین خلوت ہی کیون نہو

یعنی خلوت مین بہی تو تصور و خیالات کا ہنگامہ گرم رہتا ہے وہ گویا انجمن سے کم ہے غرض کہ تخلیہ نفس بہت مشکل ہے اور خطرات قلب پہ قابو پانا بہت دشوار ہے عارفانہ شعر ہے

ہنگامۂ زبونی ہمت ہے انفعال / حاصل نہ کیجے دہر سے عبرت ہی کیون نہو

یعنی کسی سے کچہہ حاصل کرنا اور احسان لینا باعث انفعال ہے اور انفعال عین زبونی ہمت ہے۔ یہہ قیاس نتیج ہوتا ہے اس قضیہ کا کہ کسی سے کچہہ حاصل کرنا پستی ہمت کا باعث ہے تو زمانہ سے کچہہ نہ حاصل کرنا چاہیے اور کچہہ نہین عبرت ہی کیون نہ سہی

وارستگی بہانۂ بیگانگی نہیں ؞ اپنے سے کر نہ غیر سے وحشت ہی کیوں نہ ہو

یعنی وارستگی و آزادی اسکا نام نہین ہے کہ بیگانگی و وحشت کا بہانہ کرلیا اور ہم سمجھی کہ دنیا سے آزاد ہوگئے۔ ارے بیگانگی و وحشت ہی کر تو اپنے نفس سے کر نہ غیر سے

مٹتا ہی فوت فرصت ہستی کا غم کوئی ؞ عمر عزیز صرف عبادت ہی کیوں نہ ہو

یعنی عبادت کا جو ثمرہ ہے اوس سے اور بڑھ کر انسان حاصل کر سکتا ہے پھر محض عبادت مین اگر مہلت حیات کو صرف کر دیا تو کیونکر اوسکا غم نہوگا یہہ فرصت ہی عجب موقع ہے کہ پھر نہین ہاتھہ آنے کا ؞

اوس فتنہ خو کی در سے اب اوٹھتے نہیں اسد ؞ اس مین ہمارے سر پہ قیامت ہی کیوں نہ ہو

گو قیامت مین سب کا اوٹھنا ضرور ہے لیکن ہم اب نہ اوٹھین گے۔ (اب نہ اوٹھینگے) اور (اب نہین اوٹھتے) اس طرح کے فعلون مین مطلب دونون فعلون کا ایک ہی ہوا کرتا ہے لیکن دوسرے فعل مین تاکید بہی نکلتی ہے کہ وہ پہلی مین نہین ہے

قفس مین ہون گر اچھا بہی نہ جانین میرے شیون کو ؞ مرا ہونا برا کیا ہی نوا سنجان گلشن کو

یعنی مجھے گرفتار محن اور سرگرم نالہ و شیون دیکھہ کر جو لوگ کہ شاد کام ہین وہ کیون نفرت مجھ سے کرتے ہین اون کا مین کیا لیتا ہون ؞

نہین گر ہمدمی آسان نہ ہو یہہ رشک کیا کم ہے ؞ نہ دی ہوتی خدایا آرزوی دوست دشمن کو

یعنی اگرچہ دشمن کو میرا ہمسر یا دوست کا ہمدم ہونا مشکل ہے لیکن یہہ رشک کیا کم ہے یہی سے لئے کہ وہ بہی آرزوے دوست رکہتا ہے ؞

نہ نکلا آنکھہ سے تیری اک آنسو اس جراحت پر ؞ کیا سینہ مین جس نے خونچکان مژگان سوزن کو

سوزن سے سوزن غم مراد ہے جسکا مقام سینہ کے اندر ہے اور سوزن سے یہہ استعارہ نہ لین تو شعر عامیانہ ہو جائیگا جیسی نافہم شعرا غیر واقعی باتین نظم کر دیا کرتے ہین ہان اگر سینہ کی جگہہ سینا سمجھو تو استعارہ کی ضرورت نہین

خدا شرمائے ہاتھون کو کہ رکھتے ہین کشاکش مین ؞ کبھی میرے گریبان کو کبھی جانان کے دامن کو

یعنی رخصت کے وقت تو اوسکے دامن کو اور فراق کی حالت مین میرے گریبان کو

ابہی ہم قتلگہ کا دیکھنا آسان سمجھتے ہین نہین دیکھا شناور جوی خون مین تیرے توسن کو

معشوق کی خون ریزی مین اغراق کیا ہے کہ حد عادت سے خارج ہوگیا ہے۔

ہوا چرچا جو میرے پانو کی زنجیر بننے کا کیا بیتاب کان مین جنبش جوہر نے آہن کو

یعنی میری دیوانگی وہ مرتبہ رکھتی ہے جو کہ آہن کو آرزو ہے کہ زنجیر بنکر مجہسے شرف حاصل ہو۔ لفظ کان مین اعلان نون ہونا یہان برا معلوم ہوتا ہے ؀

خوشی کیا کہیت پر میرے اگر سو بار ابر آوے سمجہتا ہون کہ ڈہونڈے ہے ابہی برق خرمن کو

یعنی مراد آنے سے پہلے نامرادی کا سامان ہو جاتا ہے

وفاداری بشرط استواری اصل ایمان ہے مرے بتخانہ مین تو کعبہ مین گاڑو برہمن کو

یعنی وفاداری و پایداری ہر حال مین یہان تک کہ کفر مین بہی قابل قدر ہے ؀

شہادت تہی مری قسمت جو دی تہی یہ خو مجہکو جہان تلوار کو دیکہا جہکا دیتا تہا گردن کو

تلوار استعارہ ہے ناز و ادا و جور و جفا سے اور گردن جہکانا کنایہ ہے گوارا کرنے سے اور شہادت سے خون آزادی مراد ہے اور اگر معنی حقیقی پر ان لفظون کو لین تو شعر کا کوئی محصل نہین رہتا ؀

نہ لٹتا دن کو تو کب رات کو یون بیخبر سوتا رہا کھٹکا نہ چوری کا دعا دیتا ہون رہزن کو

یعنی تعلقات دنیوی تکلیف و تشویش سے خالی نہین جدائی اوس سے ناگوار تو ہوتی ہی لیکن راحت اسی مین ہے

سخن کیا کہہ نہین سکتے کہ جویان جواہر کے جگر کیا ہم نہین رکہتے کہ کہودین جا کے معدن کو

یعنی جگرکاوی کرکے شعر تر نکالنا معدن کو کہود کر جواہر نکالنے سے بہتر ہے ؀؀؀

مرے شاہ سلیمان جاہ سے نسبت نہین غالب فریدون و جم و کیخسرو و داراب و بہمن کو

یعنی یہہ سب کفار مین سے تہے ؀؀؀

دہوتا ہون جب مین پینے کو اوس سیم تن کے پانو رکہتا ہے ضد سے کہینچ کے باہر لگن کے پانو

اس مضمون کو مصنف نے عورتون کے محاورہ سے نکالا ہے وہ کہتی ہین خدا کرے تیرا شوہر تیرے تلوے دہو دہو کر پیے اور پانی دار وار کرے یعنی بہت چاہے ورنہ تلوے دہو کر پینا حقیقت مین کوئی انداز محبت نہین ہی اور اصل

اس محاورہ کی یہہ معلوم ہوتی ہے کہ ہندوٗن مین برہمن کے پاوٗن کو پوجتے ہین اور
اعمال پرستش مین سے یہہ بہی ہے کہ اوس کے پاوٗ دہوکر پیٔین اور اوس دہوون کو
متبرک سمجہین عورتین جو دعامین اس محاورہ کو استعمال کرتی ہین اوس سے غرض یہہ ہوتی
ہے شوہر تیرا اس قدر چاہے کہ تیری پرستش کرے —

آج کل کے رسم خط مین پاوٗن مین نون واو سے موخر لکہا جاتا ہے اور یہہ غزل اس
اعتبار سے نون کی ردیف مین ہونا چاہیئے تہی لیکن بعض شعرائے دہلی کو اس مین
اصرار ہے کہ پاوٗن مین نون واو سے مقدم ہے مگر قائم کے اس شعر مین
عجب طرح سے پاوٗن کا لفظ موزون ہوگیا ہے یعنے ہ لوٹ کرتا ہی پاوٗن سے سرکی
تمیز رہی اپنی جگہہ پاوٗن سر سے عزیز ہوا اب پہلی مصرع مین اگر پانو لکہین تو موزون
نہین رہتا

دہی ساگی ہی جان - پڑون کوہکن کے پانو ہیہات کیون نہ ٹوٹ گئی پیر زن کے پانو

کسی کی مصیبت پر جوش محبت مین کہتے ہین کہ ہے ہے مین اوسکے پاوٗن پڑون اور
یہہ بڑے محاورہ کا لفظ ہے - اور التجا کے لئے تو پاوٗن پڑنا مشہور بات ہے - اس
شعر مین مرزا صاحب ہیہات کا لفظ ضلع کا بول گئے ہین مگر کیا کرتے مصرع
مین ایک رکن کم پڑتا تہا

بہاگے تہے ہم بہت سو اوسی کی سزا ہے یہ ہوکر اسیر دابتے ہین راہزن کے پانو

اس شعر کے جو معنی کہ حقیقی ہین تو شاعر کا کلام نہین معلوم ہوتے ہان اگر یہہ سب باتین
استعارہ سمجہو تو وہ بہی صاف نہین ہے ؎

مرہم کی جستجو مین پہرا ہون جو دور دور تن سے سوا فگار ہین اس خستہ تن کے پانو

اس شعر مین اور اس سے قبل کے شعر مین مطلب یہی ہے کہ جس چیز سے بہاگتے ہین اوسی کا
سامنا ہوتا ہے اور جس آفت کی چارہ جوئی کرتے ہین اوسی مین پہنستے ہین ؎

اللہ رے ذوق دشت نوردی - کہ بعد مرگ ہلتے ہین خودبخود مرے اندر کفن کے پانو

حالت ذوق وشوق مین خودبخود پانون کا ہلنا خلقت فطری بات ہے اور مصنف سے سب
سے پہلے اسے نظم کیا ہے ؎

ہے جوش گل بہار مین یان تک - کہ ہر طرف اوڑتے ہوئے الجہتے ہین مرغ چمن کے پانو

یعنے اس قدر نشو ونما ہے کہ فضائے جوہین طائرون کے پاؤن رگ گل مین اولجہتے ہین اور پاؤن اولجہنا کنایہ اس سے بہی ہے کہ باغ پر سے جو طائر گزرتا ہے اوسکا آگے بڑہنیکو جی نہین چاہتا اور یہین گر پڑتا ہے

شب کو کسی کی خواب مین آیا نہو کہین دکہتے ہین آج اوس بت نازک بدن کے پانو

نزاکت کے بیان مین اغراق ہے کہ خواب مین جانے سے پاؤن دکہتے ہین

غالب ہی کلام مین کیونکر مزا نہو پیتا ہون دہوکے خسرو شیرین سخن کے پانو

شیرین سخن خسرو کے ضلع کا لفظ ہے

وان اوسکو ہول دل ہی تویان مین ہون شرمسار یعنی یہہ میری آہ کی تاثیر سے نہو

وسواسی وخفقانی ہونا اداے معشوقانہ ہے

اپنی کو دیکہتا نہین ذوق ستم تو دیکہہ آئینہ تاکہ دیدہ نخچیر سے نہو

جب تک چشم نخچیر کا آئینہ نہو وہ ستمگر آرایش نہین کرتا اور اپنی صورت نہین دیکہتا

وان پہونچکر جو غش آتا پے ہم ہے ہمکو صد رہ آہنگ زمین بوس قدم ہے ہمکو

یعنی پاؤن کا یہہ سلوک دیکہکر کہ کوچہ معشوق مین لے آئے اوسکا بوسہ لینے کے لئے مجہے پیہم غش آتا ہے اور غش آنیکی سو صورتین ہین غرض کہ سو سو طرح سے اپنے قدم کی زمین بوسی کرنیکو جی چاہتا ہے لفظ پیہم باضافت وبلا اضافت دونون طرح صحیح ہے لیکن اردو کا محاورہ یہی ہے کہ اس لفظ کو بے اضافت بولتے ہین فارسی عربی کے جتنے لفظ دو وجہین ہین اون مین محاورہ اردو کا اتباع کرنا ضرور ہے ورنہ مخل فصاحت ہوگا

دل کو مین اور مجہے دل محو وفا رکہتا ہے کس قدر ذوق گرفتاری ہم ہے ہمکو

یعنی مجہے دل اور مین دل کو چاہتا ہون کہ گرفتار وفا رہے

ضعف سے نقش پے مور ہے طوق گردن تیرے کوچے سے کہان طاقت رم ہے ہمکو

جس ناتوان کی گلے مین ایسا بہاری طوق پڑا ہو وہ اپنی جگہہ سے کہان ہل سکتا ہے

جان کر کیجے تغافل کہ کچھ امید بھی ہو ۔ یہہ نگاہ غلط انداز تو سم ہے ہم کو

یعنی مجھے اپنا عاشق جان کر تغافل کیجے تو کچھ رحم آجانیکی امید بھی ہو لیکن ایسی نگاہ ناآشنایانہ تو میرے لئے زہر ہے ؎؎

رشک ہم طرحی و درد اثر بانگ حزین ۔ نالۂ مرغ سحر تیغ دو دم ہے ہم کو

ایک باڑہ اس تلوار پر رشک ہم زبانی ہے اور دوسری باڑہ خود اوسکی فریاد کا درد ہے

سر اوڑانیکے جو وعدہ کو مکرر چاہا ۔ ہنس کے بولے کہ تری سر کی قسم ہے ہمکو

یعنی تری سر کی قسم تیرا سر اوڑا دین گے یا یون سمجھو کہ تیرا سر اوڑانیکی تو قسم ہے ہم کو یعنے تیرا سر نہ اوڑا ئین گے ؎؎

دل کے خون کرنیکی کیا وجہ ولیکن ناچار ۔ پاس بے رونقی دیدہ اہم ہے ہم کو

یعنی اشک خون آنکھون مین نہونے سے آنکھین بے رونق رہتی ہین اگر یہہ خیال نہوتا تو دل کو خون کرلینے کی اور کوئی وجہ نہ تھی ؎

تم وہ نازک کہ خموشی کو فغان کہتے ہو ۔ ہم وہ عاجز کہ تغافل بھی ستم ہے ہم کو

یعنی مین ایسا ناتوان ہون کہ ستم سے تمنی ہاتہ کہینچکر تغافل کیا تو مین اوسے بھی ستم سمجھا اور تم ایسے نازک ہو کہ فریاد سے مین زبان روک کر خاموش ہو رہا تو تم اوسے بھی فریاد سمجھے ؎؎

لکھنو آنیکا باعث نہین کھلتا یعنی ۔ ہوس سیر و تماشا سو وہ کم ہے ہم کو

مقطع سلسلۂ شوق نہین ہے یہ شہر ۔ عزم سیر نجف و طوف حرم ہے ہم کو

لئے جاتی ہے کہین ایک توقع غالب ۔ جادۂ رہ کشش کاف کرم ہے ہم کو

مصرع آخر سے اس قطع کا مطلب ہے کہ کسی امید پر کہین جاتے تھے اثنائے راہ مین لکھنو مین بھی ٹھیرے اور یہہ غزل کہی تعجب ہے کہ غالب سا شخص لکھنو سے شہر مین آئے اور کچھ اسکا ذکر کسی سے وہان سننے مین نہین آیا کہ کب آئے اور کہان آئے اور کیا ہوا ؎؎

تم جانو تم کو غیر سے جو رسم و راہ ہو ۔ مجھکو بھی پوچھتے رہو تو کیا گناہ ہو

تم جا لو تمہارا کام جاننے ہین کچھ دخل نہین لیکن غیر کی ملاقات ہین ہم سے ترک
ملاقات کا کیا سبب ہے

بچتے نہین مواخذۂ روز حشر سے — قاتل اگر رقیب ہے تو تم گواہ ہو

یعنی تم نہین بچتے اور یعنی میرا قاتل ہے مطلب یہہ کہ تم گواہی مین تو پکڑے جاؤ گے
اگر قتل کے الزام سے بچ رہے

کیا وہ بھی بیگنہ کش و حق ناشناس ہین — مانا کہ تم بشر نہین خورشید و ماہ ہو

ردیف و قافیہ شاعر کو مجبور کرتا ہے کہ پہلے مصرع کا مصرع اٹھالے اسی سبب سے (وہ)
کی لفظ مین اضمار قبل الذکر یہان ہو گیا ہے یہہ ضمیر خورشید و ماہ کی طرف
راجع ہے

ابھرا ہوا نقاب مین ہے انکی ایک تار — مرتا ہون مین کہ یہہ نہ کسی کی نگاہ ہو

یعنی معشوق پر کسی کا آنکھ ڈالنا گوارا نہین تار نقاب پر بھی نگاہ رقیب کا وہم گزرتا ہے
اس وہم کا بیان اور طرح سے بھی ہو سکتا تھا مگر مصنف نے تار نقاب کو اختیار
کیا کوئی وجہ ترجیح کی نہین معلوم ہوتی مثلاً بیٹھو شعاع روزن در سے ذرا الگ مرتا
ہون مین الخ۔ عارض پر اون کے پڑتی ہے عقد گہر کی چھوٹ مرتا ہون مین الخ۔

جب میکدہ چھٹا تو پھر اب کیا جگہہ کی قید — مسجد ہو مدرسہ ہو کوئی خانقاہ ہو

جس جگہہ لطف زندگی تھا جب وہی جگہہ چھٹ گئی تو پھر اب کہین جانیکا انکار نہین رہا
حاصل زمین ہی شعر ہے

سنتے ہین جو بہشت کی تعریف سب درست — لیکن خدا کرے وہ ترا جلوہ گاہ ہو

سب درست ہے یہہ مطلب ہے کہ ہمین اوسکی خوبی مین کلام نہین سوا اسکے کہ اگر دیدار
وہان نہوا تو کچھ نہین

غالب بھی گر نہو تو کچھ ایسا ضرر نہین — دنیا ہو یارب اور مرا بادشاہ ہو

یعنی میری عمر بھی بادشاہ کو ملے

گئی وہ بات کہ ہو گفتگو تو کیونکر ہو — کہے سے کچھ نہوا پھر کہو تو کیونکر ہو

اس غزل کے اکثر شعرون مین کیونکر ہو لکھنو کے محاورہ سے الگ ہے۔ یہان

کیونکر ہو مصنف نے اہل دہلی کی طرح کیا ہو کی جگہہ پر کہا ہے یعنے اب وہ دن نہین
رہے جو ہم کہا کرتے تھے دیکھین اون سے گفتگو ہو تو کیا ہو ۔ کہہ سن چکے اور کچھہ
نہوا اب پھر کہین تو کیا ہو دوسرا پہلو یہہ بھی ہے کہ جب کہے سے کچھہ نہوا تو پھر
بتاؤ اب کیا ہو اور اب کیا کرین

ہمارے ذہن مین اس فکر کا ہے نام وصال ۔ کہ گر نہو تو کہان جائین ہو تو کیونکر ہو

یعنے اسی فکر ہی مین ہم خوش رہتے ہین وصال کبھی نصیب نہین ہوتا ہے

ادب ہے اور یہی کشمکش تو کیا کیجے ۔ حیا ہے اور یہی گومگو تو کیونکر ہو

اس شعر مین کیونکر ہو کی جگہہ کیونکر بنے محاورہ مین ہے یعنی مجھہ ادب کے ساتھہ کشمکش
رہتی ہے اور معشوق کو حیا ہے پھر بات کیونکر بنے

تمہین کہو کہ گزارا صنم پرستون کا ۔ بتون کی ہو اگر ایسی ہی خو تو کیونکر ہو

یعنی جیسی تمہاری خو ہے اگر بتون کی ایسی ہی خو ہو تو گزارا کیونکر ہو

الجھتے ہو تم اگر دیکھتے ہو آئینہ ۔ جو تم سے شہر مین ہون ایک دو تو کیونکر ہو

یعنی آئینہ مین اپنے عکس کو تو دیکھہ کر تم الجھتے ہو اگر شہر مین تمہاری صورت کے
دو ایک حسین ہون تو کیونکر بنے ۔ یہان بھی کیونکر ہو مصنف نے کیونکر بنے
کی جگہہ پر کہا ہے

جسے نصیب ہو روز سیاہ میرا سا ۔ وہ شخص دن نہ کہے رات کو تو کیونکر ہو

کیونکر ہو یعنی کیونکر بنے مطلب یہہ کہ پھر وہ دن کسی کہے اس سبب سے کہ ایسے روز سیاہ
کو دن کہتے نہین بن پڑتا

ہمین پھر اون سے امید اور اونہین ہماری قدر ۔ ہماری بات ہی پوچھین نہ وہ تو کیونکر ہو

یعنی ہمین امید کیونکر ہو اور اونہین قدر کیونکر ہو ۔ بندش مین تعقید ہے ۔ اور وہ
کی ہ کو قافیہ کے لئے واو بنا لیا ہے اس لئے کہ یہہ ہ تلفظ مین نہین ہے بلکہ اظہار
حرکت ماقبل کے لئے ہے جیسی ہ لالہ و ژالہ و نہ و کہ وغیرہ مین ہے تو دوسرا واو
محض اشباع حرکت سے پیدا ہوا ہے اور وہی یہان حرف روی ہے جس طرح
دریا کا قافیہ لالہ کرین اور حرکت لام کے اشباع سے جو الف پیدا ہو وہی
حرف روی قرار دین لیکن میر کی زبان پر (وہ) کا لفظ بفتح واو تھا اور (ہ)

ملفوظ بھی یہہ شعر ارکا شاہد ہے ۔ سہ کہتا ہے کون تجھکو یاں یہ نکر لو وہ کر ڈ

ہو ییند سکی تو پیاری دلمیں بھی تنگ جگہہ کرو

غلط نہ تھا ہمیں خط پر گماں تسلی کا — نہ مانے دیدۂ دیدار جو تو کیونکر ہو

یعنی اوسکے پاس سے خط آنا باعث تسلی ہم سمجھتے ہے لیکن چشم دیدار طلب مانے

تو کیونکر تسلی ہو

بتاؤ اوس مژہ کو دیکھکر کہ مجھکو قرار — یہ نیش ہو رگ جان مین فرو تو کیونکر ہو

اردو کے مذاق مین مژہ کی (ہ) کا گرنا برا معلوم ہوتا ہے مصنف نے یہان فارسی گویون کا اتباع کیا ہے اس شعر مین نہایت تعقید ہے اسکو نثر مین یون کہینگے کہ اوسکی مژہ کو دیکھکر یہہ بتاؤ کہ ایسے نشتر رگ جان مین فرو ہون تو قرار

مجھکو کیونکر ہو

مجھے جنون نہین غالب ولے بقول حضور — فراق یار مین تسکین ہو تو کیونکر ہو

دوسرا مصرع حضور کا ہے اور زمین فرمائشی ہے جس مین قافیہ نہ دارد مصنف نے کمال کیا کہ اس زمین مین فرمائش کو پورا کیا لیکن یہہ یاد رکھنا چاہیے کہ اوستاد کامل کے لیے سب کچھہ روا ہے ورنہ گفتگو اور رکھو اور رووا اور دیدارجو اور غالیہ بو

وغیرہ قافیون سے احتراز کرنا بہتر ہے

کسی کو دیکے دل کوئی نوا سنج فغان کیون ہو — نہو جب دل ہی سینہ مین تو پھر منہہ مین زبان کیون ہو

یعنی کسی پر عاشق ہوکر پھر اوسکی فریاد کرنا کیا معنے

وہ اپنی خو نہ چھوڑینگے ہم اپنی وضع کیون چھوڑین — سبک سر بنکے کیا پوچھین کہ ہمسے سرگران کیون ہو

اس نظم نے وہ بندش پائی ہے کہ نثر مین بھی ایسے برجستہ فقرے نہین ہوسکتے تھے

کیا غمخوار نے رسوا لگے آگ اس محبت کو — نہ لاوے تاب جو غم کی وہ میرا رازدان کیون ہو

محبت سے غمخوار کی شفقت مراد ہے ۔ اس شعر مین مصنف نے انشا پردازی داد طلب کیا جملہ خبر سے انشا کی طرف تجاوز کیا ہے (کیا غمخوار نے رسوا) بس اتنا ہی جملہ خبر ہے اور باقی شعر انشا ہے یعنی (لگے آگ اس محبت کو) سنا ہے اور دوسرا مصرع سارا ملامت و سرزنش ہے ۔ دوسرا امر وجوہ بلاغت مین سے مضمون سی

تعلق رکھتا ہے یعنی اپنے غم دل کی حالت بکنا یہ ظاہر کی ہے جسکے سننے سے غمخوار
ایسا بیتاب و مضطرب ہوا کہ اوس کے اضطراب سے راز عشق فاش ہوگیا۔ جرات
و سبدم دیکھہ دیکھہ روتا ہے ہو مارے ڈالے ہی ہمنشین تو ہمین ڈر

وفا کیسی کہان کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھہرا — تو پھر اے سنگدل تیرا ہی سنگ آستان کیون ہو

یہہ شعر رنگ و سنگ مین گوہر شاہوار ہے ایک نکتہ یہہ خیال کرنا چاہئے کہ یہان مطلب
کے لئے دو لفظون کی گنجایش وزن مین ہے ایک تو (بے وفا) دوسرے (سنگدل)
اور بے وفا کا لفظ بہی مناسبت رکہتا ہے معنیً اور لفظاً۔ اس سبب سے کہ اول شعر
مین وفا کا لفظ گزر چکا ہے اور سنگدل کا لفظ بہی معنیً وہی مناسبت رکہتا ہے
اور لفظاً بہی ویسی ہی مناسبت ہے۔ اس سبب سے کہ آخر شعر مین سنگ آستان کا لفظ
موجود ہے لیکن مصنف نے لفظ بے وفا کو ترک کیا اور سنگدل کو اختیار
کیا باعث رجحان کیا ہوا۔ باعث ترجیح یہان نہ یکی ہی اور لفظ بے وفا کو وفا سے
بہت دوری ہی

قفس مین مجہسے روداد چمن کہتے نہ ڈر ہمدم — گری ہی جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیان کیون ہو

اس قدر معانی ان دونون مصرعون مین سماگئی ہین کہ اوسکی تفصیل یہان لطف سے
خالی نہین ہے ا (ایک طائر چمن اور نشیمن سے جدا ہوکر اسیر ہوگیا ہے) اس مضمون
پر فقط ایک لفظ قفس اشارہ کر رہا ہے۔ ۲ (اوس نے اپنی آنکہون سے باغ مین
بجلی گرتی ہوے دیکھی ہے اور قفس مین متردد ہے کہ نجانے میرا آشیانہ بچا یا
جل گیا) اس تمام معانی پر فقط کل کا لفظ دلالت کر رہا ہے۔ ۳ (ایک اور طائر
جو اوسکا ہم صفیر و ہمدم ہے وہ سامنے کسی درخت پر آکر بیٹھا ہے اور اسیر
قفس نے اوس سے روداد چمن کو دریافت کرنا چاہا ہے مگر اس سبب سے کہ اسیکا
نشیمن جل گیا ہے طائر ہم صفیر مفصل حال کہتے ہوے پس و پیش کرتا ہے کہ
اس آفت اسیری مین نشیمن کے جلنے کی خبر کیا سناؤن) اس تمام مضمون پر
فقط یہہ جملہ دلالت کرتا ہے کہ مجہہ سے روداد چمن کہتے نہ ڈر ہمدم۔ بہ علاوہ
اس کثرت معانی کے اوس مضمون نے جو دوسرے مصرع مین ہے تمام واقعہ
کو کیسا دردناک کر دیا ہے یعنی جس گرفتار قفس پر ایک ایسی تازہ آفت و بلا ہے

آسمانی نازل ہوئی ہے اوس نے کیسا اپنے دل کو سمجہا کر مطمئن کر لیا ہے کہ باغ مین
ہزارون آشیانہ ہین کیا میرے ہی نشیمن پر بجلی گری ہوگی - یہہ حالت ایسی ہے
کہ دیکہنے والونکا اور سننے والونکا دل کڑہتا ہے اور ترس آتا ہے اور یہہ ترس
آجانا وہی اثر ہے جو شعر نے پیدا کیا ہے غرضکہ یہہ شعر ایک مثال ہے
دو بڑے جلیل الشان مسئلون کی جو کہ آداب کاتب و شاعر مین اہم اصول
ہین - ایک مسئلہ تو یہہ کہ خیر الکلام ما قل و دل اور دوسرا مسئلہ یہہ کہ - الشعر
کلام ینقبض بہ النفس و تنبسط - اور یہان انقباض خاطر کا اثر پیدا ہوا ہے

یہہ کہہ سکتے ہو ہم دل مین نہین ہین پر یہہ بتلاؤ
کہ جب دل مین تمہین تم ہو تو آنکہون سے نہان کیون ہو

یہہ پہلے مصرع مین استفہام انکاری ہے یعنی یہہ تو تم نہین کہہ سکتے کہ ہم دلمین نہین ہین

غلط ہے جذب دل کا شکوہ دیکہو جرم کسکا ہے
نہ کہینچو گر تم اپنے کو کشاکش درمیان کیون ہو

یعنی جذب دل اودہر کہینچتا ہے تم اودہر کہینچتے ہو یہہ وجہہ ہے کشاکش کی

یہہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے
ہوئے تم دوست جسکے دشمن اوسکا آسمان کیون ہو

یعنی تمہارا کسی پر مہربان ہونا اور دوست بننا اوسکی خانہ ویرانی کے لئے کیا کم ہے
کہ فلک بہی اوس کے ساتہہ دشمنی کرے - یہہ فتنہ مراد ہے معشوق کی دوستی سے

یہی ہے آزمانا تو ستانا کسکو کہتے ہین
عدو کے ہولئے جب تم تو میرا امتحان کیون ہو

عدو کے معشوق بنکر میری محبت کا آزمانا آزمانا نہین ہے بلکہ مجہے ستانا منظور ہے

کہا تمنے کہ کیون ہو غیر کے ملنے مین رسوائی
بجا کہتے ہو سچ کہتے ہو پہر کہیو کہ ہان کیون ہو

فقط خاطر سے کیون ہو اس مقام پر مصنف نے استعمال کیا ہے ورنہ ایسے مقام
پر یون کہتے ہین کہ رسوائی کیون ہونے لگی تاہم بندش اسکی سحر کے مرتبہ
تک پہونچ گئی ہے

نکالا چاہتا ہے کام کیا طعنون سے تو غالب
ترے بے مہر کہنے سے وہ تجہپر مہربان کیون ہو

یعنی تو اوسے طعنے دیکر ناحق ہے کہ وہ تجہہ سے لجاجی - ایسا نہین ہوگا -

---

رہئے اب ایسی جگہہ چلکر جہان کوئی نہو
ہم سخن کوئی نہو اور ہم زبان کوئی نہو

اب کا لفظ یہہ کہہ رہا ہے کہ جو لوگ ہمدم و ہم سخن اور ہمسایہ و ہم وطن ہین

اون سے رنج پہنچا ہے

بے در و دیوار سا اک گھر بنایا چاہئے کوئی ہمسایہ نہو اور پاسبان کوئی

جب در نہین تو پاسبان کیون ہونے لگا اور دیوار نہین تو ہمسایہ کیونکر ہوگا

پڑئے گر بیمار تو کوئی نہو تیماردار اور اگر مر جائیے تو نوحہ خوان کوئی

یعنی جن سے رنج پہونچ چکا پھر اونکے تیمارداری اور نوحہ خوانی بھی اپنی گوارا نہ

از مہر تا بہ ذرہ دل و دل ہے آئینہ طوطی کو شش جہت سے مقابل ہے آئینہ

یعنی عالم مین رخ و رخ اور دل و دل باہمدگر آئینہ ہین یعنے اسکو اوس مین اپنی صورت دکہائی دیتی ہے اور اوسکو اوس مین غرض یہہ ہے کہ سارا عالم متحد بوجود واحد اور ایک کو دوسرے سے غیریت نہین یہہ اوس مین اپنی تئین اس طرح سے جیسے آئینہ مین کوئی دیکہے جب یہہ حالت ہے تو طوطی جس طرف رخ کرے آئینہ سامنے موجود ہے اور طوطی محض استعارہ ہے مراد اوس سے وہ شخص جسے یہہ اتحاد دکہائی دے اور وجد و حال مین ترانہ انا الحق بلند کرے ہا ہا

ہے سبزہ زار ہر در و دیوار غمکدہ جس کی بہار یہہ ہو پھر اوسکی خزان نہ پوچھ

کہتے ہین میرے غمکدہ کی فصل بہار یہہ ہے کہ در و دیوار سبزہ زار بن گیا ہے اب یہہ تصور کرنا چاہئے کہ مکان سکے دیوارون پر سبزہ کس حالت مین اوگتا ہے مدتون ڈہنڈہار پڑا رہے سالہا سال کی برسات نین چہتین منہدم ہو جائیں دیوارون پہ بارش کی اور دہوپ کی کچہہ روک نہ رہے جب کہین جا کے سبزہ اتنا بلند ہو کر لہلہاتا ہے پھر جب بہار اس آفت کی ہو تو خزان مین کیا کچہہ مصیبت نہو سکے

ناچار بیکسی کی بھی حسرت اوٹھائیے دشواری رہ و ستم ہمرہان نہ پوچھ

یعنی ہمرہون کے ہاتہہ سے جو ستم کہ مجہہ پر ہوتا ہے اوس مصیبت کا کاٹنا راہ دشوار ہے کہ اوسکی دشواری کچہہ نہ پوچہہ حسرت ہوتی ہے کہ کاش کے ہم بیکس و تنہا ہوتے۔ ایک نسخہ یون ہے کہ دشواری رہ و ستم ہمرہان نہ پوچہہ ایا

یہاں اوس سے صاف ہے اور زیادہ قریب بہ فہم ہے

ردیف ی

صد جلوہ روبرو ہے جو مژگان اوٹھائیے　　طاقت کہان کہ دید کا احسان اوٹھائیے

نازک دماغی اور نازک مزاجی شاعر کے لئے مخصوص ہے اور اسکے متعلق مضامین نازک وہ پیدا کیا کرتے ہین مطلب یہہ ہے کہ ہمارا دماغ نازک اسکا تحمل نہین رکہتا کہ نظارہ کا احسان اوٹہا سکے ہمین دنیا کی سیر و تماشا سے آنکھہ بند رکہنے ہی مین مزا ملتا ہے

ہی سنگ پر برات معاش جنون عشق　　یعنی ہنوز منت طفلان اوٹھائیے

فرمان اور حکمنامہ وغیرہ کو برات کہتے ہین یعنی جنون کا فرمان معاش سنگ پر ہے غرض یہہ ہے کہ جنون کی معاش سنگ طفلان مقرر ہوی ہے ۔

دیوار بار منت مزدور سے ہے خم　　ای خانمان خراب نہ احسان اوٹھائیے

ای خانہ خراب اپنی گہر کی دیوار کو دیکھہ یقین ہان کہ اسکے خم ہونیکی کوئی اور وجہہ نہین ہے محض بار احسان مزدور نے اسے جہکا دیا ہے اس سے عبرت کر اور کسی کا احسان نہ اوٹھا کہ یہہ بار قابل برداشت نہین ہے دیوار کا خم ہونا اور یہہ بار احسان سے دونون باتون مین صنعت ادعاے شاعرانہ ہے

یا میرے زخم رشک کو رسوا نہ کیجئے　　یا پردۂ تبسم پنہان اوٹھائیے

یعنی یا تو ایسا کیجئے کہ رشک کے سبب سے جو میرے دل مین زخم خندان پڑتے ہین انکو رسوا نہ کیجئے یا رقیب کے ساتہہ پردہ مین چہپ چہپ کر ہنسنا چہوڑ دیجیے

مسجد کے زیر سایہ خرابات چاہئے　　بہون پاس آنکھہ قبلۂ حاجات چاہئے

آنکھہ کی میخانہ سے اور بہون کی محراب مسجد سے تشبیہ مشہور ہے مصنف نے یہان جدت یہ کی ہے کہ اوس تشبیہ کا عکس لیا ہے ۔ قبلۂ حاجات مسجد کے ضلع کا لفظ ہے لیکن بڑے محاورہ کا لفظ ہے اور بات یہہ ہے کہ جہان محض ضلع بولنے کے لئے محاورہ مین تصرف کرتے ہین وہان ضلع برا معلوم ہوتا ہے اور جب محاورہ پورا اوترے تو یہی ضلع بولنا حسن دیتا ہے اور

ہر صنعت لفظی کا یہی حال ہے

عاشق ہوے ہین آپ بھی اک اور شخص پر — آخر ستم کی کچھ تو مکافات چاہیے

لکھنو کے شعرا معشوق کا دوسرے پر عاشق ہونا نہین باندھتے اور یہ مضمون بھی اُنکے نزدیک عیب مین سے ہے اور اُنکی نظر مین پھیکا ہے۔

دے داد اے فلک دل حسرت پرست کی — ہان کچھ نہ کچھ تلافی مافات چاہیے

یعنے بہت سی حسرتین تو نہ نکلین کوئی آرزو تو پوری کر۔

سیکھے ہین مہ رخون کے لیے ہم مصوری — تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہیے

مصوری کیا یہ ہے شاعری سے بگر عاشق مزاجون کے فنون مین مصوری بھی ہے شاعری بھی ہے داستان گوئی بھی ہے بذلہ سنجی بھی موسیقی بھی ہے یعنے دہرپد گانا یا بین بجانا اُسکے علاوہ چوسر اور گنجفہ ایک فن جسد اگانہ ہے پھر اہل خرابات مین سے ہونا بھی شرط ہے جب اس زیور سے آراستہ ہو لیے تو حسینون کی صحبت مین پہونچنے کے ذریعے سب حاصل ہو گئے ایک بڑا فن یہان سے شروع ہوا جسکے ابواب یہ ہین حسن خطاب زود جواب اظہار فخر و ناز نشست و برخاست کا انداز چشم و ابرو کو پہچاننا چہرہ سے دل کا حال جاننا مزاجدانی کی باتین کرنا نازک مزاجی سے ڈرنا جسپر چاہیے اُسپر جوڑ مارنا جسے چاہنا اوسے اُتارنا عرض حال میں پیچ دینا تعریف حسن مین غش کھانا ملاپ مین خوش اختلاطی اور دل لگا ڑمین ضد اور جلی کٹی چھیڑ چھیڑ کر زبان کھلوانا ستاستا کر طرز ستم سکھانا لینے کی باتین منا لینے کی گھاتین نعوذ باللہ من الہجر والخرافہ

مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو — اک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیے

یعنے بیہوشی و بیخودی مین غم بھلا رہتا ہے۔

نشو و نما ہے اصل سے غالب فروع کو — خاموشی ہی سے نکلے ہے جو بات چاہیے

ہے رنگ لالہ و گل و نسرین جدا جدا — ہر رنگ مین بہار کا اثبات چاہیے

سر پاے خم پہ چاہیے ہنگام بیخودی — رو سوی قبلہ وقت مناجات چاہیے

یعنے بحسب گردش پیمانہ صفات — عارف ہمیشہ مست مے ذات چاہیے

اس قطعہ کا مطلب یہ ہے کہ تمام عالم اجسام کا مبدء جسم و جسمانیہ سے منزہ ہے اور اس عالم سے باہر ہے جیسے درخت کی شاخین سب جڑ سے پھوٹ کر نکلی ہین لیکن

جو چھپی ہوئی ہی۔ دوسری تمثیل یہ ہی کہ جو بات ہی وہ خاموشی ہی سے نکلی ہی یعنے پہلے معنی
اُسکے ذہن مین آئے ہین اُسکے بعد اُس سے بات پیدا ہوئی ہی اور خود معنی پوشیدہ ہین۔
تیسری تمثیل یہ ہی کہ باغ مین رنگ برنگ کے پھول ہین اور ہر رنگ مین وجود بہار کا اثبات ہوتا ہی
اور خود بہار آنکھون سے اوجھل ہی۔ اِسکے بعد کہتے ہین کہ گلہاے رنگا رنگ سے یہ
سبق لینا چاہیے کہ ہر رنگ مین انسان اپنے مبدء کو ثابت کرے کبھی نشّہ مین سرشار رہے
کبھی زاہد شب زندہ دار رہے یعنے یہ سب رنگ ذات کے صفات مین سے ہین اور
ہر ہر صفت اپنے اپنے وقت پر ظہور کرتی ہی اور وجود ذات کی گواہی دیتی ہی۔ خاموشی کی
ی وزن مین نہین سماتی۔ اِس سے مصنف کا یہ مذہب ظاہر ہوتا ہی کہ فارسی لفظ
کے بھی آخر مین سے نظم اردو مین حروفِ علت کا گر جانا وہ جائز سمجھتے تھے مگر سارے
دیوان بھر مین الف کو یا واو کو مصنف نے لفظ فارسی سے نہین گرنے دیا ہی۔
اِس مسئلہ مین لکھنؤ کے شعراے معتبر اختلاف کرتے ہین اور فارسی گویون کی طرح
ی کا گرانا بھی جائز نہین سمجھتے اور ناسخ کے زمانہ سے یہ امر متروک ہی۔ قول فیصل اس
باب مین یہ ہی کہ جب بر وقت محاورہ اور اثناے گفتگو مین بہت جگہ حروفِ علت
کا تلفظ مین سے گرا دینا ہم لوگون کی عادت مین ہی اور اُسمین لفظِ فارسی و ہندی کا
امتیاز نہین کرتے تو وزن شعر مین گرانے کو کون مانع ہی اور ہر زبان مین شعر کا مدار
محاورہ پر ہی ناسخ مرحوم نے محض فارسی پر قیاس کر کے اُسکے ترک کا حکم دیا تھا
لیکن یہ قیاس صحیح نہین یہ کیا ضرور ہی کہ جو امر فارسی والون کی زبان پر ثقیل ہی وہ اردو
مین بھی ثقیل ہو اور یہی وجہ ہی کہ خواجہ حیدر علی آتش مرحوم اور میر انیس مغفور نے اسکی
پابندی نہین کی اور حروفِ علت کے گرانے مین لفظِ فارسی و اردو کا امتیاز نہین
کیا مگر یہ امر البتہ عجیب ہی کہ مصنف نے الف اور واو مین تو پابندی کی اور ی کو گرا دیا
حالانکہ یاے معروف کا اور اسیطرح واوِ معروف کا خواہ لفظِ فارسی مین ہو خواہ
کلمۂ ہندی مین ہو وزن مین سے گر جانا زبانِ اردو پر ثقیل ہی۔ اور واو اور یاے
مجہول کا گرانا ثقیل نہین ہی۔ بلکہ روابط مین سے گرانا تو فصیح ہی۔ اور الف کے گرانے
نہ گرانے کا مدار محاورہ پر ہی۔ جو ی اور واو کہ ماقبل مفتوح ہین اُنکا گرانا بالشہادت
محاورہ اردو مین ثقیل ہی جیسا کہ فارسی مین ثقیل ہی۔ واوِ مجہول کو فارسی والے بھی اکثر

لفظون سے گراتے ہین لیکن یاے مجہول کو وہ اس سبب سے نہین گراتے کہ ی کے گرنے سے اور زیر کے باقی رہ جانے سے اضافت کے ساتھ التباس ہو جاتا ہے اور ہماری زبان مین ویسی اضافت نہین ہے اس سبب سے یای مجہول کا گرانا ہماری زبان مین ثقیل نہین ہے البتہ اگر منادی مین یاے مجہول ہو اور حرفِ ندا محذوف ہو تو اُس ی کا گرنا برا معلوم ہوتا ہے مثلاً جرأت کے اس شعر مین سے ع کس مزہ سے یہ باظہارِ وفا اُسنے کہا + مت بنا بات نہین اب تری جھوٹی وہ آنکھ۔ اگر ی کو گرا دین اور مصرع کو یون کر دین ع مت بنا بات نہین اب ہے تری جھوٹی وہ آنکھ تو دیکھو کیا برا معلوم ہوتا ہے۔

بساطِ عجز مین تھا ایک دل یکقطرہ خون وہ بھی   سو رہتا ہے باندازِ چکیدن سرنگون وہ بھی

اردو کی زبان متحمل نہین ہے کہ چکیدن کا لفظ اُس مین لائین مگر مصنف پر فارسیت غالب تھی اس سبب سے وہ نامانوس نہ سمجھے۔

رہے اُس شوخ سے آزردہ ہم چندے تکلف سے   تکلف برطرف تھا ایک اندازِ جنون وہ بھی

پہلے تکلف کے معنی بناوٹ اور تصنع اور دوسرے تکلف سے مراد لحاظ و پاسِ خاطر جو دلے نہ ہو اور تصنع ہو یعنے اگر اُسے جنون نہ کہون تو گویا اپنے سے آپ تکلف کیا

خیالِ مرگ کب تسکین دلِ آزردہ کو بخشے   مرے دامِ تمنا مین ہے اِک صیدِ زبون وہ بھی

بخشیدن فارسی مصدر ہے اُس سے اُردو مین بخشنا بنا لیا ہے جیسے بخشنا اور تجویزنا اور خریدنا مگر ایسے لفظ کے استعمال کو کسیقدر غیرِ فصیح سمجھتے ہین۔ اس شعر مین تمنا کی تشبیہ جال سے اور خیالِ مرگ کی تشبیہ ایک مرلِ شکار سے محسوس کی غیرِ محسوس سے تشبیہ ہے اور پھر وجہ شبہ مرکب اس سبب سے تشبیہ بدیع ہے۔

نہ کرتا کاش نالہ مجھکو کیا معلوم تھا ہمدم   کہ ہوگا باعثِ افزایشِ دردِ درون وہ بھی

پہلا مصرع محاورہ مین ڈھلا ہوا ہے لیکن دوسرے مصرع پہ فارسیت بے طرح غالب آئی ہے ہمدم کا لفظ نالہ کے مناسب ہے ورنہ یہان (پہلے) کا لفظ یا (ناصح) کا لفظ بھی آ سکتا تھا۔

نہ اتنا بُرشِ تیغِ جفا پر ناز فرماؤ   میرے دریاے بیتابی مین ہے اِک موجِ خون وہ بھی

قتل ہوتے وقت تڑپنے کے عالم مین یہ خطاب ہی اور تیغ جفا سے خود وہ تلوار مراد ہے جس سے
قتل ہو رہا ہی اور جس سے جفا ہو رہی ہے مگر موج کی تشبیہ تلوار سے مبدل ہی اُسی دریا کے
بیتابی کی موج خون کھا کر حدت پیدا کی ہی۔ حاصل یہ کہ تمھاری ایک تلوار کیا چیز ہی میرا دریا ے
بیتابی جو موجزن ہو رہا ہی تو سیکڑون ایسی تلوارین مجھپر چل رہی ہین۔

مے عشرت کی خواہش ساقی گردون سے کیا کیجے ۔۔۔ لئے بیٹھا ہی اک دو چار جام واژگون وہ بھی

ایک دو چار سات آسمان ہوئے۔

مرے دل مین ہی غالب شوق وصل و شکوہ ہجران ۔۔۔ خدا وہ دن کرے جو اُس سے مین یہ بھی کہون وہ بھی

لفظ غالب یہان دونون معنی رکھتا ہی۔

ہی بزم بتان مین سخن آزردہ لبون سے ۔۔۔ تنگ آئے ہین ہم ایسے خوشامد طلبون سے

سخن کو خوشامد طلب کہا ہی یعنے محفل معشوق مین سخن ہمارے لب سے روٹھ گیا ہی چاہتا ہی
خوشامد کرون تو لب تنگ آئے غرض یہ ہی کہ معشوق کے سامنے بات منھہ سے
نہین نکلتی یا معشوقون کو خوشامد طلب کہا ہی کہ اُنکی خوشامد کرتے کرتے سخن لبون
سے بیزار ہو گیا ہی۔

ہی دور قدح وجہ پریشانی صہبا ۔۔۔ یکبار لگا دو خم مے میرے لبون سے

دور مین پریشانی صہبا ہونا ظاہر ہی کہ جو جو شریک دور ہی وہ پیئے گا اور شراب تقسیم
ہو جائیگی اور تقسیم کو پریشانی لازم ہی اور جب ایک ہی شخص سب شراب پی لے
تو شراب پریشانی سے بچ جائیگی جسطرح خم مین ایک جگھہ تھی اُسی طرح اب دماغ مین ایک
ہی جگھہ رہیگی۔ کثرت میخواری مین مبالغہ کرنا شعرا کی عادت قدیم سے چلی آتی ہی مصنف نے بھی
تقلیداً کہدیا ورنہ یہ مضمون کوئی لطف نہین رکھتا۔

رندان در میکدہ گستاخ ہین زاہد ۔۔۔ زنہار نہ ہونا طرف ان بے ادبون سے

اے زاہد یہ رند جو میخانہ کے دروازہ پر بھیڑ لگائے ہوئے ہین بہت گستاخ ہین
زنہار اِن کے منھہ نہ لگنا یعنے کہین شراب کی حرمت اِن کے سامنے بیان نہ کرنا کسی سے
طرف ہونا اب متروک ہی میر کے زمانہ کا محاورہ ہی۔

بیداد وفا دیکھ کے جاتی رہی آخر ۔۔۔ ہر چند مری جان کو تھا ربط لبون سے

ہر چند کہ میری جان لبون سے بہت مانوس تھی یعنے ہمیشہ ہونٹون ہی پر جان رہا کرتی تھی لیکن
وفا کے چلتے آخر جاتی ہی رہی اور ایسے مانوس اور محبوب رفیقون کو یعنے لبون کو اُسنے
چھوڑ دیا اور اسطرح سے یک روح دو قالب رفیقون مین جدائی غم وفا کے ظلم سے ہو گئی۔

تا ہمکو شکایت کی بھی باقی نہ رہے جا　　　سن لیتے ہین گو ذکر ہمارا نہین کرتے

یعنے اگر کوئی ہیر اذکر خود سے اُن کے سامنے چھیڑتا ہی تو اُسے منع بھی نہین کرتے کہ وہ تو صاف
صاف بے مروتی اور بگاڑ ہی اور شکایت کا موقع ہی نہ ملے اس شعر مین مصنف نے معشوق کے
مزاج کی اُس حالت کو نظم کیا ہی جو انتہا سے درجہ کے بگاڑ مین ہوتی ہی یعنے خفگی بھی نہین ظاہر
کرتا کہ معذرت کرین نفرت بھی نہین ظاہر کرتا کہ شکایت کرین اظہار ملال بھی نہین کہ منالین
گویا کہ ہمارے اُسکے کبھی کی ملاقات ہی نہ تھی۔ اس قسم کی حالتون کا نظم کرنا واقع فی النفس
ہوا کرتا ہی۔ اور یہ بڑی مرتبہ کی شاعری ہی گو کہ بیان اور بدیع کی کوئی خوبی اسمین نہین ہی۔
شیخ الرئیس نے شفا مین شعر کے لذیذ ہونے کا سبب وزن کے علاوہ محاکات یعنے شاعر
کے نقشہ کھینچ دینے کو لکھا ہی کہتا ہی کہ (والدلیل علی فرحہم بالمحاکاۃ انہم لیسرون بتامل الصور المنقوشۃ
للحیوانات الکریہۃ المنفرۃ منہا ولو شاہدوہا انفسہا لتنطسوا عنہا فیکون المفرح لیس نفس تلک
الصورۃ ولا المنقوش بل کونہ محاکاۃ) یعنے محاکاۃ سے لذت پانے کی دلیل یہ ہی کہ جو جانور
کریہ المنظر اور قابل نفرت ہین اُنکی تصویر دیکھکر لوگ خوش ہوتے ہین اگر خود اُنکو دیکھین تو ادہر سے
آنکھ پھیر لین تو معلوم ہوا کہ نہ اُس صورت مین لذت ہی نہ تصویر مین ہی بلکہ تصویر من حیث المحاکات ہی
لذیذ ہی۔ غرض یہ ہی کہ تصویر کے لذیذ ہونے کا جو سبب ہی شعر کے لذیذ ہونے کا بھی وہی باعث ہی یعنے شاعر
وہی اچھی جس مین مصوری کی شان نکلے بہت بڑا ہوا وہی شعر ہی جسمین معشوق کے کسی انداز یا کسی ادا
کی تصویر کھینچی ہوئی ہو بلکہ معشوق کی کیا تخصیص ہی دیکھو وحید مرحوم نے طیور کا نقشہ دکھا دیا ہی
ع چٹکی کلی تو رہ گئے پر تولتے ہوئے ہٹی بلی تو ملکے اُڑے بولتے ہوئے ٭ اس بیت مین طیور کی
ادا ہی معشوق کی بھی نہین مگر محاکاۃ پائی جاتی ہی اس سبب سے کسقدر لذیذ ہی۔

غالب ترا احوال سنا دینگے ہم اُنکو　　　وہ سن کے بلا لین یہ اجارہ نہین کرتے

شعر تو بہت صاف ہی لیکن اِسکے وجوہ بلاغت بہت دقیق ہین پہلے الون کا یہ کہنا کہ
(سنا دینگے ہم اُنکو) اِسکی معنی محاورہ کی رو سے یہ ہین کہ کسی نہ کسی طرح کسی موقع پر اُنکے

مزاج کو دیکھکر باتون باتون مین یا ہنسی ہنسی مین تیرا حال اُنکے گوش گذار کردینگے اتنا ذمہ ہم کرتے ہین یعنے صاف صاف کہنے کی جرأت نہین رکھتے - غرض کہ یہ سب معانی اس لفظ سے مترشح ہین اسوجہ سے کہ اُسکا موقع استعمال یہی ہے اور بالتزام اس سے معشوق کا غرور اور تمکنت اور رعب و نازک مزاجی اور خود بینی و خود رائی بھی ظاہر ہوتی ہے - فرض کرو اگر مصرع یون کہا ہوتا کہ (کہدینگے ہم اُسنے) تو اکثر ان معانی مین سے فوت ہوگئے ہوتے اور یہ کہنا کہ (اجارہ نہین کرتے) اسکے کہنے کا موقع جب ہی ہوتا ہے جب کوئی نہایت مصر ہو اور کہے کہ جس طرح بنے میرے اُنکے ملاپ کروادو نہین تو تم سے شکایت رہیگی - غرض اس فقرہ نے عاشق کے اصرار بیتابانہ کی تصویر کھینچی ہے - ایک تو کلام کا کثیر المعنی ہی ہونا وجوہ بلاغت مین سے بڑی وجہ ہے پھر اُسپر یہ ترقی کہ اُدھر معشوق کی تمکنت و ناز ادھر عاشق کی بیتابی و اصرار کی دونون تصویرین بھی اسی شعر مین سے جھلک دکھلا رہی ہین -

---

گھر مین تھا کیا کہ ترا غم اُسے غارت کرتا   وہ جو رکھتے تھے ہم اک حسرت تعمیر سو ہے

اس حسرت کو غم عشق نے بھی نہ غارت کیا -

غم دنیا سے گر پائی بھی فرصت سر اُٹھانے کی   فلک کا دیکھنا تقریب تیرے یاد آنے کی

یعنے جب غم دنیا سے سر اُٹھایا تو فلک کو دیکھا اور فلک کا دیکھنا تیرے یاد آجانیکی تقریب (ہے) دوسرے مصرع مین سے محذوف ہے اور تقریب کی وجہ یہ کہ تو معشوق اپنے ظلم کیا کرتا تھا کہ ہم فلک کو دیکھکر رہ جاتے تھے اب جو اتفاق سے کبھی فلک کو دیکھ لیتے ہین تو تو یاد آجاتا ہے - حاصل یہ کہ بار غم سے سر اُٹھانے کی بار آئی تو فلک کو دیکھ کر معشوق یاد آیا اور پھر غم کا سامنا ہوگیا -

کھلے گا کس طرح مضمون مرے مکتوب کا یارب   قسم کھائی ہے اُس کافر نے کاغذ کے جلانے کی

یعنے خط کھولنے کی تو اُس سے امید ہی نہین اب جلانے کی بھی اُس نے قسم کھالی کاش کہ جلاتا اور مکتوب سے شعلہ اُٹھتا تو مضمون مکتوب کھلتا اور حال سوز غم اُسپر ظاہر ہوجاتا یعنے میرے مکتوب کے کھلنے کی وہان کوئی صورت اگر تھی تو یہی تھی کہ وہ اُسے جلا دیا کرتا تھا اب وہ بھی اُمید نہ رہی -

لپٹنا پرنیان مین شعلۂ آتش کا آسان ہے — ولے مشکل ہے حکمت دلمین سوزِ غم چھپانے کی

یہ ظاہر ہے کہ حریر مین شعلہ لپٹا ہوا نہین رہ سکتا اور بھڑک اُٹھتا ہے مگر پھر بھی دلمین سوزِ غم چھپا لینے سے یہ آسان ہے۔ آسان کہنے سے معنی یہ پیدا ہوئے کہ دل پرنیان سے نازک تر ہے اور سوزِ غم شعلے سے بھی زیادہ سرکش ہے۔

اُنھین منظور اپنے زخمیون کا دیکھ آنا تھا — اُٹھے تھے سیرِ گل کو دیکھنا شوخی بہانے کی

یعنے اُٹھے تھے اس بہانہ سے کہ باغ کی سیر کو جاتے ہین اور مطلب یہ تھا کہ اپنے زخمیون کو دیکھ آئین شوخی اس بہانہ مین یہ نکلی کہ زخمیون کے دیکھنے کو آپ باغ کی سیر سمجھتے ہین

ہماری سادگی تھی التفاتِ ناز پر مرنا — ترا آنا نہ تھا ظالم مگر تمہید جانے کی

یعنے تو اسی لئے آیا تھا کہ تھوڑی دیر مین چلا جائے اور ہم اپنی سادگی سے اُسے التفات سمجھے اور اُسی التفات پہ مرنے لگے۔

لکدکوبِ حوادث کا تحمل کر نہین سکتی — مری طاقت کہ ضامن تھی بتون کے ناز اٹھانے کی

مطلب یہ ہے کہ اب ایسی بے طاقتی ہے کہ بارِ حوادث نہین اُٹھ سکتا وہی ہم ہین کہ بتون کے ناز اُٹھایا کرتے تھے اس سے یہ معنی نکلتے ہین کہ بتون کے ناز شاعر کے عقیدے مین حوادث و آفات سے بڑھے ہوئے ہین۔

کہون کیا خوبیِ اوضاعِ ابنائے زمان غالب — بدی کی اُسنے جس سے ہم نے کی تھی بارہا نیکی

اس غزل کے سب شعرون مین (نے) جزوِ قافیہ تھا اور اس شعر مین جزوِ ردیف ہوگیا ہے قواعدِ قافیہ مین اس قسم کے قافیہ کو معمولہ کہتے ہین اور اسے عیوبِ قافیہ مین شمار کیا ہے لیکن شعرائے تصنع پسند اسے ایک صنعت سمجھتے ہین چنانچہ اہلی شیرازی نے ساری مثنویِ سحرِ حلال مین ہر ہر شعر مین قافیۂ معمولہ کا بھی التزام کر لیا ہے اور اسی طرح مفتی میر عباس مغفور نے عربی کی مثنوی مرصع مین قافیۂ معمولہ کی قید کو لازم کر لیا ہے۔

حاصل سے ہاتھ دھو بیٹھ اے آرزو خرامی — دل جوشِ گریہ مین ہے ڈوبی ہوئی اسامی

آرزو خرامی سے مصنف کی مراد خرام حسبِ آرزو و مراد ہے لیکن عبرت کرنا چاہئے کہ تقلیداً ایسے ترکیبون کے واہیات ہونے مین شک نہین پھر اُسے منادیٰ بنا کر اور بھی ستم کیا۔ ڈوبی ہوئی اسامی وہ مالگذار ہے جس سے محصول وصول ہونے کی امید نہو

مطلب یہ ہی کہ جوشِ گریہ سے کوئی ایسا ثمرہ حاصل ہوگا کہ حسبِ آرزو وموافق مرادخرام کرسکون دل کو ڈوبی ہوئی اسامی سمجھنا چاہیئے کہ اسکا ریاض بے ثمر رہا۔ اس شعر مین ہاتھ دھونا اور ڈوبنا جوشِ گریہ کے ضلع کے لفظ ہین اور خرام کے واسطے بیٹھہ کا لفظ لائے ہین۔

اُس شمع کی طرح سے جسکو کوئی بجھاوے　　مین بھی جلے ہوؤن مین ہون داغ ناتمامی

مین داغ ناتمامی ہون یعنے مجھے اپنے ناتمام رہ جانے کا داغ ہی۔ جو لوگ کہ زبانِ اُردو کے تنگ کرنے پر کمر باندھے ہوے ہین اور فنِ معانی سے بہرہ نہین رکھتے اُنکی راے مین سے کا لفظ اس شعر مین برائے بیت ہی اور طرح کے بعد سے کا لفظ بولنا اور لکھنا اور نظم کرنا اُنھون نے چھوڑ دیا ہی لیکن یہ محاورہ مین تصرف ہی باقیاس ہی اور دونو ناجائز ہین۔ پھر کہتے ہین ٥ داغ ہون رشکِ محبت سے کہ اتنا بیتاب ☩ کس کی تسکین کے لئے گھر سے تو باہر نکلا۔ یعنے مجھے رشکِ محبت کا داغ ہی۔

کیا تنگ ہم ستم زدگان کا جہان ہی　　جسمین کہ ایک بیضۂ مور آسمان ہی

یعنے جس جہان کا آسمان بیضۂ مور ہی۔

ہی کائنات کو حرکت تیرے ذوق سے　　پرتو سے آفتاب کے ذرہ مین جان ہی

یعنے کائنات تجھکو اپنا مبدء و اصل سمجھ کر بتقاضاے فطرت تیرے طرف دوڑ رہی ہی جسطرح پرتو آفتاب سے ذرہ مین جان پڑجاتی ہی اس شعر مین ذرہ کے جاندار ہونے نے بڑا لطف دیا یعنے اُسکو ذیروح سے تشبیہہ دی اور وجہِ شبہ حرکت ہی۔

حال آنکہ ہی یہ سیلیِ خارا سے لالہ رنگ　　غافل کو میرے شیشہ پہ مے کا گمان ہے

یعنے میرا شیشہ پتھر کی چوٹ کھاکر لال ہورہا ہی اور لوگ جانتے ہین کہ اسمین شراب بھری ہوئی ہی مگر پتھر کی چوٹ سے شیشہ کا ٹوٹنا سب باندھتے ہین چوٹ کھاکر سرخ ہوجانا خلافِ واقع ہی اس شعر مین صدرِ کلام مین لفظِ حال آنکہ خبر دیتا ہی کہ مصنف نے پہلے نیچے کا مصرع کہہ لیا ہی اُسکے بعد مصرعِ بالا بہم پہنچایا ہی۔

کی اُسنے گرم سینۂ اہلِ ہوس مین جا　　آوے نہ کیون پسند کہ ٹھنڈا مکان ہے

اہلِ ہوس رقیب سے مراد ہی کہ اُسکے سینہ مین سوزِ عشق نہین ہی اور اسی سبب سے اُسے

ٹھنڈا امکان کہا ہی۔

کیا خوب تمنے غیر کو بوسہ نہین دیا　　　بس چپ رہو ہمارے بھی منھ مین زبان ہے

یعنے بوسۂ رقیب کے الزام پر معشوق نے لڑنا شروع کیا ہی اور یہ خفگی اور عتاب سے اُس سے زیادہ گفتگو کرنا پسند نہین کرتے۔

بیٹھا ہی جو کہ سایۂ دیوارِ یار مین　　　فرمان رواے کشورِ ہندوستان ہے

ہندوستان کی تخصیص یہ ہی کہ سایہ مین تیرگی ہوتی ہی اور ہندوستان بھی کالا ملک ہی اس شعر مین مصنف نے ہندوستان کو باعلانِ نون نظم کیا ہی۔ میر انیس مرحوم کے اس مصرع پر کہ سکن چھپا ہماے سعادت نشان سے۔ لکھنؤ مین اعتراض ہوا تھا کہ حرفِ مد کے بعد جو نون کہ آخر کلمہ مین پڑے فارسی والون کے کلام مین کہین باعلان نہین پایا گیا ہی تو جب اردو مین ترکیب فارسی کو استعمال کیا اور کشورِ ہندوستان کھکر مرکب اضافی بنایا یا ہماے سعادت نشان باندکر مرکب توصیفی بنایا تو پھر نحوِ فارسی کی متابعت نکرنیکا کیا ہوتا تو شاعر کو اعلان کرنے نکرنے کا اختیار تھا لیکن ترکیب فارسی مین نحوِ فارسی کا اتباع ضرور ہی اور اسطرح کا اعلان لکھنؤ کے غزل گویون مین ناسخ کے وقت سے متروک ہی

ہستی کا اعتبار بھی غم نے مٹا دیا　　　کس سے کہون کہ داغ جگر کا نشان ہے

یعنے غم سے داغ ہوا اور داغ جگر کو کہا گیا اب اگر کسی سے کہتا ہون کہ کبھی ہم بھی جگر رکھتے تھے اور اُسکی نشانی داغ ابتک موجود ہی تو کسیکو میرے کہنے کا اعتبار نہین آتا یہ مضمون بہت نیا اور خاص مصنف مرحوم کا نتیجۂ فکر ہی۔

ہی بارے اعتماد وفاداری اسقدر　　　غالب ہم اسمین خوش ہین کہ نامہربان ہے

یعنے معشوق کے نامہربان ہونے سے ہم خوش ہین کہ ہماری وفاداری پر اُس کو بھروسا ہی جبھی تو جانتا ہی کہ بیرخی کرنے سے بھی یہ ترکِ محبت نکریگا۔

درد سے میرے ہی تجھکو بیقراری ہاے ہاے　　　کیا ہوئی ظالم تری غفلت شعاری ہاے ہاے

یہ ساری غزل معشوق کا مرثیہ ہی اس شعر مین یہ مطلب ہی کہ تجھکو حالتِ نزع مین دیکھکر جو درد مند ہو رہا ہون تو تو اس عالم مین بھی میرا غم گوارا نہین کرتا اور بیقرار ہو رہا ہی وہ دن کدہر گئے جب ہم مرتے تھے اور تم بات نہ پوچھتے تھے۔

ترے دلمین گر نہ تھا آشوبِ غم کا حوصلہ   تو نے پھر کیون کی تھی میری غمگساری ہائے ہائے

یعنے اُسی طرح کاوش مجھ سے نا آشنا تو رہتا تو اچھا تھا۔

کیون مری غمخوارگی کا تجھکو آیا تھا خیال   دشمنی اپنی تھی میری دوستداری ہائے ہائے

یعنے میری غمخواری کر کے اپنے تئین رسوا کیا پھر شرم رسوائی سے اپنی جان دیدی۔

عمر بھر کا تو نے پیمانِ وفا باندھا تو کیا   عمر کو بھی تو نہین ہے پائداری ہائے ہائے

گو کہ تو نے عمر بھر نباہنے کا عہد کیا لیکن تیری عمر ہی نے وفا نہ کی۔

زہر لگتی ہے مجھے آب و ہوائے زندگی   یعنے تجھ سے تھی اسے ناسازگاری ہائے ہائے

یعنے جب زندگی نے تجھ سے وفا نکی تو مین بھی اس زندگی سے بیزار ہون۔

گلفشانی ہائے نازِ جلوہ کو کیا ہوگیا   خاک پر ہوتی ہے تیری لالہ کاری ہائے ہائے

یا تو جلوہ افروزی کے وقت نازو انداز سے پھول جھڑتے تھے یا اب لوحِ قبر پر

گلکاری ہو رہی ہے۔

شرمِ رسوائی سے جا چھپنا نقابِ خاک مین   ختم ہے الفت کی تجھپر پردہ داری ہائے ہائے

یعنے لوگون سے چھپ کر عمر بھر کے لئے مجھسے پیمانِ وفا باندھا مگر شرمِ رسوائی سے اپنے تئین

ہلاک بھی کیا۔

خاک مین ناموسِ پیمانِ محبت مل گئی   اُٹھ گئی دنیا سے راہ و رسمِ یاری ہائے ہائے

اس شعر مین شکایت ہے لیکن قصدِ شکایت نہین ہے بلکہ توجع ہے۔

ہاتھ ہی تیغ آزما کا کام سے جاتا رہا   دلپہ اک لگنے نپایا زخمِ کاری ہائے ہائے

یعنے مجھے آرزو تھی کہ تو مجھے پھر ملن مارتے اور وہ آرزو پوری نہ ہوئی زخم اوٹھانے کی

آرزو یہان معنے حقیقی پر نہین ہے بلکہ بسبیل توجع ہے۔

کسطرح کاٹے کوئی شبہائے تارِ برشکال   ہے نظر خو کردہ اختر شماری ہائے ہائے

یعنے ہمین تو عادت تھی کہ شوقِ وصال مین اور شبِ فراق مین تارے گن گن کر رات

کاٹتے تھے اب یہ برسات کی اندھیری راتین کیونکر ہم سے کٹین گی۔ برشکال استعارہ ہے

رونے سے اور شبہائے غم کو شبہائے تار کہا ہے۔

گوشِ مہجورِ پیام و چشمِ محرومِ جمال   ایک دل تس پر یہ ناامیدواری ہائے ہائے

لکھنو کے شعرا مین آتش و ناسخ وغیرہ اور دلی مین ذوق و مومن وغیرہ مصنف کے عصر سے

کسی قدر پیشتر ہی ہین (تس پر کسی کے کلام مین نہین ہے اور نہ لکہنو مین نہ دلی مین عرصہ سے یہ لفظ بولا جاتا ہے مصنف کے قلم سے اس لفظ کا نکلنا نہایت حیرت ہے اور یہ لفظ اس بات کا شاہد ہے کہ مرزا نوشہ مرحوم کی زبان دلی کی زبان سے کسی قدر علیحدہ ہے۔

عشق نے پکڑا نہ تھا غالب ابہی وحشت کا رنگ ۔۔۔ رہ گیا تھا دل مین جو کچہ ذوق خواری ہائے ہائے

میری ہرزہ گردی و دشت نوردی کی نوبت نہ آئی تہی کہ شرم رسوائی سے معشوق نے اپنی جان دے دی اور دل مین ذوق خواری جو تھا وہ دل ہی مین رہگیا۔

سرگشتگی مین عالم ہستی سے یاس ہے ۔۔۔ تسکین کو دے نوید کہ مرنے کی آس ہے

یعنے سرگشتگی کے سبب سے زندگی سے یاس ہے اب تسکین کو نوید ہو کہ مرنے کے بعد سرگشتگی سے نجات ہو جائے گی۔

لیتا نہین مرے ۔۔۔ دل آوارہ کی خبر ۔۔۔ اب تک وہ جانتا ہے کہ میرے ہی پاس ہے

وہ ابہی تک یہی جانتا ہے کہ میرا دل میرے پاس موجود ہے اور یہان وہ اختیار سے جا چکا۔

کیجے بیان سرور تب وغم کہان تلک ۔۔۔ ہر مو مرے بدن پہ زبان سپاس ہے

یعنے تپ غم کے چڑہنے مین جو رونگٹا کہڑا ہوتا ہے وہ زبان سپاس ہو جاتا ہے۔ تک اور تلک کے باب مین شعرائے حال نے تلک کو متروک اور تک کو اختیار کیا ہے لیکن قدما کے کلام کو دیکہنے سے یہ پتا لگتا ہے کہ لفظ تک اور تلک دونون مستحدث ہین اگلے زمانہ مین کہان تلک کی جگہ کہان تئین اور کہان لگ بولتے تہے اوس سے تلک بنا یعنے تئین مین سے ت کو لے لیا اور لگ مین گاف کو کاف کر دیا اسکے بعد تلک مین بہی تخفیف کر کے تک کہنے لگے لیکن تلک کا لفظ بہی ابہی تلک محاورے سے خارج نہین ہے اسکا ترک بلا وجہ ہے

وہ غرور حسن سے بیگانہ وفا ۔۔۔ ہر چند اوسکے پاس دل حق شناس ہے

یعنے میرا دل حق شناس اوسی کے پاس ہے اور اوسنے حق وفا سے آگاہ کر دیا ہے مگر وہ غرور حسن مین کب سنتا ہے اگر دل حق شناس سے معشوق کا دل مراد لین تو محاورہ کے خلاف ہوگا یہ کوئی نہین کہتا کہ اوسکے پاس دل روشن اور چشم بینا ہے بلکہ یون کہنا چاہئے کہ اسکا دل روشن ہے اور چشم بینا۔

پی جسقدر ملے شب مہتاب مین شراب ۔۔۔ اس بلغمی مزاج کو گرمی ہی راس ہے

یعنے چاندنی رات ٹھنڈی ہوتی ہے اور میرا مزاج بلغمی کیونکر شراب نہ پیتا یا یہ کہ شب ماہ کا مزاج مرطوب ہے اوسکے لئے شراب پینا مصلحت ہے۔

ہر اک مکان کو ہے مکین سے شرف اسدؔ　　مجنون جو مرگیا ہے تو جنگل اوداس ہے

یعنے جنگل کے اوداسی کا یہ سبب ہے ورنہ اوداس نہ ہوتا۔

گر خامشی سے فائدہ اخفائے حال ہے　　خوش ہو کہ میری بات سمجھنی محال ہے

یعنے مین وہ مجذوب ہون کہ میری بات سمجھنی محال ہے تو خاموشی کا فائدہ سب بے خاموش ہوئے مجھے حاصل ہے اور حال سے واردات قلبیہ مراد ہین۔

کس کو سناؤن حسرت اظہار کا گلہ　　دل فرد جمع و خرج زبانہائے لال ہے

یعنے حسرت اظہار زبان کے گویا نہ ہونے سے گلہ مند ہے کس کے آگے اوس گلہ کو بیان کرون اور فرد جمع و خرج سے طومار شکایت مراد ہے یعنے اظہار شوق زبان سے نہ ہو سکا تو دل مین زبان کی شکایتین بھری ہوئی ہین۔ مصؔ نے زبان کو جمع اس اعتبار سے کہا ہے کہ بہت سے موقون پر زبان نے اظہار شوق مین کوتاہی کی ہے اور ممکن ہے کہ احباب کی زبانین مراد لین۔

کس پردہ مین ہے آئنہ پرداز اے خدا　　رحمت کہ عذر خواہ لب بے سوال ہے

لب بے سوال کا بے نفس ہونا ضرور ہے اور لب کو بے سوال و بے نفس اس مناسبت سے کہا ہے کہ نفس کے پہنچنے سے آئنہ مکدر ہو جاتا ہے تو ضرور ہوا کہ آئنہ پرداز سے ملنے کی خواہش لب بے سوال سے کرنا چاہیے اور آئنہ پرداز وہ جو آئنہ کو جلا کرے رحمت کا فعل محذوف ہے یعنے رحم کر۔

ہے ہے خدا نخواستہ وہ اور دشمنی　　اے شوق منفعل یہ تجھے کیا خیال ہے

شوق کی صفت منفعل اچھی نہین مطلب یہ ہے کہ اے شوق تو جو پشیمان ہو رہا ہے کہ ہم سے دشمن کو دوست سمجھکر ربط کیا یہ خیال تیرا غلط ہے۔

مشکین لباس کعبہ علیؑ کے قدم سے جان　　ناف زمین ہے نہ کہ ناف غزال ہے

جان اس شعر مین بدان کا ترجمہ ہے یا علم کا زمین ترکیب اضافی فارسی مین ہے اور اعلان نون کیا ہے حالانکہ نحو فارسی کے یہ خلاف ہے اسلیئے کہ جب مین مین اعلان نون کیا تو وہ مہمل لفظ ہوگیا پھر اوسکی طرف

اضافت فارسی کیونکر صحیح ہوگی جیسے سودا کا یہ مصرع تن پر اگر زنار ہو بجائے ہر ایک مو کہ اسمین کیبت ترفارسی مین ایک کا لفظ آگیا ہے اور ایک مہند ہے یک کا۔ کعبہ کو ناف زمین کہنا حدیث کا مضمون ہے اور ناف زمین سے وسط زمین مراد ہے لیکن اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ وسط زمین کب ہے خط استوا سے اکیس درجہ اور کئی دقیقہ شمال مین ہٹا ہوا ہے اس کا جواب یہ ممکن ہے کہ اول تو ایسی حدیثین بہت کم ہین جنکا قطعی الصدور ہونا اور محفوظ المتن ہونا ثابت ہو اور مان لینے کے بعد دیکھو اہل یورپ نے خاک چہان کر جو تاریخی حالات تحقیق کئے ہین اون مین سے یہ امر بھی حیرت خیز ہے کہ اقصائے شمال مین جہان برف اور سردی انتہا کی ہے بہ کثرت ایسے جانورون کی ہڈیان ملتی ہین جو گرم ملکون کے رہنے والے ہین اور کبھی منطقہ حارہ سے باہر رہ کر زندہ نہین رہ سکتے یہ امر بڑا قرینہ ہے اس بات کا کہ کسی زمانہ مین یہ ملک منطقہ حارہ کے نیچے تھے اور جہان برف پڑتی ہے یہان لو چلا کرتی تھی اس سے یہ امر بخوبی نکلا کہ جب اقصائے شمال منطقہ حارہ مین تھا تو عرب کا ملک ضرور خط استوا پر ہوگا

وحشت پہ میری عرصۂ آفاق تنگ تھا   دریا زمین کو عرق انفعال ہے

جب میری صحرا نوردی کے لئے زمین کی وسعت ہیچ ثابت ہوئی تو زمین عرق شرم مین غرق ہوگئی یہ دریا گویا عرق انفعال ہے۔

ہستی کے مت فریب مین آجائیو اسد   عالم تمام حلقۂ دام خیال ہے

یعنے تمام عالم محض خیالی و اعتباری ہے اپنی ہستی کو ہستی نہ سمجھنا چاہئے کہ عالم کو حلقۂ دام خیال سے تعبیر کیا ہے۔

تم اپنے شکوہ کی باتین نہ کھود کھود کے پوچھو   حذر کرو مرے دل سے کہ اسمین آگ دبی ہے

دل مین چھپے ہوئے شکوہ کو دبی ہوئی آگ سے تشبیہ دی ہے اسلئے کہ اظہار شکایت سے اکثر آتش عناد مشتعل ہوجاتی ہے۔

دلا یہ درد و الم بھی تو مغتنم ہے کہ آخر   نہ گریہ سحری ہے نہ آہ نیم شبی ہے

آخر کے معنے یہ ہین کہ انجام اس درد و الم کا یہی ہوگا کہ نہ گریہ رہیگا نہ آہ یعنے کام کرکے تکلیف و اذیت سے نجات دیگا۔

ایک جا حرف وفا لکھا تھا سو بھی مٹ گیا　　ظاہرا کاغذ ترے خط کا غلط بردار ہے

یعنے حرف وفا جھوٹ موٹ لکھدیا تھا اصل مین غلط تھا جبھی تو مٹ گیا اس سے یہ لطیفہ پیدا ہوا کہ تیرے خط کا کاغذ غلط بردار ہے یعنے کاغذ تیرا ایسی چیز ہے جس سے کاتب غلط لفظ کو اٹھا لیتا ہے

جی جلے ذوق فنا کی ناتمامی پر نہ کیون　　ہم نہین جلتے نفس ہر چند آتش بار ہے

یعنے ہر نفس سینہ مین جا کر اشتعال پیدا کرتا ہے اور وہی اشتعال باعث حیات ہے۔ حال آنکہ ہر اشتعال مین جسم کا انس اور بدن کا صبر فنا ہوتا ہے اس سے یہ بات صاف نکلی کہ بحسب طبیعت و بہ مقتضائے فطرت ہر ذیحیات کو ذوق فنا ہے اس لئے کہ وہی اشتعال جو فنا کرتا ہے عین حیات ہے لیکن اس ذوق فنا کی ناتمامی پر جی جلتا ہے کہ ایکبار جلا کیون نہین دیتا۔ جو لوگ مصنف کی سوانح عمری سے واقف ہین اونہین حیرت ہوگی کہ انکو یہ مسئلہ دوران خون کہانسے معلوم ہوا۔

آگ سے پانی مین بجھتے وقت اوٹھتی ہے صدا　　ہر کوئی درماندگی مین نالہ سے ناچار ہے

نالہ سے ناچار ہے یعنے از نالہ چارہ ندارد۔ کہتے ہین باوجودیکہ آگ کی صفات مین سے خاموشی مشہور ہے یہانتک کہ لزوم ذہنی پیدا ہوگیا ہے کہ شاعر کو آگ کی تصور کے ساتھہ معنی خاموشی کا تصور بھی ہو جاتا ہے اس خاموشی پر بھی حالت درماندگی مین وہ چیخ اوٹھی ہے

ہے وہی بدمستی ہر ذرہ کا خود عذر خواہ　　جس کے جلوہ سے زمین تا آسمان سرشار ہے

یعنے از خود رفتہ تو وہ کرے اور الزام ہم پر ہو یہ نہین ہو سکتا ذرہ کے رقص کو بدمستی سے تعبیر کیا ہے یہ حسن تعلیل ہے۔

مجھسے مت کہہ تو ہمین کہتا تھا اپنی زندگی　　زندگی سے بھی مرا جی ان دنون بیزار ہے

یہ خفا ہین اور معشوق منا رہا ہے۔

آنکھ کی تصویر سرنامہ پہ کھینچی ہے کہ تا　　تجھپہ کھل جاوے کہ اسکو حسرت دیدار ہے

کھل جانا ایک ضلع کا لفظ ہے کہ جو سرنامہ کے بھی مناسب ہو اور آنکھہ سے بھی مناسبت رکھتا ہے

چلنس مین گزرتے ہین وہ کوچہ سے جو میرے　　کندھا بھی کہارون کو بدلنے نہین دیتے

کندھا اور کاندھا دونون طرح بولتے ہین بدلنے کے ساتھہ کندھا کہتے ہین اور دینے کے ساتھہ کاندھا محاورہ مین ہے۔

مری ہستی فضائے حیرت آباد تمنا ہے — جسے کہتے ہین نالہ وہ اسی عالم کا عنقا ہے

یعنے میری ہستی کو حیرت آباد بنا دیا ہے اور حیرت کے لوازم مین سے یہ ہے کہ بے
حرکت اور بے صدا کر دے جب وفور حیرت مین منہ سے آواز نہ نکل سکے تو پھر نالہ کہان لیکن
تمنا کے ساتھہ نالہ ہونا بھی ضرور ہے غرض یہ کہ نالہ ہے مگر بے صدا ہے جیسے طائر عنقا
کہ ذکر اوسکا عالم مین ہے مگر کسی نے دیکھا نہین اپنی ہستی کو فضا سے تشبیہ دی مان کے
مکان سے تشبیہ ہے اور وجہ شبہ امتداد ہے جو دونون مین پایا جاتا ہے۔

خزان کیا فصل گل کہتے ہین کسکو کوئی موسم ہو — وہی ہم ہین قفس ہے اور ماتم بال و پر کا ہے

اس شعر کی بندش مین یہ حسن ہے کہ چھہ جملے دو مصرعون مین آگئے ہین اور ادائے معانی مین
یہ حسن ہے کہ بلبل کی زبانی شکایت اسیری ہے اور شکایت مین اطناب لطف دیتا ہے
تو معنی قلیل کو الفاظ کثیر مین یہان مصنف نے ادا کیا ہے اور اطناب کا زیادہ لطف اسی مین
ہوتا ہے کہ چھوٹے چھوٹے جملے بہت سے ہون نہ یہ کہ ایک طولانی جملہ ہو گو اوس مین
الفاظ زیادہ تر ہون مگر اطناب کا لطف نہین پیدا ہوتا۔

وفائے دلبران ہے اتفاقی ورنہ اے ہمدم — اثر فریاد دلہائے حزین کا کس نے دیکھا ہے

یعنے اپنے چاہنے والون پر حسینون کا مہربان ہونا بخت و اتفاق سے ہے تاثیر محبت کے
ہم قائل نہین اس شعر مین دیکھا قافیہ شاگان ہے یعنی الف اصلی نہین ہے بلکہ علامت
فعل ماضی ہے اسے مفت کا قافیہ کہتے ہین اور درست سمجھتے ہین۔

نہ لائی شوخی اندیشہ تاب رنج نومیدی — کف افسوس ملنا عہد تجدید تمنا ہے

نیاز و شوخی اندیشہ تاب رنج نومیدی یعنے شوخی اندیشہ سے نا امیدی اور مایوسی کا
صدمہ نہین اوٹھہ سکتا اوسی تمنا مین ہمیشہ رہنا یاس سے بہتر ہے اور کف افسوس
یاس ہی کے عالم مین ملتے ہین تو مصنف نے اوسکی تاویل کی کہ یہ ہاتھہ ملنا پھر تمنا سے تجدید
بیعت کرنا ہے یہان مصنف نے تفنن کلام کی راہ سے (تجدید عہد تمنا) کے بدلے (عہد
تجدید تمنا) کہا گو محاورہ سے الگ ہے لیکن معنی درست ہے اور یہ بھی احتمال ہے
کہ دہوکا کہا یا جیسے (اصلاح ذات البین) کے مقام پر ایک خط مین (اصلاح بین الذاتین)
لکھہ گئے ہین وہ فقرہ یہ ہے اگر خدانخواستہ مجھہ مین اور مولوی صاحب مین رنج پیدا ہوتا
تو آپ بہت جلد اصلاح بین الذاتین کی طرف متوجہ ہوتے۔

رحم کر ظالم کہ کیا بود چراغ کشتہ ہے   نبض بیمار وفا دود چراغ کشتہ ہے

پہلے مصرع مین چراغ کشتہ استعارہ ہے بیمار وفا سے اور دوسرے مصرع مین معنے حقیقی پر ہے۔ نبض کو دود چراغ کشتہ سے تشبیہ متحرک ہے اور وجہ شبہ مین حرکت ہے یعنے سرد ہونا کم زور ہونا بتدریج کم ہوتے جانا وغیرہ جتنے یہ سب صفات بجھے ہوئے چراغ کے دہوئین مین ہین وہ سب دم نکلتے وقت نبض بیمار مین ہوتے ہین انصاف یہ ہے کہ متحرک کی تشبیہ مین مصحفی کو ید طولی ہے اطبا۔ اس وقت کی نبض کو دودی کہتے ہین یعنے کیڑے کے رینگنے سے تشبیہ دیتے ہین کہ عربی مین دود کیڑے کو کہتے ہین دونون تشبیہون کے مقابلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مصحفی کی تشبیہ اوس سے زیادہ تر بدیع ہے

دل لگی کی آرزو بے چین رکہتی ہے ہمین   ورنہ یان بے رونقی سود چراغ کشتہ ہے

یعنے رونق سوز عشق دل کے لئے سراسر زیان کا باعث ہے چراغ کا حال دیکہہ کر عبرت کرو کہ اوسکے لئے فروزندگی موجب زیان ہے اور خاموشی اور بے رونقی مین نفع ہے

چشم خوبان خامشی مین بہی نوا پرداز ہے   سرمہ تو کہوے کہ دود شعلہ آواز ہے

نوا پرداز ہونے سے یہ مراد ہے کہ عشوہ و اشارہ آنکہہ مین ایسا ہے کہ خاموشی مین بہی باتین کر رہی ہے گویا اس آنکہہ کا کاجل شعلہ آواز پر پڑ گیا ہے تو کہوئے تو کوئی کا ترجمہ ہے۔

پیکر عشاق ساز طالع ناساز ہے   نالہ گویا گردش سیارہ کی آواز ہے

طالع ناساز کے ہاتہہ مین ساز ارغنون کی طرح پیکر عشاق ہمہ تن نالہ و فریاد ہے تو انکا نالہ گویا گردش ستارہ کی آواز ہے اس سبب سے کہ گردش ستارہ و طالع ناساز ہے تو باعث نالہ فریاد ہے۔ لفظ عشاق اس مقام پر ساز کے ضلع کا لفظ ہے اہل فارس کی موسیقی مین مقام عشاق ایک راگ کا نام ہے۔

دستگاہ دیدہ خونبار مجنون دیکہنا   یک بیابان جلوہ گل فرش پا انداز ہے

یعنے سرزمین نجد اشک خونی سے کوسون سرخ ہو رہی ہے۔ لفظ دستگاہ اس شعر مین پا انداز کے ضلع کا لفظ ہے اور یہ تکلف داخل کیا ہے اور پہر دونون لفظون مین فاصلہ بہی ہاتہہ بہر کا ہے

عشق مجکو نہین وحشت ہی سہی میری وحشت تیری شہرت ہی سہی

یعنے تو میرے اظہار عشق پر کہتا ہے کہ دیوانہ ہوگیا ہے ایسی وحشت ہوئی ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ عشق مجکو نہین الخ

قطع کیجے نہ تعلق ہم سے کچہ نہین ہے تو عداوت ہی سہی

معاملات عاشقانہ مین یہ مضمون بہی ہم کو حصہ کا ہے خوب خوب اسے نظم کیا ہے اور جہان نظم کیا ہے نئے انداز سے باندہا ہے ایک جگہ کہتے ہین سہ اب جفا سے بہی ہین محروم ہم اللہ اللہ۔ اس قدر دشمن ارباب وفا ہوجانا۔ پہر اسی کو یون باندہا ہے تا ہمکو شکایت کی بہی باقی نہ رہے جا سن لیتے ہین گو ذکر ہمارا نہین کرتے۔

میرے ہونے مین ہے کیا رسوائی اے وہ مجلس نہین خلوت ہی سہی

اے وہ کا لفظ اس مین بہت رکیک ہے اہل زبان ہی اسکو سمجہین گے۔

ہم بہی دشمن تو نہین ہین اپنے غیر کو تجہسے محبت ہی سہی

یعنے پہر ہم تجہسے محبت کرکے اپنے ساتہہ دشمنی کیون کرین جب تجہے غیر کی محبت کا یقین ہوگیا

اپنی ہستی ہی سے ہو جو کچہ ہو آگہی گر نہین غفلت ہی سہی

یعنے اپنی ہستی سے آگاہی عین عرفان ہے اور یہ مضمون حدیث مشہور سے استنباط کیا ہے۔ کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ پہر کہتے ہین کہ اگر آگاہی نہین حاصل تو اپنی ہستی سے غفلت ہی کرلین جب اپنے تئین نیست سمجہے گا تو موجود حق کا جلوہ تجہے دکہائی دیگا۔ اس شعر کی تعریف کے لئے الفاظ نہین ملتے حق یہ ہے کہ مشائخ طریقہ جن کا کلام ترجمان حقیقت ہوا کرتا ہے اون کے دیوان بہی آج اس شعر کی نظیر سے خالی ہین۔

عمر ہرچند کہ ہے برق خرام دل کے خون کرنے کی فرصت ہی سہی

وجہ مناسبت یہ کہ برق بہی تو خون رگ ابر ہے۔

ہم کوئی ترک وفا کرتے ہین نہ سہی عشق مصیبت ہی سہی

مصیبت سہی دونون معنیون کے ساتہہ یہان درست ہے خواہ سہی کو فعل لو خواہ حرف

کچہ تو دے اے فلک نا انصاف آہ و فریاد کی رخصت ہی سہی

یعنے یہ نہین کہتا کہ مراد ہی دے تو رخصت فریاد ہی دے۔

ہم بھی تسلیم کی خو ڈالیں گے   بے نیازی تری عادت ہی سہی

یہ لفظ استقبال یہ کہنا کہ خو ڈالیں گے اس معنی پر بہ کنایہ دلالت کرتا ہے کہ ابھی طبیعت کو
بے نیازی کی برداشت نہیں ہے اور عادت بگڑی ہوئی ہے کہ یکایک طبیعت کے بدل جانے
کی بھی امید نہیں ہے رفتہ رفتہ بے نیازی کو انگیز کر لیں گے۔ یہاں حرف استقبال میں
تراخی و تاخیر بھی شعر کو مقصود ہے اور اسی سے معنی میں کثرت پیدا ہوتی ہے۔

یار سے چھیڑ چلی جائے اسد   گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی

حسرت سے اظہار حسرت مراد لینا چاہیئے کہ چھیڑنے کی صورت پیدا ہو اس لئے کہ وہ حسرت
جو دل کی دل ہی میں ہو اور اوسے ظاہر نہ کرے اوس میں چھیڑ چھاڑ کیوں ہونے لگی۔
گر کا لفظ تمام شعراء فارسی کے تتبع سے نظم میں لاتے ہیں ورنہ اردو کے محاورہ میں
گر کوئی نہیں بولتا اگر کہتے ہیں اور اسی سبب سے نثر میں گر متروک ہے اور لکھنؤ میں
بعض شعراء نے نظم سے بھی ترک کیا ہے۔

ہے آرمیدگی میں نکوہش بجا مجھے   صبح وطن ہے خندۂ دنداں نما مجھے

یعنے حالت آرمیدگی و ترک ہرزہ گردی میں نکوہش و سرزنش کا میں سزاوار ہوں کہ
وطن میں صبح مجھے نہیں ہوتی بلکہ میری حالت پر خندۂ دنداں نما ہوتا ہے۔ خندۂ صبح
مشہور استعارہ ہے۔

ڈھونڈے ہے اوس مغنی آتش نفس کو جی   جس کی صدا ہو جلوۂ برق فنا مجھے

یعنے ایسے سماع کو جی چاہ رہا ہے جسکے سننے سے وہ حال آئے کہ فنا فی الذات ہو جاؤں۔
آواز کی روشنی اور زمزمہ کا لہرا ملکر وجہ شبہ مرکب ہوئی اور ترکیب وجہ شبہ پہلے خوبی ہے
اس تشبیہ کی بعد اسکے یہ ترقی ہے کہ حرکت بھی وجہ میں داخل ہے پھر طرفین تشبیہ
کو دیکھئے ایک مسموع ہے دوسرا مبصر ہے گو دونوں محسوس ہیں لیکن ایسا یوں بعید ہے
کہ تشبیہ محسوس بمعقول کا لطف پیدا ہے مگر شعر میں یہ کہنا کہ ایسا ہو ویسا ہو شعر کو
سست کر دیتا ہے اس کے برخلاف اگر اس مضمون کو انشا میں ڈھالا ہوتا اور یوں
کہتے کہ تیری صدا ہے جلوۂ برق فنا مجھے تو زیادہ لطف دیتا۔

مستانہ طے کروں ہوں رہ وادیٔ خیال   تا بازگشت سے نہ رہے مدعا مجھے

یعنے چاہتا ہون کہ اپنے خیال مین ایسا غرق ہون کہ پہر نہ اوبہر سکون میر محمد حسین
آزاد کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ کرون ہون اور مرون ہون دلی مین بھی
عرصہ سے غیر فصیح سمجھتے ہین۔ پہر ایک جگہ یہ بھی لکھتے ہین کہ (اساتذۂ دلی کے کلام مین
آئی ہے جائے ہے اکثر ہے مگر اخیر کی غزلون مین اونہون نے بھی بچاو کیا ہے)
اسی طرح کردن ہون اور بہر دن ہون جیسا مصحفی نے کہا ہے یا تم آؤ ہو جادہو یا ہم
کہائے ہین اور ہیئے ہین یہ سب محاورے البتہ غیر فصیح ہین اور اہل لکہنو تو کیا تمام ہندوستان
کان اسکے سننے کے متحمل نہین مگر دلی کی زبان پر باقی ہین۔ تھوڑے ہی دنون کا ذکر ہے
کہ ریاض الاخبار مین (یہ پرچہ گورکہپور سے نکلتا ہے) دلی کی آئی ہوئی ایک غزل
شائع ہوئی کہ مصنف اوس کے ذوق مرحوم کے نواسے ہین اوسکا مطلع یہ ہے
کیے ہے برق تجلی لٹا لٹا کے مجہے * بچی ہین دیکہنے والے نظر اوٹہا کے مجہے۔ مگر بقول
آزاد اکثر اب یہی ہے کہ اہل دلی اپنے شعر کو اس سے بچاتے ہین اور عجب نہین کہ
اس کا سبب یہ ہو کہ اہل لکہنو کا کلام کثرت سے دیکہا اور سنا تو اوس کا یہ اثر پڑا
نواب فصیح الملک بہادر مرزا داغ صاحب ایک دفعہ فرماتے تھے کہ مین نے جب سے
ہوش سنبہالا سانس اور فکر کا لفظ دلی مین مذکر ہی بولتے سنا مگر اوستاد ذوق نے
جب سانس کو نظم کیا مونث نظم کیا اور یہی فرمایا کہ میری زبان پر بھی یہ لفظ مونث
ہی تہا اور مرزا غالب نے مجہے یہ ہدایت کی ہے کہ فکر کو بھی مونث ہی نظم کیا کرو
اس سے یہ ظاہر ہے کہ قدما کے جو الفاظ لکہنو مین باقی رہ گئے ہین اہل دلی اون کی
تذکیر و تانیث کا تصرف کرنے کے مجاز نہین ہین لکہنو کے ہندوون اور مسلمانون کے
محاورہ مین بہت ہی نازک فرق ہے مثلاً ہندو کہتے ہین (مالا جپی اور پوجا کی)
اور مسلمان کہتے ہین (مالا پہنا اور پوجا کیا) یہی فرق قدیم سے چلا آتا ہے میر حسن
کہتے ہین سہ وہ موتی کے مالے لٹکتے ہوئے * رہین دل جہان سر پٹکتے ہوئے
مگر اب دلی مین مالا اور پوجا مونث بولا جاتا ہے۔ مرزا غالب مرحوم کی تحریرون
مین مینے محاورہ لکہنو کے خلاف چند الفاظ دیکہے اوس کے بارہ مین نواب
مرزا خان داغ صاحب سے تحقیق چاہی اونہون نے لکہدیا کہ یہ غلط ہین مثلاً
دایان ہاتہہ کہنا غلط ہے دہنا ہاتہہ کہنا چاہیے چہٹوین تاریخ غلط ہے چہٹی صحیح ہے

اون کا اردو غلط اون کی رد و کہنا چاہیئے۔ کرسی پر سے کہ اصل بڑا خلاف محاورہ ہے
غیر کیا خوب مجھے نفرت مری اوقات سے ہے۔ اسکو بھی غلط کہا اپنی اوقات کہنا
چاہیئے تھا۔ میں نے دری اور پری کے باب میں بھی تحقیق چاہی کہا آپ لوگوں کی
خاطر سے میں نے ان لفظوں کو ترک کر دیا۔ اس کے علاوہ بعض خاص محاورہ
دلی کے مثلاً ٹھیک نکل جانا۔ ٹھیٹھ کرنا۔ ٹوپی اوڑھنا۔ مکان سجانا۔ پترے کہو لینا
جالا پڑنا وغیرہ مرزا داغ صاحب کے کلام میں اور قدمائے دہلی کے دیوانوں
میں بھی نہیں پائے جاتے غرض کہ جو لوگ دہلی کے فصحا و نقاد و مالک زبان ہیں
قلم میں اونکا کلام لکھنو کی زبان سے مطابقت رکھتا ہے کس وجہ سے کہ جب سے
میر و سودا لکھنو میں آگئے اوسی زمانہ سے دلی گوش بر آواز لکھنو ہو گئی تھی
پھر انشاء اللہ خان و جرات کے کلام نے اونکی توجہ کو ادھر سے ہمیشہ پھیر دیا انکے بعد
آتش و ناسخ کے شاگردوں نے متوجہ کر لیا بلکہ شاہ نصیر و ذوق کے کلام کا رنگ
بھی بدل دیا آخر میں میر صاحب کے مرثیوں نے خاص اور عام کی زبان پر
اثر ڈال دیا اسی زمانہ میں نواب مرزا شوق کی تینوں مثنویاں گھر گھر پہنچیں جابجا گلیوں
کہ لوگوں کو حفظ ہو گئیں امانت بھی انہیں دنوں میں اندر سبھا کہکر اردو میں
ڈراما کے موجد ہوئے اس کے علاوہ نامہ قلق اور واسوخت امانت اور
شہروں کی طرح دلی کی گلیوں میں بھی لوگ گاتے ہوئے پھرنے لگے زبان
کی شہرت کے اسباب پر جب غور کیجئے تو یہی لوگ معلوم ہوتے ہیں جن کے
نام گذرے اور ان کے کلام کی شہرت نے اس زبان کو مانوس کر دیا یہاں تک
کہ دلی اور لکھنو کی زبان تقریباً ایک ہو گئی اس دعوے پر آزاد سلمہ اللہ کی
شہادت کافی ہے۔ پانچویں دور کی تمہید میں لکھتے ہیں (اب وہ زمانہ آتا ہے کہ
انہیں یعنی اہل لکھنو کو خود اہل زبانی کا دعوے ہو گا اور زیبا ہو گا اور جب انکے
اور دلی کے محاورہ میں اختلاف ہو گا تو اپنے محاورہ کی فصاحت اور دلی کے
عدم فصاحت پر دلائل قائم کریں گے بلکہ انہیں کے بعض بعض نکتوں کو
دلی کے اہل انصاف بھی تسلیم کریں گے۔ ان بزرگوں نے بہت قدیمی
الفاظ چھوڑ دئے جنکی کچھ تفصیل ہو چکی ہے دیباچہ میں لکھی گئی اور انکی جگہ زبان

دلی اور لکھنو مین بولی جاتی ہے وہ گویا اونہین کی زبان ہے) اور میر مہدی کے
اس مصرع پر سے میان یہ اہل دہلی کی زبان ہے غالب لکھتے ہین اے میر مہدی
تجھے شرم نہین ارے اب اہل دہلی یا ہندو ہین یا اہل حرفہ ہین یا خاکی ہین یا پنجابی
ہین یا گورے ہین ان مین سے تو کسکی زبان کی تعریف کرتا ہے لکھنو کی آبادی مین
کچھ فرق نہین آیا ریاست تو جاتی رہی لیکن ہر فن کے کامل لوگ موجود ہین
انشاء اللہ دلی شہر ہے اور دلی والے اب تک یہان کی زبان کو اچھا کہے جاتے ہین
انتہی اب خیال کرنا چاہیئے کہ میر محمد حسین صاحب آزاد لکھتے ہین کہ اب جو زبان
دلی اور لکھنو مین بولی جاتی ہے وہ گویا ایک ہی زبان ہے اصل یہ ہے کہ اہل لکھنو
کی زبان دونون جگہ بولی جاتی ہے جسکو دہلی کے تمام امراء و شرفا اپنے ساتھ
لیکر لکھنو مین آئے تھے اور دلی مین گنتی کے ایسے لوگ رہ گئے تھے
جو صاحب زبان تھے اونکی نسل پر بھی غیر قومون کی زبان نے تو کم مگر لہجہ نے
بہت اپنا اثر ڈالا اور اسکی کسی کو خبر بھی نہ ہوئی لیکن لکھنو مین وہ زبان سب
آفتون سے محفوظ رہی یعنے زوال سلطنت واجد علی شاہ جنت آرام گاہ تک
لکھنو کی زبان خاص دہلی کی زبان تھی اور ترقی کر رہی تھی اس سبب سے کہ
چارون جانب لکھنو کے صدہا کوس تک شہرون مین ملکی زبان اردو ہے
اور گانون مین زبان شیرین بہا کا مروج ہے بخلاف دہلی کے کہ جن لوگون سے
دہلی دہلی تھی وہ لوگ تو نہ رہے اور غیر لوگ جو اطراف سے آئے اور آباد ہین
وہ سب اہل پنجاب ہین اسی سبب سے دیکھیئے غالب میر مہدی کو فہمائش
کر رہے ہین کہ دلی کی زبان کو لکھنو پر ترجیح نہ دو اور اس کے علاوہ ذوق کے
کلام مین زبان لکھنو کا تتبع پایا جاتا ہے مثلاً فکر بتانیث ذوق نے نظم کیا ہے
سانس کو بھی بہ تانیث باندھا ہے اس پر بھی بعض ناواقف کہا اوٹھتے ہین
کہ دلی کی زبان لکھنو سے بہتر ہے اس کلمہ سے جو لوگ باہر والے ہین وہ
دھوکا کھاتے ہین اور بہک جاتے ہین یہ علمی مسلہ ہے اس مین انصاف کے
راستے سے نہ گزرنا چاہیئے۔ دلی مین (نے) کا استعمال عجیب طرح سے اب
ہونے لگا ہے۔ آزاد بطرے اعزاز کے جن لوگون سے نے ہین پائے ہوتے + بالیرہ

گیہون کی وہ شملہ مین ہین لٹکائے ہوئے - ایک جگہ قصص ہند مین لکھتے ہین -
(تمنے مجھے بادشاہ سمجھا ہوا تھا) جو بیچارے محض تتبع کرتے ہین اون کی تحریرون مین
تو اس طرح کا (نے) بہت افراط سے دیکھنے مین آتا ہے لیکن ذوق و مومن و ممنون
کا کلام ہمارے پاس موجود ہے اوس مین کہین ایسا (نے) نہین ہے - حقیقت امر
یہ ہے کہ لکھنو کی جو زبان ہے یہ دلی ہی کی زبان ہے سنہ ۱۱۵۲ سے سنہ ۱۱۷۰ تک اٹھارہ
برس کے عرصہ مین تین دفعہ دلی تاراج و برباد ہوئی وہان کے لوگ فیض آباد و لکھنو مین
صفدر جنگ و شجاع الدولہ کے ساتھہ آبسے پھر اوسکے بعد دلی آبسکیا تمام ہندوستان
خاص مرہٹون کا جولانگاہ ہوگیا لکھنو کے سوا کہین امن نہ تھا یہان آصف الدولہ کے
عہد سے واجد علی شاہ کے زمانہ تک یہ زبان جلا پاتی رہی اور دلی مین غیر قومون کے
خلط نے یہ اثر کیا کہ لہجہ تک بدل گیا کہ اب پنجاب کے لہجہ مین اردو بولی جاتی ہے

کرتا ہے بسکہ باغ مین تو بے حجابیان آنے لگی ہے نکہت گل سے حیا مجھے

یعنے مین نکہت گل کو بے حجاب سمجھتا تھا کہ ہوا سکے اور جامہ سے باہر ہو گئی لیکن
تو تو اوس سے بھی زیادہ بے حجاب نکلا - معشوق کا بے حجاب و بے باک و شوخ ہونا بھی
ایک انداز ہے جس طرح شرمگین و پردہ نشین ہونا ایک ادا ہے -

کہتا کسی پہ کیون مرے دل کا معاملہ شعرون کے انتخاب نے رسوا کیا مجھے

بظاہر مطلب یہ ہے کہ لوگ سمجھہ گئے کہ یہ عاشق مزاج ہے -

زندگی اپنی جب اس شکل سے گزرے غالب ہم بھی کیا یاد کرینگے کہ خدا رکھتے تھے

اس شکل سے محاورہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کبر سے حالون

اوس بزم مین مجھے نہین بنتی حیا کئے بیٹھا رہا اگرچہ اشارے ہوا کئے

حیا کو غیرت کے معنے پر بھی بولتے ہین یعنے مین بے غیرتی سے اسکی محفل مین بیٹھا رہا
گو سب لوگ اشارے کیا کئے اور آوازے کستے رہے -

دل ہی تو ہے سیاست دربان سے ڈر گیا مین اور جاؤن در سے ترے بن صدا کئے

بن کا لفظ بھی نظم و نثر سے اب لوگون نے ترک کردیا اور دس کا ایسا اثر پڑا کہ اب

گفتگو سے بھی ترک ہوتا جاتا ہے لیکن ابھی تک سننے مین ثقیل نہین معلوم ہوتا اور اسکا ترک بھی بے وجہ ہے۔ بن اور بنا ہندی لفظ ہے اور سے لفظ فارسی ہے ہندی لفظ چھوٹ کر فارسی لفظ اوسکی جگہ پر داخل ہو گیا۔

رکھتا پھرون ہون خرقہ و سجادہ رہن مے   مدت ہوئی ہے دعوت آب و ہوا کئے

یعنی فصل بہار کی دعوت ہے

بے صرفہ ہی گزرتی ہے ہو گرچہ عمر خضر   حضرت بھی کل کہین گے کہ ہم کیا کیا کئے

مطلب یہ ہے کہ کتنی ہی بڑی عمر ہو تعلقات دنیا اتنی مہلت نہین دیتے کہ انسان کل کے لئے کچھ کر رکھے۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھون کہ اے لئیم   تو نے وہ گنجہائے گرانمایہ کیا کئے

وہ کا اشارہ مبہم رہ گیا اور یہ عیب تعبیر ہے مراد وہی لوگ ہین جو دفن ہین۔

کس روز تہمتین نہ تراشا کئے عدو   کس دن ہمارے سر پہ نہ آرے چلا کئے

تہمت ہونا تہمت کرنا تہمت دھرنا تہمت باندھنا تہمت بنانا تہمت لگانا یہ سب محاورہ مین ہے مگر تہمت تراشنا مصنف نے فقط آرے کی رعایت سے کہہ دیا۔

صحبت مین غیر کی نہ پڑی ہو کہین یہ خو   دینے لگا ہے بوسہ بغیر التجا کئے

وصل مین معشوق کا التفات دیکھکر یہ بدگمانی پیدا ہوئی کہ یہ عادت رقیب کی بگاڑی ہوئی ہے اور اس خیال سے ساری خوشی وصل کی خاک ہو گئی۔ اس شعر مین مصنف نے یہ حالت دکھائی ہے کہ جس عاشق کو بے اعتنائے معشوق کی عادت پڑی ہوئی ہو اور اس سبب سے ہمیشہ غم زدہ رہتا ہو اور غم کا خوگر ہو گیا ہو التفات معشوق سے بھی اوسے خوشی نہین ہوتی اور اوس مین بھی غم کا پہلو ڈھونڈھ لیتا ہے۔

ضد کی ہے اور بات مگر خو بری نہین   بھولے سے اوس نے سیکڑون وعدے وفا کئے

مطلب ظاہر ہے مگر مقام اس کلام کا جب تک نہ معلوم ہو لطف نہین مل سکتا کسی ہمدرد نے سمجھایا ہے کہ اوس سے محبت نہ کر وعدہ خلاف ہے بیوفا ہے اور انہین محبت کی آنکھ سے اوس کا کوئی عیب دکھائی نہین دیتا اور اوسکی طرفداری کر رہے ہین۔ اب دلی کی زبان مین برخلاف لکھنؤ کے سیکڑون کی لفظ مین نون بھی داخل ہو گیا ہے سیکڑون کو سینکڑون کہنے لگے ہین اسیطرح پراٹھے کو پرانٹھا کہتے ہین

غالب تمہین کہو کہ ملے گا جواب کیا   مانا کہ تم کہا کئے اور وہ سنا کئے

دوسرے مصرع مین طنز ہے یعنے اچھا یہی سہی تمنے کہا اور انہون نے سنا مگر یہ تو سوچو کہ جواب کیا ملے گا۔ سمجہانے والے کو یقین ہے کہ غالب دیوانہ ہوا ہے کہ وہان اظہار عشق کرنے کو چلا ہے اوس جگہ گذر ہونا بھی محال ہے پوری بات کون سنتا ہے اسی سبب سے اوسنے مانا کہا ہے۔

رفتار عمر قطع رہ اضطراب ہے   اس سال کے حساب کو برق آفتاب ہے

یعنے جس طرح رفتار آفتاب سے سال کا حساب کرتے ہین عمر گریزان کا حساب آفتاب کی بدلی برق سے کرنا چاہیے اور سال کے معنے عمر کے بھی ہین۔ راہ اضطراب کے معنے وہ راہ جو حالت اضطراب مین طے ہو۔

مینائے مے ہے سرو نشاط بہار سے   بال تدرو جلوۂ موج شراب ہے

نشاط بہار مین مینائے سبز رنگ کشیدہ بالا سرو کا انداز دکھا رہا ہے اور شراب سرجوش کی لہر بال تدرو کی جھلک دکھا جاتی ہے حاصل یہ ہے کہ صحبت شراب تماشائے باغ کا مزہ آرہا ہے لیکن شعرا کی عادت ہے کہ سرو کے ساتھ قمری کا ذکر کرتے ہین مصنف نے تدرو کو باندہا اور قمری کو چھوڑ دیا فقط فارسیت مصنف کو اسطرف لے گئی کہ مصطلحات فارسی مین بال تدرو لکہ ابر کو بھی کہتے ہین۔

زخمی ہوا ہے پاشنہ پائے ثبات کا   نے بھاگنے کی گون نہ اقامت کی تاب ہے

یعنے یہ نوبت پہنچی ہے کہ اثنائے راہ مین گر گر ایڑیان رگڑ ے گون کا لفظ اس شعر مین اپنی تازگی دکھا رہا ہے۔

جاداد بادہ نوشی رندان ہے شش جہت   غافل گمان کرے ہے کہ گیتی خراب ہے

جاداد مخفف جادادہ یعنے جاگیر ہے بادہ سے عرفان اور رند سے عارف مراد ہے اور عالم کے خراب و ویران ہونے سے یہ مطلب ہے کہ کوئی صانع و مدبر اوسکے زعم مین نہین ہے جو شخص جلوۂ حقیقت سے غافل ہے

نظارہ کیا حریف ہو اوس برق حسن کا   جوش بہار جلوہ کو جس کی نقاب ہے

یعنے عالم اجسام کا ظہور حسن شاہد حقیقی کے لیے خفا کا باعث ہے اوس کو نظر

کیونکر دیکھہ سکتی ہے نظر جب پڑے گی نقاب ہی پر پڑے گی یعنے آنکھ جب دیکھے گی اجسام ہی کو دیکھے گی۔ جوش بہار ظہور عالم سے استعارہ ہے اور نقاب اوسے اس وجہ سے کہا کہ جسطرح نقاب چہرے کی آڑ کر لیتی ہے اسی طرح تماشائے عالم اجسام صوفیہ کے نزدیک عالم لاہوت تک جانے سے مانع ہے۔

مین نامراد دل کی تسلّی کو کیا کرون مانا کہ تیرے رخ سے نگہ کامیاب ہے

کو معنی مفعولیت کے لئے نہین ہے بلکہ واسطے کے معنے پر ہے یعنے دل نامراد کی تسلّی کے لئے کیا تدبیر کرون تجھسے سینہ بسینہ ہوئے بغیر اوسکو تسلّی نہین ہوئے گی۔ یہ سچ ہے کہ نگاہ کو دیکھنے سے تسلّی ہو گئی مگر دل کو نہین ہوئی۔

گزرا اسد مسرت پیغام یار سے قاصد پہ مجکو رشک سوال و جواب ہے

یعنے اے اسد مین پیغام یار کی خوشی سے در گزرا مجھے یہی رشک ہے کہ قاصد اوس سے جاکر ہم کلام ہوگا۔

دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پہ رشک آجائے ہے مین اوسے دیکھون بھلا کب مجھسے دیکھا جائے ہے

انتہائے رشک یہ کہ اپنے تئین بھی محروم رکھا جیسے بخیل انتہائے بخل مین اپنے تئین بھی محروم رکھتا ہے سو کا یہ قیاس صحیح ہے اس وجہ سے کہ رشک بھی ایک طرح کا بخل ہے

ہاتھ دھو دل سے یہی گرمی گر اندیشہ مین ہے آبگینہ تندیٔ صہبا سے پگھلا جائے ہے

گرمئے اندیشہ سے اندیشہ کے وہ اثر مراد ہین جو دل کا حال دگرگون کر دیتے ہین اور اوسی تندئ نے سے اور دل کو آبگینہ سے تشبیہ دی ہے

غیر کو یارب وہ کیونکر منع گستاخی کرے گر حیا بھی اوسکو آتی ہے تو شرما جائے ہے

حیا کو ذی روح فرض کیا ہے جس کے آنے سے معشوق کو حیا آجاتی ہے یعنے غیر کے چھیڑنے سے اوسے حیا بھی آتی ہے تو اوس سے بھی حیا آجاتی ہے مطلب یہ کہ اس قدر شرم ہے کہ رقیب کو گستاخی کرنے سے منع نہین کرتا

شوق کو یہ لت کہ ہردم نالہ کھینچے جائیے دل کی وہ حالت کہ دم لینے سے گھبرا جائے ہے

شوق کو نالہ کشی کا لپکا پڑگیا ہے اور دل کی حالت ایسی نازک ہے کہ سانس لینا بھی ناگوار ہے۔ لت کہتے ہین بد عادت اور بری علت کو یہ لفظ فحش سے خالی نہین۔

اور یہ اس کا محل استعمال نہ تھا مگر مصنف نے لفظ حالت کے سجع کو خیال کیا۔

دور چشم بد تری بزم طرب سے واہ واہ — نغمہ ہو جاتا ہے وہان گر نالہ میرا جائے ہے

یعنے تری محفل مین نالہ میرا نغمہ کی طرح طرب انگیز ہوتا ہے یعنے میری نالہ کشی سے تو خوش ہوتا ہے مقصود تشنیع ہے۔

گرچہ ہے طرز تغافل پردہ دار راز عشق — پر ہم ایسے کھوئے جاتے ہین کہ وہ پا جائے ہے

اوسکے سامنے جا کر ہم ایسے کھوئے جاتے ہین یعنے از خود رفتہ ہو جاتے ہین کہ وہ پا جاتا ہے یعنے سمجھ جاتا ہے کہ اس پر جادو چل گیا اگرچہ وہ تغافل کا انداز رکھتا ہے تاکہ میرے راز دل کا کچھ پردہ باقی رہ جائے۔ یہ یاد رہے کہ کھوئے جانا دیدم کے ساتھ از خود رفتگی کے معنے پر ہے اگر کھو جانا کہین تو یہ معنے نہ پیدا ہونگے۔

اوسکی بزم آرائیان سنکر دل رنجور یان — مثل نقش مدعائے غیر بیٹھا جائے ہے

یعنے جس طرح بزم یار مین رقیب کا نقش بیٹھا ہے اسی طرح اوس بزم آرائی کا حال سنکر میرا دل بیٹھا جاتا ہے۔

ہوکے عاشق وہ پری رخ اور نازک بن گیا — رنگ کھلتا جائے ہے جتنا کہ اوڑتا جائے ہے

عشق مین رنگ سفید ہونے کو رنگ کے کھلنے سے تعبیر کیا ہے۔

نقش کو اوسکے مصور پر بھی کیا کیا ناز ہین — کھینچتا ہے جسقدر اوتنا ہی کھنچتا جائے ہے

یعنے مصور جس قدر اوسکی تصویر کو کھینچتا جاتا ہے اوسی قدر تصویر بھی کھنچی جاتی ہے اور یہ کھینچنا دوسرے معنے رکھتا ہے۔

سایہ میرا مجھسے مثل دود بھاگے ہے اسد — پاس مجھ آتش بجان کے کس سے ٹھہرا جائے ہے

یعنے میری وہ حالت ہے کہ سایہ تک ساتھ نہین دیتا یہ سارا مضمون تو محاورہ ہے لیکن مصنف نے اسی تشبیہات سے رنگا ہے اپنے تئین آتش بجان کہا ہے یعنے اپنے اضطراب و بیتابی کو اوس شخص کے تڑپنے سے تشبیہ دی ہے جو آگ مین گر پڑا ہو اور سایہ کو دھوئین سے تشبیہ دی ہے ان تشبیہون کے علاوہ اس شعر مین اس توجیہ نے بڑا لطف دیا کہ دھوئین کے اوٹھنے کو آگ سے بھاگنا قرار دیا۔

گرم فریاد رکھا شکل نہالی نے مجھے — تب امان ہجر مین دی برد لیالی نے مجھے

یعنے نقش قالی کو دیکھکر مین گرم فریاد ہوا کہ ہائے یہ شکل پہلو مین ہو اور وہ شکل نہ ہو اور گرم فریاد ہونے سے شب ہجر کی سردی سے جان بچی۔

نسیہ و نقد دو عالم کی حقیقت معلوم — لے لیا مجھسے مری ہمت عالی نے مجھے

یعنے میری ہمت بلند دنیا و عقبی کی نسیہ و نقد دونون کو کم حقیقت سمجھے اور اوس نے مجھے دونون سے علیحدہ کر لیا میری قیمت کے قابل نہ نقد دنیا ہے نہ نسیہ عقبی ہے

کثرت آرائے وحدت ہے پرستاری وہم — کر دیا کافر ان اصنام خیالی نے مجھے

یعنے وحدت کو لباس کثرت مین آراستہ کرنا اور وحدت پر کثرت کا خیال کرنا وہم پرستی ہے اور یہی کثرت خیالی اصنام خیالی ہین اور جسطرح اصنام کو بندہ اصنام شریک باری سمجھتا ہے اسی طرح جو بے خبر کہ وجود کثرت کے قائل ہین وہ کثرت کو وحدت کا شریک وجود سمجھے ہوئے ہین اور یہ شرک و کفر ہے۔

ہوس گل کا تصور مین بھی کھٹکا نرہا — عجب آرام دیا بے پر و بالی نے مجھے

بے پر و بال ہو جانے سے ایسی راحت ہوئی کہ تماشائے گل کا تصور بھی اب نہین آتا ہے

کارگاہ ہستی مین لالہ داغ سامان ہے — برق خرمن راحت خون گرم دہقان ہے

مصنف مرحوم خود ہندی مین ان تین شعرون کے معنے بیان کرتے ہین کہتے ہین داغ سامان مثل انجمن انجمن وہ شخص کہ داغ جسکا سرمایہ و سامان ہو موجودیت لالہ کی منحصر نمائش داغ پر ہے ورنہ رنگ تو اور بہو لونکا بھی لال ہوتا ہے۔ بعد اس کے یہ سمجھیے کہ پھول کے درخت یا غلہ جو کچھ بویا جاتا ہے دہقان کو جوتنے بونے پانی دینے مین مشقت کرنی پڑتی ہے اور ریاضت مین لہو گرم ہو جاتا ہے مقصود شاعر کا یہ ہے کہ وجود محض رنج و عنا ہے مزارع کا وہ لہو جو لالہ وکارمین گرم ہوا ہے وہی لالہ کی راحت کے خرمن کا برق ہے۔ حاصل موجودیت داغ اور داغ منافی راحت اور صورت رنج ہے انتہی غرض یہ ہے کہ ہستی دار بلا ہے اگر کوئی یہان راحت پہنچانے کا قصد کرتا ہے تو وہ راحت عین آفت ہو جاتی ہے دہقان لالہ کے لئے سرگرمی و خون گرمی کرتا ہے لیکن اوس سے لالہ کو داغ حاصل ہوتا ہے۔

غنچہ تا شگفتنہا برگ عافیت معلوم — باوجود دلجمعی خواب گل پریشان ہے

یعنے گل جب تک کہلے کہلے ساز و برگ عافیت کا حاصل ہونا یعنے آفت سے اوسکا محفوظ رہنا کہانسے معلوم ہے۔ جب یہ حال ہوا تو گل کو باوجود دل جمعی پریشانی ہے اور غنچہ کو دلسے تشبیہ ہے اور جمعیت دل کی صورت بہی اوس سے ظاہر ہے اسیطرح گل شگفتہ کی پنکہڑیون کا بکہرا ہوا ہونا پریشانی کی صورت ظاہر کر رہا ہے اور گل کی خاموشی و برجاماندگی خواب کا عالم دکہا رہی ہے غرض کہ یہ تینون حالتین گل پر طاری رہتی ہین تو باوجود دل جمعی خواب گل پریشان رہتا ہے اور سبب پریشانی کا یہ ہے کہ اوسے اندیشہ ہے کہ دیکہیئے ساز و برگ عافیت اس دار بلا مین ممکن ہوتا ہے یا نہین

ہم سے رنج بیتابی کسطرح اوٹہایا جائے　　داغ پشت دست عجز شعلہ خس بدندان ہے

مطلب یہ کہ اس رنج کی تاب ہم سے نہ ہوسکے گی اور یہ ہلاک کر دے گا۔ دست عجز سے وہ ہاتہہ مراد ہے جو صدمہ کے دفع کرنے سے عجز کہتا ہے اسی سبب سے اوسے خس سے تشبیہ دی ہے اور داغ کو شعلہ سے اور پشت دست زمین پر رکہنا عاجزی کرنے کے معنی پر ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ شعلہ کی آفت کو خس نہین اوٹہا سکتی وہ اوسے جلا کر فنا کر دیتا ہے۔ اور خس بدندان گرفتن بہی اظہار عجز کے معنی پر ہے یہ دوسرا پہلو اس شعر کے معنی مین نکلتا ہے یعنی میری دست عجز کا داغ شعلہ خس بدندان ہے کہ میری طرف سے اظہار عشق کر رہا ہے کہ رنج بیتابی اس سے نہ اوٹہہ سکے گا۔ ان تینون شعرون کے معنی بیان کرنے کے بعد مصنف مرحوم لکہتے ہین قبلہ ابتدائے فکر سخن مین بیدل و اسیر و شوکت کے طرز پر ریختہ لکہتا تھا چنانچہ ایک غزل کا مقطع یہ تھا سہ طرز بیدل مین ریختہ لکہنا اسد اللہ خان قیامت ہے پندرہ برس کی عمر سے پچیس برس کی عمر تک مضامین خیالی لکہا کیا دس برس مین بڑا دیوان جمع ہو گیا آخر جب تمیز آئی تو اوس دیوان کو دور کیا اوراق یک قلم چاک کئے دس پندرہ شعر واسطے نمونہ کے دیوان حال مین رہنے دئے۔

اوگ رہا ہے در و دیوار سے سبزہ غالب　　ہم بیابان مین ہین اور گہر مین بہار آئی ہے

دیوانگی مین ویرانہ و خرابہ پسند ہوتا ہے۔ جب گہر ویران نہ تہا تو اوسے چہوڑ کر

بیابان مین چلے آئے لیکن بیابان نوردی مین اتنی مدت گزری کہ گھر ویران ہو گیا یہانتک کہ درودیوار پر گھانس اوگ آئی اب اس خانہ باغ کے دیکھنے کے لئے جی لوٹا جاتا ہے اس شعر مین بیان و بدیع کی کوئی خوبی نہین ہے لیکن صاف صاف لفظون مین حالت دیوانگی کی ایسی تصویر کھینچی ہے کہ جواب نہین۔

سادگی پر اوسکی مرجانیکی حسرت دل مین ہے ۔ بس نہین چلتا کہ پھر خنجر کف قاتل مین ہے

سادگی سے یہان ترک زینت و آسائش مراد ہے جو کہ بے تلوار کے قتل کرتی ہے یعنے بے تلوار باندہے ہوئے جو عالم اوس پر ہوتا ہے مین اوسی انداز پر گلا کاٹ کر مرجانے کی حسرت مین ہون لیکن وہ گلا کاٹنے نہین دیتا اور خنجر اپنے ہاتھہ مین لے لیتا ہے اور خنجر اوسکے ہاتھہ مین ہونے سے دو وجہون سے حسرت نہین نکل سکتی ایک تو یہ کہ جب خنجر اوس کے قابو مین ہے تو ہم گلا کیونکر کاٹین اور دوسری وجہ یہ کہ جب خنجر اوسکے ہاتھہ مین ہوا تو وہ سادگی کہان رہی جس پر ہم جان قربان کرتے تھے۔ اور پھر کی لفظ سے یہ معنی نکلتے ہین کہ پہلے بھی ایسا ہو چکا ہے کہ ہم گلا کاٹتے تھے مگر اوسنے خنجر ہاتھہ مین لے لیا کہ پھر نہ وہ سادگی باقی رہی جس انداز پر ہم جان دیئے دیتے تھے نہ خنجر ہی پر ہم قابو پا سکے۔

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اوسنے کہا ۔ مینے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل مین ہے

یعنے مجھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ جو بات اوسنے کہی میرے دل کی تھی

گرچہ ہے کس کس برائی سے ولے باین ہمہ ۔ ذکر میرا مجھسے بہتر ہے کہ اوس محفل مین ہے

مسند الیہ جوکہ عمدہ جملہ ہوتا ہے وہ یہان بہت پیچھے رہ گیا یعنے لفظ ذکر اور اوس کا سبب وہی ہے کہ پچھلے بیچ کا مصرع کہ لیا ہے اوسکے بعد مصرع لگایا ہے

بس ہجوم نا امیدی خاک مین ملجائیگی ۔ یہ جو اک لذت ہماری سعی بے حاصل مین ہے

اے ہجوم یاس بس کر ایسا نہ ہو کہ مجھے اپنی سعی لاطائل مین جو ایک لذت ملتی ہے یہ بھی پامال ہو جائے یعنے یاس و نا امیدی کے ہجوم مین سعی بے فائدہ جو لذت نکلتی ہے وہ بھی خاک مین مل جائے گی مطلب یہ کہ نا امیدی کی حالت بری اور سعی گو بے نیل مرام ہو مگر لذت سے خالی نہین۔

رنج رہ کیوں کھینچیے واماندگی کو عشق ہے — اوٹھ نہیں سکتا ہمارا جو قدم منزل میں ہے

اس شعر میں معلوم ہوتا ہے (کا) کی جگہ (کو) کاتب کا سہو ہے اور اس صورت مین
معنی صاف ہین لیکن عجب نہین کہ (کو) ہی کہا ہو تو معنی ذرا تکلف سے پیدا ہونگے
یعنے واماندگی کو میرے قدم سے عشق ہو گیا ہے اور وہ نہین چھوڑتی کہ مین منزل مقصود
کی طرف جاؤن شعر مین مصنف نے منزل سے راہ منزل مراد لی ہے چنانچہ (مین) کا لفظ
اس پر دلالت کرتا ہے۔ یعنے محاورہ مین منزل کو جب (مین) کے ساتھہ بولین تو راہ
منزل اوس سے مراد ہوتی ہے اور جب (پر) کے ساتھہ کہین تو خود منزل مقصود مراد
ہوتی ہے اور فارسی والون کے محاورہ مین عشق بمعنی الم و نیاز بھی ہے اور اس صورت مین
(کو) صحیح ہے یعنی ہم واماندگی کے نیاز مند ہین کہ اوسکی بدولت اوٹھہ نہین سکتا ہمارا
جو قدم منزل مین ہے۔

جلوہ زار آتش دوزخ ہمارا دل سہی — فتنۂ شور قیامت کس کے آب و گل میں ہے

(کس کے) کا لفظ طنز سے کہا ہے غرض یہ ہے کہ تمہارے آب و گل مین فتنۂ قیامت ہے
یعنی ہمنے مانا کہ ہمارے دل مین دوزخ کی آگ بھری ہوئی ہے تمہارا ہی کہنا سچ ہے
لیکن اپنی تو خبر لو کہ تم بھی تو سراپا فتنۂ حشر بنے ہوئے ہو۔

ہے دل شوریدۂ غالب طلسم پیچ و تاب — رحم کر اپنی تمنا پر کہ کس مشکل میں ہے

یعنے میرے دل مین پیچ و تاب بھرا ہوا ہے اوس مین تیری تمنا آکر پھنس گئی ہے
اس پر رحم کر اور اس مشکل سے اسے چھڑا لے حاصل یہ کہ میرے دل کی حسرت و تمنا کو نکال

دل سے تری نگاہ جگر تک اوتر گئی — دونوں کو اک ادا میں رضامند کر گئی

یعنے اس تیر کی حسرت دل و جگر دونون کو تھی۔

شق ہو گیا ہے سینہ خوشا لذت فراغ — تکلیف پردہ داریِ زخم جگر گئی

پہلے اس واقعہ کی خبر دی کہ سینہ شق ہو گیا پھر اظہار سرور کر کے جو فائدہ چھاتی پھٹ
پھٹ جانے سے حاصل ہوا اوسے بیان کیا یعنے زخم جگر کے چھپائے رہنے سے فراغ حاصل ہو گیا

وہ بادۂ شبانہ کی سرمستیاں کہاں — اوٹھیے بس اب کہ لذت خواب سحر گئی

اس شعر کے الفاظ معنی حقیقی پر محمول کرین تو کچھ لطف نہین غالباً مصنف کو استعارہ مقصود ہے

یعنے بادۂ شبانہ سے نشۂ شباب اور سحر سے پیری کا استعارہ ہے اور اوٹھیے کا خطاب اپنے نفس غافل کی طرف ہے

اوڑتی پھرے ہے خاک مری کوئے یار مین — بارے اب اے ہوا ہوس بال و پر گئی

یہ ظاہر ہے کہ ہوا کی طرف خطاب کرنا بے مزہ ہے لیکن ہوس کی مناسبت سے مصنفنے صبا کو چھوڑ کر ہوا کو باندہا اسی طرح بال و پر کی مناسبت یہ چاہتی ہے کہ کوئے یار کے بدلے صحن باغ یار مین خاک اوڑائی ہوتی اسکے علاوہ یہ مضمون اسقدر کہا گیا ہے کہ مبتذل ہو گیا ہے غرض کہ یہ شعر غالب کے کلام کے مرتبہ سے بہت گرا ہوا ہے

دیکہو تو دل فریبئے انداز نقش پا — موج خرام یار بہے کیا گل کتر گئی

گل کترنا اور شگوفہ پہوڑنا ایک ہی معنی کے دونون محاورہ ہین یعنے کوئی ایسی بات کرنا جس سے فساد برپا ہو اور آپ الگ رہے -

ہر بلہوس نے حسن پرستی شعار کی — اب آبروئے شیوہ اہل نظر گئی

یعنے حسن پرستی تو اہل نظر کا شیوہ تھا کہ وہ تناسب اعضا کو پہچان کر عشق صادق کرتے تھے جب ایسے ویسے لوگ بہی حسن پرستی کرنے لگے تو شیوہ اہل نظر کی خاک آبرو رہی

نظارہ نے بہی کام کیا وان نقاب کا — مستی سے ہر نگہ ترے رخ پر بکہر گئی

یعنے تیرے رخ تک نگاہ کو پہنچکر ایسی مستی ہوئی کہ بکہر گئی اور اوسکے تار تار الگ ہوگئے اور وہ بکہرے ہوئے تار نقاب کی طرح مانع دید ہوئے - نگاہ کو تار سے اور رشتہ سے تشبیہ مشہور بات ہے - تازگی یہان یہ ہے کہ رشتہ نگاہ کے تار تار کہل کر اونسے نقاب بن گئی اور جس تشبیہ مین اسطرح کے معنے صیرورت ہون جو وجہ شبہہ کے گہٹانے سے یا بڑہانے سے پیدا ہو گئے ہون وہ تشبیہ نہایت لذیذ ہوتی ہے اور سننے والے کے ذہن مین استعجاب کا اثر پیدا کرتی ہے ہر کا لفظ یہان پورا نقاب بنانے کے لئے مصنفنے صرف کیا ہے مطلب شعر کا یہ ہے کہ تیرا رخ دیکہہ کر ایسی ازخودرفتگی ہوئی کہ لذت دید سے سب محروم رہے -

فردا و دی کا تفرقہ یکبار مٹ گیا — کل تم گئے کہ ہم پہ قیامت گزر گئی

کل باوجودیکہ دی تہا لیکن فردائے حشر کا سامنا ہو گیا اور فردا و دی ایک ہی دن مین جمع ہو گئے کچہہ تفرقہ ماضی و استقبال نہ باقی رہا -

مارا زمانہ نے اسد اللہ خان تمہین   وہ ولولے کہان وہ جوانی کدھر گئی

پہلا مصرع انشائے تاسف کے لئے ہے اور دوسرا استفہام ہے غرض یہ کہ سارا شعر انشا ہے دوسری خوبی پورا نام لقب سمیت آنے سے پیدا ہوئی لفظ خان سے یہ معنی نکلتے ہین کہ کسی زمانہ مین قوت و سطوت تھی جسے پیری نے مٹا دیا۔

تسکین کو ہم نہ روئین جو ذوق نظر ملے   حوران خلد مین تری صورت مگر ملے

یعنے تیری صورت سے ملتی ہوئی شکل اگر حورون کی ہو اور لذت نظر فقط حاصل ہو تو ہم تسکین دل کا غم نہ کرین کہ لطف نظر تو ہے تسکین دل نہین نہ سہی۔

اپنی گلی مین مجکو نہ کر دفن بعد قتل   میرے پتے سے خلق کو کیون تیرا گھر ملے

یعنے لوگ یون پتا دیا کرین گے کہ جس گلی مین ایک قبر ہے وہان فلان شخص کا گھر ہے میرا رشک اسی کو گوارا نہین کرتا کہ غیر لوگ میری قبر کے پتے سے تیرے گھر کو ڈھونڈ ہلین اور دوسرے معنی یہ کہ میری محبت اسے گوارا نہین کرتی کہ تیرے قاتل ہونے کا حال کھل جائے اور تجھسے میرے قتل کا مواخذہ ہو۔

ساقی گری کی شرم کرو آج ورنہ ہم   ہر شب پیا ہی کرتے ہین مے جسقدر ملے

یعنے آج تم ساقی بنے ہو آج تو چھکا کر پلا دو۔ ساقی گری کا لفظ ویسا ہی ہے جیسے منشی گری اور مولوی گری اور آدمی گری یہان یہ بحث ہے کہ لفظ گر افادہ معنی فاعلیت کے لئے ہوتا ہے جیسے ستمگر دادگر اور جادوگر شعبدہ گر اور زرگر شیشہ گر اور لفظ ساقی مین خود معنی فاعلیت موجود ہین اسکی ترکیب گر کے ساتھ کیونکر صحیح ہو گی اسکا جواب میلی کے اس شعر سے ہوسکتا ہے ؎ گفتی زرہ لطف کہ میلی سگ ماست شرمندہ آدمی گریہا ئے تو ہم۔ اور ملا طغرا کہتے ہین ؎ کند حق صوفی گری را ادا بہ یک چشم بیند بہ شاہ و گدا۔

تجھسے تو کچھ کلام نہین لیکن اے ندیم   میرا سلام کہیو اگر نامہ بر ملے

یعنے تجھسے تو مجھے کچھ شکایت نہین لیکن نامہ بر کو میرا سلام شکایت آمیز پہنچا دینا۔

تم کو بھی ہم دکھائین گے مجنون نے کیا کیا   فرصت کشاکش غم پنہان سے گر ملے

یعنے غم پیچ کھینچ کر نہ رکھے تو ہم بھی مجنون کی طرح بیابان مین نکل جائین۔

لازم نہین کہ خضر کی ہم پیروی کرین　　جانا کہ اک بزرگ ہمین ہم سفر ملے

یعنے ہمارا مرتبہ سلوک ابھی خضر سے کچھ کم نہین ہے

اے ساکنان کوچہ دلدار دیکھنا　　تمکو کہین جو غالب آشفتہ سر ملے

عبارت تو یہ ہے کہ وہان کہین غالب اگر مل جاے تو دیکھنا اور مطلب یہ ہے کہ خیال رکھنا
شاید غالب وہان کہین مل جاے - یہ مطلب اوس عبارت سے (جو) کے سبب سے نہین نکلتا
(جو) کی لفظ نے جملہ کو شرطیہ کر دیا اور شرط مقصود نہین اسلیئے کہ شرط سے یہ معنی نکلتے ہین
کہ اگر غالب کہین ملے تو دیکھنا حال آنکہ جو ملے اوسکا نہ دیکھنا کیا معنے غرض کہ شرط
یہان کچھ معنی نہین رکھتی - اس جملہ کی صورت شرط کی ہے مگر قصد شرط نہین ہے
اور (جو) یا (اگر) اس محاورہ مین زائد ہوا کرتا ہے معنی مقصود یہی ہوا کرتے ہین کہ دیکھنا
یعنے خیال رکھنا شاید فلان شخص کہین مل جاے لیکن محاورہ یون ہین جاری ہے
کہ اس معنی کو جملہ شرطیہ کی صورت مین ادا کرتے ہین جیسا کہ مصنف نے کیا ہے اور یہ
مسئلہ نحو اردو کے نوادر مین سے ہے -

۱۴

کوئی دن گر زندگانی اور ہے　　اپنے جی مین ہمنے ٹھانی اور ہے

بندش کی خوبی اور محاورہ کے لطف نے اس شعر کو سنبھال لیا ورنہ غالب سا شخص
اس بات سے بے خبر نہین ہے کہ جی کی بات جی ہی مین رکھنا المعنی فی بطن الشاعر
کہلاتا ہے - اس شعر سے یہ سبق لینا چاہیئے کہ بندش کے حسن اور زبان کے مزہ کے
آگے اساتذہ ضعف معنی کو بھی گوارا کر لیتے ہین -

آتش دوزخ مین یہ گرمی کہان　　سوز غمہاے نہانی اور ہے

کہان کے بدلے نہین کا لفظ بھی آسکتا تھا مگر اوس صورت مین جملہ خبریہ ہوتا اور
اب استفہام انکاری نے انشائیہ کر دیا اور انشا خبر سے بہتر ہے

بارہا دیکھی ہین اون کی رنجشین　　پر کچھ اب کی سرگرانی اور ہے

وفور محبت کے مقتضا سے یہ وہم پیدا ہوا ہے کہ اب کی سب دفعہ سے زیادہ خفگی ہے

دے کے خط منہ دیکھتا ہے نامہ بر　　کچھ تو پیغام زبانی اور ہے

یعنے کچھ گالیان بھی کہلا بھیجی ہین کہ نامہ بر اوس کے دوہرانے مین حجاب کرتا ہے -

قاطع اعمار ہین اکثر نجوم — وہ بلائے آسمانی اور ہے

یعنے سیر نجوم سے زمانہ قطع ہوتا ہے اور زمانہ کے قطع ہونے سی عمرین قطع ہوتی جاتی ہین لیکن یہ اثر بہت ضعیف ہے یہان تو جس بلائے آسمانی سے معاملہ پڑا ہے وہ قضائے مبرم ہے۔

ہو چکین غالب بلائین سب تمام — ایک مرگ ناگہانی اور ہے

یہان مرگ ناگہانی سے مرگ مفاجات نہین مراد ہے بلکہ جو موت ہے وہ ناگہانی ہے کہ موت کہہ کر تو آتی نہین۔

کوئی امید بر نہین آتی — کوئی صورت نظر نہین آتی

یعنے حصول امید کی صورت۔

موت کا ایک دن معین ہے — نیند کیون رات بھر نہین آتی

شب ہجر مین موت اگر نہین آتی تو وہ معذور ہے کہ اوسکے آنے کا جو دن معین ہو چکا ہے اوس مین تاخیر و تقدیم ممکن نہین لیکن نیند کو کیا ہوا کہ رات رات بھر نہین آتی۔

آگے آتی تھی حال دل پہ ہنسی — اب کسی بات پر نہین آتی

یہ وہ شعر ہے کہ میر کو بھی جس پر رشک کرنا چاہئے افسردگی خاطر کو کس عنوان سی بیان کر دیا ہے اور کیا خوب شرح کی ہے۔

جانتا ہون ثواب طاعت و زہد — پر طبیعت ادھر نہین آتی

طاعت و زہد کی خوبی کا محض جان لینا کافی نہین جب تک کہ توفیق بھی نہو اودھر سے

ہے کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہون — ورنہ کیا بات کر نہین آتی

یعنے میرا منہ نہ کھلوا و چپ رہنا ہی بہتر ہے شکایت منظور ہے اور خوف رسوائی معشوق مانع ہے

کیون نہ چیخون کہ یاد کرتے ہین — میری آواز گر نہین آتی

یعنے معشوق کو میری نالہ کشی سے مزہ ملتا ہے ذرا چپ ہوتا ہون تو چھیڑ چھیڑ کر مجھے پھر گرم نالہ و آہ کر دیتا ہے

داغ دل گر نظر نہین آتا — بو بھی اے چارہ گر نہین آتی

دوسرے مصرع مین استفہام انکاری ہے اور چارہ گر کی نافہمی پر تشنیع ہے۔

ہم وہان ہین جہان سے ہمکو بھی — کچھ ہماری خبر نہین آتی

اپنی ایسی ازخود رفتگی ہے کہ ہم کو اپنے حال کی کچھ خبر نہین۔

مرتے ہین آرزو مین مرنے کی — موت آتی ہے پر نہین آتی

پہلا مرنا مجاز ہے کثرت شوق کے معنی پر اور دوسرا مرنا معنے حقیقی پر ہے۔

کعبہ کس منہ سے جاوگے غالب — شرم تمکو مگر نہین آتی

ساری عمر تو دیر و کلیسا مین گزری اب کعبہ جا کر خدا کو کیا منہ دکھاوگے۔

۷

دل نادان تجھے ہوا کیا ہے — آخر اس درد کی دوا کیا ہے

استفہام یہان اس غرض سے نہین ہے کہ سائل حال سے ناواقف ہو دریافت کرنا چاہتا ہے بلکہ استفہام سے یہان محض زجر و ملامت مقصود ہے

ہم ہین مشتاق اور وہ بیزار — یا الہی یہ ماجرا کیا ہے

دوسرا مصرع جس محاورہ مین مصنف نے کہا ہے جو شخص اوس کے محل استعمال کو نہ جانتا ہوگا اوس کی نظر مین شعر سست اور مصرع بے ربط معلوم ہونگے محل استعمال اسکا یہ ہے کہ جب کسی کے بیہودہ غمزدن پر استہزا یا تشنیع یا اظہار نفرت مقصود ہوتا ہے جب اسطرح کہتے ہین اور اسی مناسبت سے مصنف نے مصرع لگایا ہے اور معشوق پر استہزا کیا ہے

مین بھی منہ مین زبان رکھتا ہون — کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے

(بھی) کے لفظ سے یہ معنی نکلے کہ غیرو لسے استفسار حال کرتے ہو تو مجکو بھی خدا نے زبان دی ہے مجھسے بھی پوچھ کر دیکھو۔

جبکہ تجھ بن نہین کوئی موجود — پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے

یہ پری چہرہ لوگ کیسے ہین — غمزہ و عشوہ و ادا کیا ہے

شکن زلف عنبرین کیون ہے — نگہ چشم سرمہ سا کیا ہے

سبزہ و گل کہان سے آئے ہین — ابر کیا چیز ہے ہوا کیا ہے

یہ قطعہ ایک فریاد ہے کہ اس دل کش اور دل فریب ہنگامہ کے چلتے ایسا نفس مطمئنہ کہان حاصل ہو سکتا ہے کہ انسان انکو ہیچ سمجھ کر موجود حق کی طرف رجوع کرے اس نمائش سراب نے ایسا محو کر لیا ہے کہ دریا کی طلب سے ہاتھہ دھوے بیٹھے ہین فریاد اس بات کی ہے کہ ہم تو چاہتے ہین کہ لذات دنیا کو ہیچ سمجھکر انکی طرف متوجہ نہ ہون مگر انکی دلفریبی پیچھا نہین چھوڑتی۔

ہمکو اون سے وفا کی ہے اُمید جو نہین جانتے وفا کیا ہے

یعنے وہ کم سنی کی وجہ سے ایسے نادان ہین کہ وفا ہی کو نہین جانتے کہ کیا شے ہے اور مین سودائے عشق کے سبب سے ایسا نادان ہون کہ اونسے امید وفا رکھتا ہون

ہان بھلا کر ترا بھلا ہوگا اور درویش کی صدا کیا ہے

یعنے سچ تو کہتا ہے کیا شک ہی اس بات مین جو بھلا کریگا اوسکا بھلا ہوگا۔

جان تم پر نثار کرتا ہون مین نہین جانتا دعا کیا ہے

یعنے اورون کی طرح خالی زبانی دعا دینا مین نہین جانتا۔

مین نے مانا کہ کچھہ نہین غالب مفت ہاتھہ آئے تو برا کیا ہے

مفت مین ایک غلام ملتا ہو تو کیون چھوڑو برا کیا ہے یعنے غلام مین کیا برائی ہی یا اس کام مین کیا برائی ہے۔

کہتے تو ہو تم سب کہ بت غالیہ مو آئے یک مرتبہ گھبرا کے کہو کوئی کہ وو آئے

انصاف تو یہ ہے کہ بادشاہ کا مطلع اس سے کہین بڑھا ہوا ہے سو یا آئے اجل یا صنم عربدہ جو آئے ۔ ایسا نہ ہو یارب کہ نہ یہ آئے نہ وو آئے۔

ہون کشمکش نزع مین ہان جذبہ ٔ محبت کچھہ کہہ نہ سکون پر وہ مرے پوچھنے کو آئے

اس قافیہ کو بھی ظفر نے خوب ہی کہا ہے سو آئے بھی تو آتے ہی لگے پھیرنے چتون + کیا آئے وہ گردن پہ چھری پھیرنے کو آئے۔

ہے صاعقہ و شعلہ و سیماب کا عالم آنا ہے سمجھہ مین مرے آتا نہین گو آئے

یعنے گو ہم لوگ دنیا مین آئے مگر شعلہ و سیماب کی طرح قرار نہین ہے یا شعلہ و سیماب معشوق کی شوخی سے استعارہ ہی اور آنے سی اوسی کا آنا مراد ہے۔

ظاہر ہے کہ گھبرا کے نہ بھاگینگے نکیرین ہان منہ سے مگر بادۂ دوشینہ کی بو آئے

استہزا کی راہ سے کہا ہے کہ بھاگینگے مطلب یہ ہے کہ بھاگ جائینگے اور بادۂ دوشینہ رات والی شراب - محاورہ مین بو واو مجہول کے ساتھہ بدبو کے معنی پر بولتے ہین منہ سے بو آنے کا مضمون نظم کرنے کے قابل نہ تھا -

جلاد سے ڈرتے ہین نہ واعظ سے جھگڑتے ہم سمجھے ہوئے ہین اوسے جس بھیس مین جو آئے

یعنے جسے ہم دیکھتے ہین پہچان جاتے ہین کہ تو ہے - لیکن جلاد و واعظ مین چندان مناسبت نہین اگر واعظ کی جگہ قاضی کہتے تو اچھا تھا کہ وہی انا الحق کہنے والون کے قتل کا فتوی دیا کرتا ہے

ہان اہل طلب کون سنے طعنہ نایافت دیکھا کہ وہ ملتا نہین اپنے ہی کو کھو آئے

یعنے سعی معرفت کو نہ پایا تو اپنے ہی تئین کھو دیا یہ طعنہ کون سنے کہ ڈھونڈھا اور نہ پایا -

اپنا نہین وہ شیوہ کہ آرام سے بیٹھین اوس در پہ نہین بار تو کعبہ ہی کو ہو آئے

یعنے یہ بھی ایک سیر کرنی تھی

کی ہم نفسون نے اثر گریہ مین تقریر اچھے رہے آپ اوس سے مگر مجھکو ڈبو آئے

محاورہ یہ ہے کہ ہمکو اس امر مین کلام ہے یعنے ہم اسکے نہین مانتے مصنف نے یہ تصرف کیا کہ کلام کی جگہ تقریر کہا اور محاورہ مین تصرف کرنے سے وہ معنی باقی نہین رہتے آزاد لکھتے ہین ایک دن مین اوج سے ملا اور استاد مرحوم کے مطلع کا ذکر آیا ع مقابل اوس رخ روشن کے شمع گر ہو جائے * صبا وہ دھول لگائے کہ بس سحر ہو جائے - کئی دن کے بعد جو رستے مین ملے تو دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے اور کہا ع یان جو برگ گل خورشید کا کھڑکا ہو جائے * دھول دستار فلک پر لگے تڑکا ہو جائے - اور کہا کہ کہا محاورہ یون باندھا کرتے ہین - مین سمجھ گیا کہ یہ طنز کرتے ہین کہ سحر ہو جائے جو استاد نے باندھا ہے یہ جائز نہین مگر تجاہل کر کے مین نے کہا حقیقت مین پات کے کھڑکے کا آپنے خوب ترجمہ کیا اور استعارہ مین لا کر - میری طرف دیکھہ کر ہنسے اور کہا بہتی واہ آخر شاگرد تھے - ہماری بات ہی بگاڑ دی - اس نقل سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ لکھنو مین جس معنی پر صبح ہو جانا بولتے ہین دلی مین تڑکا ہو جانا محاورہ ہے اور سحر ہو جانا دونون جگہ خلاف محاورہ ہے -

اوس انجمن ناز کی کیا بات ہے غالب ہم بھی گئے وان اور تری تقدیر کو رو آئے

یعنے تیرے صدمہ دوری کا حال اون سے جا کر بیان کر آئے رو آئے کو ظفر نے بھی اچھی طرح باندہا ہے سہ خوش ہونا کہان جبکہ نصیبون مین ہو رونا + ہم شمع صفت محفل شادی مین بھی رو آئے

پھر کچھ اک دلکو بے قراری ہے سینہ جویائے زخم کاری ہے

یعنی دل بے چین ہو رہا ہے اور عشق کا زخم کہانے کی خواہش پھر پیدا ہوئی ہے

پھر جگر کہودنے لگا ناخن + آمد فصل لالہ کاری ہے

ناخن سے ناخن غم مراد ہے مگر ناخن سے کریدنا محاورہ ہے ناخن سے جگر کہونا محاورہ سے گرا ہوا ہے

قبلہ مقصد نگاہ نیاز پھر وہی پردۂ عماری ہے

پردۂ عماری کو پردہ کعبہ سمجھ لیا ہے

چشم دلال جنس رسوائی دل خریدار ذوق خواری ہے

وہی صد رنگ نالہ فرسائی وہی صد گونہ اشکباری ہے

یعنے آنکھہ دلالی کر کے دلکو مبتلائے سودا کرتی ہے۔ اسکی تفصیل دوسرے شعر مین بیان کی ہے کہ آنکھہ سو سو طرح اشکباری کرتی ہے جو باعث رسوائی ہے اور دل سو سو طرح نالہ کرتا ہے جسکا انجام خواری ہے۔

دل ہوائے خرام ناز سے پھر محشرستان بے قراری ہے

وجہ مناسبت یہ ہے کہ خرام کو محشر سے تشبیہ دیا کرتے ہین۔

جلوہ پھر عرض ناز کرتا ہے روز بازار جان سپاری ہے

یعنے جان سپاری عاشق کا روز بازار ہے کہ جلوہ معشوق متاع ناز کو عرض کر رہا ہے کہ کون اسکا خریدار ہوتا ہے

پھر اوسی بے وفا پہ مرتے ہین پھر وہی زندگی ہماری ہے

یعنے جس پر مرتے ہین اوسی کو دیکھکر جیتے ہین

پھر کھلا ہے در عدالت ناز گرم بازار فوجداری ہے

بازار اس شعر مین بہت ہی ٹھنڈا لفظ ہے

ہو رہا ہے جہان مین اندھیر	زلف کی پھر سرشتہ داری ہے
پھر دیا پارۂ جگر نے سوال	ایک فریاد و آہ و زاری ہے
پھر ہوئے ہین گواہ عشق طلب	اشکباری کا حکم جاری ہے
دل مژگان کا جو مقدمہ تھا	آج پھر اوسکی روبکاری ہے

اس قطعہ مین عدالت و فوجداری و سرشتہ داری اور سوال دینا اور مقدمہ اور روبکاری
یہ سب اصطلاحین ابھی تک فصحا کی زبان پر مکروہ ہین کراہیت کی وجہ یہ ہے کہ انگریزی
بنائی ہوئی اصطلاحین یہ نہین گو بہ مجبوری یہ لفظ سبھی کو بولنا پڑتی ہین لیکن ابھی تک
انکا قوام نہین درست ہوا اور زبان اردو نے انہین قبول نہین کیا اور اگر زبان مین
انکو داخل بھی سمجھو تو ان معنی خاص پر یہ سب لفظ ہندی ہی ہین ترکیب فارسی مین
انکا لانا صحیح نہ ہوگا مثلاً عدالت دار القضا کے معنی پر اور فوجداری احتساب کے معنی پر
اگر ہین تو ہندی لفظ ہین پھر در عدالت نا زا اور بازار فوجداری کہنا بہ ترکیب فارسی
کیونکر درست ہوگا۔ آتش کے اس شعر پر اعتراض چلا آتا ہے سہ کسی کی محرم آب روان
وہ یاد آئی حباب کے جو برابر کوئی حباب آیا یعنے گو لفظ محرم ہندی نہین ہے لیکن
انگیا کے معنے پر ہندی ہے پھر اسے اضافت فارسی کیون دی حالانکہ محرم کے لئے
فارسی و عربی مین کوئی لفظ نہین ہے شاماکچہ و درع و مجول اور وضع کے لباس ہین
کہ اوسکی وضع مین اور محرم مین ضرور فرق ہے اور محرم فصحا کا بنایا ہوا لفظ ہے بر خلاف
عدالت اور فوجداری کے کہ ان معنے کے لئے دار القضا و احتساب موجود ہے
اور فصحا کے بنائے ہوئے یہ الفاظ نہین ہین بلکہ یہ الفاظ ایسے خرف لوگون کے
بنائے ہوئے ہین جو کہ جائداد مقروقہ۔ اسامی مقرور مثل مقدمہ۔ جائداد متنازعہ وغیرہ
بے تکلف لکھتے پڑھتے ہین دوسرے شعر مین مصنف نے زلف کو سر اور رشتہ کی مناسبت سے
سرشتہ داری دی ہے لیکن عامیانہ لہجہ کے موجب رشتہ کار (؟) حذف کر دیا ہے
جسطرح فردوسی نے سپید دیو مین سے دیو کی دال کو حذف کرکے سپید یو باندھا ہے

مگر اس سے متکلم کلی کسی نے یہ پہلو نکالا ہے سوال نالش کے معنی ہیں اور مقصود بحث
کے معنی ہیں ہندی لفظ ہیں انکو بھی ترکیب فارسی میں کوئی باندھے تو غلط ہوگا
یہ مصرع ایک فریاد و آہ وزاری ہے۔ اسمیں ایک نہ عدد کے لئے ہے نہ تنکیر
کے لئے ہے بلکہ یہاں ایک ساتھ معنے کثرت کا افادہ ہوتا ہے یہ بڑے محاورہ کا لفظ
مصرعے باندھا ہے اور گواہ عشق سے آنسو مقصود ہے

بیخودی بے سبب نہیں غالب — کچھ تو ہے جسکی پردہ داری ہے

یعنے یہ بیخودی راز عشق کے چھپانے کے لئے ہے

جنون تہمت کش تسکین نہ ہو گر شادمانی کی — نمک پاش خراش دل ہے لذت زندگانی کی

لذت کا لفظ محض تشنیع کی راہ سے ہے کہتے ہیں اسے جنون تہمت کش تسکین نہ ہو
اگر میں نے شادمانی کی تو اوس سے یہ نتیجہ تسکین کی تہمت نہیں ہو سکتی بلکہ میری
شادمانی نمک پاشی زخم دل کے سبب سے ہے نہ یہ کہ تسکین کے سبب سے ہوا اور لذت
زندگی کا نمک پاش ہونا یہ مطلب کہتا ہے کہ ان برے حالوں جیتے رہنا زخم
دل پر نمک چھڑکتا ہے اور زخم پر نمک چھڑکنے سے اور سوزش زیادہ ہوتی ہے نہ تسکین

کشاکش ہائے ہستی سے کرے کیا سعی آزادی — ہوئی زنجیر موج آب کو فرصت روانی کی

یعنے کشاکش ہستی سے کوشش آزادی کا بس نہیں چل سکتا موج آب کی روانی جو ہے
وہی اوسکے لئے زنجیر گرفتاری ہے یعنی علائق ہستی کی کشاکش سے آزاد ہونے کی
جتنی کوشش کرو اوتنی ہی گرفتاری بڑھتی جاتی ہے اور کوشش کشاکش سے
مغلوب ہوتی جاتی ہے

پس از مردن بھی دیوانہ زیارتگاہ طفلان ہے — شرار سنگ نے تربت پہ میری گلفشانی کی

یعنے مرے پر بھی لڑکون نے آکر پتھر مارے اور شرار سنگ نے قبر پر پھول چڑھائے

نکوہش ہے سزا فریادی بیداد دلبر کی — مبادا خندہ دندان نما ہو صبح محشر کی

یعنے بیداد معشوق کی جو فریاد کرے وہ سزاوار نکوہش و ملامت ہے کہیں ایسا نہ ہو
کہ صبح محشر بھی اوسکے حق میں خندہ دندان نما ہو جائے

رگ لیلی کو خاک دشت مجنون ریشگی بخشے — اگر بووے بجاے دانہ دہقان نوک نشتر کی

اس شعر مین لیلی کے فصد کہلنے کا اور مجنون کے رگ دست سے خون جاری ہونے کا جو قصہ مشہور ہے اوسکی طرف تلمیح ہے اور احتمال غالب یہ ہے کہ مصنف نے خاک دست مجنون کہا ہے کاتب نے نقطے دیکر دشت بنا دیا بہرحال حاصل یہ ہے کہ اگر خاک مجنون مین دانہ کے بدلے نوک نشتر کو بوئین تو وہان سے رگ لیلی اوگے اسقدر اتحاد عشق نے عاشق و معشوق مین اور نشتر و رگ مین پیدا کر دیا ہے۔

پر پروانہ شاید بادبان کشتی مے تھا — ہوئی مجلس کی گرمی سے روانی دور ساغر کی

جہان مجلس گرم ہو وہان پروانہ کا ہونا ضرور ہے اور جب گرمی مجلس روانی ساغر کا سبب ہے تو کشتی مے کا بادبان شاید پر پروانہ ہے کہ پروانہ ہی کے سبب سے گرمی مجلس ہوئی

کرون بیداد ذوق پرفشانی عرض کیا قدرت — کہ طاقت اوڑ گئی اوڑنے سے پہلے میرے شہپر کی

یہ قدرت مجھمین نہین کہ ذوق پرفشانی کی بیداد کو عرض کر سکون لینے پہڑک نہین سکتا اس سبب سے کہ شہپر مین طاقت نہین۔ یہ شعر بر سبیل تمثیل ہے۔

کہان تک رؤون اوسکے خیمے کے پیچھے قیامت ہے — مری قسمت مین یا رب کیا نہ تھی دیوار پتھر کی

کہ سر پھوڑ کر جہگڑا چکا تا

بے اعتدالیون سے سبک سب مین ہم ہوے — جتنے زیادہ ہو گئے اوتنے ہی کم ہوے

جتنا ہم اپنی حد سے بڑہے اوتنا ہی لوگونکی نظر مین گہٹ گئے

پنہان تہا دام سخت قریب آشیان کے — اوڑنے نپائے تہے کہ گرفتار ہم ہوے

سخت قریب محاورہ فارسی مین بہت قریب کے معنی پر ہے

ہستی ہماری اپنی فنا پر دلیل ہے — یان تک مٹے کہ آپ ہم اپنی قسم ہوے

محاورہ ہے کہ ہمارے پاس فلان شے قسم کہانے کو بھی نہین یا نام کو بھی نہین۔ بنا اس محاورہ کی اس بات پر ہے کہ اگر وہ شے نام کو بھی ہوتی تو ثبوت قسم کے لئے کافی تھی اور یہ ظاہر ہے کہ اسطرح کی ہستی جو قسم کہانے کے لئے ہو اور برائے نام ہو وہ فنا و نیستی کی دلیل ہے اور یہ بھی محاورہ ہے کہ ہمین فلان شے کی قسم ہے لینے اوس سے کچہ تعلق نہین

تی کشاکش حسن ... ف کی پوچھی ہے کیا خبر — وہ لوگ رفتہ رفتہ سراپا الم ہوئے

... طالب ... و محسوس نہین ہے یہی حال اونکا ہوا یعنے وہ لوگ فنا ہو گئے گھلتے ہی گھلتے

... وفا سے ... ہو تلافی کہ دہر مین — تیرے سوا بھی ہم پہ بہت سے ستم ہوئے

... یہ ہے کہ تیری ہی جفا کی تلافی تیری وفا سے ہو سکتی ہے اور تیرے سوا جو ستم ہوئے ہین
... کی تلافی کہان ہو سکتی ہے۔ یہان اپنے ستم زدگی کا اظہار اس لئے ہے کہ معشوق کو
... ستم کرنے پر آمادہ پاتے چاہتا ہے کہ اوسے اور زیادہ ترس آئے۔

... ہی جنون کی حکایات خونچکان — ہر چند اسمین ہاتھ ہمارے قلم ہوئے

... امر کی سزا مین ہاتھ قلم ہوتا یہ مضمون دوسرے مصرع کا ہے اور پہلے مصرع مین
... عر کے ذمہ یہ بات ہے کہ اوسے بیان کرے جس سبب سے ہاتھ قلم ہوئے لیکن ایسی
باتین بہت سی ہو سکتی ہین جنکے سبب سے ہاتھ قلم ہون (مرتا ہون اوسکے ہاتھ مین
تلوار دیکھکر) اس شعر کی طرح اسی ردیف مین دیکھو اس مقام پر غزل کہنے والے کو
یہ مشکل پیش آتی ہے کہ اتنے پہلوون مین سے کس پہلو کو اختیار کرے اس لئے کہ
قصیدہ و مثنوی وغیرہ مین غرض شاعر کی معین ہوتی ہے اور جو پہلو اوس غرض کے
مناسب ہوتا ہے ایسے مقام پر وہ اوسی کو اختیار کرتے ہین غزل مین کچھ تعین نہین
ایک شعر کو دوسرے شعر سے تعلق نہین ہر شعر خود جملہ تامہ ہے اور ایک کلام مفید ہے
غزل کی وضع اسواسطے ہے کہ ہر ہر قافیہ ردیف کے ساتھ جسطرح ربط کھائے اوسطرح
اوسے ربط دو یعنے قافیہ و ردیف جس مضمون کی طرف لیجائے اوس طرف جاؤ کسی
شعر مین معاملہ عاشقانہ ہے کسی مین مضمون صوفیانہ کہین ترانہ رندانہ اسمین ذکر
صراحی و قلقل اوسمین سوز پروانہ و شور بلبل پھر ایک شعر مین خبر ہے دوسرے مین
انشا غرض کہ اس صورت مین شاعر نے یہ قصد کیا کہ قلم ہوئے باندھنا چاہئے
یعنے قافیہ قلم کو ہوئے کے ساتھ کیونکر ربط ہو اور قلم ہوئے کا فاعل کسے بنائین۔
محاورہ کو خیال کیا تو درخت قلم ہوئے اور ہاتھ قلم ہوئے بولتے ہین یہان مصنف نے
دوسرا پہلو اختیار کیا اور یہ مصرع کہا ہرچند اسمین ہاتھ ہمارے قلم ہوئے
اب جو دیکھا تو ہاتھ سے صدہا فعل سرزد ہوتے ہین اون مین سے مصنف نے لکھنے کو
اختیار کیا اس لئے کہ قلم کا ضلع نہ جانے پائے اور ایسے مقام پر جہان بہت سے مضمون

ربط کہاتے ہون شاعر ضلع بولنے پر مجبور ہوتا ہے کہ جب دوسرے
کوئی معنی حسن کا بڑہا ہوا نہین ہے تو جس مضمون مین لفظی مناسبت کثیر کی
کیون چہوڑے اس سبب سے کہ شاعر کی طبیعت مین تناسب سوجہنے کا
اوس سے ترجیح بلا مرجح ہونا محال ہے اور اتنا ہی ضلع خیال رکہے کہ
دو مصرعون مین یا فقرون مین ربط پیدا ہو جائے اس سے زیادہ صرف
معنی کو خراب کرتا ہے علماے ادب کی ایک وصیت مشہور چلی آتی ہے کہ معنی
کلام کی جان ہے اور محاورہ اوسکا جسم نازنین ہے اور گہنا اوسکا بیان و بدیع
تو جو شاعر کہ معانی کو خلق نہین کر سکتا فقط بیان و بدیع کے گڑہنے کی مشق کیا
کرتا ہے وہ بازار ادب مین سنار کا کام سیکہتا ہے اگر کہین صنائع و بدائع
کے پیچہے محاورہ بگڑ گیا تو گہنا کریہ منظر و بد صورت عورت کے گلے مین ہے اور
ان تکلفات کے چلنے سے معنے ہی گئے گزرے تو وہ زیور جسم بے جان مین ہے برخلاف
معانی لطیف محاورہ سلیس مین اگر ادا ہو گئے گو تشبیہ و استعارہ صنعت لفظی
و معنوی کچھ بھی نہ ہو تو وہ ایک حسین نازنین ہے جسکی سادگی مین بھی ہزارون
بناو نکلتے ہین اور یہ شخص محشرستان معانی کا خدا ہے۔ اس شعر مین مصنف نے
کسیقدر اپنے طرز کے خلاف کیا کہ ضلع کے پہلو کو اختیار کیا اسلئے کہ یہان لفظ
معانی ایسے چسپان ہین کہ لفظ کے لیئے تناسب لفظی ڈہونڈہنے کی ضرورت نہ تھی
اسکے علاوہ ہاتھہ کا استعارہ شاخ کے سامنے کا مضمون تھا اور ضلع کے
پہلو سے جو لوگ کراہیت رکہتے ہین اور اوسے صنعت مبتذل سمجہتے ہین وہ
اکثر ضلع کو چہوڑ کر ایسے مقام پر استعارہ و تشبیہ کے پہلو کو اختیار کرتے ہین
کہ یہ اوس سے بہتر ہے مگر مصنف نے خلاف عادت یہان اس پہلو کو بھی ترک کیا
اور ضلع کو بھی اگر دیکہیے تو لکہنے کا بھی قلم ہوتا ہے مینہدی کی بھی قلم ہوتی ہے
گلاب کی قلم اور شراب کی قلم اور رخسار کی قلمین اور پہر ہاتھہ قلم ہونا دو معنی
رکہتا ہے ایک قطع ہونا دوسرے یہ کہ دیوانہ وار اونگلی سے خاک پر جو کوئی بات
لکہے اوسکے ہاتھہ بھی قلم ہوئے۔ ان سب پہلوون کا مصرع مصنف کے ساتھہ کیا

چہوڑا نہ در کو یار کے کیا کیا ستم ہوئے　　ہرچند اسمین ہاتھہ ہمارے قلم ہوئے

...نے تمہین دیکھہ تو لیا
ہر چند اس مین ہاتھہ ہمارے قلم ہوئے

دشمن کے آڑے آگئی تیغون مین جا کے ہم
ہر چند اس مین ہاتھہ ہمارے قلم ہوئے

طالب رہی عروج کے ہم نخل کی طرح
ہر چند اس مین ہاتھہ ہمارے قلم ہوئے

فانوس کی طرح سے لیا دل پہ داغ عشق
ہر چند اس مین ہاتھہ ہمارے قلم ہوئے

کوتہ کیا نہ دست ہوس کو شجر کی طرح
ہر چند اس مین ہاتھہ ہمارے قلم ہوئے

قاضی کے گھر سے شیشہ صہبا نکال لائے
ہر چند اس مین ہاتھہ ہمارے قلم ہوئے

لکھی شکایت آنکھہ چرانے کی یار کے
ہر چند اس مین ہاتھہ ہمارے قلم ہوئے

لے لین بلائین سبزہ خط نگار کی
ہر چند اس مین ہاتھہ ہمارے قلم ہوئے

غنچون کی طرح چاک گریبان کیا کئے
ہر چند اس مین ہاتھہ ہمارے قلم ہوئے

لپٹے رہے قدم سے ہم اونکے حنا کی طرح
ہر چند اس مین ہاتھہ ہمارے قلم ہوئے

سب دل کا شوق خاک در یار پر لکھا
ہر چند اس مین ہاتھہ ہمارے قلم ہوئے

ثابت قدم رہے ہین صدا نخل کی طرح
ہر چند اس مین ہاتھہ ہمارے قلم ہوئے

ہمنے تو جب کبھی لکھی حق بات ہی لکھی
ہر چند اس مین ہاتھہ ہمارے قلم ہوئے

ہمنے حنا کی طرح کیا دل کو اپنے خون
ہر چند اس مین ہاتھہ ہمارے قلم ہوئے

چوری سے بوسہ خط رخسار لے لیا
ہر چند اس مین ہاتھہ ہمارے قلم ہوئے

کھانے دیا نہ ہمنے کسی نخل کو تبر
ہر چند اس مین ہاتھہ ہمارے قلم ہوئے

لکھتے رہے جنون کی حکایات خونچکان
ہر چند اس مین ہاتھہ ہمارے قلم ہوئے

ابتدائے مشق کا ذکر ہے کہ سید باقر صاحب ایک شخص تھے اونہون نے یہ مصرع کہ پانچ اونگلیون مین دس ہلال رہتے ہین + طرح کردیا پھر خود ہی اس پر مصرع لگایا سہ حنا نے گھٹ کے کیا ناخنون کا دونا حسن + کہ پانچ اونگلیون مین دس ہلال رہتے ہین ۔ مائل نے اونکا مصرع اور ادعائے تفرد کا ذکر سنکر یہ مصرع لگایا

بلائین رات کو سہم جو لی ہین ابرو کی   تو پانچ اونگلیون مین دس ہلال رہتے ہین

ایک دوست نے مجھسے کبھی فرمائش کی اور مین نے یہ مصرع لگایا سہ لکھا جو کرتا ہو مین اونکے ناخنون کی ثنا + تو پانچ اونگلیون مین دس ہلال رہتی ہین

لکھنو مین ایک دفعہ یہ مصرع اسلئے تصویر جانان ہمنے کھنچوائی نہین ۔

میر انیس مرحوم کے سامنے ایک صاحب نے یہ مصرع پڑھا ع چٹختے چٹختے بلبل کی زبان سوکھ گئی
میر صاحب نے یہ مصرع لگایا ؎ عرق گل ہے مناسب اوسے دینا صیاد
چٹختے چٹختے بلبل کی زبان سوکھ گئی - اس کا چرچا لکھنؤ میں ہوا اکثر لوگوں نے
طبع آزمائی کی مجھے اپنا مصرع یاد ہے ؎ خار گل کے قفس میں دیکھے ہیں
یہ سمجھا چٹختے چٹختے بلبل کی زبان سوکھ گئی مٹیا برج میں ایک دفعہ صحبت
احباب میں میرا گذر ہوا ایک صاحب نے فرمائش کی کہ اس پہ مصرع لگاؤ
جھومتی قبلہ سے گھنگھور گھٹا آتی ہے - بیٹھے بیٹھے میرے خیال میں یہ مصرع آگیا
ساطف جب ہے کہ برسنے لگے میخانہ پر + جھومتی قبلہ سے گھنگھور گھٹا آتی ہے
اسکے بعد میں نے فکر کی تو ایک مصرع اور ذہن میں آگیا ؎ کیا عجب ہے کہ
صراحی بھی کرے سجدہ شکر + جھومتی قبلہ سے گھنگھور گھٹا آتی ہے - ایک صاحب
سلام کی فکر میں تھے مجھ سے کہنے لگے میں نے ایک مصرع کہا ہے - ع وہ اک
زمانہ کی آنکھوں میں ہیں سمائے ہوئے میں نے یہ مصرع لگا دیا ؎ نہیں
ضریح کے محتاج بیکسوں کے مزار + وہ اک زمانہ کی آنکھوں میں ہیں سمائے ہوئے
کہنے لگے تم نے تو میرا مصرع چھین لیا یہاں حیدرآباد میں بندگان عالی خلد اللہ
ملکہ کا ایک مصرع ہزار بار بلایا تو اکبار آیا - ایک دوست نے میرے سامنے پڑھا
میں نے یہ مصرع لگایا ؎ یہ ناز تھا ملک الموت کو بھی ہجر کی رات + ہزار بار بلایا
تو اکبار آیا - یہ نقل مشہور ہے کہ لکھنؤ کے ایک شیخ زادہ جو امرا میں سے تھے مرزا
رفیع سودا سے بسبیل امتحان طالب ہوئے کہ اس مصرع پہ مصرع لگا دیں
اے سنگ ناز کی میں تو کامل نہ ہو سکا - سودا نے یہ مصرع لگایا ؎ شیشہ گداز
ہوکے بنا دل نہ ہو سکا + اے سنگ ناز کی میں تو کامل نہ ہو سکا - اور یہ نقل بھی
اونکی طرف منسوب ہے کہ کسی نے یہ مصرع ع اک نظر دیکھنے سے لوٹ نہ جاتے ترے ہاتھ
سودا کے سامنے پڑھا اونہوں نے یہ مصرع لیلی اتنا تو نہ تھا پردہ محمل بھاری لگا دیا
اس میں شک نہیں کہ مصرع لگانا بڑا فن ہے اور مشق شعر کا بڑا ذریعہ ہے خواجہ
حیدر علی آتش کا طرز سخن مصرع لگانے ہی پر منحصر ہے اور لکھنؤ کے شعرا کو
اونہیں نے اس امر کی طرف مائل کیا ورنہ اکثر لوگ موزون طبع غزل

کہہ لیا کرتے تھے مگر مصرعوں کے نامربوط و دوسخت ہونے سے بے خبر رہتے
خدا بخشے آغا حجو شرف کو وہ ذکر کرتے تھے کہ میر وزیر علی صبا ایک غزل استاد کو
دکھانے لائے میں بھی اسوقت موجود تھا ایک شعر صبا نے پڑھا ع فصل گل میں
مجھے کہتا ہے کہ گلشن سے نکل + ایسی بے پر کی اوڑاتا تھا نہ صیاد کبھی استاد نے
یہ شعر سنکر کہا کہ بے پر کی اوڑانا تمنے باندھ لیا اور مصرع لگانے میں اسکا خیال نہ کیا
یون لکھو ع پر کتر کر مجھے کہتا ہے کہ گلشن سے نکل + ایسی بے پر کی اوڑاتا تھا
نہ صیاد کبھی لیکن تجربہ سے معلوم ہوا کہ بعض طبیعتیں جو خداداد ہوتی ہیں
وہ ایک ہی دفعہ سارا شعر کہہ لیتی ہیں اور دونوں مصرع مربوط و دست و گریبان
ہوتے ہیں جن کو خدا نے یہ وصف عطا کیا ہے اونہیں اس طرح مشق کرنے کی
ضرورت بہت کم ہے اور جو شعر دونوں مصرعوں سمیت ایک ہی دفعہ ٹھیک
پڑتا ہے اوس میں آمد کی شان اور بے تکلفی بیان ایسی ہوتی ہے کہ وہ بات
ہرگز فکر کرکے مصرع لگانے میں نہیں حاصل ہوتی

اللہ رے تیری تندی خو جسکے بیم سے — اجزاے نالہ دل میں مرے رزق ہم ہوئے

جس طرح خوف لہو کو تحلیل کرتا ہے اوسی طرح اوسکے بد مزاج ہونے کے ڈر سے نالہ
لب تک نہ آیا دل میں تھا دل ہی میں تحلیل ہو گیا۔ اس تحلیل ہونے کو مصنف نے
اس عبارت میں ادا کیا ہے کہ اوسکا ایک جزو دوسرے جزو کو کھا گیا

اہل ہوس کی فتح ہے ترک نبرد عشق — جو پاؤں اوٹھ گئے وہی اونکے علم ہوئے

یعنے میدان عشق سے بھاگ جانے ہی میں رقیب کی فتح ہے ان لوگوں کا اس
میدان سے پاؤں کیا اوٹھا گویا اونکے لئے علم فتح بلند ہوا اور جان بچ گئی
پاؤں اوٹھنے کو علم اوٹھنے سے تعبیر کرنا نہایت تکلف ہے اس مضمون کو یون
کہنا تھا ع اوٹھا وفا سے ہاتھ تو اوٹھنے علم ہوئے

نالے عدم میں چند ہمارے سپرد تھے — جو واں نہ کھنچ سکے سو وہ یاں آکے دم ہوئے

یعنے چند نالے کرنا ازل سے ہمارے واسطے مقرر ہو چکے تھے وہاں تو نہ کھنچ سکے
یہاں آکر وہی نالے ہم کھینچ رہے ہیں اور یہ آمد و رفت انفاس وہی نالہ کشی ہے۔ اس
شعر سے اس بات کا بھی پتہ لگا کہ ناسخ کی طرح مصنف کی زبان پر (جو) کے جواب میں

(سو) لانا ضرور ہے اس وجہ سے کہ اگر مصرع مین سے (سو) کو نکال ڈالیے اور
(یان) کی جگہ (یہان) پڑھیے اس طرح ع جو وان نہ کھینچ سکے وہ یہان آکے دم ہوئے
جب بھی مصرع موزون ہے اور مصرع کا مرتبہ تو بڑا ہے جو شخص نظم الفاظ مین مشق
رکھتا ہے اوس سے فکر شعر کے وقت ایسی باتین چھپی نہین رہتین پھر (وان اور
وہان یان اور یہان) گو دونون طرح درست ہے لیکن باتفاق وان سے وہان اور
یان سے یہان فصیح ہے مصنف نے اگر سو کو ترک کیا ہوتا تو یہ فائدہ بھی تھا کہ (یان)
کی جگہ (یہان) ہو جاتا مگر اونہون نے سو کے لانے کے لیے (یان) کا رکھنا بھی گوارا کیا
اور بندش شہادت دے رہی ہے کہ یہ امر بالعمد ہے اس شعر مین دم ہوئے اچھا
نہین ہے لیکن مضمون شعر نہایت لطیف ہے

چھوڑی اسد نہ ہمنے گدائی مین دل لگی — سائل ہوئے تو عاشق اہل کرم ہوئے

(تو) اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اسکے پہلے جو جملہ ہے اوس مین سے جو یا جب
یا اگر محذوف ہے یعنی یہ مصرع جملہ شرطیہ ہے اور حذف نے بہت لطف دیا ہے اردو
مین یہ قاعدہ کلیہ سمجھنا چاہیے کہ جملہ شرطیہ مین حرف جزا مذکور ہو تو حرف
شرط کا حذف کرنا حسن رکھتا ہے

جو نہ نقد داغ دل کی کرے شعلہ پاسبانی — تو فسردگی نہان ہے بکمین بے زبانی

کہتے ہین شعلہ میرے داغ دل کی پاسبانی کر رہا ہے یعنی اوسے ٹھنڈا ہونے نہین دیتا
نہین تو فسردگی بے زبانی کے پردے مین چور کی طرح چھپی ہوئی ہے کہ اس اشرفی کو
لے بھاگے۔ شعلہ کی تشبیہ زبان سے مشہور ہے تو شعلہ کا پاسبانی نہ کرنا وہی
بے زبانی ہے اور اس بے زبانی کا انجام فسردگی ہے حاصل یہ ہے کہ شعلہ
نہ پاسبانی کرے تو داغ دل افسردہ ہو جائے اور اس اشرفی کو دزد افسردگی
کمین بے زبانی سے نکل کر چرا لے اس شعر مین داغ کو نقد کہا یعنی روپیہ
اشرفی ہی اسے تشبیہ دی فارسی گویون کا یہ خیال ہے کہ داغ دل ایک مدور
شے ہے اور اوس مین چمک ہے اور سوزش ہے اور اسی سبب سے آفتاب سے داغ
اور درہم داغ اور شعلہ داغ وغیرہ باندھتے ہین اردو کی شاعری مین فارسی ہی سے

یہ مضمون لیا گیا ہے اسی طرح سمجھتے ہین کہ آہ ایک مستطیل چنبر ہے جس مین شعلہ بھی اور دہوان بھی ہے آرزو کوئی زندہ شے ہے کہ کبھی دل ہی دل مین ادس کا خون ہوجاتا ہے کبھی عشاق کے ساتھ جیتی گڑ جاتی ہے کبھی اونکی قبر پر دہونی رماتی ہے غرض کہ داغ دل جب اشرفی ہوا تو شعلہ اس وجہ سے کہ تمام رات اوسکی آنکھ کھلی رہتی ہے پاسبان اوسکا ہے اور فسردگی کو مصنف نے گو دزد نہین کہا لیکن اوسکا فعل ایسا بیان کیا جو چورون کا ہوتا ہے یعنی مال چرانے کی گہات مین لگے رہنا تو گویا اوسے دزد ہی تصور کیا ہے جو کلین بے زبانی مین چھپا ہوا ہے یہ سب تشبیہین نہایت لطیف ہین لیکن حاصل شعر کا دیکھو تو کچھ بھی نہین (جو نہ نقد داغ) مین دونون متعاقب عیب تنافر کہتے ہین اور دو دالین بھی جمع ہوگئی ہین یہ بھی ثقل سے خالی نہین اسکا معیار ائمہ ادب نے مذاق صحیح کو قرار دیا ہے بعض لوگون کو تنافر نہین محسوس ہوتا یہان دونون جمع ہین تنافر رکھتا ہے اور دو دالین متعاقب اوسقدر بری نہین معلوم ہوتین اگر مصرع یون ہوتا ع کرے نقد داغ دل کی جو نہ شعلہ پاسبانی ۔ تو پھر تنافر نہ تھا ۔ آتش کا یہ شعر

ہین موج ہون لب ساحل ہے آن شناور بین	کبھی جو جوش مین دریائے اضطراب آیا

پہلے مصرع مین سے (مین) کا ے اور نون گر گیا اور اس سبب سے دو میم متعاقب جمع ہوگئے اور دوسرے مصرع مین (جو) کا واو گر جانے سے دو جیمین پے در پے آگئین لیکن دو جیمون کا اجماع عیب تنافر رکھتا ہے اور پہلے مصرع مین دو میمون کا اجماع اسقدر برا نہین معلوم ہوتا کچھ یہ ضرور نہین کہ جب دو حرف متعاقب اس طرح جمع ہوجائین تو وہان تنافر پایا جائے بعض جگہ اسطرح کا اجتماع متعاقب نہین ہوتا اور پھر تنافر شدید پایا جاتا ہے جیسے (خواجہ تو چہ تجارت می کنی) یا جیسے لڑکے آپس میں کھیل کرتے ہین کہ اس فقرے کو جلد ہی جلدی کہلواتے ہین کہ زبان پہلے اور ہنسی ہو (پیٹھ اونچی اونٹ کی کچھ اونٹ کی اونچائی سے نہین ہنسی پیٹھ اونچی اونٹ کی

مجھے اوس سے کیا توقع بہ زمانہ جوانی	کبھی کودکی مین جسنے نہ سنی مری کہانی

کم سنی مین کہانی سننے کا شوق بہت ہوتا ہے اوس پہ تو میری کہانی اوسنے کبھی سنی

اب اوس کے شباب مین مجھے اوس سے کیا امید ہو

یونہین دکھ کسی کو دینا نہین خوب ورنہ کہتا | کہ مرے عدو کو یارب ملے میری زندگانی
(یونہین) کا لفظ بے وجہ کے مقام پر محاورہ مین ہے

ظلمت کدہ مین میرے شب غم کا جوش ہے | اک شمع ہے دلیل سحر سو خموش ہے

غالباً شمع خاموش کو علامت سحر اس وجہ سے کہا ہے کہ سپیدیٔ شمع سپیدہ صبح سے مشابہت رکہتی ہے مین نے یہ معنے لکہنے کے بعد عود ہندی کو دیکہا مصنف نے عجیب وغریب معنی و ترکیب اس شعر کی لکہی ہے کہتے ہین یہ مصرع اک شمع ہے دلیل سحر سو خموش ہے خبر ہے پہلا مصرع ظلمت کدہ مین میرے شب غم کا جوش ہے یہ مبتدا ہے۔ شب غم کا جوش یعنے اندہیرا ہی اندہیرا ظلمت غلبہ سحر ناپید اگویا خلق ہی نہین ہوئی۔ ہان دلیل صبح کی بود ہے یعنی بجہی ہوئی شمع اس راہ سے کہ شمع و چراغ صبح کو بجہ جایا کرتے ہین لطف اس مضمون کا یہ ہے کہ جس شئے کا دلیل صبح ہونا ٹہرا وہ خود ایک سبب ہے من جملہ اسباب تاریکی کے پس دیکہا چاہئے جس گہر مین علامت صبح مؤید ظلمت ہو وہ گہر کتنا تاریک ہوگا

نے مژدۂ وصال نہ نظارۂ جمال | مدت ہوئی کہ آشتی چشم و گوش ہے

یعنے اب وہ زمانہ گیا کہ اگر چشم کو نظارۂ جمال ہوتا تہا تو کانون کو رشک ہوتا تہا کہ ہم کو بہی مژدہ وصال ملے یا کبہی کان تک مژدہ وصال پہنچتا تہا تو آنکہون کو یہ رشک ہوتا تہا کہ اسنے مژدہ وصال کو پہلے سن لیا اور ہم ابہی تک نظارہ جمال سے کامیاب نہ ہوئی

مے نے کیا ہے حسن خود آرا کو بے حجاب | اے شوق ہان اجازت تسلیم ہوش ہے

اجازت ہے کہ ہوش و حواس اوسکے حوالہ کر دے کیونکہ مے ہوشربا نے بے حجاب کیا ہے

گوہر کو عقد گردن خوبان مین دیکہنا | کیا اوج پر ستارہ گوہر فروش ہے

(دیکہنا) دو معنی رکہتا ہے ایک تو امر کے معنی اور اس صورت مین شمع کی طرف خطاب ہے اور دوسرے مصدر کے معنے اور اس صورت مین گوہر فروش کا دیکہنا مراد ہے اور اوس پر رشک کیا ہے

دیدار بادہ حوصلہ ساقی نگاہ مست　　بزم خیال میکدہ بے خروش ہے

پہلے مصرع مین کہین اضافت نہین ہے بزم خیال کا نقشہ دکھلاتے ہین کہ وہان دیدار شراب ہی نگاہ میخوار ہے حوصلہ ساقی ہے

اے تازہ واردان بساط ہوائے دل　　زنہار اگر تمہین ہوس نائے و نوش ہے

دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو　　میری سنو جو گوش نصیحت نیوش ہے

ساقی بجلوہ دشمن ایمان و آگہی　　مطرب بنغمہ رہزن تمکین و ہوش ہے

تازہ واردان بزم ہوائے دل سے نوجوان مراد ہین - ہوا عربی مین خواہش کے معنی پر ہے - زنہار کلمہ تاکید ہے - نا و نوش سے نی کا سننا اور شراب کا پینا مراد ہے انہین دونون باتون کے متعلق بلف ونشر دوسرے شعر مین کہتے ہین کہ شراب کی طرف کیا دیکھتے ہو میرا حال دیکھو اور عبرت کرو اور بے کو کیا سنتے ہو میری بات کان لگا کر سنو - پھر اس بات مین بھی لف ونشر کی رعایت کی ہے کہتے ہین جلوہ ساقی ایمان و آگہی کا دشمن ہے اور نغمہ نی تمکین و ہوش کا رہزن ہے

یا شب کو دیکھتے تھے کہ ہر گوشۂ بساط　　دامان باغبان و کف گلفروش ہے

لطف خرام ساقی و ذوق صدائے چنگ　　یہ جنت نگاہ وہ فردوس گوش ہے

یا صبحدم جو دیکھیے آکر تو بزم مین　　نے وہ سرور و سوز نہ جوش و خروش ہے

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی　　اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے

رات کی وہ چہل پہل اور دل لگی اور چہلین صبح کی اوداسی اور سناٹا اور ہو کا عالم دو متضاد کیفیتین ہین اوس سے سننے والے کو انبساط اور اس سے انقباض ہوتا ہے اوس سے واشد خاطر اور اس سے گرفتگی پیدا ہوتی ہے - اس قطعہ مین آخر کے دو شعر اسی سبب سے زیادہ بلیغ ہین کہ اون کا اثر گرفتگی خاطر ہے اور وہ گرفتگی جو بعد واشد کے ہو اشد قوی گرفتگی ہے

آتے ہین غیب سے یہ مضامین خیال مین　　غالب صریر خامہ نوائے سروش ہے

یعنے یہ مضامین جو تیرے قلم سے نکلتے ہین غیب کے مضامین ہین تو پھر صریر خامہ کو
فرشتہ کی صدا سمجھنا چاہئے

اگر مری جان کو قرار نہین ہے ۔ طاقت بیداد انتظار نہین ہے
اگر جلد آجاتے تو خالی آجانے ہی بہتر تھا لیکن وزن مین گنجائش نہ تھی -

دیتے ہین جنت حیات دہر کے بدلے ۔ نشہ باندازہ خمار نہین ہے
یعنے حیات دنیا مین جو تکلیفین ہین اوس کی تلافی جنت مین جانے سے نہین
ہوسکتی پھر اسکی مثال دی ہے کہ جس نے خمار کی تکلیف بہت اوٹھائی ہو اوسکو
تھوڑی سی شراب ملے تو کیا نشہ ہوگا

گریہ نکالے ہے تری بزم سے مجھکو ۔ ہائے کہ رونے پہ اختیار نہین ہے
یہ وزن مانوس اوزان مین سے نہین ہے اس وجہ سے کاتب نے اپنے وزن مانوس
کی طرف پہلے مصرع کو کھینچ لیا ہے اور سب نسخون مین (تری) بغیر یا چھپا ہوا ہے
لیکن اس مین یہ قباحت ہے کہ دوسرا رکن فاعلات ہونا چاہیے تھا اوسکی جگہ پر
مفتعلن ہوجاتا ہے تو ضرور ہے کہ (تیری) کہا ہوگا مصنف نے - اور اس صورت مین
وزن مستقیم رہتا ہے کیونکہ (تیری) مین سے آخر کی ی کو گرادین اور وہ مینائی ہی باقی رہیگا

ہم سے عبث ہے گمان رنجش خاطر ۔ خاک مین عشاق کے غبار نہین ہے
مطلب مصنف کا یہ ہے کہ عشاق کی طینت مین غبار نہین ہے لیکن طینت کی جگہ خاک کہنا
محاورہ سے گرا ہوا ہے اس مقام پر طینت سرشت آب وگل بولتے ہین خاک کا لفظ
لانے سے ادائے مطلب مین خلل پیدا ہو گیا اور اب اس شعر کے یہ معنے ہین کہ عشاق
گو مر کر خاک ہوگئے لیکن اونکی خاک مین بھی غبار نہین ہے اور یہ محض ادعائے شاعرانہ ہے
جس کے لئے تعلیل کی ضرورت تھی

دل سے اوٹھا لطف جلوہ ہائے معانی ۔ غیر گل آئینہ بہار نہین ہے
وہ آئینہ جس مین بہار کا حسن و جمال دکھائی دیتا ہے گل ہے اسی طرح وہ آئینہ
جس مین معانی کا جلوہ نظر آتا ہے دل ہے

قتل کا میرے کیا ہے عہد تو بارے ۔ وائے اگر عہد استوار نہین ہے

یعنے معشوق نے عہد کیا ہی

تو نے قسم مے کشی کی کھائی ہی غالب — تیری قسم کا کچھ اعتبار نہین ہے

تعجب ہے کہ تو او رسے کشی کی قسم ۔ کسی چیز کی قسم کہانا محاورہ ہی اور اوسکی ترک کی قسم کہانا مراد ہی

ہجوم غم سے یانتک سرنگونی مجکو حاصل ہی — کہ تار دامن و تار نظر مین فرق مشکل ہے

غم کے بوجہ سی سر دامن پر جا رہا اب تار دامن سے تار نظر اس طرح متصل ہے کہ دونون مین فرق کرنا مشکل ہی

رفوئے زخم سی مطلب ہے لذت زخم سوزن کی — سمجھیو مت کہ پاس درد سے دیوانہ غافل ہے

مطلوب کے مقام پر مصنف نے مطلب کو استعمال کیا ہے ضرورت شعر۔

وہ گل جس گلستان مین جلوہ فرمائی کرے غالب — چٹکنا غنچہ گل کا صدائے خندہ دل ہے

غنچہ گل یعنے گلاب کی کلی دل سے مشابہت رکہتی ہے مطلب یہ ہے کہ اوس کے آنے سے گلستان کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے وہان غنچہ چٹکے تو سمجھو کہ صدائے خندہ دل بلند ہوئی

پابہ دامن ہو رہا ہون بسکہ مین صحرا نورد — خار پا ہین جوہر آئینہ زانو مجھے

یعنے پاؤن جو زانو سے متصل ہے تو صحرا نوردی مین جو کانٹے پاؤن مین چبھے تھے وہی آئینہ زانو کا جوہر بنے ہین۔ اس شعر مین بھی تشبیہ کے سوا معانی مین کچھ لطف نہین ہے

دیکھنا حالت مرے دل کی ہم آغوشی کے وقت — ہے نگاہ آشنا تیرا سر ہر مو مجھے

فارسی اور اردو کہنے والے شعرا مین یہ خیال مرتکز ہو گیا ہے کہ ہمیشہ دل کو زلف مین لپٹا کرتے ہین اسی سے مصنف نے یہ مضمون نکالا ہے کہ جب دل بر سون زلف مین اولجھا رہا ہے تو زلف و دل مین آشنائی قدیم ہے اور زلف کا ہر سر مو نگاہ آشنا ہی در دل کا حال آشناہی کو خوب معلوم ہوتا ہے اور سر ہر مو کو عام لین تو بھی معنے درست ہین یعنے ہنگام ہم آغوشی تیرا ہر سر مو میرے دل کی حالت دیکھنے کے لئے نگاہ آشنا ہو جائے گا

ہوں سراپا ساز آہنگ شکایت کچھ نہ پوچھ — ہے یہی بہتر کہ لوگوں مین نہ چھیڑے تو مجھے

یعنے مین وہ ارغنون ہون جس مین شکایت کا راگ بہرا ہوا ہے تو نے مجھے چھیڑا اور میں راگ نکالا

جس بزم مین تو ناز سے گفتار مین آوے
جان کالبد صورت دیوار مین آوے

یہ مضمون شعرا مین بہت مشہور ہے کہ معشوق کے لب دہن مین جان بخشی کا وصف ہے اسی سبب سے صورت دیوار مین اوسکے دہن کی بات سے جان پڑجائے تو عجب نہین گفتار مین آنا بات چیت کرنے کے معنی پر اردو کا محاورہ نہین ہے ترجمہ ہے۔

سایہ کی طرح ساتھ پھرین سرو و صنوبر
تو اس قد دلکش سے جو گلزار مین آوے

(سے) کا لفظ اس شعر مین عجب لطف رکھتا ہے اور بڑے محاورہ کا لفظ ہے اور میرزا پہلے شخص ہین جس نے اس مقام پر (سے) کو استعمال کیا۔ اور سب شاعر اسطرح نظم کیا کرتے ہین ع اس قد کو اگر لیکے تو گلزار مین آوے۔

تب ناز گران مایگی اشک بجا ہے
جب لخت جگر دیدۂ خونبار مین آوے

وہ آنسو ہی کیا جسمین لہو ہو

دے مجکو شکایت کی اجازت کہ ستمگر
کچھ تجکو مزا بھی مرے آزار مین آوے

یعنے شکایت اور فریاد مین کرونگا تو تجھے مزہ آویگا اور لطف اوٹھے گا۔ اس زمین کا حاصل اس شعر مین آگیا

اوس چشم فسونگر کا اگر پائے اشارہ
طوطی کی طرح آئینہ گفتار مین آوے

معشوق کی آنکھ کا یہ وصف مشہور ہے کہ اشارہ مین باتین کرلے تو جب اشارہ آئینہ مین دکھائی دے گا تو آئینہ بھی گویا طوطی کی طرح باتین کرے گا یہان مصنف نے لفظ سخنگو کو ترک کرکے اوسکے بدلے فسونگر اس وجہ سے کہا کہ آئینہ کا باتین کرنا خرق عادت و افسون ہے

کانٹون کی زبان سوکھ گئی پیاس سے یارب
اک آبلہ پا وادئ پرخار مین آوے

آبلہ کی چھاگلین ہون تو انکی پیاس بجھے

مرجاؤن نہ کیون رشک سے جب وہ تن نازک
آغوش خم حلقۂ زنار مین آوے

معشوق ہندو ہے اور اوس کے گلے سے زنار کو لپٹا دیکھکر رشک آتا ہے۔

غارتگر ناموس نہ ہو گر ہوس زر
کیون شاہد گل باغ سے بازار مین آوے

وجہ مناسبت یہ ہے کہ گلاب مین جو زیرہ ہوتا ہے اوسے زرگل کہتے ہین شعر کا مطلب
یون سمجھو کہ گلاب کا کہلنا اور زرگل کا کہلنا کیا ہے گویا زر کی ہوس مین ہاتھہ
پہیلاتا ہے جس کا انجام یہ ہوا کہ سر بازار آنا پڑا نہین تو بربادی ناموس کا کیون
سنا منا ہوتا غنچہ کی طرح بند ہی مٹھی چلا گیا ہوتا جب ہاتھہ پہیلا کر زر لیا تو شاہد
بازاری ہوگیا اور ناموس و عزت برباد گئی

تب چاک گریبان کا مزہ ہے دل نادان | جب اک نفس اولجھا ہوا ہر تار مین آوے

چاک گریبان سے یہان چاک زدن گریبان مراد ہے یعنے چاک کرنے کا لطف
تو یہ ہے کہ گریبان کے ساتھہ سانس بھی کھنچ آتے اور دم نکل جائے

آتشکدہ ہے سینہ مرا راز نہان سے | اے واے اگر معرض اظہار مین آوے

جس راز نے سینہ کو آتشکدہ بنا رکھا ہے وہ ظاہر ہو تو کہان کہان آگ نہ لگائے

گنجینۂ معنی کا طلسم اوس کو سمجھئے | جو لفظ کہ غالب مرے اشعار مین آوے

گنجینہ اس سبب سے ہے کہ معانی کثیر اوس مین ہین اور طلسم اس سبب سے ہے
کہ پہلو بھی اوس مین کئی نکلتے ہین - یہ ظاہر ہے کہ طلسم مشکل سے کہلتا ہے اور حیرت انگیز
ہوتا ہے اسی طرح کلام میرا مشکل مین حل ہوتا ہے اور معانی سے اوس کے
حیرت پیدا ہوتی ہے غرض لفظ کی تشبیہ طلسم سے نہایت بدیع ہے -

حسن مہ گرچہ بہنگام کمال اچھا ہے | اوس سے میرا مہ خورشید جمال اچھا ہے

جس طرح خورشید اچھا ہے ماہ سے

بوسہ دیتے نہین اور دل پہ ہے ہر لحظہ نگاہ | جی مین کہتے ہین کہ مفت آوے تو مال اچھا ہے

بوسہ کا لفظ دینے اور لینے کے ساتھہ بولتے ہین اس سبب سے بوسہ کو شعرا دل کا
قیمت باندھا کرتے ہین اور دل کا بوسہ پر بکنا مبتذل مضمون ہے لیکن لہجہ محاورہ کی
خوبی اور بندش کی ادا نے اس مضمون کو تازہ کردیا ہے

اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا | ساغر جم سے مرا جام سفال اچھا ہے

مطلب یہ ہے کہ زیادہ تکلف باعث تکلیف کا ہوتا ہے

بے طلب دین تو مزا اوس مین سوا ملتا ہے | وہ گدا جس کو نہ ہو خوے سوال اچھا ہے

غزل اور قصیدہ مین اس کا خیال رکہنا اچہا ہے کہ مطلع کے بعد پھر دونون مصرعون مین
ایسا تشابہ نہ ہونے پائے جیسا مصرعے کے اس شعر مین ہو گیا ہے کہ جس نے اور شعر
نہ سنے ہون وہ مطلع سمجھے اسے بہی لیجئے (ملتا) اور (اچہا) یہ دونون لفظ قافیہ
معلوم ہوتے ہین اور (ہے) ردیف۔ جس کو مذاق صحیح ہے وہ ضرور اس نکتہ کی
قدر کرے گا کہ اسے شعر کی بندش مین سستی پیدا ہوتی ہے اس وجہ سے کہ مطلع کے بعد
دونون مصرعون کا مباین ہونا شرط ہے اور اس مین شک نہین کہ دیگر اعتبار سے
اس شعر مین بہی مباینت بقدر کافی ہے لیکن اگر اتنی مشابہت بہی نہ ہوتی
تو اور بہی اچہا تہا۔ مطلب شعر کا ظاہر ہے کہ مانگنے سے ملا تو کیا رہ گئی جو قسمت مین ہے
وہ ملے گا ضرور اگر بے سوال ملا تو کیا پوچہنا اوس ملنے سے کیسا دل خوش ہو جاتا ہے
سوال کی مذمت کیا اچہی طرح کی ہے

اون کے دیکہے سے جو آجاتی ہے منہ پر رونق وہ سمجھتے ہین کہ بیمار کا حال اچہا ہے

اس شعر کی خوبی ایسی ظاہر ہے کہ اوس سے بڑہ کر بیان نہین ہو سکتی ایک نحوی نکتہ
یہان یہ ہے کہ مصدر کے بعد جب کوئی حرف معنوی ہو تو نون کو گرا دینا بہی محاورہ ہے
(دیکہے سے) اصل مین (دیکہنے سے) تہا (سے) کے سبب سے نون گر گیا اسی طرح
کہتے ہین اون کے کہے پر عمل کیا اور اون کے مرے کو عرصہ ہوا اور اون کے
آئے تک انتظار کیا آنکہ کے دیکہے کا یقین ہوتا ہے اسکے علاوہ اور بہی بہت سے
مصادر ہین جس مین ایسا تصرف ہو سکتا ہے مگر سماعی ہین ہر مصدر مین
ایسا قیاس کر لینا صحیح نہ ہوگا

دیکہئے پاتے ہین عشاق بتون سے کیا فیض اک برہمن نے کہا ہے کہ یہ سال اچہا ہے

بہت صاف شعر ہے اور اچہا شعر ہے

ہم سخن تیشہ نے فرہاد کو شیرین سے کیا جس طرح کا کہ کسی مین ہو کمال اچہا ہے

پہلے مصرع مین گنجلک ہے اور دوسرے مین تنافر اور دونون مصرعون مین
ربط بہی خوب نہین اور مضمون بہی کچہ نہین

قطرہ دریا مین جو مل جائے تو دریا ہو جائے کام اچہا ہے وہ جس کا کہ مآل اچہا ہے

قطرہ و دریا کی تمثیل اہل تصوف کی نکالی ہوئی ہے لیکن شعرا کو بہی نہایت پسند آگئی ہے

کسی نے اسے نہین چھوڑا یہانتک کہ یہ مضمون مبتذل ہو گیا اب جو کوئی اسے
نظم کرتا ہے تو شعر ہی بے مزہ ہو جاتا ہے مصنف نے بھی اس مضمون کو کئی جگہ کہا ہے
اور یہ شعر دل ہر قطرہ ہے ساز انا البحر ہم اوس کے ہین ہمارا پوچھنا کیا سب سے اچھا
نظم ہوا ہے اس سبب سے کہ محاورہ کی چاشنی نے سب کے مضمون کو چیٹا پٹا کر دیا۔

خضر سلطان کو رکھے خالق اکبر سرسبز　　**شاہ کے باغ مین یہ تازہ نہال اچھا ہے**

شاہزادہ خضر سلطان فرزند بہادر شاہ ظفر کی مدح مین ہے

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن　　**دل کے خوش رکھنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے**

مطلب یہ کہ بہشت کیا ہے نا فہمو نکو ایک باغ سبز دکھایا ہے

نہ ہوئی گر مرے مرنے سے تسلی نہ سہی　　**امتحان اور بھی باقی ہو تو یہ بھی نہ سہی**

اس شعر پر اگر غالب خدائی سخن ہونے کا دعوی کرین تو خدا گواہ ہے کہ زیبا ہے
پھر دیکھیے تو نہ فن معانی کی کوئی خوبی ہے نہ فن بیان کا کچھ حسن ہے نہ فن بدیع کے تکلفات ہین

خار خار الم حسرت دیدار تو ہے　　**شوق گلچین گلستان تسلی نہ سہی**

گلہائے تسلی نہین تو خار خار حسرت کیا کم ہے

مے پرستان خم مے منہ سے لگائے ہی بنے　　**ایک دن گر نہ ہوا بزم مین ساقی نہ سہی**

مے پرستو چھوڑ کر مے پرستان کہنا حال کی زبان مین نہین جا ئز اور (لگائے ہی بنے)
کے معنے یہ کہ اسی مین زیادہ لطف ہے اور جی بھر کر پینا یو نہین بن پڑتا ہے ساقی
ہوتا تو ایک ایک گھونٹ کر کے پلاتا

نفس قیس کہ ہے چشم و چراغ صحرا　　**گر نہین شمع سیہ خانہ لیلی نہ سہی**

لیلی کے گھر کو سیہ خانہ لفرت کی راہ سے کہا ہے یعنی جب قیس کو اوس مین بار نہو
تو وہ گھر کیسا اسکے علاوہ نام بھی لیلی ہے اور سنتے ہین کہ سیاہ خیمہ مین رہتی بھی تھی

ایک ہنگامہ پہ موقوف ہے گھر کی رونق　　**نوحۂ غم ہی سہی نغمۂ شادی نہ سہی**

دنیا کے شادی و غم دونون ہیچ ہین اپنی دل لگی سے کام رکھنا چاہیے عارف کی
نظر مین شادی و غم دونون کی ایک ہی صورت ہے۔

نہ ستایش کی تمنا نہ صلہ کی پروا　　**گر نہین ہین مرے اشعار مین معنی نہ سہی**

کوئی ناقدرداں کچھ دیتا ہو نہ دے یا کوئی ناشناس تحسین کرتا ہو نہ کرے۔

عشرت صحبت خوباں ہی غنیمت سمجھو نہ ہوئی غالب اگر عمر طبیعی نہ سہی

گو عشرت و صحبت کے ایک ہی معنے ہیں لیکن فارسی والوں نے عشرت کو خوشی و نشاط کے معنی میں استعمال کیا ہے اس سبب سے یہ اضافت صحیح ہو جائیگی اور طبیعی کو طبیعت سے اسم منسوب بنا لیا ہے لیکن قاعدہ یہ ہے کہ فعیلہ کے وزن پر جو لفظ ہو اوس کا اسم منسوب فعلی ہوتا ہے جیسے حنیفہ سے حنفی ہے اسی طرح طبیعہ سے طبعی ہے مگر فارسی گو توالی حرکات کو ثقیل سمجھ کر ب کو ساکن کر دیتے ہیں غرضکہ طبیعی کو بعض شعرائے لکھنؤ صحیح نہیں سمجھتے اس وجہ سے کہ نہ تو یہ مضاعف ہے کہ علیہ حقیقی نہ اجوف ہے جیسے طویلی پھر کیوں (ی) کو نہ گرائیں۔

عجب نشاط سے جلاد کے چلے ہیں ہم آگے کہ اپنے سایہ سے سر پاؤں سے ہے دو قدم آگے

چلنے والے کی پشت پر آفتاب ہو تو سر کا سایہ پاؤں کے آگے آگے ہوتا ہے یعنی یہاں شوق قتل ایسا ہے کہ اپنے سایہ سے سر دو قدم آگے بڑھا ہوا ہے قدم سے جیسا اوپر کہا ہے کہ در و دیوار اپنے سایہ سے فدا ہو گئے۔

قضا نے تھا مجھے چاہا خراب بادہ الفت فقط خراب لکھا بس نہ چل سکا قلم آگے

یعنی خراب بادہ الفت لکھا جاتا تھا بادہ الفت لکھنے میں قلم نہ چل سکا اس سبب سے میں ذرا خراب ہی رہ گیا یہاں مضمون کے ناتمام رہ جانے نے بڑا لطف دیا اور ہر ایک حالت کی ناتمامی کا بیان ہمیشہ لطف دیتا ہے اور قلم کے نہ چل سکنے کی وجہ مستی اور بدمستی ہے جو لفظ خراب لکھنے سے پیدا ہوئی ہے۔

غم زمانہ نے جھاڑی نشاط عشق کی مستی وگرنہ ہم بھی اوٹھاتے تھے لذت الم آگے

یعنی غم زمانہ نے سب نشہ اب اوتار دیئے نہیں تو ہم بھی غم عشق کی لذت اوٹھاتے تھے

خدا کے واسطے داد اس جنون شوق کی دینا کہ اوس کے در پہ پہنچتے ہیں نامہ بر سے ہم آگے

خط لکھکر اوس کے جواب کا ایسا شوق ہوتا ہے کہ در پر اوس کے پہنچتے ہیں نامہ بر سے ہم آگے

یہ عمر بھر جو پریشانیاں اوٹھائی ہیں ہمنے تمہارے آئیو اے طرہ ہائے خم بخم آگے

تمہارے آگے آئیو اور تمہیں الگ لگائو اور تمہیں مبارک ہو [illegible]

حالانکہ مصرع اوس صورت مین بھی موزون تھا مگر ایسا تقل بندش مین پیدا ہوتا تھا کہ اوسے شاعر ہی سمجھ سکتا ہے

پر ہون مین شکوہ سے یون راگ سے جیسے باجا | اک ذرا چھیڑیے پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے

چھیڑنے کے معنی ستانا اور باجا شروع کرنا ہوا اور ذکر چھیڑنا بھی محاورہ ہے یہ سب معنے یہان مقصود ہین

گو سمجھتا نہین پر حسن تلافی دیکھو | شکوہ جور سے سرگرم جفا ہوتا ہے

یعنے کم سن ہے اور یہ فعل اوس کا بے سمجھے ہوتے ہے

عشق کی راہ مین ہے چرخ مکوکب کی وہ چال | سست رو جیسے کوئی آبلہ پا ہوتا ہے

مکوکب یعنی ستارہ دار کہہ کر چرخ کا آبلہ پا ہونا ظاہر کیا ہے اور ستارونکو آبلو سے تشبیہ دی ہے

کیون نہ ٹھہرین ہدف ناوک بیداد کہ ہم | آپ اوٹھا لیتے ہین گر تیر خطا ہوتا ہے

یعنے تیر بیداد کا ایسا شوق ہے کہ اگر خطا ہوتا ہے تو ہم آپ اوٹھا کر تیر افگن کو دے دیتے ہین کہ پھر اوس تیر کو لگاتے اور ہمین بے ہدف کیئے نہ چھوڑے۔

خوب تھا پہلے سے ہوتے جو ہم اپنے بدخواہ | کہ بھلا چاہتے ہین اور برا ہوتا ہے

یعنے خواہش کے برخلاف ہوا کرتا ہے تو اپنا برا چاہتے تو کچھ بھلا ہوتا۔

نالہ جاتا تھا پرے عرش سے میرا اور اب | لب تک آتا ہے جو ایسا ہی رسا ہوتا ہے

(میرا) اس شعر مین بے ضرورت ہے اور بیکار ہے اس لفظ کی جگہ (پہلے) کا لفظ ہوتا تو (اب) کے ساتھ مقابلہ کا حسن شعر مین زیادہ ہو جاتا اور مصرع کو یہان مقابلہ ہی مقصود ہے یعنی پہلے وہ زور و شور تھا کہ نالہ عرش تک جاتا تھا اور اب یہ ضعف و ناتوانی ہے کہ بمشکل لب تک آتا ہے

خامہ میرا کہ وہ ہے باربد بزم سخن | شاہ کی مدح مین یون نغمہ سرا ہوتا ہے

اے شہنشاہ کواکب سپہ و مہر علم | تیرے اکرام کا حق کس سے ادا ہوتا ہے

سات اقلیم کا حاصل جو فراہم کیجے | تو وہ لشکر کا ترے نعل بہا ہوتا ہے

ہر مہینہ مین جو یہ بدر سے ہوتا ہے ہلال | آستان پر ترے مہ ناصیہ سا ہوتا ہے

مین جو گستاخ ہون آئین غزل خوانی مین
یہ بھی تیرا ہی کرم ذوق فزا ہوتا ہے

قطعہ کا مطلب ظاہر ہے پہلے شعر مین لفظ بار بد ایسا دلکش ہے جیسے تار رباب پر نغمہ یہان سامنے کے الفاظ مطرب و نوا سنج وغیرہ تھے اونہین مصنف نے چھوڑ دیا اور بار بد کو استعمال کیا دیکھو مجاز مین حقیقت سے زیادہ حسن ہے اور لفظ کے تازہ کرنے کا پہلو جو مصنف نے یہان نکالا ہے یاد رکھنے کا ہے یعنی یون کہنا کہ تو ظالم ہے اس سے یہ بہتر ہے تو چنگیز ہے کسی نے سچ کہا ہے ع لفظے کہ تازہ است بہ مضمون برابر است یہ فارسی محاورہ ہے کہ ہفت اقلیم کہتے ہین اور ہفت اقلیم ہا غلط ہے اور اردو مین اسکے برعکس ہے لیکن سات اقلیم کا لفظ محاورہ مین داخل ہو گیا ہے اور بدر کا ناصیہ سا ہو کر ہلال ہو جانا مضمون مبتذل ہے

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی مین معاف
آج کچھ درد مرے دل مین سوا ہوتا ہے

یعنے میرے نواہائے تلخ کو سن کر لیے مزہ نہو کیسبب عذر کے ہے

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے
تمہین کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے

(تو کیا ہے) یعنے تیری کیا حقیقت ہے اور (کیا) سے یہان پوچھنا نہین مقصود ہے بلکہ توہین کرنا مقصود ہے کہ استفہام معنی توہین کے لئے بھی ہوتا ہے۔

نہ شعلہ مین یہ کرشمہ نہ برق مین یہ ادا
کوئی بتاؤ کہ وہ شوخ تندخو کیا ہے

یعنے تندخوئی کے سبب سے اگر شعلہ اوسے کہون تو شعلہ مین یہ کرشمہ کہان ہے اور شوخی کے سبب سے اگر برق کہون تو برق مین یہ ادا کہا

یہ رشک ہے کہ وہ ہوتا ہے ہم سخن تمسے
وگرنہ خوف بد آموزئے عدو کیا ہے

لاکھہ وہ بری بری باتین میری طرف سے لگائے مجھے پروا نہین رشک تو اسکا ہے کہ وہ تمسے بات کیون کرتا ہے

چپک رہا ہے بدن پر لہو سے پیراہن
ہماری جیب کو اب حاجت رفو کیا ہے

اس شعر مین ایک سستی یہ ہے کہ لہو کے نکلنے کی کوئی وجہ نہین بیان کی لڑکون نے ڈھیلے مار کر لہو بہایا ہے یا خود سر پھوڑ ڈالا ہے یا خون کے آنسو بہے ہین یا چھاتی کو پیٹتے پیٹتے زخمی کر دیا ہے یا گریبان پھاڑنے مین ناخنون سے نوچا ہے یہ سب

یعنے شراب تمام نشاے بہشت سے بڑھ کر ہے

پیوں شراب اگر خم بھی دیکھ لوں دو چار　　یہ شیشہ و قدح و کوزہ و سبو کیا ہے

بیان بادہ نوشی میں کوئی شاعر نہ ہوگا جس نے مبالغہ نہ کیا ہو اور پھر بے لطف مگر اس مضمون کا کہنا نہیں چھوڑتے

رہی نہ طاقت گفتار اور اگر ہو بھی　　تو کس امید پہ کہیے کہ آرزو کیا ہے

ان سے ضبط آرزو میں کام تمام ہو گیا کہ طاقت گفتار تک نہ باقی رہی ۔ مگر کبھی زبان سے حرف شوق نہ نکالا تھا ۔ ناامیدی جس نے عرض مطلب کا خون کر کے دل کی دل ہی میں رہنے دی

ہوا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا　　وگرنہ شہر میں غالب کی آبرو کیا ہے

ذرہ کو آفتاب اور قطرہ کو دریا کر دینا اور ادنی کو اعلی بنا دینا ایک مبتذل مضمون ہے جیسے جملہ خبریہ میں لوگ کہا کرتے ہیں مصنف کی انشا پردازی کا زور دیکھیے کہ اسی پرانے مضمون کو جملہ انشائیہ میں ادا کیا ہے ۔

میں انہیں چھیڑوں اور کچھ نہ کہیں　　چل نکلتے جو مے پیے ہوتے

یعنے تعجب ہے کہ میں انہیں چھیڑوں اور کچھ نہ کہیں چل نکلتے اگر پیے ہوتے یہاں لفظ مے کا حذف بہتر تھا

قہر ہو یا بلا ہو جو کچھ ہو　　کاشکے تم مرے لیے ہوتے

یعنے تم قہر ہو یا بلا ہو جو کچھ ہو کاش میری تقدیر کے ہوتے اور قہر و بلا اپنے لیے گوارا کر لینا تا وہ مضمون ہے اس کے علاوہ معشوق کی شوخ مزاجی اور عربدہ جوئی اور اپنا شوق و حسرت ان دونوں کی تصویر کھینچ کر اس شعر میں کہا [illegible]

میری قسمت میں غم گر اتنا تھا　　دل بھی یارب کئی دیے ہوتے

کئی دل مانگنا نادر بات ہے اور اسی بات نے شعر کو نادر کر دیا ہے

آ ہی جاتا وہ راہ پر غالب　　کوئی دن اور بھی جیے ہوتے

راہ پر آ جانا محاورہ ہے کہنا مان لینا اس سے مقصود ہے

غیر لین محفل مین بوسے جام کے — ہم رہین یون تشنہ لب پیغام کے

مقام حسرت مین یہ شعر ہے اور محفل سے معشوق کی محفل مراد ہے اور پیغام سے پیغام طلب مقصود ہے اور تشنہ کا لفظ جام کی رعایت سے لائے ہین

خستگی کا تمسے کیا شکوہ کہ یہ — ہتکھنڈے ہین چرخ نیلی فام کے

یعنے تمسے گلہ نہین اپنی تقدیر سے شکوہ ہے اور لفظ نیلی فام اس شعر مین محض براے بیت ہے اس صفت کو معانی مین کچھ دخل نہین بتاویل یہ کہہ سکتے ہین کہ نیلا رنگ منحوس ہوتا ہے اور غم کی نشانی ہے

خط لکھین گے گرچہ مطلب کچھ نہو — ہم تو عاشق ہین تمہارے نام کے

مطلب کچھ نہ ہونے سے یہ مطلب ہے کہ گو ہر خط مین نیا مضمون لکھنے کو نہو تمہارا نام تو آئیگا

رات پی زمزم پہ مے اور صبح دم — دہوے دہبے جامۂ احرام کے

یعنے رات کو پی (کو) ترک کرنا اب محاورہ مین نہین ہے لیکن مصر کے اوائل عہد تک دلی و لکھنو مین دونون جگہ لغیر (کو) بولتے تھے ناسخ کہتے ہین سہ رات اہل بزم کی کثرت کا احسان ہوگیا

دل کو آنکہون نے ستایا کیا۔ مگر — یہ بھی حلقے ہین تمہارے دام کے

یعنے کیا ستایا ہے دل کو آنکہون نے۔ مگر الخ مطلب یہ ہے کہ میری آنکہون نے کیا کیا میرے طایر دل کو پہنسایا ہے شاید عشاق کی آنکہین بھی تمہارے جال کے حلقے ہین یہ مطلب بہ مشکل ان الفاظ سے نکلتا ہے اچھی طرح ادا نہین ہوا

شاہ کے ہے غسل صحت کی خبر — دیکھیے کب دن پہرین حمام کے

دن پھرنے سے تقدیر کا موافق ہونا مقصود ہے

عشق نے غالب نکما کر دیا — ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

پھر اس انداز سے بہار آئی — کہ ہوئے مہر و مہ تماشائی

دیکھو اے ساکنان خطۂ خاک — اسکو کہتے ہین عالم آرائی

کہ زمین ہوگئی ہے سرتاسر — روکش سطح چرخ مینائی

سبزہ کو جب کہین جگہ نہ ملی بن گیا روئے آب پر کائی

سبزہ و گل کے دیکھنے کے لئے چشم نرگس کو دی ہے بینائی

ہے ہوا مین شراب کی تاثیر بادہ نوشی ہے بادہ پیمائی

کیون نہ دنیا کو ہو خوشی غالب شاہ دیندار نے شفا پائی

اس فصل مین ہوا شراب کی طرح نشہ پیدا کرتی ہے اب شراب پینا کار لاطائل ہے مقطع کے پہلے مصرع مین دنیا کا لفظ تھا اوسکی مناسبت سے دوسرے مصرع مین دین کا لفظ لائے ہین

تغافل دوست ہون میرا دماغ عجز عالی ہے اگر پہلو تہی کیجے تو جا میری بھی خالی ہے

یعنے عجز و انکسار میری طبیعت مین اسقدر بڑھا ہوا ہے کہ اپنے حق مین بے توجہی و بے التفاتی ہی پسند ہے مجھسے پہلو تہی کرنا گویا میرے لئے جگہ خالی کرنا ہے کہ اعراض کو مین اکرام سمجھتا ہون

رہا آباد عالم اہل ہمت کے نہ ہونے سے بھرے ہین جسقدر جام و سبو میخانہ خالی ہے

غرض یہ ہے کہ جسقدر جام و سبو بھرے ہین اوسی قدر میخانہ خالی ہے یعنے جام و سبو کا شراب سے لبریز ہو جانا میخانہ کے خالی ہو جانے کا سبب ہی یہ تمثیل ہے اس بات کی کہ عالم کا آباد رہنا اہل ہمت کے نہ ہونے کی دلیل ہے اور اونکا نہ ہونا عالم کی آبادی کا سبب ہے اگر وہ ہوتے تو اونکے جود و کرم کے سبب سے عالم کا آباد رہنا دشوار تھا جیسے جام و سبو کے جود و کرم سے میخانہ کا بھرا رہنا دشوار ہے۔

کب وہ سنتا ہے کہانی میری اور پھر وہ بھی زبانی میری

سننے کے دو مرتبہ مصرنے کا نے ایک تو سننا دوسرے میری زبانی سننا یہی امر خوبی شعر کا باعث ہوا ہے اور معانی مین ایسی نازک تفصیل ہمیشہ لطف دیتی ہے دوسرے سارے شعر لے الفاظ ایسے دست و گریبان ہین کہ معلوم ہوتا ہے

پہلی ہی فکر مین دونون مصرع نکل آتے وہ تکلف نہین کرنا پڑا کہ پہلے نیچے کا مصرع
کہا ہو پھر فکر کر کے اوپر کا مصرع پہنچایا ہو

خلش غمزہ خونریز نہ پوچھ — دیکھ خونابہ فشانی میری

یعنی خونریزی غمزہ نے کلیجے مین زخم ڈال دیے ہین کہ لہو کے آنسوؤن سے رو رہا ہون۔

کیا بیان کر کے مرا روئین گے یار — مگر آشفتہ بیانی میری

یعنے کیا وصف میرا بیان کر کے روئین گے اور کیا کے بعد اس قسم کا حذف اکثر ہوا کرتا ہے جیسے کہتے ہین مین نے تمہارا کیا کیا یعنے کیا نقصان کیا۔

ہون زخود رفتہ بیدائے خیال — بھول جانا ہے نشانی میری

یعنے خیال سے مین نکل جاتا ہون اور احباب کا مجھے بھول جانا بھی میری نشانی ہے خیال سے احباب کا خیال مراد ہے اور اوسے میدان فرض کیا ہے اور اپنے تئین اوس میدان کا زخود رفتہ کہا ہے

متقابل ہے مقابل میرا — رک گیا دیکھ روانی میری

اس شعر کے معنے مصنف مرحوم نے خود بیان کئے ہین جس کا حاصل یہ ہے کہ مقابل سے معشوق مراد ہے کہ انکی روانی طبیعت سے رک گیا یعنے خفا ہو گیا ان کی صاف جوابی وبذلہ سنجی اوسے ناگوار گزری اور روانی مین اور رکنے مین تقابل ہے غرض کہ معشوق میرے متقابل و متضاد ہین اور مین وہ ضد ہمدگر ہین

قدر سنگ سر رہ رکھتا ہون — سخت ارزان ہے گرانی میری

جس طرح سنگ راہ کے لئے گرانی تو ہے مگر نہایت ارزانی بھی ہے کہ راہ گیرون کی ٹھوکرون مین پڑا ہے یہی حال میری گران قدری کا ہے۔

گرد باد رہ بیتابی ہون — صرصر شوق ہے بانی میری

مین بگولے کی طرح بے قرار ہون اور رہگزار بیتابی کا گرد باد ہون اور اس سنکھنڈے کی بانی صرصر شوق ہے

دہن اوس کا جو نہ معلوم ہوا — کھل گئی ہیچمدانی میری

دہن معشوق ہیچ ہے تو جو شخص دہن کو او سکے نہ جانے وہ ہیچمدان ہے۔

کردیا ضعف نے عاجز غالب — ننگِ پیری ہے جوانی میری

یعنے جوانی مین ایسا ضعف ہے کہ اگر یہ ضعف کسی کو پیری مین بھی ہو تو ننگ پیری اوسے سمجھنا چاہیے۔

نقش ناز بت طناز بآغوش رقیب — پائے طاؤس پئے خامۂ مانی مانگے

یعنی رقیب سے ہم آغوش ہوکر اوسکے ناز کرنے کی تصویر یہ چاہتی ہے کہ موقلم کی جگہ مصور کے ہاتھ مین پائے طاؤس کا قلم ہو۔ وجہ مناسبت یہ ہے کہ طاؤس کے سب اعضا حسین و مایہ فخر و ناز ہین لیکن پاؤن اوسکے بہت بدصورت اور اوسکے حسن کے لئے باعث ننگ و عار ہین۔

تو وہ بدخو کہ تحیر کو تماشا جانے — غم وہ افسانہ کہ آشفتہ بیانی مانگے

تحیر مین خاموشی ہونا ضرور ہے مطلب یہ ہے کہ مین متحیر و خاموش رہون تو اسکو تو تماشا سمجھتا ہے اور اگر حیرت و خاموشی کو دور کرکے غم دل کو زبان پر لاؤن تو آشفتہ بیانی ہے تو بے مزہ ہوتا ہے۔

وہ تب عشق تمنا ہے کہ پھر صورت شمع — شعلہ تا نبض جگر ریشہ دوانی مانگے

یعنی مجھے اوس تب عشق کی تمنا ہے جسکا شعلہ شمع کی لو کی طرح جگر تک ریشہ دوانی کرے نبض جگر کہنا تکلف و تسامح سے خالی نہین اس لئے کہ جگر مین نبض نہین ہے مگر یہان نبض کو فقط رگ کے معنی مین لیا ہے اور جگر سے اندرون سینہ مراد ہے اسصورت مین نبض جگر کہنے مین کوئی اشکال نہین رہا۔

گلشن کو تری صحبت از بسکہ خوش آئی ہے — ہر غنچہ کا گل ہونا آغوش کشائی ہے

یعنی باغ مین شگوفے نہین کھلتے تیرے لئے آغوش کھولتے ہین۔

وان کنگر استغنا ہر دم ہے بلندی پر — یان نالہ کو اور الٹا دعوائے رسائی ہے

یعنی کنگرہ بام استغنا اونکا دور ہی ہوتا چلا جاتا ہے اور نالہ کو اوسکے رسائی کا دعوے ہے۔

ازبسکہ سکھاتا ہی غم ضبط کی انداز — جو داغ نظر آیا اک چشم نمائی ہے

غم تعلیم ضبط کر رہا ہے جو نیا داغ ہوتا ہے وہ اس اوستاد کی چشم نمائی ہی
داغ کی وجہ شبہ آنکھ سے ظاہر ہے۔

جس زخم کی ہو سکتی ہو تدبیر رفو کی — لکھ دیجیو یارب اوسے قسمت مین عدو کی

یعنے مجھے تو وہ زخم چاہیئے جسمین ٹانکے نہ لگ سکین

اچھا ہی سر انگشت حنائی کا تصور — دلمین نظر آتی تو ہی اک بوند لہو کی

سر انگشت کا مہندی سے لال ہو کر لہو کی بوند ہو جانا کیا اچھی تشبیہ ہے دیکھو تشبیہ
سے مشبہ کی تزئین و تحسین اکثر مقصود ہوتی ہے یہہ غرض یہان کیسی حاصل کی
کہ سر انگشت کی خوبصورتی آنکھ سے دکھا دی دوسری خوبی اس تشبیہ
مین یہہ ہے کہ جس اونگلی کی پور لہو کی بوند برابر ہو وہ اونگلی کسقدر نازک ہوگی
اور کنایہ ہمیشہ تصریح سے زیادہ بلیغ ہوتا ہے پھر یہہ حسن کہ وجہ شبہ یہان مرکب
بھی ہے یعنے بوند کی سرخی اور بوند کی شکل ان دونون سے مل کر وجہ شبہ
کو ترکیب حاصل ہوئی ہے اور ترکیب سے تشبیہ زیادہ بلیغ ہو جاتی ہے
اسی طرح اداۃ تشبیہ کے حذف و ترک سے تشبیہ کی قوت بڑھ جاتی ہے
مصنف نے بھی حذف ہی کیا ہے سب سے بڑھکر یہہ کہ نئی تشبیہ ہے کسی نے
نہین نظم کی پھر یہہ شان مشاقی دیکھیے کہ نئی چیز پا کر اوس پر اکتفا نہ کی
اوسی تشبیہ مین سے ایک بات یہہ نکالی کہ دلمین ایک بوند تو لہو کی دکھائی
دی پھر کجا تصور کجا لہو کی بوند دونون مین کیسا بون بعید ہے اور تباین
طرفین سے تشبیہ مین حسن اور غرابت زیادہ ہو جاتی ہے (تو) کی لفظ
نے مقام کلام کو کیسا ظاہر کیا ہے یعنے یہہ شعر اوس شخص کی زبانی ہے
جسکا لہو سب خشک ہو چکا ہے وہ اپنے دلکو ایک خیالی چیز سے تسکین دے
رہا ہے۔

ترکیب وجہ شبہ کے متعلق یہہ بات بھی غور کرنے کی ہے کہ جس طرح
بوند کے معنی مین ٹپک پڑنا داخل ہے یہی حال تصور کا خیال سے اوتر جانے

مین ہے یعنے حرکت وجہ شبہ مین داخل ہے گو طرفین تشبیہ متحرک نہین ہین غرضکہ
یہہ نہایت غریب و بدیع و تازہ تشبیہ ہے۔

کیون کرتے ہو عشاق کی بدحوصلگی ہی   یان تو کوئی سنتا نہین فریاد کسو کی

یعنے بےحوصلگی و بےصبری سے اگر وہ تمھاری فریاد بھی کرتے نہین تو کون سنتا
کسو اور کبھو یہہ دونون لفظ ناسخ کے زمانہ سے لکھنؤ مین نہین نظم ہوئے
مگر دلی مین اب ترک ہوئے ع

گلہ ظفر نکرو اونسے آشنائی کا   کہ آشنا ہوئے وہ تو کبھو کسو کی نہین
شکایتین ہمین غماز اور عدو سے نہین   گلہ ہے دوست سے اپنے فقط کسو سے نہین

ذوق کہتے ہین ع

فلک کا رنگ بھی اب تک سیاہ ہے۔ امیر   پڑا تھا سایہ نجابت سے یہہ کبھو میرا
مرے جو سوز کے عاشق بیان کبھو کرتے   مسیح و خضر بھی مرنے کی آرزو کرتے

مومن ع

نہ دل مین نہ اوسکی زبان پر کبھو   رضائے الٰہی سے آرزو

جو دیوان کہ خود مصنف مرحوم کی تصحیح سے چھپا ہے اوسکے خاتمہ مین لکھتے
ہین کہ داد کا طالب غالب گزارش کرتا ہے کہ یہہ دیوان اردو تیسری بار چھاپا
گیا ہے مخلص و داد آئین میر فخرالدین کی کارفرمائی اور خانصاحب الطاف
نشان محمد حسین خان کی دانائی مقتضی اسکی ہوئی کہ دس جزو کا رسالہ ساڑے
پانچ جزو مین منطبع ہوا اگرچہ یہہ انطباع میری خواہش سے نہین لیکن ہر کاپی
میری نظر سے گزرتی رہی ہے اور اغلاط کی تصحیح ہوتی رہی ہے یقین ہے
کہ کسی جگہہ حرف غلط نرہا ہو مگر ہان ایک لفظ میری منطق کے خلاف ایک
جگہہ بلکہ سو جگہہ چھاپا گیا کہانتک بدلتا ناچار رہا بیچا یون ہی چھوڑ دیا یعنی کسو کاف
مکسور و سین مضموم و واو معروف۔ مین یہہ نہین کہتا کہ یہہ لفظ فقط صحیح نہین
البتہ فصیح نہین قافیہ کی رعایت سے اگر لکھا جائے تو عیب نہین ورنہ فصیح بلکہ
افصح کسی ہے واو کی جگہہ یاے تحتانی۔ میرے دیوان مین ایک جگہہ قافیہ
کسو بہ واو ہے اور سب جگہہ یہ یاے تحتانی ہے اسکا اظہار ضرور تھا کوئی

یہ نہ سمجھے کہ یہہ کیا آشفتہ بیانی ہے اللہ بس ماسوی ہوس انتہی جس جگہ کا مصرع نے اعتراف کیا ہے وہ یہی شعر ہے۔ کیوں ڈرتے ہوا لنج مگر اب یہہ طے ہوا سمجھو کہ قافیہ کی ضرورت سے بھی ان لفظوں کو باندھنا صحیح نہیں۔

صد حیف وہ ناکام کہ اک عمر سے غالب — حسرت مین رہے ایک بت عربدہ جو کی

دشنہ نے کبھی منہہ نہ لگایا ہو جگر کو — خنجر نے کبھی بات نہ پوچھی ہو گلو کی

دشنہ و خنجر سے نازو انداز و عربدہ و بیداد معشوق مراد ہے۔

سیماب پشت گرمی آئینہ دے ہے ہم — حیران کیے ہوئے ہین دل بیقرار کے

پشت گرمی و پشت بانی اعانت کرنے کے معنی پر ہے۔ کہتے ہین کہ سیماب آئینہ کی پشت بانی کرتا ہے یعنی سیماب کے سہارے آئینہ آئینہ ہوتا ہے اسی طرح دل بیتاب نے ہم کو آئینہ کیطرح سراپا حیرت بنا رکھا ہے۔

آغوش گل کشودہ برای وداع ہے — ای عندلیب چل کہ چلے دن بہار کے

پھولون نے اس لئے آغوش کو کھولا ہے کہ گلے ملکر رخصت ہولین

ہے وصل ہجر عالم تمکین و ضبط مین — معشوق شوخ و عاشق دیوانہ چاہیے

یعنے معشوق کے مزاج مین تمکین و خودداری اور عاشق کی طبیعت مین ضبط و صبر ہو تو وصل مین بھی ہجر کی سی بے لطفی ہے مزہ تو جب ہے کہ وہ شوخ و بیباک ہے اور یہہ دیوانہ و گستاخ۔ دوسرے مصرع مین اگر معشوق و عاشق کی لفظ کو اضافت نہوتی تو بندش بے تکلف تھی اگر اس مصرع کو دونون اضافتین چھوڑکر پڑھین تو مصرع جب بھی موزون رہے گا یعنے فاعلات مفاعیل کی جگہ فاعلاتن مفعول آجائیگا اور یہہ درست ہے لیکن اسصورت مین شوخ کے بعد بھی (چاہیے) کو مقدر لینا پڑے گا اور واو سے جملہ کا جملہ پر عطف ہوگا مگر جملہ دونون ہندی کے اور حرف عطف فارسی کا ایسا ہی ہو جائیگا جیسے کوئی کہے مین ہوا سوار و روانہ ہوا۔ گو یہان سوار و روانہ دونون فارسی لفظین ہین لیکن واو ان دونون مفردون

کے عطف کے لئے نہین ہے بلکہ جملہ کے جملہ پر عطف دینے کے لئے ہے اور
جملہ دونون ہندی ہین تو حرف عطف بھی ہندی ہی چاہیئے۔ غرض کہ دوسرے
مصرع مین معشوق و عاشق دونون لفظون کو باضافت پڑھنا ضرور ہے۔

**اوس لب سے مل ہی جائیگا بوسہ کبھی تو۔ ہان
شوق فضول و جرأت رندانہ چاہیئے**

قدما کی اردو اسطرح کی تھی کہ کہتے تھے (تجھ گلی مین) اور مطلب یہہ ہوتا تھا کہ تیری
گلی مین اور (مجھ خاک پر) یعنے میری خاک پر اور (اوس زلف سے) یعنی اوسکی
زلف سے۔ اور اب جو اوس زلف سے یا اوس لب سے کہتے ہین تو اوسکا اشارہ
زلف یا لب کیطرف مقصود ہوتا ہے لیکن ایسا اشارہ بھی خلاف عادت ہونے
کے سبب سے اچھا نہین معلوم ہوتا مثلاً خواجہ آتش کہتے ہین۔ ع۔

(کب تک وہ زلف دیتی ہے آزار دیکھئے)

یہان اوسکی زلف کہنا تھا ضرورت شعر کے سبب سے وہ زلف کہہ دیا اور یہی
حال اب تمام شاعرون کا ہے کہ اسے جائز سمجھ لیا ہے اور نظم کرتے ہین لیکن تکلف
سے خالی نہین۔

**چاہیئے اچھون کو جتنا چاہیئے
یہہ اگر چاہین تو پھر کیا چاہیئے**

یعنے دنیا مین چاہیئے تو اچھون کو چاہیئے اور اگر وہ خود ہی چاہین تو فراد بس
حاصل ہے پھر کیا چاہیئے اور کوئی نعمت ہو چاہے نہو۔

**صحبت رندان سے واجب ہے حذر
جای مے اپنے کو کھینچا چاہیئے**

یعنے مے کو نہ کھینچ اپنے کو صحبت مے سے کھینچ اور مے کے کھینچنے سے پینا مراد ہے
یعنی مے کشیدن کا ترجمہ کر لیا ہے اور شاید مصنف کی رائے مین فارسی کا ترجمہ لفظی ہندی مین کر لینا
درست ہے گو خلاف محاورہ ہو تجربہ سے ثابت ہے کہ جو شاعر دوسری زبان مین بھی شعر کہے اوسکی
اپنی زبان بگڑ جاتی ہے ایک انگریزی شاعر جسکا نام ڈرائیڈن تھا حسرت کرتا تھا کہ مین نے
کیون لاطینی پڑھی اور اوسمین شعر کہا کہ میری اپنی زبان بگڑ گئی۔

**چاہنے کو تیرے کیا سمجھا تھا دل
بارے اب اس سے بھی سمجھا چاہیئے**

دوسرے مصرع مین سمجھنا بازپرس کرنے کے معنے پر ہے یعنے معشوق کو ملاح

دیتے ہین کہ ذرا انکا مزاج بھی پوچھو کہ کیا سمجھ کے عشق کیا تھا

چاک مت کر جیب بے ایام گل　　کچھ ادہر کا بھی اشارا چاہیے

یعنے جب بہار آتے اور شگوفہ اپنی قبا کو چاک کرین تو اسے عالم غیب کا اشارا سمجھکر خود بھی گریبان کو پھاڑنا چاہیے کہ اون دنون مین جامہ دری جاسے اور اشارہ قدرت کے مقتضا سے ہے اس شعر مین چاک گریبان کے منع کرنے نے بڑا لطف دیا کہ یہہ بندش کا نیا انداز ہے۔

دوستی کا پردہ ہے بیگانگی　　منہہ چھپانا ہم سے چھوڑا چاہیے

یعنے منہہ چھپاکر جو تم بیگانہ بنتے ہو تو اس پردہ مین لگاوٹ پائی جاتی ہے یہہ گویا معشوق پر طعن ہے جس مین وہ پردہ کرنا چھوڑدے اور اس چال سے اپنا مطلب حاصل ہوجائے۔

دشمنی نے میری کھویا غیر کو　　کسقدر دشمن ہے دیکھا چاہیے

(دیکھا چاہیے) یعنے یہہ بات دیکھنے کی ہے کہ میری دشمنی مین اوسنے اپنے تئین بھی مٹا دیا۔

اپنی رسوائی مین کیا چلتی ہے سعی　　یار ہی ہنگامہ آرا چاہیے

ہم لاکھ اپنی تئین رسوا کرنا چاہین مگر کچھہ نہین چلتی یہہ میدان یار ہی کے ہاتھ ہے یعنے وہ جسے چاہے بے صبر و بیتاب کرکے رسوا کردے۔

منحصر مرنے پہ ہو جسکی امید　　نا امیدی اوسکی دیکھا چاہیے

یعنے مرنے پر امید حاصل ہوئی تو کیا۔ ع۔ امید نیست کہ عمر گزشتہ باز آید۔

چاہتے ہین خوبرویونکو اسد　　آپکی صورت تو دیکھا چاہیے

جب کوئی شخص اپنی حد سے تجاوز کرنیکا ارادہ کرے تو اوسکی تنبیہ کے لئے کہتے ہین ذرا منہہ تو دیکھو یہ بھی اس قابل ہوئے۔

غافل ان مہ طلعتون کیواسطے　　چاہنے والا بھی اچھا چاہیے

بھلا اس صورت پر مہ طلعتون کو کیا چاہتے ہو۔ چاہیے کا لفظ اہل لکھنؤ کے محاورہ مین جمع و مفرد دونون کے لئے بولا جاتا ہے لیکن دلی مین محاورہ اب یہہ ہوگیا ہے کہ اتنی چیزین چاہیین۔

ہر قدم دوری منزل ہی نمایان مجھسی   میری رفتار سی بھاگی ہی بیابان مجھسی

یعنی بیابان جس چال سے بھاگ رہا ہے وہ میری ہی چال ہے کہ جتنا مین چلتا ہون اوتنا ہی راستہ دور ہوتا جاتا ہے اور ہر ہر قدم پر دوری منزل بڑہتی جاتی ہے۔

درس عنوان تماشا بتغافل خوشتر   ہی نگہ رشتۂ شیرازۂ مژگان مجھسی

یعنی میری نگاہ شیرازۂ مژگان کا رشتہ بنگئی ہے حاصل یہہ کہ تغافل پسند ہونے کے سبب سے آنکھ سے باہر نہین نکلتی اور تماشاے دنیا سے درس لینا بھی بتغافل ہی اچھا ہے۔ اور عنوان کا لفظ مبالغہ پیدا کرنے کے لیئے لائے ہین یعنی سارا تماشا تو ایک طومار ہے اوسکے دیکھنے کا کسے دماغ ہے یہان عنوان تماشا کے بھی دیکھنے سے تغافل ہے۔

وحشت آتش دل سی شب تنہائی مین   دود کیطرح رہا سایہ گریزان مجھسی

شب تنہائی مین میرا سایہ میری آتش دل سے وحشت کہا کے اس طرح بھاگتا رہا جیسے آگ سے دھوان بھاگتا ہے۔

غم عشاق نہو سادگی آموز بتان   کسقدر خانۂ آئینہ ہی ویران مجھسی

پہلے مصرع مین دعا ہے یعنے خدا نہ کرے کہ عشاق کا غم حسینون کو سادگی سکھائے اور اونسے زینت و آرائش چھڑ وائے ایک میرے مرنے سے کسقدر خانۂ آئینہ ویران ہوگیا کہ اب اوسمین جلوۂ حسن نہین دکھائی دیتا اور میرے سوگ مین حسینون نے آئینہ دیکھنا اور بناؤ کرنا چھوڑ دیا۔

اثر آبلہ سی جادۂ صحرای جنون   صورت رشتۂ گوہر ہی چراغان مجھسی

میرے پاؤن کے چھالون سے جادۂ صحرا رشتۂ گوہر کیطرح چراغان ہوگیا۔ (اثر آبلہ) کا لفظ اس معنی کے لیئے ہے کہ آبلون سے لہو جادۂ صحرا پر ٹپکا ہی جس نے اوسے رشتۂ گوہر اور چراغان بنا دیا ہے۔

بیخودی بستر تمہید فراغت ہوجو   پر ہی سایہ کیطرح میرا شبستان مجھسی

کہتے ہین بیخودی کو بستر تمہید فراغت ہونا نصیب رہے کہ اسکے بدولت میرا شبستان اسطرح مجھسے پُر ہے جیسے سایہ اپنے چیز پر افتادہ ہوتا ہے یعنے بھلا ہو

بیخودی کا جسکے سبب سے مین سایہ کیطرح بجس پڑا ہوا ہون۔ تمہید کے لغوی
معنے بچھانے کے ہین اور یہہ بستر کے مناسبات مین سے ہے اور اصطلاح
مین تمہید اسے کہتے ہین کہ کسی کام سے پہلے کچھ ایسی باتین کرنا جنپر وہ کام
موقوف ہے اور یہی معنے مص کو مقصود ہین یعنے بیخودی حصول فراغت کی
تمہید ہے۔ فراغت کے لغوی معنے خالی ہونے کے ہین اور یہہ پُر ہونے
کے مناسبات مین سے ہے اور اصطلاح مین راحت کے معنی پر ہے اور یہی
معنی یہان مقصود ہین۔ ہوجیو خود ہی واہیات لفظ ہے مص مرحوم نے اوسپر
اور ظرہ کیا کہ تخفیف کرکے (ہوجو) بنایا۔

شوق دیدار مین گر تو مجھے گردن مارے ہو نگہ مثل گل شمع پریشان مجھسی

گل شمع کہتے ہین شمع کے گل کو بھی اور شعلہ شمع کو بھی یہان دونون معنے
ربط رکھتے ہین یعنے جس طرح گلگیر سے شمع کا گل لیتے ہین تو اوسمین سے دھوان
نکل کے پھیلتا ہے اسی طرح شوق دیدار مین اگر تو مجھے گردن مارے
تو میری نگاہین دھوئین کیطرح نکلکر پریشان ہون۔ یا جسطرح شمع کا سر کاٹنے
کے بعد اوسکا شعلہ زیادہ روشن ہوجاتا ہے اور اوسکی روشنی کھیل
جاتی ہے اسیطرح میرا سر قلم ہونے کے بعد شوق دید مین میری نگاہین
چارون طرف کھیل جائین گی۔

بیکسیہای شب ہجر کی وحشت ہی ہی سایہ خورشید قیامت مین ہی پنہان مجھسی

یعنے شب غم کی بیکسی اور اوداسی سے وحشت کھا کر میرا سایہ مجھسے بھاگا
ہوا ہے اور آفتاب قیامت مین جا کر چھپ رہا حالانکہ سایہ آفتاب سے
بھاگتا ہے مگر میرا سایہ مجھسے ایسا بھاگا کہ آفتاب مین اور آفتاب حشر مین
پنہان ہوگیا۔ "ہی ہی" ہین ہین بھی کہتے ہین خوف مین بھی چڑانے مین بھی۔

گردش ساغر صد جلوہ رنگین تجھسے آئینہ داری یک دیدہ حیران مجھسی

ترا جلوہ رنگین اس محفل مین گردش ساغر کا کام کر رہا ہے اور میرا دیدہ حیران آئینہ کا۔
جلوہ کو ساغر اسوجہ سے کہا کہ وہ بھی مثل ساغر بیہوش رہا ہے۔

نگہ گرم سے ایک آگ ٹپکتی ہے اسد ہے چراغان خس و خاشاک گلستان مجھسی

یعنے میری نگاہ گرم نے باغ مین آگ لگادی ہے مگر نگاہ کے گرم ہونے کیوجہ کچھ نہ معلوم ہوئی۔

نکتہ چین ہی غم دل اوسکو سنائے نہ بنے کیا بنی بات جہان بات بنائی نہ بنے

بات کا بننا اور بن پڑنا تدبیر بن پڑنے کے معنے پر ہے اور بات کا بنانا بات کو پھیر پھار کر اپنا مطلب نکالنے کے معنے پر ہے کہتے ہین وہ ایسا نکتہ چین ہے کہ لاکھ مین بات بنا کر اپنا غم دل اوسکو سنانا چاہون وہ سمجھ جاتا ہے اور اوس کو کاٹ دیتا ہے۔ اس مطلع کے قافیے سنانا اور بنانا ایطا کہتے ہین اس وجہ سے کہ دونون لفظون مین الف زائد ایک ہی طرح کا ہے یعنے معنی تعدیہ کے لئے ہے اور ساری غزل مین "ستائے نہ بنے" اور "آئے نہ بنے" اور "بلائے نہ بنے" کے سوا سب قافیے شائگان ہین یعنے سب مین الف تعدیہ ہے حاصل یہ کہ ساری غزل بھر مین چار ہی قافیہ ہین جس مین ایک شائگان ہے جو سات جگہ بندھا ہے۔

مین بلاتا تو ہون اوسکو مگر اے جذبۂ دل اوس پہ بنجائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

کسی پر بن جانا اوسکا مصیبت مین مبتلا ہونا ہے۔

کھیل سمجھا ہے کہین چھوڑ نہ دے بھول نہ جائے کاش یون بھی ہو کہ بن میرے ستائے نہ بنے

کاش یہی ہو کہ بن میرے ستائے اوسے چین نہ آئے۔

غیر پھرتا ہے لئے یون ترے خط کو کہ اگر کوئی پوچھے کہ یہ کیا ہے تو چھپائے نہ بنے

اردو کے شاعرون نے رقیب کا نام غیر رکھ لیا تھا ہے اور اسقدر اس معنی پر یہ لفظ مشہور ہوا ہے کہ حکم علم اسپر ہوگیا ہے اس اعتبار سے مصرع کا یہ مصرع غیر پھرتا ہے لئے الخ صحیح ہے ورنہ محاورہ مین غیر اسم صفت ہے اور رقیب کے لئے بھی کچھ خاص نہین ہے اور بول چال مین ہمیشہ صفت ہوکر بولا جاتا ہے جسطرح (اپنا) اسم صفت ہے کہ بے موصوف کے نہین بولتے۔ معشوق پر طعن کرتے ہین کہ تونے جو غیر کو نامۂ شوق لکھا ہے وہ اوسکے چھپانے مین احتیاط نہین کرتا کبھی رسوا کریگا۔ یہ مضمون بہت نیا اور سچا ہے۔

اس نزاکت کا برا ہو وہ بھلے ہیں تو کیا　　ہاتھ آویں تو اونھیں ہاتھ لگائے نہ بنے

یہ شعر کہکر مصنف نے نزاکت کی تصویر دکھا دی۔ لفظ نزاکت کے غلط ہونے مین
کوئی شبہہ نہین اسوجہ سے کہ نازک فارسی لفظ ہے اوسکا مصدر نزاکت
عربی کے قیاس پر بنا لیا ہے لیکن اساتذہ فارس کی یہ گڑہت ہے جنکی تقلید
آنکھ بند کرکے اردو والے کرتے ہین اسیطرح اردو مین بھی چاہنے کا اسم مصدر
چاہت اور رنگ سے رنگت اور اسی طرح بادشاہت بنا لیا ہے اور محاورہ نے
اور اساتذہ کے استعمال نے ان سب لفظون کو صحیح بنا دیا ہے۔

کہہ سکے کون کہ یہ جلوہ گری کسکی ہے　　پردہ چھوڑا ہے وہ اوسنے کہ اوٹھائے نہ بنے

پردہ چھوڑنا استعارہ ہے عالم امکانسے اور اسی استعارہ نے مضمون شعر کو جلوہ دیا ہے۔

موت کی راہ نہ دیکھون کہ بن آئے نہ رہے　　تمکو چاہون کہ نہ آؤ تو بلائے نہ بنے

کہتے ہین مین موت کی راہ کیون نہ دیکھون کہ وہ بغیر آئے نہین رہیگی یہ سب مجھسے
نہین ہوگا کہ تم سے کہون کہ تم نہ آؤ کہ پھر مجھسے بلاتے بھی نہ بن پڑے یعنے
آپ ہی آنے کو منع کرون تو پھر کس منہہ سے بلاؤن۔ اشارہ اس بات کیطرف
ہے کہ تمہارے نہ آنے سے موت کا آنا بہتر ہے۔

بوجھ وہ سر سے گرا ہے کہ اوٹھائے نہ اوٹھے　　کام وہ آن پڑا ہے کہ بنائے نہ بنے

ایک تو مضمون نہایت اچھا دوسرے دونون مصرعون کی ترکیب کو متشابہ کرکے
اور بھی شعر کو برجستہ کر دیا۔

عشق پر زور نہین ہے یہ وہ آتش غالب　　کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

یعنے اگر چاہین کہ عشق کی آگ معشوق کے دل کو بھی لگے تو یہ بھی زور نہین چلتا اگر چاہین
کہ اپنی لگی کو بجھائین تو یہ بھی نہین بن پڑتا۔ ساری غزل مرصع کہی ہے اور یہی رنگ
غزل خوانی کا ہے۔

چاک کی خواہش اگر وحشت بعریانی کرے　　صبح کی مانند زخم دل گریبانی کرے

یعنے حالت عریانی مین اگر وحشت چاک گریبان کی خواہش کرے تو صبح کیطرح میرا
زخم دل بھی گریبان بنکر چاک ہو۔

جلوہ کا تیرے وہ عالم ہے کہ گر کیجے خیال　　دیدۂ دل کو زیارت گاہِ حیرانی کرے

یعنی تیرے جلوہ کے خیال سے دل کو حیرانی ہوتی ہے۔

ہے شکستن سے بھی دل نومید یارب کب تلک　　آبگینہ کوہ پر عرضِ گرانجانی کرے

کوہ استعارہ ہے سختی و شدت غم کا اور دل کو شیشہ سے تشبیہ دی ہے۔ لفظ شکستن نے شعر کو کھٹکنا کر دیا ترکیب اردو مین فارسی کے اور الفاظ لے لیتے ہین لیکن فارسی مصدر کا استعمال سب نے مکروہ سمجھا ہے اور مصنف مرحوم کے سوا اور کسیکے کلام مین نظم ہو یا نثر ایسا نہین دیکھا۔

میکدہ گر چشمِ مستِ ناز سے پاوے شکست　　موے شیشہ دیدۂ ساغر کی مژگانی کرے

جو چشم کہ شراب ناز سے مست ہو رہی ہے اوسکے مقابلہ مین اگر میخانہ کو شکست ہو جائے تو شیشہ مین جو بال پڑین وہ دیدۂ ساغر کے لئے پلکین بنجائین اور ساغر اس آنکھ سے اوسکی چشم مست کو دیکھ کر حیران ہو جائے۔ اسقدر تصنع اور مضمون کچھ نہین ہے

خط عارض سے لکھا ہے زلف کو الفت نے عہد　　یک قلم منظور ہے جو کچھ پریشانی کرے

یعنی اوسکے رخسارون پر خط یہ نہین ہے بلکہ میری الفت نے زلف کو یہ عہد نامہ لکھ دیا ہے کہ جو کچھ میرے حق مین پریشانی کو کرنا ہو کرے یک قلم مجھے منظور ہے مصنف نے یک قلم کے لفظ مین دوہری رعایت رکھی ہے ایک تو رخسار پر قلمین ہوتی ہین دوسرے خط بھی قلم سے لکھتے ہین۔ یہ شعر بھی تصنع بے مزہ سے خالی نہین۔

وہ آکے خواب مین تسکین اضطراب تو دے　　ولے مجھے تپشِ دل مجالِ خواب تو دے

پہلے مصرع مین (تو) امکان کے معنے رکھتا ہے یعنے اوسکا خواب مین آنا ممکن ہے اور دوسرے مصرع مین خواب کو مہتم بالشان کرنے کے لئے (تو) کا لفظ ہے یعنے خواب ہی کا آنا بڑی چیز ہے۔

کرے ہے قتل لگاوٹ مین تیرا رو دینا　　تری طرح کوئی تیغ نگہ کو آب تو دے

یعنے تیری آنکھ کا آنسو تیغ نگاہ مین وہ آبداری پیدا کرتا ہے کہ مین تو قتل ہو جاتا ہون

اس شعر مین (تو) کے معنے یہ ہین کہ چاہے اور کچھہ کرشمہ کوئی نگاہ مین پیدا کر لے مگر اس طرح تلوار کو آب دینا کوئی نہین جانتا ہے

دکھائی جنبش لب ہی تمام کر ہمکو   نہ دے جو بوسہ تو منہہ سے کہین جواب تو دے

(کہین) کوئی نہ کوئی جگہہ کے معنے پر ہے لیکن یہان کوئی نہ کوئی طرح کے معنے پر ہے اور یہہ بھی محاورہ ہے۔ اس شعر مین دو جگہہ (تو) ہے پہلی جگہہ شرط و جزا مین ربط کیلئے ہے اور ردیف مین جواب مین اہتمام پیدا کرنے کے لئے ہے۔

پلا دے اوک سے ساقی جو ہمسے نفرت ہے   پیالہ گر نہین دیتا نہ دے شراب تو دے

یعنی اگر مجھے مسلمان سمجھہ کر تو مجھہ جانتا ہے اور اپنے پیالہ مین پلاتے ہوئے کراہت آتی ہے تو اوک ہی سے پلا دے۔ اوک یعنی دونون چلّو ملا کر

اسد خوشی سے مرے ہاتھہ پاؤن پھول گئے   کہا جو اوسنے ذرا میرے پاؤن داب تو دے

داب نا متعدی ہے لازم اسکا دبنا ہے الف تعدیہ آخر مین اکثر ہوتا ہے جیسے ڈبنے سے ڈبانا وغیرہ اور کبھی الف کو درمیان مین بھی لاتے ہین جیسے دابنا یا نکلنا اور نکالنا اور سنبھلنے سے سنبھالنا اور تھمنے سے تھامنا اور گڑنا سے گاڑنا اور اسیطرح کٹنا اور کاٹنا وغیرہ اور (تو) اس شعر مین زائد ہے زائد سے یہ غرض نہین ہے کہ بھرتی کا ہے بلکہ اس مقام پر زائد بولنا محاورہ مین داخل ہے۔

تپش سے میری وقف کشمکش ہر تار بستر ہے   مرا سر رنج بالین ہے مرا تن بار بستر ہے

میرے تڑپنے سے بستر کا تار تار ایذا مین ہے میرا سر تکیہ کیلئے ایک عذاب ہے میرا تن بستر کی جان کو آفت ہے۔

سرشک سر بصحرا دادہ نور العین دامن ہے   دل بیدست و پا افتادہ برخوردار بستر ہے

آنسو دامن کی آنکھہ کا تارا اور دل بستر مرض کا مرادون والا ہے یعنے آنسو ہمیشہ دامن مین رہتا ہے اور دل بیمار کو بستر پر پڑے رہنے سے انس ہو گیا۔

خوشا اقبال رنجوری عیادت کو تم آئے ہو   فروغ شمع بالین طالع بیدار بستر ہے

بیمار کے سرہانے شمع جلانے کا دستور شاعرون مین مشہور ہے اور شمع کے صفات مین سے بیداری بھی ہے تو کہتے ہین کہ کیا اچھی یہ بیماری ہے کہ تم میرے دیکھنے کو آئے اب شمع بالین کو مین اپنا طالع بیدار سمجھتا ہون کہ بستر مرض پر گرنے سے نصیبہ چمکا۔

بطوفانگاہِ جوشِ اضطرابِ شامِ تنہائی   شعاعِ آفتابِ صبحِ محشر تارِ بستر ہے

پہلے مصرع مین چار اضافتین پے در پے اور دوسرے مین تین ہین اور اردو مین اضافت خود ہی ثقل رکھتی ہے نہ کہ اتنی اضافتین متوالی۔ تین اضافتون سے زیادہ ہونا عیب مین داخل ہے لیکن پھر بھی یہ اضافتین اسقدر بُری نہین معلوم ہوتین جسقدر کہ ب بطوفانگاہ مین بُری معلوم ہوتی ہے مگر یہ بھی اتنی بُری نہین ہے جتناکہ فارسی مصدر اردو کی ترکیب مین بُرا ہے مثلاً۔ ع۔ تو اور ایک وہ نہ شنیدن کہ کیا کہون۔ اور مصرع۔ یان زمین سے آسمان تک سوختن کا باب تھا۔ اور۔ ع۔ ہے شکستن سے بھی دل نومید یارب کب تلک الخ۔ مطلب شعر کا یہ ہے کہ شبِ غم مین ایسا اضطراب و تاریکی ہے کہ گویا ہر ایک تارِ بستر آفتابِ روزِ حشر کی کرن ہے ہر ایک سفید تار اوس اندہیری مین چمک رہا ہے جسطرح آفتاب کی کرن چمکتی ہے لیکن یہ کرن آفتابِ حشر کی ہے اس سبب سے کہ جوشِ اضطراب ہے۔

ابھی آتی ہے بو بالش سے اوسکی زلفِ مشکین کی   ہماری دید کو خوابِ زلیخا عارِ بستر ہے

یعنے زلیخا کیطرح خواب مین دیدار ہونا میرے لئے ننگ اور میرے بستر کے لئے عار ہے اس سبب سے کہ یہ وہ بستر ہے کہ بسی ہے بو ابھی تکیون مین اوس زلفِ عنبر کی یعنے کل ہی تو شبِ وصل تھی۔ ایک بات یہ بھی لحاظ کے قابل ہے کہ (بالش سے) کی جگہ (تکیون سے) اگر کہتے تو وزن مین کچھ خلل نہ تھا مگر مصنف مرحوم نے تکیہ چھوڑ کر بالش کہا حالانکہ تکیہ محاورہ کا لفظ ہے اس سے اونکا طرزِ انشا ظاہر ہوتا ہے کہ فارسی لفظ کو ہندی محاورہ پر شعر مین ترجیح دیتے ہین۔ ایک فائدہ کی بات یہ بھی ہے کہ (اوسکی زلفِ مشکین کی) یعنی دو جگہ (کی) ثقل سے خالی نہین اسکو نہ عیب کہہ سکتے ہین نہ غلط کہہ سکتے ہین کوئی شاعر اس سے نہین بچا لیکن جہان ایسی صورت ہو کہ دو لفظ مونث جمع ہو جائین اور اضافت ہو جیسے یہان بو بھی مونث زلف بھی مونث تو وہان ممکن ہو تو دونون مین سے ایک کو لفظ بدل کر مذکر کر دین اور یہان لفظ کا بدلنا ممکن تھا جیسے۔ ابھی آتی ہے بو بالش سے اوس گیسوئے مشکین کی۔ یا بالش سے اپنے اوسکے گیسو کی۔ دوسری صورت ثقل کے دفع کرنے کی یہ ہے کہ ادیب کو چاہئے ایسے موقع پر ایک اضافت فارسی کی لے آئے یعنے (اوسکی زلف کی بو) کے بدلے (بوئے زلف اوسکی) کہے۔ اور شاعر کے لئے ایک

صورت اور بھی ہے یعنے دو (کی) جمع ہون تو ایک (کی) کو اسطرح نظم کرے کہ "ی" گر جائے یہ بھی کسیقدر بہتر ہوگا اور ثقل کم ہوجائیگا۔ اور کی کے بہ نسبت کے مین ثقل کم ہے اور یہ کلیہ ہے کہ تکرار ہر لفظ کی ثقیل ہے۔ لت

کہون کیا دل کی کیا حالت ہے ہجر یار مین غالبؔ　　کہ بیتابی سے ہر یک تار بستر خار بستر ہے

خطر ہے رشتۂ الفت رگ گردن نہو جائے　　غرور دوستی آفت ہے تو دشمن نہو جائے

معشوق سے خطاب ہے کہ میری دوستی و محبت پر تجھے غضب کا غرور ہوا ہے ایسا نہو کہ دشمنی کیطرف منجر ہوجائے اور یہ رشتۂ الفت تیرے لئے رگ گردن ہوجائے۔ اور رگ گردن غرور کو کہتے ہین یعنے ایسا نہو کہ غرور مین اگر دشمن کیطرح ہمیشہ مجھسے گردن ٹیڑھی ہی رہے اور (خطر ہے) یعنے مجھے یہ خطر ہے (یہ) کا خذف اس مصرع مین بلا شبہہ برا معلوم ہوتا ہے اور پھر اوسکے بعد کاف بیان بھی محذوف ہے اور (یہ) کا اشارہ بیان خطر کیطرف ہے وہ یہ ہے کہ (رشتۂ الفت رگ گردن نہو جائے) عجب نہین کہ مصرع نے پہلے یون کہا ہو (یہ ڈر ہے رشتۂ الفت الخ) مگر یہ کی "ہ" کا گرنا ثقیل سمجھکر (یہ ڈر) کو خطر کردیا ہے گو اس ہ کا گرنا درست ہی مگر ثقل سے خالی نہین خصوصًا ابتدائے کلام مین۔

سمجھ اس فصل مین کوتاہی نشو و نما غالبؔ　　اگر گل سرو کی قامت پہ پیراہن نہو جائے

کیا پوچھنا اس مبالغہ کا کہ مبالغہ کے ضمن مین ایک دلکش نقشہ بھی دکھا دیا یعنی قامت سرو پر گل کے پیراہن ہوجانیسے یہ مراد نہین ہے کہ ایک گل اتنا بڑا ہوجائے کہ سرو کا پیراہن بنے بلکہ مصنف کی غرض یہ ہے کہ شاخہائے گل کو اسقدر نمو ہو کہ سرو کے گرد لپٹ کر پھولون کی قبا اوسے پہنا دین اور اس مبالغہ مین یہی خوبی ہے کہ کوئی محال بات نہین لازم آتی اور گل سے ایک گل مراد لین تو مبالغہ محال کیطرف منجر ہوتا ہے اور یہ امر عیب ہی مبالغہ مین۔ اور ہمیشہ سے اس عیب کو عیب لکھتے آئے ہین مگر فارس و ہند کے شعرا اسنا بداسے صنعت سمجھے ہوئے ہین کہ احتراز نہین کرتے۔ اس عیب مین سبھی سنے ہوئے ہین خود مصنف مرحوم کو بھی محال گوئی سے احتیاط نہین ہے مثلاً یہ شعر گزر چکا ہے ؎

ابھی ہم قتلگہ کا دیکھنا آسان سمجھتے ہین　　نہین دیکھا شناور جوئے خون مین تیری توسن کو

یعنے وہ ایسا خونریز ہے جسکا گھوڑا دریائے خون مین پیرتا ہے یہ محض مبالغہ محال ہے۔

خواجہ وزیر کہتے ہین ؎

تونہا کر جو پہرا غم سے سمٹ کر دریا ٭ آگیا دیدۂ گرداب مین آنسو ہوکر

اس شعر مین مبالغہ محال ہے اور اسکے ضمن مین آنکہہ اور آنسو کا نقشہ دکہایا ہے مگر نقشہ ویسا دلکش نہین ہے جیسا کہ سرو کے گلپوش ہونیکا مصنف نے دکہایا ہے۔ اور کسیکا یہ شعر ؎

بادیہ گردی مین تنکر برہنہ پائی نہین ٭ بنگیا پاپوش پا اتنا پہپولا بڑہ گیا

اس شعر مین مبالغہ تو محال عادی نہین ہے مگر پاؤن مین پاپوش ہونے کی صورت کچہہ کیفیت نہین رکہتی۔ ناسخ کہتے ہین ؎

مرتبہ کم حرص رفعت سے ہمارا ہوگیا ٭ آفتاب اونچا ہوا اتنا کہ تارا ہوگیا

اس شعر مین آفتاب کے بلند ہونے مین مبالغہ کیا ہے اور اوسکا تارا ہوجانا ایک صورت دکہاتا ہے لیکن معمولی صورت ہے اور سرو کا گلپوش ہونا شکل بدیع ہے لیکن بات یہ ہے کہ شیخ ناسخ نے یہان آفتاب سے مرتبہ کو مراد لیا ہے اسسے مبالغہ غیر عادی نہ سمجہنا چاہیے پہر کہتے ہین ؎

ایک درہم اور داخل گنج قارون مین ہوا ٭ پست ایسا میرے طالع کا ستارا ہوگیا

اس شعر مین بیشک مبالغہ غیر عادی ہے اور ایک روپیہ کا بہت سے روپون مین ملجانا بہی کوئی کیفیت نہین لیکن گنج قارون مین ایک درہم اور بڑہ جانا البتہ امر بدیع ہے۔ یہہ کسیکا شعر ؎

یہ صفائی یہ لطافت جسم مین ہوتی نہین ٭ تمنے جو دل مین چہپایا آشکارا ہوگیا

اس شعر مین دو وجہون سے محال ہے ایک تو جسم مین ایسی لطافت کا ہونا کہ جو شئے دل مین ہو وہ باہر سے دکہائی دے دوسری راز کا دکہائی دینا کہ وہ دیکہنے کی شئے نہین ہے۔ غرضکہ گو ائمہ فن نے مبالغہ غیر عادی کو عیوب بلاغت مین لکہا ہے مگر کوئی مانتا نہین اور نہ کوئی عمل کرتا ہے خصوصاً قصیدہ مین تو سوا مبالغہ غیر عادی کے اور کوئی مضمون ہی نہین باندہتے ہین جسے سنکر ممدوح اپنی ہجو سمجہتا ہے۔ ادیب کو یہ بات نہ بہولنا چاہیے کہ مبالغہ کلام کا حسن ہے لیکن مبالغہ مین افراط کہ مضمون غیر عادی و محال پیدا ہوجائے باتفاق ائمہ فن عیب قبیح ہے جسکا نام اونہون نے اغراق و غلو رکہا ہے مبالغہ جبہی تک حسن کہا جاتا ہے جب تک واقعیت و امکان اوسمین پایا جائے مثلاً کسی زخمی کو کہنا کہ خون کا دریا بہ گیا اغراق ہے اور لہو کا پرنالہ چل گیا مبالغہ مقبول ہے۔ میر انیس کے ایک اصلاحی مرثیہ مین ہے

ے۔ یہ کر لہو جگر کا رکابون تک آگیا۔ دیکھو مبالغہ اور کیسا واقع سے مطابق ہے۔ مونس کہتے ہین

ہر چھون اُوڑ جاتا ہے دب کے فرس رانون سے آنکھہ لڑ جاتی ہے دریا کے نگہبانون سے

ایک مرثیہ مین تلوار کی مدح مین ہے ع۔ ڈورا وہ کہ چھو جائے تو الماس ترش جائے۔

یا ع۔ کس ایسا تیغ مین کہ کمر سے لپیٹ لو۔ ان مبالغونکا جواب کا ہیکو ہے اور جہان

مبالغہ کرنے کے بعد کوئی نقشہ کھنچ جاتا ہے وہ مبالغہ زیادہ تر لطیف ہوتا ہے خصوصا

جہان وہ نقشہ بھی معمولی نہو بلکہ نادر و بدیع شکل پیدا ہو اور مصنف کے اس شعر مین دونون

خوبیان جمع ہین۔

فریاد کی کوئی لے نہین ہے   نالہ پابند نے نہین ہے

یعنے جو بات کہ دل سے ہوتی ہے اثر اوسی مین ہے اور اوسے صناعت و تصنع سے

کچھہ لگاؤ نہین ہوتا۔

کیون بوتے ہین باغبان تونبے   گر باغ گدائے مے نہین ہے

انہین تونبون سے کشکول گدا اور کدو سے شراب بنتا ہے غرض کہ باغ ان تونبون

کو کشکول بنا کر گدائی کرتا ہے اور شراب بھیک مین ملتی ہے

ہر چند ہر ایک شئے مین تو ہے   پر تجھسی کوئی شئے نہین ہے

(سی) معنی تشبیہ کے لئے ہے یعنے تو تشبیہ جسمانیات سے منزہ ہے۔ سی کی ی

جس جگہہ واقع ہوئی ہے یہ مقام حرف متحرک کا ہے یعنے مفعول مفاعلن فعولن مین

مفاعلن کے میم کی جگہہ ی واقع ہوئی ہے اور ی ساکن ہے تو گویا کہ مفاعلن کے میم کو

مصنف نے ساکن کر لیا ہے یعنے مفعول مفاعلن کے بدلے مفعولم فاعلن اب ہوگیا ہی

جسے مفعولن فاعلن سمجھنا چاہیئے یہ زحاف گو اردو و فارسی مین نامانوس معلوم ہوتا ہے

مگر سب لایا کرتے ہین۔ نسیم لکھنوی کی مثنوی اسی وزن مین ہے اور جابجا اس زحاف

کو لائے ہین ع۔ کحال پیر دیرین ہو عیسی کی نہین جسنے آنکھین دیکھین۔

ہان کھائیو مت فریب ہستی   ہر چند کہین کہ ہے نہین ہے

ہان ہان کہین دھوکا نہ کھانا کوئی کہے نہ ماننا نہین تو ایسے طلسم اوہام مین پہنسے گا کہ

کہ جلوۂ حقیقت سے محروم رہیگا یہ سارا شعر انشائے تحذیر کے لئے ہے۔

شادی سے گذر کہ غم نہووے　　اردی جو نہو تو دے نہین ہے

یعنے اگر اپنے تئین نشاط بہار کا خوگر نہ کر تو غم خزان بھی پھر نہو۔

کیون رد قدح کرے ہے زاہد　　مے ہے یہ مگس کی قے نہین ہے

اے زاہد قدح شراب کو رد نہ کر یہ سارنگ مکھی کی قے نہین ہے جسے تو بڑی نعمت سمجھتا ہے۔

ہستی ہے نہ کچھہ عدم ہے۔ غالب　　آخر تو کیا ہے اے نہین ہے

عجب شوخی کی ہے اس شعر مین لفظ (نہین ہے) کو نام بنا لیا ہے۔ کہتے ہین نہ تو ہستی محض ہے مثل واجب کے نہ تو عدم بحت ہے مثل ممتنع کے یعنے تو ہے بھی ہے اور نہین بھی ہے تو تیرا نام (نہین ہے) رکہنا چاہیئے۔

نہ پوچھہ نسخۂ مرہم جراحت دل کا　　کہ اوسمین ریزۂ الماس جزو اعظم ہے

اور باقی اجزا نمک ہی اور مشک ہی یعنے جن چیزون سے زخم اور بڑہجاے۔

بہت دنون مین تغافل نے تیرے پیدا کی　　وہ اک نگہ کہ بظاہر نگاہ سے کم ہے

بڑا حسن اس شعر کا یہ ہے کہ معشوق کے تغافل کی تصویر دکھادی ہے دوسرا لطف یہ ہے کہ ایک نگاہ مین التفضیل کہ نگاہ اور نگاہ سے کم ہونا اسکے علاوہ ایک لطیفہ بھی ہے یعنے نگہ کم ہے نگاہ سے کہ اسمین الف ہی اور اوسمین نہین ہے۔

ہم رشک کو اپنے بھی گوارا نہین کرتے　　مرتے ہین ولے اونکی تمنا نہین کرتے

یعنے جسطرح انتہائے بخل کا مرتبہ یہ ہے کہ بخیل خود بھی اپنی دولت سے محروم رہتا ہے وہی حال انتہائے رشک کا ہے کہ تمنائے وصل کرتے ہوئے اپنے اوپر آپ رشک آتا ہے۔

درپردہ اونھین غیر سے ہے ربط نہانی　　ظاہر کا یہ پردہ ہے کہ پردا نہین کرتے

یعنے اونکا مجھپر یہ ظاہر کرنا کہ فلان شخص سے ہم پردہ نہین کرتے یہ ظاہر کا پردہ ہے درحقیقت اوس سے ربط نہانی ہے ورنہ پردہ نہ کرنے کا کیا باعث دوسرا پہلو پردہ نہ کرنے کا یہ ہے کہ اخفا نہین کرتے یعنے کسی بات کے چھپانے کی ہمین عادت نہین۔

یہ باعث نومیدی ارباب ہوس ہے　　غالب کو برا کہتے ہو اچھا نہین کرتے

یعنے غالب تو عاشق تھا جب اوسکو برا کہا تو رقیب بلہوس کو پھر کیا تمنے امید رہیگی۔

خط پیالہ سراسر نگاہ گلچین ہے — رہی ہے بادۂ تیرے لب سے کسب رنگ فروغ

یعنے لب تیرا پھول ہے اور بادہ گلچین ہے اور خط ساغر نگاہ گلچین ہے اور لفظ سراسر برائے

بیت ہے

کبھی تو اس دل شوریدہ کی بھی داد ملے — کہ ایک عمر سے حسرت پرست بالین ہے

ایک عمر سے حسرت پرست بالین ہونا دو معنے رکھتا ہے ایک تو یہ کہ مدت سے بالین پر

سر رکھنے کی حسرت ہی دوسرے یہ کہ ایسی ناتوانی ہے کہ بالین سے سر نہین اوٹھ سکتا اور

اسصورت مین عجب نہین کہ دل کا لفظ غلط کاتب ہوا ور مصنف نے سر شوریدہ کہا ہو

مگر معنی شعر ہر طرح سے ظاہر ہین۔

بجا ہے گر نہ سنے نالہاے بلبل زار — کہ گوش گل نم شبنم سے پنبہ آگین ہے

گل کو کان سے تشبیہ دیا کرتے ہین اور جب اوسپر شبنم ہوئی تو گویا کان مین روئی رکھ لی

پھر نالہ بلبل کو کیونکر سنے۔ یہ شعر بھی اوسی قسم کا ہے جیسا شعر آگے گزر چکا ہے

سبد گل کے تلے بند کرے ہے گلچین — مژدہ اے مرغ کہ گلزار مین صیاد نہین

اور بات یہ ہے کہ گل و بلبل و شمع و پروانہ وغیرہ کا ذکر شعر مین جبھی تک حسن دیتا ہے

جب کوئی تمثیل کا پہلو اوسمین صاف نکلے جیسے حزین کہتے ہین ؎

اے واے بر اسیری کز یاد رفتہ باشد — در دام ماندہ باشد صیاد رفتہ باشد

یا جیسے یہ شعر ہے ؎

گھر کو چھوڑے ہوئے مدت ہوئی صیاد مجھے — کس چمن مین تھا نشیمن یہ نہین یاد مجھے

یا جیسے ؎

پھونک دے برق اوجاڑ دے گلچین — اب غرض کیا ہے آشیانہ سے

لیکن جہان تمثیل صاف نہ نکلے اور یہ معلوم ہو کہ فقط گل و بلبل ہی کا حال بیان کرنا مقصود

شعر ہے وہ شعر بے مزہ ہوتا ہے جیسے ؎

قفس کو شام سے لٹکا کے فرش خواب کے پاس — سنا کیا مری تا صبح داستان صیاد

اور مصنف کے یہ دونون شعر بھی اسی قسم کے ہین۔ جرأت کہتے ہین ؎

ذرا تو اپنے اسیرونکی لے خبر صیاد — قفس مین کیسے ترستے ہین آب و دانے کو

آتش کہتا ہے ؎

گستاخ بہت شمع سے پروانہ ہوا ہے		موت آئی ہے سر چڑھتا ہے دیوانہ ہوا ہے

لیکن اکثر کلام مصر کا اس بے لطفی سے پاک ہے برخلاف اکثر شعرا کے کہ زیادہ تر ان کے کلام میں ایسے ہی شعر ہوتے ہیں۔

سدھی نزع میں چل بیوفا برای خدا		مقام ترک حجاب و وداع تمکین ہے

یعنے اگر حجاب آتا ہے تو ایسے وقت میں حجاب کو ترک کر اور اگر تمکین وو قار مانع ہے تو اسوقت اوسے بھی رخصت کر۔

کیوں نہو چشم بتان محو تغافل کیوں نہو		یعنے اس بیمار کو نظارہ سے پرہیز ہے

اس بیمار کو یعنے چشم بتان کو۔ ایک بات یہ بھی یہاں غور کرنے کی ہے کہ لفظ تغافل پر مطلب تمام ہوگیا تھا مگر مصرع تمام ہونے میں کچھ بڑھانے کی ضرورت تھی اور ایسی ضرورت پر جو لفظ بڑھائے جاتے ہیں وہ اکثر بھرتی کے بے مزہ ہوتے ہیں مثلاً کوئی کم مشق ہوتا وہ یہاں پر (ہر گھڑی) کا لفظ یا (رات دن) کا لفظ یا (ہمنشین) وغیرہ کہدیتا اور یہ لفظ گودڑ کی طرح بھری ہوئے بدنما معلوم ہوتے لیکن مصنف نے کس خوبی سے مصرع کو پورا کیا یعنی (کیوں نہو) کو مکرر لے آئے اور اس سے اور حسن بڑھگیا۔

مرتے مرتے دیکھنے کی آرزو رہجائیگی		وائے ناکامی کہ اوس کافر کا خنجر تیز ہے

کاش کہ اسکے بہرے قتل کے لئے کند چھری ہوتی کہ جتنی دیر میں گلا کٹتا اوتنی دیر تو میں اوسے دیکھ لیتا یہ کہا ہوا مضمون ہے۔

عارض گل دیکھ روے یار یاد آیا اسد		جوشش فصل بہاری اشتیاق انگیز ہے

دیکھ کر کے مقام پر دیکھہ کہنا نظم میں درست ہے لیکن عجز شاعر معلوم ہوتا ہے۔

دیا ہے دل اگر اوسکو بشر ہے کیا کہئے		ہوا رقیب تو ہو نامہ بر ہے کیا کہئے

نامہ بر نے جب معشوق کو دیکھا تو وہ بھی رقیب ہوگیا یہ حال سنکر یہ کہتے ہیں۔ دیا ہے دل اگر الخ غرض اس بیان سے معشوق کی تعریف ہے جو بالتزام نکلتی ہے یعنے ایک اپنا دلسوز و چارہ جو نامہ لیکر گیا مگر اوسے دیکھکر دل ہاتھ سے جاتا رہا اب وہ بھی رقیب بنا اس سے حسن کی دلفریبی بالتزام نکلتی ہے۔

یہ ضد کہ آج نہ آوے اور آئے بن نہ رہے قضا سے شکوہ ہمیں کسقدر ہے کیا کہیے

اللہ اکبر یہ ضد اجل کو کہ آئیگی ضرور مگر آج نہیں آتی پھر کیونکر شکایت نہ کیجیے

رہے ہے یوں گہہ و بیگہہ کہ کوئی دوست کو اب اگر نہ کہیے کہ دشمن کا گھر ہے کیا کہیے

وقت بیوقت جب دیکھو رقیب کوے یار مین موجود ہے گویا اوسکی گلی کو اس نے

گھر بنالیا ہے۔

زہے کرشمہ کہ یون دے رکھا ہے ہمکو فریب کہ بن کہے ہی انہیں سب خبر ہے کیا کہیے

یعنے میرے ساتھ اوسکا کرشمہ و اشارہ ایسا ہے کہ مین دھوکے مین آگیا ہون اور دھوکے

کا بیان دوسرے مصرع مین ہے یعنے میرے دل مین یہ بات آگئی ہے کہ بے کہے ہوئے

اونھین میری محبت کی سب خبر ہے کچھہ کہنے کی ضرورت نہین۔

سمجھ کے کرتے ہین بازار مین وہ پرسش حال کہ یہ کہے کہ سر رہگزر ہے کیا کہیے

خوبی اس شعر مین یہ ہے کہ معشوق کے عیار و شوخ طبع ہونے پر شاہد ہے۔

تمھین نہین ہے سر رشتۂ وفا کا خیال ہمارے ہاتھہ مین کچھہ ہے مگر ہے کیا کہیے

اس شعر کا انداز بندش بھی نیا اور مضمون بھی تازہ ہے۔ تازگی مضمون تو یہ ہے کہ سر رشتۂ

وفا کو ایک محسوس شے فرض کر لیا ہے کہ معشوق سے پوچھتے ہین کہ ہماری مٹھی مین

بتاؤ کیا ہے اور بندش کی جدت یہ ہے کہ پوچھتے بھی ہین کہ مٹھی مین کیا ہے اور پھر چیز

مٹھی مین ہے اوسکا نام بھی لے دیا یعنے ہمارے ہاتھہ مین کچھہ ہے۔ مگر کیا ہے یہ تم

بتاؤ کہ تمکو سر رشتۂ وفا کا خیال نہین۔

اونھین سوال پہ زعم جنون ہے کیون لڑیے ہمین جواب سے قطع نظر ہے کیا کہیے

زعم جنون سے یہ مراد ہے کہ میرے سوال پر وہ یہ کہتے ہین کہ تجھے جنون ہوا ہے اور قطع نظر

سے یہ مراد ہے کہ اونکی اس بات کا مین کیا جواب دون۔ یہ مضمون خوبی شعر کا سبب

نہین ہے بلکہ دونون مصرعون کی بندش مین ترکیب کے متشابہ ہونے نے شعر مین حسن پیدا کیا

حسد سزای کمال سخن ہے کیا کیجے ستم بہای متاع ہنر ہے کیا کہیے

اس شعر مین بھی حسن فقط تشابہ ترکیب و ترصیع کے سبب سے ہے کیا کیجے اور کیا کہیے تو اخر آنے

کے مقام پر کہتے ہین۔

کہا ہے کسنے کہ غالب برا نہین لیکن سوای اسکے کہ آشفتہ سر ہے کیا کہیے

یعنی چھوڑ دلوانہ ہوا اوسکا کہنا ہی کیا۔ سوا عربی لفظ ہے اور الف مقصورہ ہے اضافت کی حالت
مین فارسی والی اسمین ی بڑہاتے ہین اور اردو مین لفظ سوا اور مع عامیانہ محاورہ مین
اکثر باضافت بولتے ہین اور پھر مضاف الیہ مین کے بھی لگاتے ہین کہتے ہین سوائے
خدا کے کون ہے اور مع عیال کے روانہ ہوا لیکن جو لوگ لکھے پڑہے ہین وہ یون کہتے ہین
کہ سوا خدا کے کون ہے اور مع عیال روانہ ہوا۔ مصنف مرحوم نے یہان عام محاورہ کے
موافق لفظ سوا کو اضافت دی ہے اور پھر ہندی لفظ کیطرف اضافت دی ہے اور
مضاف الیہ مین کے بھی لگایا ہے یہ بالغز قلم ہے اسیطرح ایک خط مین لکھتے ہین بیڑی
کوزا و پیہ زندان مین چھوڑ مع دونون ہتکڑیون کے بہاگا اور اپنے نام کا خط مع اون اشعار
کے یوسف علی کے حوالہ کیا۔

دیکھکر در پردہ گرم دامن افشانی مجھے — کر گئی وابستۂ تن میری عریانی مجھے

اس شعر مین مضمون تصوف ہے عریانی استعارہ ہے تجرد سے اور دامن افشانی تنفس سے
یعنے مین مجرد تھا مجھے جسمانیات سے کوئی علاقہ نہ تھا لیکن مجھے سرگرم دامن افشانی دیکھکر
میرا تجرد مجھے وابستہ جسم کر کے رخصت ہوا یعنے عالم اجسام کی نفس شماری مین مجھے
محو و سرگرم دیکھکر تجرد نے زندان بدن مین مجھے چھوڑ دیا اور آپ رخصت ہو گیا یعنے
جیسے دامن افشانی کا شوق ہوا اوسکو تجرد و عریانی سے کیا واسطہ۔ در پردہ کے لفظ مین
یہ رعایت رکھی ہے کہ تنفس بھی حجاب صدر سے تعلق رکھتا ہے۔ غرض مصنف کی یہی ہے
جو بیان ہوئی لیکن اسکی معنے مین الجھن اور گتھی پڑ گئی ہے وہ یہ کہ سرگرم دامن افشانی
ہونے کے بعد عریانی کا رخصت ہونا کیا معنی۔ دامن کے ساتھ عریانی جمع نہین ہو سکتی
نہ کہ دامن افشانی بھی ہو۔

بن گیا تیغ نگاہِ یار کا سنگ فسان — مرحبا مین۔ کیا مبارک ہے گرانجانی مجھے

مین ایسا سخت جان ہون کہ تیغ نگاہ کے وار ہوتے جاتے ہین اور جی رہا ہون جیسے
سنگ فسان کہ اوس پر کتنا ہی تلوار کو رگڑو وہ نہین کٹتا۔ دوسرے مصرع مین طعن سے کہتے
ہین کہ آفرین ہے مجھکو میری گران جانی بہت ہی مبارک ہے کہ اسنے تیغ نگاہ یار کا سنگ فسان
تو مجھے بنا دیا۔

کیون نہو بے التفاتی۔ اوسکی خاطر جمع ہے — جانتا ہی محو پرسشہای پنہانی مجھے

پرسشہاے پنہانی سے مطلب مصنف کا یہ ہے کہ کبھی تصور مین آکر اور کبھی خواب مین آکر جو وہ صورت دکھا جاتا ہے یا اوسکی بے التفاتی سے جو حالت میری ہو رہی ہے۔ مین اوسی مین محو ہون اور اسی سے اوسکی خاطر جمع ہے جو التفات نہین کرتا۔ سچ پوچھو تو یہ ہے کہ لفظ پرسشہاے پنہانی سے مصنف کا مطلب جو ہے وہ نہین نکلتا۔

میرے غمخانہ کی قسمت جب رقم ہونے لگی — لکھدیا من جملۂ اسباب ویرانی مجھے

یعنے کاتب تقدیر نے مجھے اپنے گھر کا سبب ویرانی قرار دیا۔

بدگمان ہوتا ہی وہ کافر نہوتا کاشکے — اسقدر ذوق نوای مرغ بستانی مجھے

اوسکے مزاج مین اتنا رشک ہی کہ مجھے جو بلبل کا شوق ہے یہ بھی اوسے نہین گوارا مضمون تو یہ کچھ لطف نہین رکھتا مگر مصنف نے اسی مضمون کو مکرر کہا ہے ایک شعر اوپر گزر چکا ہے

کیا بدگمان ہے مجھسے کہ آئینہ مین مرے — طوطی کا عکس سمجھے ہے زنگار دیکھکر

واے وان بھی شور محشر نے نہ دم لینے دیا — لیگیا تھا گور مین ذوق تن آسانی مجھے

یہ شعر اس زمین مین بیت الغزل ہے خواب لحد سے شور محشر کا جگانا تو مضمون مبتذل ہے جسے بہت لوگ بہت دفعہ کہہ چکے ہین خوبی اس شعر مین یہ ہے کہ گور مین جانے کی توجیہ بہت تازہ ہے یعنے ذوق تن پرستی اس شعر کی جان ہے جس نے مضمون مردہ کو زندہ کردیا اور مصنف کی معجز بیانی پر ایکبات ہدہا سمجھ آیا تن پرستی و آسایش طلبی کی برائی کیا اچھی طرح بیان کی ہے۔

وعدہ آنیکا وفا کیجے یہ کیا انداز ہے — تمنے کیون سونپی ہی میرے گھر کی دربانی مجھے

یعنے تمنے آنیکا جو وعدہ کیا ہے تو مین گھر سے کہین نکل نہین سکتا دربان بنا ہوا بیٹھا ہون یہان کیون سے کیا زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے کیا عجب ہے کاتب کا تصرف ہو۔

ہان نشاط آمد فصل بہاری واہ واہ — پھر ہوا ہی تازہ سودای غزلخوانی مجھے

ہان اے نشاط بہار واہ تیرا کیا کہنا ذرا اور مجھے گرما دے کہ غزل سرائی کرون۔

دی مرے بھائی کو حق نے از سر نو زندگی — میرزا یوسف ہی غالب یوسف ثانی مجھے

یوسف کی زندگی دوبارہ ہوئی گویا دوسرا یوسف ملا۔

یاد ہے شادی میں بھی ہنگامۂ یارب مجھے — سبحۂ زاہد ہوا ہے خندہ زیر لب مجھے

یارب کے معنے فارسی محاورہ میں خدائی دوہائی دینے کے ہیں اور سبحۂ زاہد سے وہ ذکر خفی مراد ہے جو چپکے چپکے ہونٹوں میں کرتے ہیں۔ کہتے ہیں شادی میں بھی مجھے شور یارب نہیں بھولا ہے میرا خندہ زیر لب گویا زاہد کا ذکر خفی ہے۔

ہے کشادِ خاطرِ وابستہ در رہنِ سخن — تھا طلسمِ قفلِ ابجد خانۂ مکتب مجھے

کہتے ہیں میرا مکتب گویا طلسم قفل ابجد تھا یا وہ کارخانہ تھا جہاں قفل ابجد ڈھالے جاتے ہیں کہ میرے دل میں اوس مکتب کے اثر سے قفل ابجد کا خاصہ پیدا ہوا ہے کہ ہمیشہ وابستہ رہتا ہے اور واشد اگر ہوتی ہے تو سخن سے ہوتی ہے جس طرح قفل ابجد کی پھرکیاں جب گھوم کر ایسی وضع پر آتی ہیں کہ اون پر جو حرف لکھے ہوئے ہیں وہ مرتب ہو کر بات بنجاتے تو وہ قفل کھل جاتا ہے اور جب تک وہی بات نہ بنے قفل بند رہتا ہے۔ کلام شعرا کے تتبع سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ کئی چیزیں زیادہ مضمون کا ماخذ ہوا کرتی ہیں قفل ابجد شیشۂ ساعت خط ساغر کباب پیچ گرد باد حباب آسیا وغیرہ اور اکثر اس سے مضمون لطیف پیدا ہوتا ہے۔ اس شعر کی بندش میں بھی فارسیت بیطرح غالب ہوگئی ہے اضافتیں اتنی بُری نہیں معلوم ہوتیں ایک لفظ در رہنے سلاست سخن میں بڑی دراندازی کی ہے مگر ایک عذر مصنف کی طرف سے معقول ہے کہ فارسیت اون پر ایسی غالب تھی کہ اونکی نظر میں اردو و فارسی میں امتیاز باقی نہ رہا تھا اسکے علاوہ بعض اساتذہ نے عربی کو اسیطرح فارسی میں آمیز کیا ہے خواجہ حافظ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ قطعہ۔

رحمان لایموت چو آن بادشاہ را — دید آنچنان کزو عمل خیر لایفوت

جانش غریق رحمت حق کرد تا کند — تاریخ این معاملہ رحمان لایموت

مگر لکھنؤ میں عرصہ سے اس قسم کا خلط متروک ہے اور یہ ترک جا ہے۔

یارب اس آشفتگی کی داد کس سے چاہیئے — رشک آسایش پہ ہے زندانیوں کی اب مجھے

چاہیئے یعنے مانگئے اور اب سے یہ معنے نکلے کہ جب زندان میں تھا تو صحرانوردی کا شوق تھا اب صحرا میں ہوں تو اہل زندان پر رشک ہے۔

طبع ہے مشتاق لذتہائے حسرت کیا کروں — آرزو سے ہے شکست آرزو مطلب مجھے

حسرت کو یہان یاس و حرمان کے معنے پر استعمال کیا ہے کہتے ہیں مجھے حسرت و حرمان

سے ایسا لطف ملتا ہے کہ مین ایذا اسی لئے کرتا ہون کہ وہ قطع ہوجائے اور مجھے لذت حرمان
حاصل ہو - اس شعر مین مطلب کی جگہہ مطلوب محاورہ ہے یہ دونون لفظ اردو کے محاورہ مین
اصطلاح بولتے ہین کہ (کو) کے ساتھہ مطلوب کہتے ہین اور (کا) کے ساتھہ مطلب مثلاً
اوسکو یہ مطلوب ہو اور اوسکا یہ مطلب ہو اور اس شعر مین جیسے کا لفظ مجھکو کے معنے
پر ہے یعنے اسمین ی (کو) کے عوض کی ہے یعنے مجھکو شکست آرزو مطلوب ہو اور مصنف
نے مطلوب کی جگہہ پر مطلب باندھا ہے غرض کہ ردیف ربط نہین کہاتی یون ہونا چاہیے تھا
مجھے آرزو سے ہے شکست آرزو مطلب مرا - آتش نے بھی ایسا کیا ہے ؎

دہن زخم کشتگان سے ہے | میرے قاتل کو مرحبا مطلب

دل لگا کر آپ بھی غالب مجھی سے ہوگئے | عشق سے آتے تھے مانع میرزا صاحب مجھے

آپ بھی یعنے وہ خود بھی - آپ یہان محل خطاب مین نہین ہے - میرزا صاحب طعن سے
غالب کو کہا ہے - یہان مصنف نے صاحب کو مطلب کا قافیہ عام محاورہ کی بنا پر کیا ہے
کہ محاورہ مین ح کو مفتوح بول جاتے ہین اگر کوئی کہے کہ عربی و فارسی لفظون مین محاورہ عام
کا تتبع کرنا خطا ہے نہین تو یہ مصرع بھی درست ہوجائیگا - ؏ سخت دل کو اپنے نرم کیجئے -
تو اسکا جواب یہ ہے کہ اس شعر کو مصنف نے اپنا قول نہین قرار دیا ہے بلکہ دوسرے شخص
کی زبانی ہے اور شوخی یہ کی ہے کہ اوسکا کلام بعینہ نقل کردیا ہے ورنہ غالب پر یہ گمان کرنا
کہ لفظ صاحب کی کسرہ سے ناواقف تھے خطا ہے البتہ فارسی دیوان مین یہ شعر مصنف کا ؎

نامہ بنازد بخویش کز اثر فیض مدح | نقطہ زبس روشنی تابش نیر گرفت

اختر گرفت و انگاہ گرفت کی زمین مین کوئی تاویل عیب اقوا سے بری ہونے کی نہین کہتا
اس سبب سے کہ اور سب قافیون مین حرکت توجیہ زبر ہے اور نیر مین زیر ہے اساتذہ اہل
زبان جو عربی دان گزرے ہین اونسے یہ ایسا دھوکا ہوجائے ممکن نہین ہان جو زبان عربی
سے ناآشنا ہین اگر اونکے کلام مین نیر کہین اختر کے ساتھہ آبھی گیا ہو تو قابل استناد
نہین ہوسکتا اس سبب سے کہ عربی لفظ مین عجم کا تصرف نامقبول ہے سوا چند محاورون کے
کہ وہان حکم عجمہ پیدا ہوگیا ہے جیسے کافر ہے -

حضور شاہ مین اہل سخن کی آزمائش ہے | چمن مین خوش نوایان چمن کی آزمائش ہے

جس مشاعرے مین یہ غزل مصنف نے پڑھی ہے بادشاہ اوسمین شریک تھے ۔

قد و گیسو مین قیس و کوہکن کی آزمایش ہے — جہان ہم ہین وہان دار و رسن کی آزمایش ہے

یعنے فرہاد و مجنون کے لئے جو کچھ فتنہ و بلا ہے وہ لیلی و شیرین کا قد و گیسو ہے لیکن ہمین ایسے ظالم سے سابقہ پڑا ہے جو دار پر کھینچتا ہے عشق قامت کی سزا مین اور سودائے زلف کے بدلے مین پھانسی دیتا ہے ۔

کرینگے کوہکن کے حوصلہ کا امتحان آخر — ہنوز اوس خستہ کی نیروی تن کی آزمایش ہے

یعنے ابھی تو اوسکے دست و بازو کا امتحان ہے کہ دیکھین جوئے شیر بنا سکتا ہی کہ نہین اوسکا دل دیکھنے کا وقت جب آئیگا جب ایک پیرزال آکر شیرین کی خبر مرگ سنائیگی جب دیکھین گے کہ اس غم کی برداشت کرتا ہے یا سر پھوڑ کر مرتا ہے ۔ اس شعر مین کوہکن پر طعن ہے کہ کم حوصلہ تھا دل کچھہ نرکھتا تھا صدمہ نہ اوٹھا سکا جان دیکر میدان عشق سے بھاگ کھڑا ہوا ۔

نسیم مصر کو کیا پیر کنعان کی ہواخواہی — اوسے یوسف کی بوئے پیرہن کی آزمایش ہے

اس شعر مین بھی تلمیح ہے اس قصہ کیطرف جو مشہور ہے کہ یعقوب نے کوسون سے بوئے پیراہن یوسف کو پہچان لیا تھا ۔

وہ آیا بزم مین دیکھو نہ کہیو پھر کہ غافل تھے — شکیب و صبر اہل انجمن کی آزمایش ہے

جیسا مصرع مصنف نے یہان لگایا ادیب کی نظر مین مردہ کو زندہ کر دینے سے یہ کم نہین ہے مضمون اصل مین مردہ ہے فقط مصرع لگا کر اوسمین جان ڈالدی یہ وہی مضمون ہے جو کروڑ دفعہ باندھا گیا ہے کہ معشوق کے دیکھنے سے شکیب و صبر نہین باقی رہتا ہے مصرع جو لگایا ہے اوسکے تین ٹکڑے کرو (وہ آیا بزم مین) جیسے کہتے ہین وہ چاند ہوا ۔ (دیکھو) یعنے ہشیار ہو جاؤ دلون کو سنبھال لو (نہ کہیو پھر کہ غافل تھے) یہ جملہ بھی وہی معنی رکھتا ہے جو دیکھو کی لفظ مین ہین یعنے یہ جملہ اوس جملہ کی تاکید ہے اور حسن شعر مین اسی تاکید سے بہت پیدا ہو گیا ہے اور وہ کے اشارہ سے ۔

رہے دل ہی مین تیر اچھا جگر کے پار ہو بہتر — غرض شست بت ناوک فگن کی آزمایش ہے

یعنے ان دو دلستانون مین سے کوئی نہ کوئی ضرور اوٹھے ۔

نہین کچھ سبحہ و زنار کے پھندے مین گیرائی — وفاداری مین شیخ و برہمن کی آزمایش ہے

شیخ کو تسبیح سے اور برہمن کو زنار سے جو تعلق ہے تو یہ نہ سمجھو کہ وہ ان پھندون سے نکل نہین سکتے بلکہ یہ دیکھنا ہے کہ کب تک اس وضع کو نباہتے ہین۔

پارہ ای دل وابستہ بیتابی سے کیا حاصل مگر پھر تاب زلف پرشکن کی آزمایش ہے

شاید پھر تو زلف کے پھندون کا مزا چکھا چاہتا ہے جو تڑپ رہا ہے بس یون ہی بندھا پڑا رہ ایسا نہو کہ تیرے تڑپنے سے پھندے اور زیادہ کس جائین۔

رگ و پی مین جب اوترے زہر غم تب دیکھیے کیا ہو ابھی تو تلخی کام و دہن کی آزمایش ہے

یعنے آغاز عشق ایسا سخت ہے تو انجام اسکا نجانے کیا ہوگا۔

وہ آوینگے مرے گھر وعدہ کیسا دیکھنا غالب نئے فتنون مین اب چرخ کہن کی آزمایش ہے

(وہ آئین گے مرے گھر) یعنے وہ بھلا کیا آئین گے (وعدہ کیسا) یعنے وعدہ کا اونہین کب خیال ہے۔ اب ہمین یہ دیکھنا ہے کہ کس کس نئی مصیبت مین فلک مبتلا کرتا ہے یعنے اونکے نہ آنے سے اور وعدہ خلافی کرنے سے دیکھین آسمان کیا دن ہمین دکھاتا ہے۔

کبھی نیکی بھی اوسکے جی مین گر آجائی ہے مجھسے جفائین کر کے اپنی یاد شرما جائی ہے مجھسے

یعنے میرے لئے یون ہی خرابی ہے کہ وہ مارے ندامت کے منہہ نہین اب دکھلاتا۔

خدایا جذبۂ دل کی مگر تاثیر اولٹی ہے کہ جتنا کھینچتا ہون اور کھنچتا جائی ہے مجھسے

کھنچنے کے معنے آزردگی اور خفگی کے ہین یعنے جتنا مین اوسے جذب دل سے کھینچتا ہون اوتنا ہی وہ آزردہ ہوتا ہے۔

وہ بدخو اور میری داستان عشق طولانی عبارت مختصر قاصد بھی گھبرا جائی ہے مجھسے

وہ سے معشوق مراد ہے اور عبارت مختصر اور قصہ مختصر الغرض کے مقام پر بولتے ہین یعنے جب قاصد گھبرا جاتا ہے تو معشوق بدخو بھلا یہ داستان کیا سُنے گا۔

اودہر وہ بدگمانی ہے ادہر یہ ناتوانی ہے نہ پوچھا جائی ہے اوس سے نہ بولا جائی ہے مجھسے

یعنے وہ بدگمانی سے میرے دعوۓ محبت کو جھوٹا سمجھتا ہے اس سے پوچھتا نہین اور مین بیماری محبت مین ناتوان ہون اس سے بولا نہین جاتا اس شعر مین ترکیب کے تناسب اور الفاظ کے تقابل سے حسن بہت پیدا ہو گیا ہے۔

سنبھلنے دے مجھے ای ناامیدی کیا قیامت ہے کہ دامان خیال یار چھوٹا جائی ہے مجھسے

خیال یار کا دامن میرے دل کے ہاتھ مین تہا ناامیدی نے ایسا گرایا کہ وہ دامن ہاتھ سے چھوٹا جاتا ہے یعنے ناامیدی کے سبب سے اوسکا خیال دل سے نکلا جاتا ہے۔

تکلف برطرف نظارگی مین بھی سہی لیکن — وہ دیکھا جائی کب یہ ظلم دیکھا جائی ہی مجھسے

نظارگی کے معنے دیکھنے والے کے ہین یعنے اوسکے دیکھنے والون مین مین بھی شامل ہوا تو کیا یہ ظلم مجھسے کب دیکھا جائیگا کہ وہ دیکھا جائے یعنے اغیار اوسے دیکھین یہ مجھے کب گوارا ہی۔

ہوئے ہین پاؤن ہی پہلے نبرد عشق مین زخمی — نہ بھاگا جائی ہی مجھسے نہ ٹہیرا جائی ہی مجھسے

نبرد ایسی سخت کہ ٹہیرنا مشکل ہے اور پانون ایسے زخمی کہ بھاگنا دشوار ہے۔

قیامت ہے کہ ہووے مدعی کا ہمسفر غالب — وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائی ہی مجھسے

جس کافر کو رخصت کرتے وقت رشک کے مارے میرے منہ سے یہ نہین نکلتا کہ تجھے خدا کو سونپا قیامت ہی کہ وہ مدعی کا ہمسفر ہے اس شعر مین جس مقام پر مصنف نے (نہ) کہا ہے یہان (نہین) کہنا چاہیئے تہا یا (ہے) کو ترک کیا ہوتا اس سبب سے کہ (نہ) کے ساتھ فعل منفی مین (ہی) بولنا خلاف محاورہ ہے اور قدیم اردو مین بھی ایسا نہین دیکھنے مین آیا مثلاً (مجھسے مارے خوف کے نہ بولا جاتا ہے) غلط ہے اور (نہین بولا جاتا ہے) صحیح ہے ہان جہان (نہ) علاوہ عطف کے لئے ہو وہان (ہے) کے ساتھ جمع کرنا درست ہی جیسے نہ پوچھا جاتا ہے اوس سے نہ بولا جائے ہے مجھسے۔ یا جیسے۔ نہ بھاگا جائے ہے مجھسے نہ ٹہیرا جائے ہے مجھسے۔ اور عطف کے مقام پر (نہین) کا کہنا خلاف محاورہ ہے مثلاً نہین بھاگا جاتا ہے مجھسے نہین ٹہیرا جاتا ہی مجھسے غلط ہے۔ اور نہ کے ساتھ ہے کا جمع کرنا اس سبب سے غلط ہے کہ ایسے مقام پر نہین محاورہ مین ہے اور نہین نہ اور ہے فعل ناقص سے مرکب ہے اور نہین کے ساتھ جب ہے بولتے ہین تو وہ فعل تام ہوتا ہے۔

زبسکہ مشق تماشا جنون علامت ہے — کشاد و بست مژہ سیلی ندامت ہے

تماشائے دنیا مین مصروف رہنا علامت جنون وا فرہنگ ہو وہ ہے اسی سبب سے ہر وقت تماشا پلکون کا کہلنا اور بند ہونا سیلی ندامت کا پڑتا ہے۔

نجانون کیونکہ مٹی داغ طعن بدعہدی — تجھے کہ آئینہ بھی ورطۂ ملامت ہے

مجہاننے بدعہدی کا دھبہ کس پانی سے چھوٹے گا تجھے تو آب آئینہ بھی ورطۂ ملامت ہی کہ آئینہ

غیرون ہی کے دکھلانیکے لئے بناؤ ہوتا ہے جو عین بدعہدی ہے۔ اس شعر مین کہ کی جگہ تو ہونا چاہیئے تھا اور مطلب بھی اچھی طرح نہین ادا ہوتا۔

پیچ و تاب ہوس سلک عافیت مت توڑ — نگاہ عجز سر رشتۂ سلامت ہے

عافیت ایک سلک ہے جسکے لئے ہوس بل ہے اور گتھی ہے جس سے سلک کی ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہے یعنے ہوس انسان کو ہوئی اور عافیت گئی اور نگاہ عجز یعنے ترک ہوس سلامتی کا تاگہ ہے

وفا مقابل و دعوائے عشق بے بنیاد — جنون ساختہ و فصل گل قیامت ہے

کہتے ہین معشوق تو وفا پر آمادہ ہوا اور دعوے عشق جھوٹھا ہو یہ بڑا ستم ہے۔ دوسرے مصرع مین اس کی تمثیل ہے کہ بہار تو سچ مچ آئی ہوا اور جنون مین بناوٹ ہو یہ قیامت ہی مقصود اس سے رقیب پر طعن ہے۔

لاغر اتنا ہون کہ گر تو بزم مین جا دی مجھے — میرا ذمہ دیکھکر گر کوئی بتلا دی مجھے

لاغری کے سبب سے مین کسیکو دکھائی نہ دونگا کوئی مجھے بتلائے گا کیا۔

کیا تعجب ہے کہ اوسکو دیکھکر آجائے رحم — وان تلک کوئی کسی حیلہ سے پہنچا دی مجھے

اس شعر سے یہ معنی بھی نکلے کہ بہت ہی اسکا حال غیر ہے اور نہایت ہی وہان تک پہونچنا مشکل ہے اور اوسکو دیکھکر آجائے رحم اسکے معنے یہ ہین کہ مجھکو دیکھکر اوسکو آجائے رحم۔

منہہ نہ دکھلاوے نہ دکھلا۔ پر باندازِ عتاب — کھول کر پردہ ذرا آنکھین ہی دکھلا دی مجھے

یعنے تو منہہ نہین دکھاتا نہ دکھا ذرا پردہ سرکا کر خفگی سے آنکھ تو دکھا دے اور آنکھ دکھانا محاورہ ہے خفا ہونے کے معنے پر۔ مصرعے نے آنکھین دکھانا بصیغہ جمع باندھا ہے مگر فصیح وہی ہے کہ آنکھ دکھانا کہین بافراد۔

یان تلک میری گرفتاری سے وہ خوش ہے کہ مین — زلف گر بنجاؤن تو شانہ مین الجھا دی مجھے

یعنی انتہائے گرفتاری یہ ہے کہ مین اوسکی زلف بنجاؤن مگر وہ اسپر بھی اکتفا نہ کرے شانہ سے مجھے اولجھا دے۔

بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے — ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے

یعنی حادثات دنیا کا میرے دل پر کچھہ اثر نہین ہوتا اوسے تماشا سمجھتا ہون۔

اک کھیل ہے اورنگِ سلیمان مرے نزدیک — اک بات ہے اعجازِ مسیحا مرے آگے

یعنی دنیا اور اہل دنیا کا اقبال وکمال میری نظر مین ہیچ ہے - دوسرے مصرع مین (بات
کی لفظ نے دوہرا لطف دیا -

جز نام نہین صورتِ عالم مجھے منظور — جز وہم نہین ہستیٔ اشیا مرے آگے

یعنی عالم کا نام ہی نام ہے صورت اوسکی مرئی ومبصر نہین یہ فلسفہ اور تصوف کا غریب مسئلہ
ہے کہ اجسام بھی بذاتہا محسوس نہین ہین مفصل تقریر یہ ہے کہ اگر ذات باری تعالی کے سوا کسی
شے کو موجود سمجہین تو وہ موجودات یا تو مجردات ہین جیسے نفوس یا ملایک وغیرہ اور یا اجسام
ہین جیسے اپنے زعم مین ہم سمجہے ہوئے ہین کہ ہم دیکھ رہے ہین مثلاً پہاڑ اور یا نفوس و اجسام
کے اعراض ہین مثلاً نفس کا علم وارادہ اور جسم کا رنگ و شکل - ان سب چیزون مین مجردات
اور اونکے اعراض کا نا محسوس ہونا تو بہت ظاہر ہے اب وہی اجسام اور اونکے اعراض
تو اجسام محسوس نہین ہین اگر محسوس ہین تو اعراض محسوس ہین مثلاً پہاڑ مین جس چیز کو ہم
جسم کوہ اور ذات کوہ کہتے ہین اور جسے بذاتہ قایم سمجھتے ہین وہی چیز ہمین نہین دکھائی دیتی
دکھائی کیا دیتا ہے کہ پہاڑ کا رنگ اور اوسی رنگ کی چوڑان اور لمبان اور پھیلاؤ اور یہ ظاہر
ہے کہ رنگ ذات سے زائد و خارج ہے رنگ بدلنے سے گرگٹ نہین بدل جاتا اور رنگ کیلئے
قیام ذاتی نہین ہے بلکہ اسکی ہستی جسم کے ضمن مین ہے اگر جسم نہو تو رنگ کا وجود ہو ہی نہین
سکتا غرض کہ آنکھ سے رنگ کی سوا کچھہ دکھائی نہین دیتا اور روشنی کو بھی ایک قسم رنگ کی
پہلے سمجھتے تھے اور اب فلاسفہ یورپ نے اس بات کو ثابت کردیا کہ رنگ جسے تم سمجھتے ہو کہ دکھائی
دیتا ہے یہ اصل مین ایک نوع کی روشنی ہے اور روشنی ایک قسم کا تموج وارتعاش ہے اور کچھہ بھی
نہین - اسیطرح صدا جسے ہم سمجھتے ہین کہ سنائی دیتی ہے وہ بھی ہوا کا ارتعاش ہے اوسکی ہستی
بھی ضمن غیر مین ہے اور وہ ہوا کی ذات کے علاوہ ہے - یا حس لمس سے ہم یہ سمجھتے ہین کہ ہوا
محسوس ہے یہ دھوکا ہے اوسکی خنکی محسوس ہوتی ہے اور خنکی ہوا کی ذات سی الگ ہی اور اوسکا
وجود بھی غیر مستقل ہے اسیطرح چھونے سے نرمی سختی ملاست خشونت جو کچھہ محسوس ہوتی ہے یہ
جسم کی ذات نہین ہے - اسی قیاس پر بو و ذائقہ کو بھی سمجھہ لو - حاصل یہ ہوا کہ باتفاق تمام صوفیہ
و فلاسفہ عالم اجسام ہرگز محسوس نہین ہے ہان اوسکے کچھہ اعراض و آثار محسوس ہین لیکن یہان
سے فلاسفہ و صوفیہ کی راہ بدل گئی فلاسفہ یہ کہتے ہین کہ اعراض کے لئے ایک قسم کی ہستی ہے

گو وہ قایم بالغیر سہی اور صوفیہ کہتے ہین کہ یہ محض اعتبارات و اوہام ہین بس دریا ہی دریا ہی موج و حباب کی تفصیل ذہن کے اوہام مین سے ہے جیسے فلک کے لئے فوقیت اور ارض کیواسطے تحتیت ذہن نے اختراع کر لی ہے ورنہ فلک و ارض کے سوا فوقیت و تحتیت کوئی ہستی نہین رکہتی اور اسیطرح سب فلاسفہ بہی قایل ہین کہ ذہن انتزاعات و اضافات کو بہی موجود سمجہتا ہے خلاصہ یہ کہ فلاسفہ کی راے مین چند اعراض کے سوا محسوس و مشاہد کچہہ نہین ہے اور یہ اعراض بہی بذاتہا قیام و وجود سے عاری ہین اور صوفیہ کہتے ہین کہ انکے لئے جسقدر ہستی کے تم قایل ہو یہ بہی محض وہم ہے انکے نزدیک عالم کی اصل یہ ہے کہ وحدت متحیز ہوئی نقطہ پیدا ہوا نقطہ متحرک ہوا خط پیدا ہوا خط کی حرکت سے سطح اور سطح کے تموج سے عالم اجسام ظاہر ہوا اور اس قسم کا عالم محض وہمی چیز ہے - یہ معنے ہین اس مصرع کے ع جز وہم نہین ہستی اشیا مرے آگے ۔ دوسری نظر اس شعر مین یہ ہے کہ منظور عربی لفظ ہے لیکن جس معنے پر مصنف مرحوم نے اسے باندہا ہے اس معنے پر عربی مین اسکا استعمال نہین ہے ایک شعر نون کی ردیف مین گذر چکا ہے ؎

شاہد ہستی مطلق کی کمر ہے عالم
لوگ کہتے ہین کہ ہے پر ہمین منظور نہین

یہان بہی منظور کو مرئی و مبصر کے معنے پر لیا ہے مگر محاورہ اسکے مساعد نہین ۔

ہوتا ہی نہان گرد مین صحرا مرے ہوتے
گہستا ہی جبین خاک پہ دریا مرے آگے

یعنے مین اسقدر خاک اوڑاتا ہون کہ صحرا گرد مین چہپ جاتا ہے اور دریا میرے آگے خاک پر سر ٹیکتا ہے یعنے زمین سے دریا نکل آتا ہے - یا یہ کہ سیلاب اشک آنکہون سے زمین تک پہونچ جاتا ہے ۔

مت پوچہہ کہ کیا حال ہی میرا ترے پیچہے
تو دیکہہ کہ کیا رنگ ہے تیرا مرے آگے

(تیرا مرے آگے) کی جگہہ اگر (میرا ترے آگے) ہوتا تو شعر کا حسن بہت زیادہ ہوجاتا مگر ردیف کے خلاف ہونے سے مصرعہ نے اولٹ دیا اور اسمین بہی ایک معنی پیدا ہو گئے کہ تو اپنی بے اعتنائی یا حسن کو میری آنکہہ سے دیکہہ اور اسی پر قیاس کر لے کہ تیری مفارقت مین میرا کیا حال ہوتا ہوگا ۔

سچ کہتے ہو خود بین و خود آرا ہون نکیون ہون
بیٹہا ہی بت آئینہ سیما مرے آگے

یعنے تم سا آئینہ جبین میرے سامنے ہو تو کیون نہ مین خود بین ہون اور پہر کیون نہ مین خود آرائی کرون ۔

پھر دیکھیے انداز گل افشانیٔ گفتار　　رکھدے کوئی پیمانۂ صہبا مرے آگے

شراب سامنے آئے تو ذہن کھلے

نفرت کا گمان گزرے ہے میں رشک سے گزرا　　کیونکر کہوں لو نام نہ اونکا مرے آگے

مطلب یہ ہے کہ کسیکو معشوق کا نام لیتے ہوے سنکر رشک سے ناگوار بھی ہوتا ہے اور منع کرتے بھی نہیں بن پڑتا کہ اگر یہ کہوں کہ اوسکا نام میرے آگے نہ لو تو نفرت کا شبہ لوگوں کو گزرے گا۔

ایمان مجھے روکے ہے جو کھینچے ہے مجھے کفر　　کعبہ مرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے

یعنے کعبہ پیچھے پڑکے روکتا ہے کہ ادھر نہ جا اور سامنے کلیسا کھینچ رہا ہے کہ ادھر چلا آ۔

عاشق ہوں پہ معشوق فریبی ہے مرا کام　　مجنوں کو برا کہتی ہے لیلیٰ مرے آگے

یعنے وہ کہتی ہے کہ اوس سے تو ہی اچھا۔

خوش ہوتے ہیں پر وصل میں یوں مر نہیں جاتے　　آئی شب ہجراں کی تمنا مرے آگے

یہ شعر اس زمین میں بیت الغزل ہے مطلب یہ ہے کہ شب ہجراں میں جو میں نے مرنے کی تمنا کی تھی آج وہ بڑا بول میرے آگے آیا کہ وصل کی خوشی میں مر گیا۔ وصل کی خوشی میں مر جانا اور لوگ بھی باندھا کرتے ہیں مگر یہ بات ہی اور ہے اور ساری کرامات محاورہ اور زبان کی ہی جسنے مرنے کے مضمون کو زندہ کر دیا۔ فکر غالب کے کارناموں میں یہ شعر بھی شمار کرنا چاہیے

ہے موجزن اک قلزم خوں کاش یہی ہو　　آتا ہے ابھی دیکھیے کیا کیا مرے آگے

اشک خونیں کا دریا جو آنکھوں کے آگے موجزن ہے کاش اسی پر اکتفا ہو مگر یہ امید کہاں آتا ہے ابھی الخ

گو ہاتھ کو جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے　　رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

یہ شعر بھی مصرع کے جیداشعار میں مشہور ہے مگر تمنا والے شعر کو نہیں پہونچتا۔

ہم پیشہ و ہم مشرب و ہمراز ہے میرا　　غالب کو برا کیوں کہو اچھا مرے آگے

بظاہر مصنف کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ معشوق کیطرف خطاب کیا ہے اور وہ یہ نہیں جانتا کہ غالب یہی ہے۔

کہوں جو حال تو کہتے ہو مدعا کہیے　　تمھیں کہو کہ جو تم یوں کہو تو کیا کہیے

(تم) یعنے کوئی اور بھی نہین تم جو میرے مطلب سے خوب واقف ہوا ور میرا حال سنکر تجاہل سے کہتے ہو کہ مطلب اپنا تو کہئے اس بات کے جواب مین بہلا مین کیا کہون

نہ کہو طعن سے پہر تم کہ ہم ستمگر ہین   مجھے تو خو ہے کہ جو کچھ کہو بجا کہئے

مقام اس کلام کا یہ ہے کہ معشوق نے طنز سے کہا تہا کہ ہم تو ستمگر ہین انہون نے سچا کہہ دیا اسپر اوسے غصہ آگیا کہ الله اکبر یہ ہمکو سچ مچ ستمگر سمجہتا ہے اوسکے عذر مین یہ بگڑ کر کہہ رہے ہین کہ نہ کہو طعن سے الخ بڑا لطف اس شعر مین یہ ہے کہ اوسکے تجاہل ہونے سے ایسی محویت ہو جاتی ہے کہ کلام وخطاب پر یے معنے سمجہے ہوئے بجا و درست کہنے لگتے ہین اور چپکے کہ جب اوسے غصہ آگیا۔

وہ نیشتر سہی پر دلمین جب اوتر جاوے   نگاہِ ناز کو پھر کیون نہ آشنا کہئے

دل مین اوتر جانا اور دلنشین ہو جانا اور دل کو لگ جانا ان سب محاورون کے معنے یہ ہین کہ کسی چیز کو دل نے قبول کر لیا اور اوسے مان لیا۔

نہین ذریعۂ راحت جراحتِ پیکان   وہ زخم تیغ ہے جسکو کہ دلکشا کہئے

دلکشا وہ چیز جس سے دل تنگی دفع ہوا ور انشراح خاطر حاصل ہو۔ لذت زخم کو تفصیل بیان کرتے ہین کہ تیر کی جراحت باعث راحت نہین ہوتی زخم تیغ کا کیا پوچہنا کہ اوس سے دل خوش ہو جاتا ہے۔ راحت وجراحت مین جیسی تجنیس ہے یہی فن بدیع مین معتبر ہے یعنے تلفظ مین تشابہ ہو اور جسطرح کی تجنیس کہ لوگ کہا کرتے ہین یعنے محض خط ورسم مین مشابہت ہو مثلاً جراحت وخراجت یہ نری خرافت ہے۔

جو مدعی بنے اوسکے نہ مدعی بنئے   جو ناسزا کہے اوسکو نہ ناسزا کہئے

گو کہ غزل مین زہد ہی و شاہد پرستی کے مضمون بہت حسن دیتے ہین مگر کبھی کبھی شعرا قافیہ کی طرف سے مجبور ہو کر اخلاقی مضمون بھی کہہ جایا کرتے ہین اور وہ جب ہی تک حسن دیتا ہے جب تک کہ ایک آدھ شعر ایسا ہو جہان غزل مین ایسے ہی مضامین کا التزام ہوتا ہے وہ غزل غزل نہین رہتی بلکہ قصیدہ وموعظہ کہنا چاہیے۔ اس شعر مین بنئے کا نام آجانا مذاق اہل لکھنؤ مین گران گزرتا ہوگا اور البتہ بُرا معلوم ہوتا ہے۔

کہین حقیقتِ جانکاہیِ مرض لکھئے   کہین مصیبتِ ناسازیِ دوا کہئے
کبھی شکایتِ رنجِ گران نشین کیجے   کبھی حکایتِ صبر گریز پا کہئے

بس ہماری یونہیں گزر رہی ہے۔ اور ہماری تقدیر مین یہی لکھا ہے کہ ایک ایک کے آگے
دکھڑا روئے ایک ایک سے شکایت کرتے پھرے کبھی غم کے ہاتھ سے دوہائی دیجیے
کبھی صبر کی بے وفائی پر فریاد کیجیے۔

ہے نہ جان تو قاتل کو خون بہا دیجے　　　کٹے زبان تو خنجر کو مرحبا کہیے

خون بہا دینے سے یہان خون بہا بخش دینا مراد ہے۔

نہین نگار کو الفت نہو۔ نگار تو ہے　　　روانی روش و مستی ادا کہیے

یعنے اوسکے عیب کو کیون دیکھیے جو خوبیان ہین اوسکا ذکر کیون نہ کیجے۔

نہین بہار کو فرصت نہو۔ بہار تو ہے　　　طراوت چمن و خوبی ہوا کہیے

اس شعر کا مطلب بھی وہی ہے جو پہلے شعر مین گزرا اور فرصت سے فرصت قیام و
دوام مراد ہے۔

سفینہ جب کہ کنارے پہ آلگا غالب　　　خدا سے کیا ستم و جور ناخدا کہیے

یعنی کسی نے برائی کی ہو اور وہ وقت گزر گیا ہو تو اوسے بھول جانا چاہیے اور دل مین
نہ رکھنا چاہیے لقمان نے چار باتون مین حکمت اخلاق کو منحصر کر دیا ہے اون مین
سے ایک بات یہ بھی ہے یعنے چار باتون مین دو باتین یاد رکھنے کی ہین موت کا
آنا اور خدا کا حاضر و ناظر ہونا اور دو باتین بھول جانے کی ہین کسی پر کچھ احسان کیا
ہو یا کسی نے کچھ برائی کی ہو ان دونون باتون کو بھول جائے۔

رونے سے اور عشق مین بیباک ہو گئے　　　دھوئے گئے ہم اتنے کہ بس پاک ہو گئے

شرم و حجاب سب دھو گیا پاک شہد سے آب ہو گئے لفظ اور زیادتی کے معنی پر ہے

صرف بہای مے ہوئے آلات میکشی　　　تھے یہ ہی دو حساب سو یون پاک ہو گئے

ایک حساب یہ تھا کہ شراب کہان سے پیین دوسرا یہ کہ آلات میکشی کو کہان باندھیے
پہرین لبس یہی دو حساب ہمارے سر تھے یہ اسطرح سے پاک ہوئے کہ آلات کو بیچ کر
شراب پی لی تعلقات و تکلفات کے بکھیڑے سے الگ چھٹے اور شراب پی لی شراب پینے
کو ملی رندون کا حسن سلیقہ اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے۔

رسوای دہر گو ہوئے آوارگی سے تم　　　بارے طبیعتون کے تو چالاک ہو گئے

طعن کرتے ہین معشوق پر طبیعتون کا چالاک ہونا محاورہ ہے اسمقام پر جمع اور مفرد دونون
طرح بولتے ہین لیکن مصنف پہلے شخص ہین جنہون نے جمع کے ساتھ نظم کیا اور تازگی لفظ
اسکو کہتے ہین۔

کہتا ہے کون نالۂ بلبل کو بے اثر — پردہ مین گل کے لاکھ جگر چاک ہوگئے

ادعا کرتے ہین کہ پہول نہین کہلے ہین بلکہ اثر فریاد سے لاکھون جگر چاک ہوگئے ہین

پوچھے ہی کیا وجود و عدم اہل شوق کا — آپ ہی آگ کے خس و خاشاک ہوگئے

یعنے خس و خاشاک آگ مین ملکر آگ ہوگئی۔ اب نہ موجود اسے کہہ سکتے ہین نہ معدوم
کہہ سکتے ہین فنا فی الشوق ہے۔

کرنے گئے تھے اوس سے تغافل کا ہم گلہ — کی ایک ہی نگاہ کہ بس خاک ہوگئے

ادہر نگاہ مین کیا گرمی تھی ادہر تحمل کرنے مین کیا ناطاقتی تھی کہ خاک ہوکر رہ گئے
کرنا اس سرے پر اور گلا اوس سرے پر ثقل سے خالی نہین۔

اس رنگ سے اوٹھائی کل اوسنے اسد کی نعش — دشمن بھی جسکو دیکھکے غمناک ہوگئے

کس رنگ سے اوٹھائی آیا تشہیر کی یا نعش کی توقیر کی کہ خود کاندہا دیا خود سوگ رکھا ان
دونون معنون مین کسی کی تعیین نہونا یہ سبب ہے جو شہرت سے معلوم ہوتا ہے
شاعرون کے لئے ایک فائدہ کی بات یہ بھی یہان ہے کہ اسکو سمجھ لے ہی کا گرنا
اردو لفظون مین سے جائز ہے لیکن جہان فعل مین سے یاے معروف گرتی ہے
ثقل وزن مین ضرور ہوجاتا ہے اگر ایک مصرع مین یاے معروف و یاے مجہول
دونون جمع ہون اور دونین سے ایک کا گرانا کافی ہو تو یاے مجہول کو گرانا چاہیئے
اور یاے معروف کو باقی رکھنا چاہیئے مثلا مصرع کا یہ مصرع۔ اس رنگ سے اوٹھائی کل اوسنے
اسد کی نعش۔ اسکو یون کہنا بہتر تھا ع اس رنگ سے کل اوسنے اوٹھائی اسد کی نعش۔

نشہ ہا شاداب رنگ و ساز ہا مست طرب — شیشۂ مے سرو سبز جوئبار نغمہ ہے

نشہ رنگ رنگ سے شاداب ہے اور ساز نشۂ طرب سے سرشار ہین یعنے شراب کو نغمہ
مین اور نغمہ کو شراب مین اسقدر سرایت ہے کہ مینا ے شراب سرو کنار جوئبار نغمہ ہے
سرو کی تشبیہ مینا سے پرانی ہے اور جوئبار کی تشبیہ نغمہ سے جدید و لذیذ ہے۔

ہمنشین مت کہہ کہ برہم کر نہ بزم عیش دوست ⁂ وان تو میرے نالہ کو بھی اعتبار نغمہ ہے

ہمنشین یہ کہہ رہا ہے کہ تو نالہ کرکے عیش کی صحبت کو برہم کرے گا یہان تو چھکارہ اسکا جواب یہ ہے کہ میرے نالہ اوسکی محفل مین تو نغمہ کا اعتبار رکہتے ہین یعنے میرے نالہ سنکر وہ اور خوش ہوتا ہے اوسکا عیش کیون برہم ہونے لگا۔

عرض ناز شوخی دندان برائے خندہ ہی ⁂ دعوی جمعیت احباب جائے خندہ ہی

کہتے ہین کہ دانتون کو اپنی شوخی و خوبی پر جو ناز ہے اوسکا ظاہر کرنا ہنسی ہی کے لئے ہوا کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ ہنسنے ہی کے وقت دانت کہلتے ہین۔ یہ پہلے مصرع کے معنے ہوے۔ دوسرے مصرع کا مطلب یہ ہے کہ جمعیت و اتفاق احباب پر بہروسا کرنا قابل ہنسی ہی کے ہے اور ربط یہ ہے کہ دانتون کے جوڑے کو مجمع احباب سے شعرا تشبیہ دیا کرتے ہین۔ توالی اضافات و رکیک تکلفات اس شعر مین بہرے ہوے ہین شوخی دندان نہایت مکروہ لفظ ہے مصنف کی شوخی طبیعت نے خوبی کو سامنے کا لفظ سمجھ کر چھوڑ دیا ورنہ وہ بہتر تھا۔

ہی عدم مین غنچہ محو عبرت انجام گل ⁂ یک جہان زانو تامل در قفائے خندہ ہی

تامل و فکر کو سر بزانو ہونے سے تعلق ہے تو تامل کے لئے پیمانہ مقدار مصنف نے زانو کو فرض کیا اور یہ کہا کہ غنچہ ہنسنے کے بعد اس سوچ مین ہے کہ گل کا انجام کیا ہوگا لیکن اس سوچ کی اور تامل کی مقدار کے زانو بہر ہے۔ اوسکو "یک جہان زانو" کہہ کر بیان کیا ہے اور یہ جو کہا کہ عدم مین غنچہ ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ غنچہ جب ہنسا یعنے کہلا تو وہ گل ہوگیا اور غنچہ نہ رہا تو اب انجام گل پر یک جہان زانو تامل کرنا غنچہ کا عدم مین ہے اس قسم کے شعر کو بعض کلام موزون اور چیستان یا معمے وغیرہ کہہ سکتے ہین اور انصاف یہ ہے کہ جادہ مستقیم سے خارج ہے۔

کلفت افسردگی کو عیش بیتابی حرام ⁂ ورنہ دندان در دل افشردن بنائے خندہ ہی

دل کی افسردگی و گرفتگی و تنگی و انقباض کی حالت مین بیتابی و بے صبری کرنا حرام ہے نہین تو بیتاب ہوکر دل کو چبا ڈالین تو ابھی ساری افسردگی نکل جائے یعنے دندان در دل افشردن واشد دل کا باعث ہو اور واشد دل سبب خندہ ہو یا زخم دل

کا باعث ہوا در زخم خندان اوس سے حاصل ہو. اس شعر مین افسردہ دلی کے مقابلہ مین بیتابی کو عیش قرار دیا ہے یعنے افسردگی مین وہ کلفت ہی کہ بیتابی اوسکے بہ نسبت عیش ہے۔

سوزش باطن کے ہین احباب منکر ورنہ یان — دل محیط گریہ و لب آشنائی خندہ ہی

یعنے گو ظاہر ہمارا رندانہ ہے لیکن باطن خضوع و خشوع سے بھرا ہوا ہے۔ آشنا کا لفظ محیط کے مناسبات مین سے ہے آشنا پیراک کو کہتے ہین اور محیط کو فارسی والے دریا کے معنے پر باندھا کرتے ہین اصلی معنے اس لفظ کے گھیرنے والے کے ہین اور سمندر کو محیط اسوجہ سے کہتے ہین کہ بر اعظم کو گھیرے ہوئے ہے مگر تمام فارسی والون نے دھوکا کھایا وہ یہ سمجھی کہ محیط نام ہے یعنے جیسے بحر قلزم نام ہے اور اضافت بیانیہ ہے اسیطرح وہ سمجھے کہ بحر محیط مین بھی اضافت عام کی خاص کی طرف محض بیان کے لئے ہے اور یہ خیال غلط ہے بلکہ یہان اضافت توصیفی ہے جو کہ قید واقع ہوئی ہے بحر کی۔ یہان لفظ بحر کو ترک کر کے فقط محیط پر اکتفا کر لینا درست نہ تھا مگر اس مین مصنف کی تخصیص نہیں ہے جو فارسی والے حقیقت الفاظ عربی سے ناآشنا ہین وہ بے تکلف لفظ محیط کو دریاے شور کے معنے پر باندھتے ہین اور اونکا باندھنا مصنف کے لئے سند ہے۔

حسن بے پروا خریدار متاع جلوہ ہے — آئینہ زانوی فکر اختراع جلوہ ہے

کہتے ہین حسن با وجود یکہ بے نیاز و بے پروا ہے لیکن آرائش و جلوہ گری کی خواہش اوسے بھی رہتی ہے اور آئینہ اوسکے لئے زانوئے فکر ہے یعنے آرائش مین اختراع و ایجاد کی فکر آئینہ ہی مین ہوا کرتی ہے۔ حالت فکر مین سر بزانو ہونا عادت مین داخل ہے اسی سبب سے فارسی والون نے ادب مین زانو فکر کے مناسبات مین سے ہے اور زانو کو آئینہ کہنا ایک مشہور بات ہے یہان مصنف نے بالعکس آئینہ کو زانو کہا ہی یعنے حسن کے فکر کرنیکا زانو آئینہ ہے اس سبب سے کہ حسینون کو آئینہ سے تعلق رہتا ہے اور آئینہ مین وہ فکر آرائش کیا کرتے ہین تو آئینہ زانوے فکر اختراع جلوہ ہوا۔

تا کجا ای آگہی رنگ تماشا باختن — چشم وا گردیدہ آغوش وداع جلوہ ہے

رنگ باختن و رنگ شکستن ہونگ بدلنے کے معنے پر ہے اور تماشا سے تماشائے عالم مراد ہے اور چشم وا گردیدہ سے وہ آنکھ مراد ہے جو تماشائے عالم مین محو ہے کہتے ہین

اے معرفت و آگاہی تو کب تک رنگ تماشا کو اختیار کئے رہے گی اور کہان تک عالم کی سیر مین محو رہے گی یہ سمجھ لے کہ عالم بے ثبات پر آنکھہ کھولنا گویا اوسکے وداع کیلئے آغوش کو کھولنا ہے یعنے جلوۂ عالم کے لئے بہت ہی کم قیام و ثبات ہے ۔

جب تک دہان زخم نہ پیدا کرے کوئی ❊ مشکل کہ تجھسے راہ سخن وا کرے کوئی

یعنے جب تک کوئی زخم عشق نہ اوٹھائے مشکل ہے کہ تو اوس پر التفات کرے ۔

عالم غبار وحشت مجنون ہے سر بسر ❊ کب تک خیال طرۂ لیلے کرے کوئی

یعنے عالم ایک نمایش سراب ہے کب تک اسے موج دریا سمجھا کرین

افسردگی نہین طرب انشای التفات ❊ ہان درد بنکے دل مین مگر جا کرے کوئی

کہتے ہین میری تنگدلی ایسی نہین ہے کہ کوئی التفات کرکے خوش ہو یعنے کسی کے التفات کرنے سے میری گرفتگی خاطر نہین رفع ہوتی ہان درد بن کر دل مین کوئی جگہہ پیدا کرے تو کرے غرضکہ تنگی دل کی یہ حالت ہے کہ درد کے سوا کسی کی گنجایش نہین ہے دوسرا پہلو یہ ہے کہ افسردگی و بیحسی مین طرب التفات معشوق نہین حاصل ہوتا ہان درد عشق کوئی پیدا کرے تو اوسکے دل مین جگہہ ہو۔ لفظ طرب انشا مین دونون ہین لفظ عربی ہین اور ترکیب فارسی ہے یعنے خوشی پیدا کرنے والی اس لئے کہ انشا کے معنے پیدا کرنے کے ہین، اور یہ بہت انوکھی ترکیب ہے غالب سے ایسی رکاکت بعید ہے عجب نہین کہ اونہون نے طرب افزاے التفات کہا ہو بلکہ یقین ہے کہ ایسا ہی ہوگا ۔

رونے سے اے ندیم ملامت نہ کر مجھے ❊ آخر کبھی تو عقدۂ دل وا کرے کوئی

(سے) اس شعر مین فارسی کا ترجمہ ہے محاورہ اردو کے اعتبار سے یہ (پر) کا مقام ہے عقدۂ دل کے وا کرنے سے دل کھول کر رونا مقصود ہے ۔

چاک جگر سے جب رہ پرسش نہ وا ہوئی ❊ کیا فائدہ کہ جیب کو رسوا کرے کوئی

یعنے جگر کو چاک کیا مگر پرسش کی راہ نہ کھلی یعنے کوئی پرسان حال نہوا اب گریبان پھاڑ کر اپنی تئین رسوا کرنے سے کیا فائدہ ۔

لخت جگر سے ہے رگ ہر خار شاخ گل ❊ تا چند باغبانی صحرا کرے کوئی

یعنے صحرا نوردی مین جگر کے ٹکڑے جو میرے آنسوؤن مین ملے ہوئے نکلے اوس سے

ہر ایک کانٹا شاخ گل بنگیا ہے۔ اب صحرا کی بہار مین کیا بات باقی رہی جو کوئی باغبانی کیا کرے۔

ناکامی نگاہ ہے برق نظارہ سوز تو وہ نہین کہ تجھکو تماشا کرے کوئی

کہتے ہین تو دیکھنے مین آہی نہین سکتا طور پر جس صاعقہ نے نظارہ کو جلادیا وہ تو نہ تھا بلکہ ہماری ناکامی نگاہ بجلی بنکر گری تھی۔ اور تجھکو تماشا کرے یعنے تجھکو دیکھے فارسی کا ترجمہ لفظی ہے۔

ہر سنگ و خشت ہے صدف گوہر شکست نقصان نہین جنون سے جو سودا کرے کوئی

جنون کا سودا اپنے سر لینے مین کچھ نقصان نہین ہے اس لئے کہ جو پتھر اور ڈھیلا لڑکے سر پر مارتے ہین وہ ایک صدف ہے جسکا موتی شکست ہے۔

سر بر ہوئی نہ وعدۂ صبر آزما سے عمر فرصت کہان کہ تیری تمنا کرے کوئی

یعنے ہم سدا انتظار ہی مین مر گئے تمنا کرنے کا وقت ہی نہ آنے پایا لیکن بہتر یہ تھا کہ یون کہتے کہ حصول تمنا کا وقت ہی نہ آنے پایا اور ارمان نکالنے کا موقع ہی نہ ملا مگر زمین شعر نے اس معنی کیطرف راہ نہ دی۔

ہے وحشت طبیعت ایجاد یاس خیز یہ درد وہ نہین کہ نہ پیدا کرے کوئی

معنے آفرینی و خلاقی مضامین و ایجاد و اختراع لطائف ایسا وحشی فن ہے جس سے یاس پیدا ہوتی ہے پھر بھی سب اس مرض مین مبتلا ہین۔ ایجاد کے مناسبات سے (پیدا کرنا) اور درد کو پیدا کرنا جسکے لئے پیدائی نہین لطف سے خالی نہین۔

بیکاری جنون کو ہے سر پیٹنے کا شغل جب ہاتھ ٹوٹ جائین تو پھر کیا کرے کوئی

اس شعر مین (کو) کی جگہ (مین) بہتر تھا اور ہاتھ ٹوٹ جانے سے بیکار رہنا اور بے شغل ہو جانا مراد ہے یعنے جنون مین بے کار و بے شغل بیٹھے بیٹھے دم الجھتا ہے لاؤ سر ہی پیٹین جب تک اور جو اس طرح بیکار بیٹھا ہو وہ سر نہ پیٹے تو کیا کرے قاعدہ ہے آدمی اکتا کے سر پیٹ لیتا ہے۔

حسن فروغ شمع سخن دور ہے اسد پہلے دل گداختہ پیدا کرے کوئی

یعنے شمع کی طرح پہلے دل گداختہ پیدا کرلے اوس کے بعد فروغ شعلہ سخن کی خواہش کرے۔

ابن مریم ہوا کرے کوئی　　　میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

یعنے کوئی عیسے وقت ہے تو ہوا کرے میرے درد کی دوا کرے تو مین جانون۔

چال جیسے کڑی کمان کا تیر　　　دل مین ایسے کے جا کرے کوئی

کڑی کمان کا تیر بہت تیز پرواز ہوتا ہے معشوق کی بے اعتنائی کی چال کو اوس سے تشبیہ دی ہے اور اس شعر کا پہلا مصرع سارے کا سارا محاورہ ہے اور دوسرے مصرع مین استفہام انکاری ہے یعنے ایسے کے دل مین کہین جگہ ہو سکتی ہے۔

شرع و آئین پر مدار سہی　　　ایسے قاتل کا کیا کرے کوئی

جو بے تلوار کے قتل کرتا ہے۔ واو عطف پہلے مصرع مین فارسی کا ہے اس سبب سے لفظ آئین ترکیب فارسی مین ہے اور پھر با علان نون ہے مصنف مرحوم کا اس بات مین یہی مذہب معلوم ہوتا ہے کہ اردو کلام مین ایسے مقام پر وہ اعلان نون کو درست جانتے ہین اور فارسی کلام بہر مین اونکے کہین اسطرح اعلان نون نہین دیکھا یعنے فارسی کلام مین اہل زبان کا اتباع کرتے ہین اور اردو مین نہین کرتے۔

بات پر وان زبان کٹتی ہے　　　وہ کہین اور سنا کرے کوئی

(کہین) کے معنے گالیان دینا۔

بک رہا ہون جنون مین کیا کیا کچھ　　　کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

کچھ نہ سمجھے الخ مین دو پہلو نکلتے ہین ایک تو یہ کہ غرض یہی ہے کہ کوئی سمجھے اور التفات کرے مگر اپنے بکنے پر آپ ہی تشنیع کی ہے اور غالباً یہی معنے مقصود مصنف ہین اور دوسرے پہلو کی غرض یہی ہے کہ کوئی نہ سمجھے اور راز فاش نہو جیسے رند نے کہا ہے ؎

جو دل کا حال ہے فر فر بیان کرتی ہے　　　یہ بیر لیتی ہے مجھسے مری زبان کب کا

نہ سنو گر برا کہے کوئی　　　نہ کہو گر برا کرے کوئی

روک لو گر غلط چلے کوئی　　　بخش دو گر خطا کرے کوئی

دونون شعرون مین تشابہ ترکیب سے بندش مین حسن پیدا ہوا ہے اور پہلے شعر مین کہنے کی لفظ مین تکرار ہونا بھی لطف سے خالی نہین۔

کون ہے جو نہین ہے حاجت مند　　　کس کی حاجت روا کرے کوئی

یعنے اپنا کام نہ نکلے تو کسی کی شکایت کرنا بیجا ہے ہر شخص کو اپنی اپنی پڑی ہے
دوسرا پہلو یہ ہے سبھی حاجت مند ہیں کس کس کی حاجت روائی کیجیے۔ یہ نکتہ یاد
رکھنے کا ہے کہ کلام میں کئی پہلو ہونا کوئی خوبی نہیں ہے بلکہ سست و ناروا ہے
ہاں معانی کا بہت ہونا بڑی خوبی ہے اور ان دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے۔

کیا کیا خضر نے سکندر سے — اب کسے رہنما کرے کوئی

(کیا کیا) ہے یعنے کچھ بھی نہ کیا (اب کسے الخ) یعنے اب کسی پر بھروسا کرنا چاہیے۔

جب توقع ہی اوٹھ گئی غالب — کیوں کسی کا گلہ کرے کوئی

اسکی تعریف کیا کرے کوئی۔ نہایت عالی مضمون ہے جسکی تعریف نہیں ہو سکتی
مطلب یہ ہے کہ جس شخص سے امید منقطع ہو گئی ہو پھر اوسکا گلہ کیوں کریں کہ
فائدہ تو کچھ ہوگا نہیں اور نفرت و دشمنی پیدا ہوگی۔

باغ پا کر خفقانی یہ ڈراتا ہے مجھے — سایۂ شاخ گل افعی نظر آتا ہے مجھے

یہ کا اشارہ ہے افعی کے نظر آنے کی طرف۔ خوبی تشبیہ کے علاوہ یہ نادری کی ہے
کہ خفقان کو ڈرنے کی وجہ قرار دیا برخلاف عام شاعروں کے کہ وہ یوں کہتے۔
باغ یا درخ و کاکل میں ڈراتا ہے مجھے۔ جو لوگ صاحب تجربہ ہیں وہ سمجھ گئے ہونگے
کہ ظہیری کے شعر سے اس تشبیہ کیطرف مصنف کا ذہن منتقل ہوا ہے وہ شعر یہ ہے

بزیر شاخ گل افعی گزیدہ بلبل را — نواگران نخوردہ گزند را چہ خبر

جوہر تیغ بسر چشمۂ دیگر معلوم — ہوں میں وہ سبزہ کہ زہراب اوگاتا ہے مجھے

زہراب سے غم و غصہ مراد ہے یعنے میری سرشت غم و غصہ سے ہے۔ پھر اوس پر افتخار
کرتے ہیں کہ تلوار کا جوہر تلوار ہی میں ہوتا ہے کسی اور چشمہ پر یہ سبزہ کہاں۔ مصنف مرحوم
نے غفلت کی یہاں ایران میں زہراب اہل زبان پینا سب کو بھی کہتے ہیں اس
لفظ سے بچنا چاہیے تھا۔

مدعا محو تماشائے شکست دل ہے — آئینہ خانہ میں کوئی لیے جاتا ہے مجھے

حصول مدعا سے دل ٹوٹ گیا تو مدعا دل کے ٹوٹنے ہوسے گردن کا تماشا
دیکھ رہا ہے اور دل آئینہ تھا جب وہ ٹوٹا تو بہت سے آئینہ پیدا ہوگئے اور آئینہ خانہ

بن گیا۔ یہ طرز شعر مقبول نہین ہے۔

نالہ سرمایۂ یک عالم و عالم کف خاک   آسمان بیضۂ قمری نظر آتا ہی مجھے

آسمان پر بیضۂ قمری کی پھبتی کہی ہے کہ جسمین کف خاک کے سوا کچھ بھی نہین اور اس مٹھی بھر خاک کی قسمت مین بھی عمر بھر کی نالہ کشی لکھی ہوئی ہے۔ اگر یہ کہو کہ بیضۂ قمری کیون کہا بلبل بھی ایک مشت خاک ہے کہ نالہ کشی کے لئے پیدا ہوئی ہے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ فارسی والے قمری کو کف خاکستر باندھا کرتے ہین اس لئے کہ اوسکا رنگ خاکستری ہوتا ہے صائب کہتے ہین ؎

گوئے خواہد کہ در پائے تو ریزد رنگ عشق   سرو از قمری بکف چون مشت خاکستر گرفت

اور خاک و خاکستر مین کچھ ایسا فرق نہین ہے۔ ہان بنظر دقیق یہ کہہ سکتے ہین کہ نالہ کا سرمایۂ عالم اور عالم کا مشت خاک ہونا مقام عبرت وحسرت ہے اور ایسے مقام پر پھبتی اور دل لگی بے محل ہے۔ پھبتی ایک قسم کی تشبیہ ہے جس مین مشبہ پر استہزا کرنا مقصود ہوتا ہے جیسے کسی سیاہ فام چہرہ پر چیچک کے داغ ہون تو اوسے کوچاملو کریلا کہتے ہین یا یہ کہ گوبر مین اولے پڑے۔ ائمہ فن نے تشبیہ کی ایک غرض یہ بھی لکھی ہے کہ مشبہ کو بدنما کردے لیکن ایسی تشبیہ کا اونھون نے کوئی نام نہین رکہا ہے اور اردو مین اوسکے لئے نام موجود ہے کہ اوسی کو پھبتی کہتے ہین میر ممنون کہتے ہین ؎

قدر کیا چرخ پر اختر کی کہ مطبخ سے ترے   چند اخگر ہین بروئے تودۂ خاکستری

اور اس قسم کی تشبیہ سہل ہے ہان جس تشبیہ مین یہ غرض ہو کہ بدنما شئے کو خوشنما کردے وہ زیادہ مشکل ہے جیسے ایک عرب نے غلام سیاہ فام کے چہرہ کو ہرن کا چشم و چراغ کہہ کر روشن کردیا ہے۔ ان دونون تشبیہون سے زیادہ اوس تشبیہ کا استعمال ہے جس مین یہ غرض ہو کہ مشبہ کی نسبت جو دعوے کیا جاتا ہے وہ ممکن ہے مرزا بیدل کا یہ مطلع ؎

نہ باصحرا سرے دارم نہ با گلزار سودائے   بہر جا می روم از خویش می جوشد تماشائے

اسمین نرا ادعائے شاعرانہ تھا مرزا رفیع سودا نے اسپر مصرع لگائے اور گرہ مین تشبیہ دے کر اس ادعا کو ثابت کردیا۔

نہ بلبل ہون کہ اس گلشن مین سیرِ گل مجھے بہائے نہ طوطی ہون کہ دل میرا فضائے باغ لیجائے
مین ہون طاؤس آتش بار۔ کیسی ہی بہار آئے نہ با صحرا سرے دارم نہ با گلزار سودائے
بہر جا می روم از خویش می جوشد تماشائے

بیدل کا مقطع یہ ہے ؎

من بیدل حریف سعی بے جا نیستم زاہد تو و قطع منازلہا من و یک لغزشِ پائے

زاہد سے کہتے ہین تو منزلین طے کیا کر مجھے فنا فی اللہ ہونے کے لئے ایک لغزش پا کافی ہے۔ سودا نے اس ادعا کو ثابت کیا ہے ؎

نگاہ دیدۂ تحقیق تو اور اشک ہمرا ہد تو و قطع منازلہا من و یک لغزش پائے

یا جیسے میر انیس کہتے ہین۔ ع۔ تم جان ہو پھر جان کی رخصت تو ہے دشوار۔
اردو کی اصطلاح مین ایسی تشبیہ کو ثبوت دینا کہتے ہین۔
اسیطرح کبھی ناممکن ہونے کا ثبوت بھی تشبیہ سے دیتے ہین جیسے مصحفی کا ایک شعر گزرا ؎

دل سے مٹنا تری انگشت حنائی کا خیال ہوگیا گوشت سے ناخن کا جدا ہوجانا

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مشبہ کے لئے جو ادعا کیا ہے اوسمین کچھ ایسا استبعاد نہین ہے لیکن تشبیہ سے غرض زیادتی ثبوت ہوتی ہے جیسے میر ممنون کہتے ہین ؎

ابرو کے کج نے کیا ملک دلونکا تسخیر راست ہے ملک اوسیکا ہے کہ جسکی شمشیر

اور اسطرح کی تشبیہ بہت کہی جاتی ہے۔
اس سے اونے مرتبہ اوس تشبیہ کا ہے جسمین کوئی غرض نہو محض غرابت و ندرت ہو جیسے شیخ ناسخ کہتے ہین ؎

مسی مالیدہ لب پر رنگ پان ہے تماشا ہے تہ آتش دھوان ہے

اور یہ تشبیہ بہت سہل اور بہت مستعمل ہے۔
کبھی بہ تصنع و تکلف ایک بات بنانے کے لئے تشبیہ دیتے ہین جیسے میر ممنون کہتے ہین ؎

واہ گردون سیر پان اوس رخش کی۔ ہی آفتاب یون رکاب و سکی مین جیسے لعل اور انگشتری
اچپلاہٹ سی کھنچے نقشہ کب اوسکا ہان مگر کوند بجلی کی ہو صفحہ خامہ موج صرصری

یہ تشبیہ کسیقدر اوس تشبیہ سے بہتر ہے جسمین محض ندرت ہی ندرت ہو اور لکھنؤ کے شعرا اسطرف بہت مایل ہین۔

اور کبھی اس تشبیہ دینے سے وجہ شبہ کی مقدار کا بیان کرنا مقصود ہوتا ہے جیسے میرانیس کہتے ہین ؎

گھوڑے پر اسطرح سے شاہ انس و جن چڑہے   جسطرح نکلے ابر سے خورشید دن چڑہے

یعنے ممدوح کو آفتاب سے تشبیہ تو دی لیکن کس آفتاب سے جو دن چڑہے دکھائی دے۔ اس بیت مین اور بھی لطائف ہین جو تشبیہ کے علاوہ ہین اور جیسے میر صاحب کی محض بیانی کہنا چاہئے ورنہ بیان مقدار کے لئے جو تشبیہ ہوتی ہے وہ اسقدر بدیع نہین ہوتی۔

کبھی تشبیہ سے یہ غرض ہوتی ہے کہ ایک نامعلوم شئے کی کیفیت دوسرون کی سمجھ مین آجائے جیسے رند کہتے ہین ؎

بہار تک ہم اسیرون کی زندگی معلوم   جو یونہی دل یہ یونہین موسم خزان دیگا

اندوہ خزان کو چھینے لگنے سے استعارہ کیا ہے۔ یہ تشبیہ ادائے مطلب مین بہت کام آتی ہے اور ہر ادیب کو نظم و نثر مین اس قسم کی تشبیہ کی ضرورت پڑتی ہے۔

کبھی تشبیہ کو اولٹ دیتے ہین اور اوس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ مشبہ اتم و اکمل ہے جیسے رند کہتے ہین ؎

چشم وابرو بھی اگر تیرے سے ہوتے اوسکی   ہو چکا تہا رخ خورشید پہ دہو کا تیرا

یعنے آفتاب کو معشوق سے تشبیہ دی ہے اور مشہور ہے اسکا عکس۔

زندگی مین تو وہ محفل سے اوٹہا دیتے ہے   دیکھون اب مر گئے پر کون اوٹہاتا ہے مجھے

اسی لئے جان دے دی کہ اب تو نہ اوٹہا سکین گے اوٹھانے کے لفظ مین ایہام ہے کہ تجہیز موتی کو بھی اوٹہانا کہتے ہین۔

بہت سہی غم گیتی شراب کم کیا ہے   غلام ساقی کوثر ہون مجھکو غم کیا ہے

یعنے یہ مانا کہ دنیا مین غم بہت ہے مگر غم کے بہلانے کے لئے شراب کوثر بھی تو ابدالآباد تک پینے کو موجود ہے۔

تمھاری طرز روش جانتے ہین ہم کیا ہی   رقیب پر ہی اگر لطف تو ستم کیا ہے

یعنے رقیب پر تمھارا لطف کرنا ہی تو ستم ہے ہمارے حق مین۔

سخن مین خامۂ غالب کی آتش افشانی یقین ہی ہمکو بھی لیکن اب اُسمین دم کیا ہے

سخن مین یعنے فن سخن مین۔

روندی ہوئی ہی کوکبہ شہریار کی اترائے کیون نہ خاک سر رہگزار کی

کوکبہ وہ لوگ جو بادشاہ کی اردلی مین رہتے ہین۔

جب اوسکی دیکھنے کیلئے آئین بادشاہ لوگون مین کیون نمود نہو لالہ زار کی

شعر مین کوئی لطف نہین ہے لیکن اس جملہ شرطیہ سے ایک خبر بھی یہان نکلتی ہے یعنے بادشاہ باغ کے دیکھنے کو گئے ہین اور اونکے وہان جانے سے رونق ہوگئی جسپر لوگون کو عجب ہوا ہے۔

بھوکے نہین ہین سیر گلستان کے ہم ولے کیونکر نہ کھائیے کہ ہوا ہے بہار کی

فائدہ اس شعر سے یہ نکلتا ہے کہ لذات دنیا کی خواہش اچھی نہین لیکن خدا کی دی ہوئی نعمت سے انکار بھی نہ کرنا چاہئے۔

ہزارون خواہشین ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

غرض یہ ہے کہ جتنے ارمان نکلتے ہین اوس سے زیادہ پیدا ہو جاتے ہین اس سے بہتر یہ ہے کہ پہلے ہی آرزو کو ترک کرے۔ اس مضمون عالی کی جھلک اس شعر مین دکھائی دیتی ہے اور یہی وجہ خوبی شعر کی ہے

ڈرے کیون میرا قاتل کیا رہیگا اوسکی گردن پر وہ خون جو چشم تر سے عمر بھر یون دمبدم نکلے

یعنے جو خون کہ آنکھون سے بہا جاتا ہے وہ جسم مین میرے لوٹ رہتا نہین قاتل کی گردن پر کیا رہے گا۔

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئی ہین لیکن بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچہ سے ہم نکلے

نکلے اس سبب سے کہا کہ یہ کہتے ہوئے شرم آتی ہے کہ نکال دیے گئے۔

بھرم کھلجائے ظالم تیری قامت کی درازی کا اگر اس طرۂ پرپیچ و خم کا پیچ و خم نکلے

یعنے زلف سے قد چھوٹا ہے قد کی درازی جبھی تک حسن دے رہی ہے جب تک زلف نہین کھلی ہے۔

گر لکھوائے کوئی اوسکو خط تو ہم سے لکھوائے — ہوئی صبح اور گہر سے کان پر رکہکر قلم نکلے

گویا تمام شہر سے اوس سے نامہ و پیام ہے اور انہین اس بات کی ٹوہ ہے کہ دیکہین لوگ کیا کیا لکہواتے ہین۔

ہوئی اس دور مین منسوب مجہسے بادہ آشامی — پہر آیا وہ زمانہ جو جہان مین جام جم نکلے

جام جم کے بہت سے افسانہ بے سر و پا شاعرون مین مشہور ہین کہ تمام عالم کی اوس مین سیر تہی اور اوس مین خطوط تہے اور شراب و جام کا موجد سب سے پہلے جمشید ہوا ہے لیکن یہ سب باتین بالکل غلط ہین نہ فردوسی نے اسکا ذکر کیا ہے نہ طبری نے اور یہی دونون کتابین شاہان فرس کی تاریخ مین سب کا ماخذ ہین۔

ہوئی جنسے توقع خستگی کی داد پانے کی — وہ ہم سے بہی زیادہ خستۂ تیغ ستم نکلے

ستم سے فلک کا ستم مراد ہے۔

محبت مین نہین ہے فرق جینے اور مرنے کا — اوسیکو دیکہکر جیتے ہین جس کافر پہ دم نکلے

یعنے جسے دیکہکر مرنے لگے اوسی کے دیکہنے سے جیتے ہین اور مرنا اور جینا ایک ہی ہوا۔

کہان میخانہ کا دروازہ غالب اور کہان واعظ — پر اتنا جانتے ہین کل وہ جاتا تہا کہ ہم نکلے

یعنے تعجب تو ہمکو بہی ہوتا ہے لیکن اس مین شک نہین ہے کہ کل جب ہم لوگ پی کر نکلے اور پہر پیچہے پہرے تو میدان خالی پاکر وہ بہی میخانہ مین گیا اور ہمنے اوسے جاتے ہوئے دیکہہ لیا حاصل یہ کہ شراب ایسی شے ہے کہ واعظ بہی چہپ کر پی آتے ہین۔

کوہ کے ہون بار خاطر گر صدا ہو جائیے — بے تکلف اے شرار جستہ کیا ہو جائیے

شرار کی از خود رفتگی و بے تکلفی دیکہکر کہتے ہین کہ تیری طرح ہم بہلا کیا بے تکلف ہو جائین اور کیونکر ضبط کو ہاتہ سے دین یہان تو یہ حال ہے کہ اگر صدا کی طرح سبک و لطیف بن کر اٹہین تو بہی کوہ ایسے سنگین و پرتمکین جسم کے بار خاطر ہو جائین غرض یہ کہ جہان تک ہو سکے ضبط کرنا اور پہونک پہونک کر قدم دہرنا چاہیئے نہین تو سب کے بار خاطر ہو جائینگے۔ وجہ مناسبت اس شعر مین یہ ہے کہ شرار پتہر سے نکلتا ہے اور صدا پہاڑ سے ٹکرا کر پلٹ آتی ہے یعنے اوسکے بار خاطر ہوتی ہے اور اسی سبب وہ اوسے رد کرتا ہے۔

بیضہ آسا ننگ بال و پر ہے یہ کنج قفس   از سرِ نو زندگی ہو گر رہا ہو جائیے

قفس سے رہا ہو کر زندگی از سرِ نو ہو جانا محتاج ثبوت تھا اوسے بیضہ آسا کہہ کر مصنف
نے ثابت کیا یعنے طائر کی نئی زندگی بیضہ سے نکلنے کے بعد شروع ہوتی ہے اسیطرح
اس کنج قفس سے یعنے بیضۂ فلک سے رہا ہونے کے بعد نئی زندگی عالم ارواح میں
شروع ہوگی ـ

مستی بذوقِ غفلتِ ساقی ہلاک ہے   موجِ شراب یک مژۂ خوابناک ہے

ساقی کی ادائے غفلت شعاری نے مستی کو بھی ہلاک کر رکھا ہے اور شراب اس ذوق
و شوق مین ایسی بے خود و سرشار ہو رہی ہے کہ جو موجِ شراب ہے وہ دیدۂ ساغر کی
مژۂ خوابناک ہے ـ

جز زخمِ تیغِ ناز نہین دل مین آرزو   جیبِ خیال بھی ترے ہاتھون سے چاک ہے

جیبِ خیال سے دل مراد ہے اور جب دل مین زخمِ تیغِ ناز ہوا تو جیبِ خیال چاک ہوئی
پھر اوسمین آرزو کیونکر رہ سکے ـ

جوشِ جنون سے کچھ نظر آتا نہین اسد   صحرا ہماری آنکھ مین یک مشتِ خاک ہے

یعنے صحرا کو دیکھکر ایسا جوشِ جنون پیدا ہوا کہ کچھ اب سوجھتا نہین گویا صحرا میری آنکھ
کے لئے مٹھی بھر خاک تھی اور جس آنکھہ مین خاک جھونک دیجائے اوسے کیا سوجھیگا

لبِ عیسی کی جنبش کرتی ہے گہوارہ جنبانی   قیامت کشتۂ لعلِ بتان کا خوابِ سنگین ہے

کشتۂ لعلِ لب کو کس قیامت کی نیند ہے کہ لبِ عیسی سے زندہ ہونا تو کجا اور غفلت و نیند
بڑھتی جاتی ہے گویا جنبشِ لبِ عیسی اوسکے لئے گہوارہ جنبانی ہے ـ وجہ مناسبت
یہ ہے کہ لبِ معشوق کو مسیحا کہا کرتے ہین ـ

آمدِ سیلابِ طوفانِ صدائے آب ہے   نقشِ پا جو کان مین رکھتا ہے انگلی جادہ سے

حق پوچھو تو یہ شعر بے معنی ہے اور اس سبب شرح سے مستغنی ہے مگر تاویل مین گنجائش
وسعت ہے پہلے مصرع کے ذہن مین یہ تشبیہ آئی ہے کہ جادہ بر جو پا ئذل کا نشان ہے

وہ جیسے کان مین اونگلی رکہے ہوئے ہے پہر مصرع لگانے مین اسکی وجہ بیان کرنے کا
ارادہ کیا ہے کہ نقش پا جو کان مین انگشت جادہ رکہے ہوئے ہے اوسکی وجہ کیا ہے
وجہ یہ بیان کرتے ہین کہ سیلاب صدا کا اسکو خوف ہے اور صدا کا ہیکی پانی کی گھرپانی
کہان سے آیا اسکا کچھہ پتا نہین لگتا۔ اگر سیلاب کے لفظ مین اضافت نہ لین تو بھی کچھہ
محل صحیح نہین نکلتا یعنے طوفان صدا سے آب اوسکے حق مین آمد سیلاب ہے کہ وہ
کانون مین اونگلیان دئے ہوئے ہے لیکن آب کہان سے آیا اور اوسکی صدا سے
طوفان کیون برپا ہوا اسکا کچھہ ذکر نہین۔ تاویل یون کر لیجئے کہ شاعر موسم بہار کا ذکر
کر رہا ہے کہ آبشارون مین جوش و خروش ہے اور مینہہ کے دونگڑے پڑ رہے
ہین پہر نقش پا طوفان صدا سے آب کو سنکر آمد سیلاب سے ڈر رہا ہے اور ڈر اس
بات کا ہے کہ سیلاب جب آئے گا تو نقش پا کو فنا کر دیگا اس سے مطلب یہ نکلا کہ
عالم مین ہر شے کو فنا کا کھٹکا لگا ہوا ہے مگر انصاف یہ ہے کہ یہ معنی جب ہی نکلتے
جبکہ انہین لفظون مین بیان ہوتے۔

دوسری بحث اس شعر مین قافیہ کے اعتبار سے ہے یعنے اس مصرع مین۔ ع نقش پا
جو کان مین رکہتا ہے اونگلی جادہ سے۔ ضرور ہے کہ دال کو زیر دین اور (جادے
سے) کہین۔ اسلئے کہ۔ سے۔ مین۔ پر۔ تک۔ کو۔ لئے۔ کا۔ یہ سات حروف معنویہ
زبان اردو مین ایسے ہین کہ جس لفظ مین ہاے مختفی ہو اوسے زیر دیتے ہین غرض
کہ اس مصرع مین لفظ جادہ کی ذال کو زیر ہے اور اسکے بعد کا جو شعر ہے اوسمین کہتے
ہین ع شیشہ مین نبض پری پنہان ہے موج بادہ سے۔ یہان بادہ اضافت فارسی
کی ترکیب مین واقع ہے اور موج کا مضاف الیہ ہے اب اوسپر ترکیب اردو کا اعراب
یعنے سے کے سبب سے زیر نہین آسکتا۔ اس لئے کہ اگر (موج بادِہ سے) اسے
سمجہین تو یہ قباحت ہوگی کہ لفظ بادہ مین ہندی تصرف کرکے اور اوسے ہندی لفظ
بناکر ترکیب اضافت فارسی مین داخل کیا بعینہ جیسے کوئی کہے (عشقِ بتون مین سیہ
حال ہوا) اور یہ کہنا صحیح نہوگا کیونکہ لفظ بت مین ہندی تصرف کیا ہے اور ہندی
جمع کی علامت اوسمین شامل ہوتے ہی وہ ہندی لفظ ہو گیا پہر ہندی لفظ کی طرف
عشق کی اضافت کیونکر درست ہوسکتی ہے۔ اسکے علاوہ سے کا عمل اگر ہے تو

لفظ موج پر ہے یعنے مطلب یہ ہے کہ موج سے بادہ کی پہرتے کے سبب سے بادہ کی دال کو زیر کیون ہونے لگا غرض کہ جادہ کی دال کو زیر ہے اور بادہ کی دال کو زبر ہے اور قافیے تہ و بالا ہین اگر یون کہو کہ ہم بادہ اور جادہ کی "دا" کو حرف ردی لیتے ہین تو اختلاف توجیہ کے علاوہ ایک عیب یہ پیدا ہوگا کہ شعر بے قافیہ کے رہجا ئیگا اس سبب سے کہ "ہ" وزن سے گرگئی ہے جیسے حکیم مومن خان جب ایک مثنوی ہین دونون کے باہم گرعاشق ہوجانے کے بیان مین کہتے ہین س

اوسکا ہوش اپنے رنگ کا پیرو اپنا صبر اوسکے رنگ کا پیرو

اس شعر ہین اوسکے اور اپنے کو قافیہ کیا ہے اور حرف ردی لیتے ہی وزن مین نہین سماتی اب اوسک اور اپن قافیہ کی جگہہ رہ گیا میر حسن نے بہی یہ دہوکا کہایا ہے س

گر اس طرف سے قدم پر جو وہ تو کہنے لگی مسکرا اوسکو وہ

بزم می وحشت کدہ ہے کسکی چشم مست کا شیشہ مین نبض پری پنہان ہے موج بادہ سے

(کا) کے یہ معنے ہین کہ کس کی چشم مست نے بزم مے کو وحشت کدہ بنا دیا ہے۔ اور موج شراب کو نبض پری سے تشبیہ دی ہے تاکہ مطلب یہ نکلے کہ پری بزم سے سے وحشت کرکے شیشہ مین چہپ گئی۔

ہون ہین بہی تماشائی نیرنگ تمنا مطلب نہین کچہہ اس سے کہ مطلب ہی برآوے

یعنے تمنا اس لئے کی ہے کہ معلوم ہو اس مین کیا لذت ہے کچہہ یہ تمنا نہین ہے کہ تمنا پوری ہی ہو۔

سیاہی جیسی گرجاوے دم تحریر کاغذ پر مری قسمت مین یون تصویر ہے شبہا ہجران کی

قسمت سے نامۂ قسمت مراد ہے اور فرض یہ کیا ہے کہ خط تقدیر کے حروف سب تصویرین ہین مثلاً جیسے حروف کہ قدیم مصر مین رواج رکہتے تھے اور جو لوگ کہ رمال ہین یا ہاتھ دیکہتے ہین اونکا بہی یہی خیال ہے۔

ہجوم نالہ حیرت عاجز عرض یک افغان ہے — خموشی ریشۂ صد نیستان سے خس بدندان ہے

میدان جنگ مین جب کوئی گروہ مغلوب ہوجاتا ہے تو اپنا اظہار عجز کرنے کے لئے گہانس پہونس وغیرہ منہہ مین دبا کر دکہاتے ہین کہ لڑائی موقوف کرو۔ یہان ہجوم نالہ نے لشکر کشی کی ہے اور حیرت ایک نالہ کرنے مین بہی عاجز ہے اور اسی عجز کا اظہار کرنے کے لئے خموشی ریشہ الخ لیکن خس بدندان ہونے کے لئے ریشۂ نیستان کی کیا تخصیص ہے یہ کہ وہ نالہ وفریاد کی جڑ ہے کہ ریشہ سے نے پیدا ہوتی ہے اور نے سے نالہ۔ اور حالت ضبط مین نالہ چہپے ہوئے ہین جسطرح ریشہ نیستان مین نالہ پنہان ہو رہے ہین۔ حرف ندا محذوف ہے یعنے اے ہجوم نالہ مراد ہے۔ فقط ہجوم نالہ کو مخاطب کرکے مصرعے نے ریشہ صد نیستان کہنے کا باعث بنا دیا۔

تکلف برطرف ہے جانستان تر لطف بدخویان — نگاہ بے حجاب ناز تیغ تیز عریان ہے

نگاہ تیغ ہے اور جب نگاہ بے حجاب ہوئی تو تیغ عریان ہوگئی اور اوسکا نگاہ لطف کرنا اور بہی قاتل ہوگیا۔

ہوئی یہ کثرت غم سے تلف کیفیت شادی — کہ صبح عید مجہکو بدتر از چاک گریبان ہے

(یہ) کا لفظ اسقدر کے معنے پر تمام شعرا باندہا کرتے ہین لیکن معلوم ہوتا ہے کہ قابل ترک ہے۔

دل و دین نقد لا ساقی سے گر سودا کیا چاہے — کہ اس بازار مین ساغر متاع دست گردان ہے

اور دست گردان مال نقد قیمت پر بکا کرتا ہے۔ یہان ساغر کو متاع دست گردان کہنا ایسا لطف رکہتا ہے کہ دل و دین نیاز مصنف کرنا چاہئے۔

غم آغوش بلا مین پرورش دیتا ہے عاشق کو — چراغ روشن اپنا قلزم صرصر کا مرجان ہے

چراغ کے لئے صرصر آفت و بلا ہے لیکن جس طرح چراغ مرجان تلاطم قلزم مین نہین بجہتا اسی طرح چراغ عاشق صرصر آفت مین روشن رہتا ہے اور چراغ عاشق سے خود عاشق مراد ہے اور پرورش و تربیت کے ایک ہی معنے ہین لیکن پرورش کرنا اور تربیت دینا محاورہ واقع ہوا ہے پرورش دینا خلاف محاورہ ہے۔

خموشیون مین تماشا ادا نکلتی ہے — نگاہ دل سے تری سرمہ سا نکلتی ہے

خموشی اور سرمہ مین شاعر کے ذہن مین ملازمت پیدا ہوگئی ہے اس سبب سے کہ سرمہ کہانے والے کو خموشی لازم ہے کہ اوسکی تقریر محض حرف بے صوت ہوتی ہے آواز اوسکی نکل نہین سکتی مصنف نے اسکا عکس کہا ہے یعنے خاموشی مین تیری نگاہ تیرے دل ہی سے سرمہ آلود ہوکر نکلتی ہے یعنے تیری خاموشی ہی نگاہ کو سرمہ آلود کردیتی ہے یعنے بسبب ملازمت کے خاموشی و سرمہ ایک ہی چیز ہے۔

فشارِ تنگیِ خلوت سے بنتی ہے شبنم — صبا جو غنچہ کے پردہ مین جا نکلتی ہے

بادِ بہار خلوت غنچہ کے فشار سے شبنم بن جاتی ہے گویا غنچہ اوسے کوچہ تنگ مین پاکر ایسا بہچتا ہے کہ اوسے مارے شرم کے پسینہ آجاتا ہے۔ اس شعر مین بظاہر بے ارادہ مصنف ایک بات یہ نکل آئی کہ جائے تنگ مین جا نکلی اس قسم کا ضلع مصنف کے طرز کے خلاف ہے اس سبب سے معلوم ہوتا ہے کہ بلا قصد یہ بات پیدا ہوگئی لیکن لطف سے خالی نہین۔

نہ پوچھ سینۂ عاشق سے آبِ تیغِ نگاہ — کہ زخم روزنِ در سے ہوا نکلتی ہے

یعنے جس دروازہ سے وہ جہانکتا ہے اوس مین روزن نہ سمجھو بلکہ تیغ نگاہ نے زخم ڈال دیا ہے اور زخم بھی ایسا گہرا جس مین سے ہوا نکلتی ہے پھر سینہ عاشق کی کیا حقیقت ہے۔ جس زخم سے ہوا نکلے اور سانس دینے لگے وہ ضرور مہلک ہوتا ہے۔

جس جا نسیم شانہ کشِ زلفِ یار ہے — نافہ دماغ آہوئے دشتِ تتار ہے

یعنے جہان نسیم زلف کی شمیم کو اوڑا رہی ہو وہان دماغ آہو بھی مشک نافہ تتار بنجائے۔ دوسرے مصرع مین غرض مصنف کی یہ تھی کہ دماغ آہو نافہ مشک تتار ہے یعنے تتار کی قید نافہ کے ساتھ لگانا مقصود تھی۔ مگر طغیان قلم اسکا باعث ہوا کہ تتار کی قید آہو مین لگادی۔

کسکا سراغ جلوہ ہے حیرت کو اے خدا — آئینہ فرشِ ششجہتِ انتظار ہے

انتظار ایک عالم ہے جس مین ششجہت ہین اور اوسکے شش جہت مین حیرت نے آئینہ کا فرش کیا ہے کہ کہین تو اوسکا جلوہ دکھائی دے

ہے ذرہ ذرہ تنگیِ جا سے غبارِ شوق — گر دام یہ ہے وسعتِ صحرا شکار ہے

یعنے غبار شوق کو اوڑنے کی جا نہ ملی اس سبب سے ذرہ ذرہ ہوکر رہ گیا اور ذرہ پھیل کر دام بنگئے کہ جسکا شکار فضائے صحرا ہے یعنے غبار شوق تمام صحرا پر جال کیطرح چھا گیا۔

دل مدعی و دیدہ بنا مدعا علیہ — نظارہ کا مقدمہ پھر روبکار ہے

دل نے آنکھ پر یہ نالش کی ہے کہ نہ یہ نظارہ کرتی نہ میرا خون ہوتا۔ دیدہ آنکھ کو کہتے ہین لیکن ہر جگہ آنکھ کے بدلے دیدہ کہنا بُرا ہے اس سبب سے کہ اردو کے محاورہ مین ڈھیٹھ اور بے شرم آنکھ کو دیدہ کہتے ہین اور دیدہ کا لفظ عورتون کی زبان کے ساتھ خاص ہو گیا ہے جیسے دیدے سچوٹین۔ اور دیدون کے آگے آئے۔ اور غضب کا دیدہ ہے۔ لیکن فارسی مین دیدہ مطلق آنکھ کے معنے پر دیکھ کر اکثر لوگ دہوکا کہا جاتے ہین جیسے ناسخ کہتے ہین ؎

ہرگز مجھے نظر نہین آتا وجود غیر — عالم تمام ایک بدن ہے مین دیدہ ہون

اس شعر مین آنکھ کی جگہ دیدہ کہہ کر ڈھیلا کھینچ مارا ہے اوسکی خرابی اندھے کو بھی سوجھی ہوگی مگر مضمون شعر کا بہت عالی ہے۔

دوسری بحث اس شعر مین یہ ہے کہ فارسی کا واو اردو مین جب ہی استعمال کرتے ہین جب مفرد کا مفرد پر عطف ہو اور دونون فارسی لفظ ہون جیسے "دل و دیدہ"۔ نہین تو واو عطف فارسی کا لانا بے جا ہے مثلاً "دل و آنکھ" کہنا صحیح نہو گا اور اسی طرح (آنکھ پڑتی ہے و دل آتا ہے) ان دونون جملون مین واو سے عطف کرنا درست نہین غرض کہ یہ مصرع دل مدعی و دیدہ بنا مدعا علیہ۔ اصل مین یون ہے کہ (دل مدعی بنا و دیدہ مدعا علیہ بنا) اور دو ہندی جملون مین فارسی کا حرف عطف لائے ہین۔ لکھنؤ کے شعرا اس سے احتراز کرتے ہین اور ایسا ہی چاہئے۔

چھڑکے ہے شبنم آئینہ برگ گل پہ آب — اے عندلیب وقت وداع بہار ہے

ایران مین رسم ہے کہ آب بر آئینہ ریزند قفاے سفری۔

پیچ آپڑی ہے وعدۂ دلدار کی مجھے — وہ آئے یا نہ آئے پہ یان انتظار ہے

پیچ آپڑنے سے بات کا نباہنا مراد ہے جسکے خلاف مین شماتت کا اندیشہ ہو کہتے ہین اوسنے آنے کا وعدہ کیا تو مجھے انتظار کرنا ضرور ہے گو وہ وعدہ خلاف ہے لیکن مین انتظار نہ کرون تو یہی کہے گا کہ تو میرے وعدہ کو جھوٹھ سمجھا۔ مگر کے معنی پر (پہ) سے فصیح ہے اور یان سے یہان بہتر ہے یعنے دوسرا مصرع اگر یون ہوتا ع وہ آئے یا نہ آئے یہان انتظار ہے۔ تو اسمین (پہ یان) کے

نکل جانے سے بندش اچھی ہوجاتی اور پہ کا حذف کرنا محاورہ مین بہت ہی کچھ معنے مین خلل بھی نہ آتا مگر سچ پوچھو تو ایسی ذرا ذراسی باتون کا کوئی بھی خیال نہین رکھتا۔عود ہندی مین بیچ کا لفظ مصنف کی زبان پر بتذکیر ہے مگر اس شعر مین بتانیث ہے غالبا یہ سبب ہوا کہ پہلے یہ دیوان لکھنؤ مین چھپا وہان کاتب نے تصرف کر دیا پھر مصنف نے بھی اوسکو یونہین رہنے دیا۔

بے پردہ سوے وادی مجنون گزر نہ کر　　ہر ذرہ کی نقاب مین دل بیقرار ہے

ذرہ کے جگمگانے کو دل کے تلملانے سے تشبیہ تام ہے غرض یہ ہے کہ وادی مجنون مین جو ذرہ ہے آئینہ دار بیتابی مجنون ہے۔

اے عندلیب یک کف خس بہر آشیان　　طوفان آمد آمد فصل بہار ہے

یعنے اے عندلیب اگر بہار کا لطف اوٹھانا ہو تو ایک کف خس لا کر آشیانہ بنا رکھ ورنہ اس طوفان مین تنکا ڈھونڈھے نہ ملے گا کہ فصل بہار ہر خس و خار کو سبز و شاداب کر دے گی۔

دل مت گنوا خبر نہ سہی سیر ہی سہی　　اے بیدماغ آئینہ تمثال دار ہے

جس دل مین دنیا بھر کی حسرتین اور آرزوئین بھری ہون وہ آئینہ مصور ہے کہ اگرچہ اوسمین ایسی صفائی نہین ہے کہ جلوہ معرفت ہو سکے لیکن یہ سیر کیا کم ہے کعبے اگر بت نہ نکل سکین تو کیا ہوا بت خانہ کی کیفیت تو اوسمین موجود ہے۔

غفلت کفیل عمر و اسد ضامن نشاط　　اے مرگ ناگہان تجھے کیا انتظار ہے

اسد نے نشاط کی ضمانت کر لی ہے یعنے جانتا ہے کہ ہمیشہ نشاط ہی مین گزرے گی اور غفلت نے اوسکی عمر کا ٹھیکہ لے لیا ہے یعنے کبھی انجام کا خیال ہی نہین آتا پھر اوسکو مرگ ناگہانی کیون نہین آجاتی گویا مصنف کو یہ عقیدہ ہے کہ جو غفلت و بے خبری مین عمر صرف کرتا ہے اور موت کو بھولا رہتا ہے اوسی کو ناگہانی موت آجاتی ہے اسی بنا پر مرگ سے کہتے ہین کہ آ خراب تجھے کیا انتظار ہے یعنے اسباب تو تیرے آنے کے سب موجود ہین پھر تیرے توقف کا کیا باعث ہے۔ یہان بھی دو ہندی جملون مین حرف عطف فارسی کا ہے یعنے (غفلت کفیل عمر ہے و اسد ضامن نشاط) دیکھو واو فارسی یہان کیسا برا معلوم ہوتا ہے یا یون سمجھو کہ (غفلت کفیل عمر ہے اسد ضامن نشاط ہے)

یہ بہی ویسی ہی بات ہے یعنے مطلب یہی ہے کہ (غفلت ہر عمر کی کفیل واسندہی نشاط کا ضامن) بہرحال دونون ہندی جملہ اور حرف عاطف فارسی کا براہے ان سبب سے کہ ہے کا لفظ گو یہان مذکور نہین لیکن مقدر تو ہے ہان یہ تاویل کراو کہ پہلا مصرع فارسی۔

آئینہ کیون نہ دون کہ تماشا کہین جسے ایسا کہان سے لاؤن کہ تجھسا کہین جسے

تیرے مقابلہ کے لیے تجھسا حسین کہان سے ملے مگر مین تجھے آئینہ دونگا کہ اوسے دیکھکر تیرا حیران ہونا لوگون کو تماشا ہوجائے۔

حسرت نے لا رکھا تری بزم خیال مین گلدستۂ نگاہ سویدا کہین جسے

(تیری بزم خیال) یعنے میرا دل جسمین تو بسا رہتا ہے۔ حسرت نے اس بزم مین ایک گلدستہ لاکر رکھدیا ہے جسے لوگ سویدا کہتے ہین حاصل یہ کہ دل مین سویدا نہین ہے بلکہ حسرت بہری نگاہون کا گلدستہ ہے۔

پھونکا ہے کسنے گوش محبت مین ای خدا افسون انتظار تمنا کہین جسے

حیرت اس بات پر ہے کہ محبت ہوتے ہی تمنا کیسی پیدا ہوگئی اور انتظار کا افسون کیونکر چل گیا استفہام سے سچ مچ پوچھنا نہین مقصود ہے بلکہ اظہار تعجب یا توجع منظور ہے۔

سر پر ہجوم درد غریبی سے ڈالیے وہ ایک مشت خاک کہ صحرا کہین جسے

غریبی بمعنی بے وطنی اور یہ اشارہ ہے کہ یہ شخص آوارہ دشت وصحرا ہونے کا ارادہ کررہا ہے اور درد بے وطنی درپے ہے اور خاک اوڑانے پر نہایت آمادہ ہے کہ صحرا کو ایک مشت خاک سمجہتا ہے۔

ہے چشم تر مین حسرت دیدار سے نہان شوق عنان گسیختہ دریا کہین جسے

عنان گسیختہ اس شعر مین لفظ نہین ہے الماس جڑدیا ہے جب دوسری زبان کی لفظون پر ایسی قدرت ہو جب کہین اپنی زبان مین اوسکا لانا حسن رکہتا ہے۔ اور شوق عنان گسیختہ سے جوش اشک مجازاً مقصود ہے کیونکہ شوق سبب گریہ ہے مسبب کے محل پر سبب کو مجازاً استعمال کیا ہے۔

درکار ہے شگفتن گلہائے عیش کو صبح بہار پنبۂ مینا کہین جسے

طلوع صبح بہار سے پہول کہل جاتے ہین لیکن عیش ونشاط کے پہول جب سپیدہ صبح

ہین کہلتے ہین وہ سپیدی پنبہ میناہے۔

غالب بُرا نہ مان جو واعظ بُرا کہے ایسا بھی کوئی ہی کہ سب اچھا کہین جسے

ایک واعظ کے برا کہنے سے کیا ہوتا ہے سب رند تو تجھے اچھا کہتے ہین۔

شبنم بہ گل لالہ نہ خالی ز ادا ہے داغ دل بیدرد نظر گاہ حیا ہے

گل لالہ پر اوسکی بوندین ایک مطلب ادا کر رہی ہین وہ یہ کہ جس دل مین درد نہو اور داغ ہو وہ جاے شرم ہے یعنے لالہ کے داغ تو ہے مگر درد عشق سے خالی ہے اور یہ بات اوسکے لئے باعث شرم ہے اورلسے شرمندگی سے اوسے عرق شرم آگیا ہے پہلے مصرع مین ہے کے ساتھہ نہ خلاف محاورہ ہے (نہ ہے) کے بدلے (نہین) کہنا چاہیے۔

دل خون شدہ کشمکش حسرت دیدار آئینہ بدست بت بدمست حنا ہے

آئینہ دل مہندی بن گیا ہے یعنے حسرت دیدار نے اوسے پیس ڈالا اور اوسکے جگر کو لہو کردیا دل کو آئینہ بناکر پہر اوسے حنا بنا دینا بہت ہی تصنع ہے اور بے لطف۔

شعلہ سی نہوتی ہوس شعلہ نے جو کی جی کسقدر افسردگی دل پہ جلا ہے

ہوس شعلہ نے جو بات کی وہ شعلہ سے بھی نہوئی کہ جی کو جلا ہی ڈالا اور جی جلنا اردو کے محاورہ مین ناگوار ہونے کے معنے پر ہے یہان یہ معنی مقصود نہین ہین بلکہ جی سے جلنے سے کڑہنا مقصود ہے اور یہ مصرع نے اپنی عادت کے موافق دل سوختن کا ترجمہ کرلیا ہو فارسی مین کہین گے بربے کسیٔ دلم بسوزد۔لیکن اردو مین یہ کہنا کہ اوسکی بیکسی پر دل جلتا ہے اچھا نہین ہے افسردگی دل سے اوسکا شعلہ عشق سے خالی ہونا مراد ہے۔

تمثال مین تیری ہی وہ شوخی کہ بصد ذوق آئینہ باندازِ گل آغوش کشا ہے

تیرے عکس عارض کا رنگ ایسا شوخ ہے یا تمام تمثال مین ایسی شوخی بھری ہے کہ آغوش آئینہ آغوش گل بن گیا اور عکس تیرا آئینہ کو گل کی طرح شگفتہ کرکے خود نسیم کیطرح اوسکے آغوش سے نکل گیا یہان عکس کی شوخی بیان کرنے سے خود معشوق کا بے چین اور شوخ ہونا بالتزام ظاہر ہوا۔

قمری کف خاکستر و بلبل قفس رنگ اے نالہ نشان جگر سوختہ کیا ہے

قمری مین بسبب نالہ کشی کے کچھ خاکستر جگر پائی جاتی ہے اور بلبل مین کچھ رنگ جگر کا ملتا ہے
باقی جگر کا کچھ پتا نہین مطلب یہ کہ نالہ کشی ایسی چیز ہے کہ جگر کو جلا کر نابود کر دیتی ہے
اور قفس بمعنی سبد بھی ہے وہی معنی یہان مراد ہین قمری کو کف خاکستر فارسی والے
باندھا کرتے ہین لیکن بلبل کو سبد رنگ کہنا نئی بات ہے مگر بے لطف ہے نالہ کو مخاطب
بنانا بھی بے مزہ بات ہے اور جگر سے بظاہر بلبل و قمری کا جگر مراد ہے احتمال یہ بھی ہے
کہ اپنے جگر سوختہ کا نشان شاعر پوچھ رہا ہے شعر مین جہان دوسرے معنی کا احتمال
پیدا ہوا وہ سست ہو گیا۔

خو نے تری افسردہ کیا وحشت دل کو   معشوقی و بے حوصلگی طرفہ بلا ہے

معشوق ہو کر ایسا پھیکا پن ایسی ٹھنڈی طبیعت نہ ناز و ادا کا حوصلہ نہ چھیڑ چھاڑ کا مزہ
یہ طرفہ بلا ہے یعنے قابل نفرت ہے۔ خو سے بیدماغی و بدمزاجی مراد ہے۔ لفظ وحشت
اس شعر مین مصنف نے ذوق و شوق کی جگہہ پر باندھا ہے اور اصل مین وحشت و نفرت
کے معنے قریب قریب ہین وہ یہان بنتے نہین کیونکہ مطلب یہی ہے کہ تیری بدمزاجی سے
دل کو وحشت و نفرت ہو گئی نہ یہ کہ وحشت دل افسردہ ہو گئی غرض یون کہنا تھا کہ
افسردہ کیا خواہش دل کو یا حسرت دل کو جب لفظ مطابق معنی ہوتا۔

مجبوری و دعوائے گرفتاری الفت   دست تہ سنگ آمدہ پیمان وفا ہے

بھاری پتھر کے تلے ہاتھ دب گیا ہے نکال تو سکتے نہین کہتے یون ہین کہ محبت کو نباہ
رہے ہین عہد و پیمان کرتے وقت ہاتھ پہ ہاتھ مارتے ہین یہان ہاتھ پر پتھر ہے۔

معلوم ہوا حال شہیدان گذشتہ   تیغ ستم آئینہ تصویر نما ہے

یعنے تیرے ستم کا انداز دیکھ کر ستم رسیدون پر جو گزری ہو گی اوسکی تصویر آنکھون کے
سامنے پھر جاتی ہے۔ تیغ ستم نہوئی آئینہ تصویر نما ہوا۔ یہ شعر اوسکی زبانی ہے جو
تلوار کا مزہ چکھ چکا ہے لیکن الفاظ ادائے مطلب سے قاصر ہین۔

اے پرتو خورشید جہان تاب ادھر بھی   سایہ کیطرح ہم پہ عجب وقت پڑا ہے

یعنے ادھر بھی کرم کر اور وقت پڑنے کا محاورہ جس محل پہ مصنف نے صرف کیا ہے
اوسکی خوبی بیان نہین ہو سکتی۔

ناکردہ گناہونکی بھی حسرت کی ملے داد   یارب اگر ان کردہ گناہونکی سزا ہے

اس شعر کی داد کون دے سکتا ہے میر تقی کو بھی حسرت ہوتی ہوگی کہ یہ مضمون مرزا نوشہ کے لئے بچ رہا۔

بیگانگی خلق سے بیدل نہ ہو غالب — کوئی نہیں تیرا تو مری جان خدا ہے

یعنے خدا تیرا ہے اور فقط (خدا ہے) بھی محاورہ ہے۔ ہے کو خواہ تامہ و خواہ ناقصہ

منظور تھی یہ شکل تجلی کو نور کی — قسمت کھلی ترے قد و رخ سے ظہور کی

یعنے تجلی کو تیرے قد و رخ کا انتظار تھا کہ ایسی شکل ملے تو اوس میں ظہور کر دکھلائے

اک خونچکاں کفن میں کروڑوں بناؤ ہیں — پڑتی ہے آنکھ تیرے شہیدوں پہ حور کی

یہ شعر بھی ایسا کہا کہ کروڑون میں ایک آدھ ایسا نکلتا ہے۔ آج کل کی جو زبان دلی میں ہے اوسکے بموجب کڑوڑون پڑھنا چاہیے۔

واعظ نہ تم پیو نہ کسی کو پلا سکو — کیا بات ہے تمھاری شراب طہور کی

ایک شخص سے خطاب کرکے فوراً جمع کی طرف ملتفت ہوجانا بھی صورت التفات کی ہے اور نہایت لطف دیتی ہے۔

لڑتا ہے مجھ سے حشر میں قاتل کہ کیوں اوٹھا — گویا ابھی سنی نہیں آواز صور کی

یعنے اس قدر مزاج میں تغافل ہے کہ صور پھنک گیا اور اسے خبر نہیں۔

آمد بہار کی ہے جو بلبل ہے نغمہ سنج — اوڑتی سی اک خبر ہے زبانی طیور کی

یعنے نغمۂ بلبل بہار کی اوڑتی ہوئی خبر ہے یہ تشبیہ نہایت بدیع ہے اور انصاف یہ ہے کہ نئی ہے۔

گو واں نہیں پہ واں کے نکالے ہوئے تو ہیں — کعبے سے ان بتوں کو بھی نسبت ہے دور کی

ضابط یہ ہے کہ بتوں کا ذکر اوسی شعر میں اچھا معلوم ہوتا ہے جہاں حسینوں سے استعارہ ہو نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ اس میں مصنف مرحوم کی تخصیص نہیں شاید کوئی شاعر ایسا نکلے جو بتوں کا ذکر معنے حقیقی پر نہ کرتا ہو لیکن ہمیشہ سے لطف ہوتا ہے۔ اور بت سے استعارہ معشوق کا کئی وجہوں سے صحیح ہے حسن و تمکین و بے نیازی و خاموشی و پرستش وغیرہ۔

کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب — آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی

یہ کیا ضرور ہے کہ جسطرح کلیم کو صاف جواب دے دیا تھا ہم سے بھی وہی انکار ہو۔

اس شعر مین (نہ) عجب محاورہ کا لفظ مصنف نے باندھ دیا ہے بولتے سب ہین مگر کسی نے نظم نہ کیا تھا لیکن اس (نہ) کے کیا معنے ہین اسکا جواب مشکل ہے قیاس نحوی تو یہ کہتا ہے کہ آؤ نہ اور دیکھو نہ وغیرہ کیون نہ آؤ اور کیون نہ دیکھو کا مخفف ہے کہ بے اسکے حرف نفی کے کچھ معنی نہین بن پڑتے۔

گرمی سہی کلام مین لیکن نہ اسقدر — کی جس سے بات اوسنے شکایت ضرور کی

یعنے بے گالی دئے بے طنز کئے بے پھبتی کہے بات ہی نہین کرتے۔

غالب گر اس سفر مین مجھے ساتھ لے چلین — حج کا ثواب نذر کرون گا حضور کی

ایک عجب نحوی طلسم زبان اردو مین یہ ہے کہ مصنف نے جہان پر (کی) کو صرف کیا ہے یہان محاورہ مین (کے) بھی کہتے ہین مگر قیاس یہی چاہتا ہے کہ (کی) کہین اسی طرح لفظ طرف جب اپنے مضاف الیہ پر مقدم ہو تو (کی) کہنا صحیح نہ ہوگا مثلاً ۔ ع ۔ پھینکی کمند آہ طرف آسمان کے۔ اسی مصرع مین (کی) کہنا خلاف محاورہ ہے اور پھر لفظ طرف مونث ہے اگر اس لفظ کو موخر کر دو تو کہین گے آسمان کی طرف اور اگر مقدم کر دو تو کہین گے طرف آسمان کے غرض کہ ایک لفظ جب مقدم ہو تو مذکر ہو جائے موخر ہو تو مونث ہو جائے اسی کی نظیر نذر کرنا بھی ہے۔

غم کھانے مین بودا دل ناکام بہت ہے — یہ رنج کہ کم ہے مے گلفام بہت ہے

ایک ہی مصرع مین رنج اور اوسکی تفسیر پھر کم اور بہت کا تقابل جدت مضمون کے علاوہ یہ خوبی ہے۔

کہتے ہوئے ساقی سے حیا آتی ہے ورنہ — ہے یون کہ مجھے درد تہ جام بہت ہے

سب نے اب کی حرص کے بیان مین شعر کے خم خالی کئے ہین مگر ہمیشہ یہ مضمون بے کیفیت رہا اس شعر کو دیکھئے کہ اسکا مضمون کیسا پرجوش رہا ہے کہ اس سے بڑھکر حرص مے کا بیان نہین ہو سکتا۔

نی تیر کمان مین ہے نہ صیاد کمین مین — گوشہ مین قفس کے مجھے آرام بہت ہے

یعنے وہ نعمت جسمین خطرہ ہو اوس سے محرومی بہتر ہے۔

کیا زہد کو مانوں کہ نہو گرچہ ریائی ۔ پاداش عمل کی طمع خام بہت ہے

یعنے ثواب اعمال کی طمع کیا تھوڑا عیب ہے۔

ہیں اہل خرد کس روش خاص پہ نازاں ۔ پابستگی رسم و رہ عام بہت ہے

کیا اسیکا نام عقلمندی ہے کہ عامیانہ رسموں کی سب سے بڑھکر پابند رہیں کیا روش خاص اسی کو کہتے ہیں کہ رسوم عام کو زیادہ مانیں جس طرز کا یہ شعر ہے اس روش خاص پر مصنف کو ناز ہو تو زیبا ہے۔

زمزم ہی پہ چھوڑو مجھے کیا طوف حرم سے ۔ آلودہ بہ مے جامۂ احرام بہت ہے

بھلا طواف کروں یا شراب کے دھبے بیٹھ کر دھوؤں۔

ہے قہر گر اب بھی نہ بنے بات کہ انکو ۔ انکار نہیں اور مجھے ابرام بہت ہے

بات بننے سے وصل ہونا مراد ہے۔

خوں ہو کے جگر آنکھ سے ٹپکا نہیں اے مرگ ۔ رہنے دے مجھے یاں کہ ابھی کام بہت ہے

موت سے شکایت کرتے ہیں کہ اب بھی نہ آئی ہوتی ابھی تو بہت سی مصیبتیں باقی ہیں

ہوگا کوئی ایسا بھی کہ غالب کو نہ جانے ۔ شاعر تو وہ اچھا ہے پہ بدنام بہت ہے

مدت ہوئی ہے یار کو مہماں کئے ہوئے ۔ جوش قدح سے بزم چراغاں کئے ہوئے

یعنے شراب آتشیں کا ہر ایک جام ایک چراغ تھا۔

کرتا ہوں جمع پھر جگر لخت لخت کو ۔ عرصہ ہوا ہے دعوت مژگاں کئے ہوئے

عرصہ ہوا کہ مژگان یار کی دعوت کی تھی جسنے جگر کے ٹکڑے اڑا دیئے اب پھر انہیں ٹکڑوں کو جمع کر رہا ہوں اور پھر اسی دعوت کا حوصلہ ہے دعوت مژگان نامقبول مضمون ہے اس سے زینت مژگان بہتر ہے یعنے لخت ہائے جگر سے پھر مژگان کو اپنی شاخ گل بنانا مقصود ہے۔

پھر وضع احتیاط سے رکنے لگا ہے دم ۔ برسوں ہوئے ہیں چاک گریباں کئے ہوئے

وضع احتیاط سے گریبان پھاڑنے میں احتیاط کرنا مراد ہے یعنے برسوں گریبان نہیں پھاڑا ہے اس سبب سے دم الجھ رہا ہے۔

پھر گرم نالہ ہائے شرربار ہے نفس ۔ مدت ہوئی ہے سیر چراغاں کئے ہوئے

چراغان نالہ کی جو سیر آگے دیکھی تھی اب پھر وہی سیر دیکھنے کو جی چاہ رہا ہے۔

پھر پرسشِ جراحتِ دل کو چلا ہے عشق ۔۔۔ سامانِ صد ہزار نمکدان کیے ہوئے

حاصل یہ کہ عشق پھر زخم دل پر نمک چھڑکنے چلا ہے۔

پھر بھر رہا ہون خامۂ مژگان بخونِ دل ۔۔۔ سازِ چمن طرازیِ دامان کیے ہوئے

یعنے طراز دامن بنانے کے لئے مژگان کے موقلم کو خون دل مین ڈبو رہا ہون۔

باہم دگر ہوئے ہین دل و دیدہ پھر رقیب ۔۔۔ نظارہ و خیال کا سامان کیے ہوئے

یعنے دل نے خیال جمال اور آنکھ نے نظارۂ خط وخال کا پھر حوصلہ کیا ہے۔

دل پھر طوافِ کوئے ملامت کو جائے ہے ۔۔۔ پندار کا صنمکدہ ویران کیے ہوئے

پندار و خود داری کوئے ملامت مین جانے کو مانع تھی اس بت خانہ کو ویران کرکے حرم ملامت کے طواف کو جاتے ہین۔

پھر شوق کر رہا ہے خریدار کی طلب ۔۔۔ عرضِ متاعِ عقل و دل و جان کیے ہوئے

کوئی معشوق خریدار ہو تو دل و ایمان اوسکے ہاتھ بیچ ڈالین۔

دوڑے ہے پھر ہر ایک گل و لالہ پر خیال ۔۔۔ صد گلستان نگاہ کا سامان کیے ہوئے

گل ولالہ حسینون سے استعارہ ہے اور صد گلستان نگاہ مین گلستان کو پیمانۂ نگاہ فرض کیا ہے اس سبب سے کہ گلستان پر نگاہ رغبت وشوق کی پڑتی ہے۔

پھر چاہتا ہون نامۂ دلدار کھولنا ۔۔۔ جان نذرِ دلفریبیِ عنوان کیے ہوئے

مانگے ہے پھر کسیکو لبِ بام پر ہوس ۔۔۔ زلفِ سیاہ رخ پہ پریشان کیے ہوئے

چاہے ہے پھر کسیکو مقابل مین آرزو ۔۔۔ سرمے سے تیز دشنۂ مژگان کیے ہوئے

اک نوبہارِ ناز کو تاکے ہے پھر نگاہ ۔۔۔ چہرہ فروغِ مے سے گلستان کیے ہوئے

پہلے شعر کیطرح اس شعر کا بھی مطلب یہی ہے کہ یہ سب معاملہ گزرے ہوئے ہین اب پھر دل مین ویسا ہی شوق پیدا ہوا ہے مگر (تاکے ہے) مصنف مرحوم نے مے کی اور تاک کی مناسبت سے کہہ دیا ہے ورنہ محاورے سے چسپان یہ لفظ نہین ہے یہان (ڈھونڈھے ہے) کہنا چاہیئے تھا۔

پہر جی مین ہی کہ در پہ کسیکے پڑے رہین ۔۔۔ سر زیر بار منت دربان کئی ہوئے

یعنے بار احسان کے سبب سے اوٹھ ہی نہ سکین۔

جی ڈہونڈہتا ہے پہر وہی فرصت کہ رات دن ۔۔۔ بیٹھے رہین تصور جانان کئی ہوئے

یعنے رات دن زلف ورخ کے تصور مین رہین۔

غالب ہمین نہ چھیڑ کہ پہر جوش اشک سے ۔۔۔ بیٹھے ہین ہم تہیۂ طوفان کئی ہوئے

مصنف نے یہان طوفان سے معنے طوفان برپا کرنے کے لئے ہین اسکی سند ملنا مشکل ہے۔

نوید امن ہے بیداد دوست جان کے لئے ۔۔۔ رہی نہ طرز ستم کوئی آسمان کے لئے

معشوق کی بیداد نے بیداد فلک سے بے خوف کردیا کوئی ستم اوٹھا ہی نہ رکہا اب نیا انداز ستم آسمان کو کہان سے ملے گا آتش کہتے ہین ؎

گردش چشم بتان سے خاک مین ہم ملگئے ۔۔۔ حوصلہ باقی فلک کو رہ گیا بیداد کا

لفظ طرز پہلے مونث تھا اور دلی مین اب بھی مونث ہے مگر لکھنؤ مین عام محاورہ اسکی تذکیر کا ہے ہان چند غزل گو جو زبان مین قیاس کیا کرتے ہین وہ اب بھی مونث باندہتے ہین لیکن خلاف محاورہ معلوم ہوتا ہے کانون کو۔ میرا شعر ہے ؎

طرز دکھلا دے اوسکی قامت کے ۔۔۔ پاؤن پڑتا ہون مین قیامت کے

بلا سے گر مژہ یار تشنہ خون ہے ۔۔۔ رکہون کچھ اپنی بھی مژگان خونچکان کیلئے

اگر اوسکی مژہ خونخوار ہے تو میری مژہ بھی خونبار ہے اگر سب خون اوسی کو دیدون تو اپنی مژہ کے لئے کیا رکھون۔

وہ زندہ ہم ہین کہ ہین روشناس خلق اے خضر ۔۔۔ نہ تم کہ چور بنے عمر جاودان کیلئے

یعنے ایسی عمر جاوید کس کام کی کہ چور کی طرح چھپتے پہرتے ہو۔

رہا بلا مین بھی مین مبتلائے آفت رشک ۔۔۔ بلائے جان ہے ادا تیری اک جہان کیلئے

ادا بلا بھی ہے تو میرے ہی لئے ہوتی سارے جہان کے لئے کیون ہوئی۔

فلک نہ دور رکھ اوس سے مجھے کہ مین ہی نہین　　دراز دستی قاتل کی امتحان کے لئے

یہ سچ ہے کہ دراز دستی کا امتحان جبھی ہو سکتا ہے جب نخچیر یا کشتنی تیغ زن سے دور
ہو لیکن کیا ایک مین ہی اس امتحان کے لئے رہگیا ہون اور بھی تو کشتنی ہین۔
اگر قاتل کی زد سے دور رکھتا ہے تو اونکو دور رکھ۔

مثال یہ مری کوشش کی ہے کہ مرغ اسیر　　کرے قفس مین فراہم خس آشیان کے لئے

یعنے میری کوشش بے سود بھی ہے اور قابل رحم بھی ہے۔

گدا سمجھ کے وہ چپ تھا مری جو شامت آئی　　اوٹھا اور اوٹھ کے قدم مینے پاسبان کے لئے

دہ سے پاسبان مراد ہے کہ پہلے وہ سایل سمجھ کر در معشوق پر آنے سے مزاحم نہوا
تھا لیکن انکی شامت جو آئی تو اوسکے پاؤن پر گر پڑے اس سے وہ مطلب
سمجھ گیا اور گردن مین ہاتھ دیا۔ اس شعر نے ایسی بندش پائی ہے کہ جواب نہین۔

بقدر شوق نہین ظرف تنگنائے غزل　　کچھ اور چاہئے وسعت مری بیان کے لئے

یعنے اس زمین مین جن مضامین کے لانے کا مجھے شوق ہے غزل مین اوسکی گنجایش نہین
مجھے زیادہ وسعت چاہئے یعنے غزل سرائے چھوڑ کر یہان سے مدح سرائی شروع
کرتا ہون۔

دیا ہے خلق کو بھی تا اوسے نظر نہ لگے　　بنا ہے عیش تجمل حسین خان کے لئے

"دیا ہے خلق کو بھی"۔ اس جملہ مین سے فاعل یعنے خدا نے اور مفعول ثانی یعنے
عیش محذوف ہے لفظ عیش مین دو فعل یعنے (دیا ہے اور بنا ہے) تنازع
رکھتے ہین۔

زبان پہ بار خدایا یہ کسکا نام آیا　　کہ میرے نطق نے بوسے مری زبان کیلئے

یہان استفہام محض اظہار مسرت کے لئے ہے سچ مچ پوچھنا نہین مقصود ہے اور بار خدا
مین ترکیب مقلوب ہے اصل اسکی خدائے بار ہے یعنے مالک باغ جہان۔

نصیر دولت و دین اور معین ملت و ملک　　بنا ہے چرخ برین جسکے آستان کیلئے

یعنے پہلے مصرع مین دو دو مترادف لفظ جمع کئے ہین نصیر و معین اور دین و ملت اور
ملک و دولت۔

زمانہ عہد مین اوسکے ہے محو آرائش　　بنین گے اور ستارے اب آسمان کے لئے

ممدوح کا نام تجمل حسین ہے اسی سبب سے زمانہ اوسکے عہد مین صرف تجمل وآرائش
ہے مولوی حالی صاحب نے جو معنے لکھے ہین اوسپر کوئی قرینہ نہین ہے

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے — سفینہ چاہیے اس بحر بیکران کے لئے

سفینہ کا لفظ بحر کے مناسب ہے لیکن سفینہ سے یہان بیاض و دیوان مراد ہے۔

ادای خاص سے غالب ہوا ہے نکتہ سرا — صلائے عام ہے یاران نکتہ دان کیلئے

سب کی صلا کرتے ہین کہ تم بھی غزل و مدح مین اس طرز خاص کو اختیار کرو۔

قصاید

ساز یک ذرہ نہیں فیضِ چمن سے بیکار   سایۂ لالۂ بیداغ سویدائے بہار

غرض یہ ہے کہ چمن مین کوئی شئے حسن تناسب سے خالی نہین یہان تک کہ لالہ کا سایہ بھی زائد و بیکار نہین ہے وہ سویدائے دلِ بہار ہے۔ لالہ کی صفت بے داغ لانے سے دو باتین پیدا ہوئین ایک تو رنگ بہار کی خوبی کہ لالہ مین داغ نہین ہے دوسرے یہ معنے کہ داغ اگر لالہ مین ہوتا تو وہی سویدائے بہار تھا لیکن جب اسمین داغ نہین ہے تو اسکے سایہ مین تناسبِ حسن سویدائے بہار کا پیدا کیا گیا۔

مستیِ بادِ صبا سے ہے بعرضِ سبزہ   ریزۂ شیشۂ مے جوہرِ تیغِ کہسار

پہاڑ کی چوٹی کو فارسی مین تیغِ کوہ کہتے ہین تیغ کے لفظ سے خیال شاعر اس طرف منتقل ہوا کہ سبزہ بلندی کوہ جوہرِ تیغ ہے اور سبزہ کو بوتل کی کرچون سے رنگ و شکل مین مشابہت ہے یہ گویا مستی بادِ صبا کی تاثیر ہے کہ وہ سبزہ جو جوہرِ تیغ کہسار تھا ریزہ مینائے مے بن گیا۔ حاصل یہ کہ سبزہ یہ بات عرض کر رہا ہے کہ مستی بادِ صبا سے جوہرِ تیغ کہسار ریزہ مینائے شراب بن گیا یہان بہت ہی تکلف و آورد سے عرض و جوہر کو جمع کیا ہے۔

سبز ہے جامِ زمرد کی طرح داغِ پلنگ   تازہ ہے ریشۂ نارنج صفت روئے شرار

دونو تشبیہین نہایت بدیع ہین۔

مستیِ ابر سے گلچینِ طرب ہے حسرت   کہ اس آغوش مین ممکن ہے دو عالم کا فشار

ابر بہاران طرف پھیل کر عالم کو آغوش مین سے لیتا ہے تو حسرت مجھے ہوتی ہے کہ مین بھی اپنی آغوش مین دو عالم کو لئے ہوتا ہے اور میرا آغوش خالی ہے لیکن اس حسرت کے ساتھ طرب بھی ہے اس سبب سے کہ ابر بھی نہایت طرب انگیز ہے۔

کوہ و صحرا ہمہ معموریِ شوقِ بلبل   راہِ خوابیدہ ہوئی خندۂ گل سے بیدار

معموری کی جگہ معمورہ بہتر تھا یعنی تمام کوہ و صحرا مین کثرتِ گل کے سبب سے بلبلون کا ہجوم ہے اور جو راہین کہ سنسان پڑی ہوئی تھین [illegible] اونمین سے غنچون کے چٹکنے کی صدا آرہی ہے۔

سبقے ہی فیض ہوا صورت مژگان یتیم — سر نوشت دو جہان ابر بیک سطر غبار

کہتے ہین ہوا سے ہر شے کو ایسی سیرابی پہونچ رہی ہے کہ ایک سطر کو جو بخط غبار لکھی ہوئی ہو سر نوشت ابر بلکہ دو صد ابر حاصل ہے پھر اسکی تشبیہ مین عجب نازک خیالی کی ہے کہ وہ سطر غبار جسے سر نوشت دو صد ابر حاصل ہے اوسکو مژگان یتیم سے تشبیہ دی ہے اسلئے کہ طفل یتیم کی مژگان خاک آلود بھی ایک سطر بخط غبار ہے۔ جسکی قسمت مین برسون کا رونا لکھا ہوا ہے۔ دو جہان کا لفظ محض معنی کثرت کے لئے ہے جیسے لفظ دو صد ہے اور غبار و ابر و سر نوشت و سطر ضلع کی لفظ ہین۔

کاٹ کر پھینکئے ناخن تو باندازِ ہلال — قوت نامیہ اسکو بھی نچھوڑے بیکار

یعنے ہلال کیطرح ناخن بھی بڑھہ بڑھہ کر بدر ہوجاے۔

کف ہر خاک بگردون شدہ قمری پرواز — دام ہر کاغذ آتش زدہ طاؤس شکار

لفظ خاک کو بکسرۂ توصیفی پڑھنا چاہئے اس لئے کہ بگردون شدہ اوسکی صفت ہے نہ خبر اور دوسرے مصرع کا مطلب یہ ہے کہ کاغذ آتش زدہ مین دو صورتین پیدا ہین۔ ایک یہ کہ آگ سے مشبک ہوجاتا ہے اور دام کی شکل ظاہر کرتا ہے دوسرے یہ کہ اوس سے شعلہ بلند ہوتا ہے یعنے طاؤس کو شکار کرتا ہے حاصل یہ کہ فیض بہار نے ہر شے مین جان ڈال دی ہے کہ ہر کف خاک قمری بن گئی اور ہر شعلہ طاؤس بنگیا

میکدہ مین ہو اگر آرزوے گل چینی — بھول جا یک قدح بادہ بطاق گلزار

یعنے اگر تو اب میکدہ چاہتا ہے کہ شراب بھی پیتا جائے اور پھول بھی توڑتا جاے تو ایک جام شراب طاق دیوار باغ مین رکھ کر بھول جا پھر دیکھ کہ تاثیر نشو و نما ایک قدح سے ہزار قدح پیدا کرے گی جیسے ایک تخم سے ہزارون کٹورا سے گلاب پیدا ہوجاتے ہین اور ایک طاق سے ہزار محراب کا میخانہ نکالے گی جسطرح ایک قلم سے ہزار شاخ کا درخت پیدا ہوجاتا ہے۔

موج گل ڈھونڈھ بخلوتکدۂ غنچۂ باغ — گم کرے گوشۂ میخانہ مین گر تو دستار

یعنے فیض ہوا گوشۂ میخانہ کو غنچہ اور دستار کو موج گل بنادے گا۔

کھینچے گر مانی اندیشہ چمن کی تصویر — سبز مثل خط نوخیز ہو خطِ پرکار

باغ کی تصویر اوتارنے مین یہ تاثیر ہے کہ مصور کا خط پرکار سبزۂ خط بن جاتا ہے۔

اس شعر مین یہ نظر ہے کہ مانی کے لئے پرکار و مو قلم تصویر کھینچنے مین البتہ ضرور ہے لیکن مانی اندیشہ کو تصویر اوتارنے مین پرکار کی کیا ضرورت ہے بتاویل اسکا یہ جواب ہوسکتا ہے کہ پرکار سے بھی پرکار اندیشہ مراد ہے۔

لعل سی کی ہے پئے زمزمۂ مدحتِ شاہ   طوطیٔ سبزۂ کہسار نے پیدا منقار

کہسار مین لعل بھی ہے اور سبزہ زار بھی ہے گویا سبز طوطا لال چونچ کا منقبت سرائی کے لئے پیدا ہوا ہے۔

وہ شہنشاہ کہ جسکی پئے تعمیر سرا   چشمِ جبریل ہوئی قالبِ خشتِ دیوار

اس شعر کی بندش مین نہایت خامی ہے کہ مطلب ہی گیا گزرا ہوا غرض یہ تھی کہ فرشتے جبریل کی آنکھون کے ہین خشت دیوار۔ موصول کو اگر (جسکی) کا مضاف الیہ لو تو (جسکے) چاہیے اور اگر سرا کی اضافت لو تو (جسکی) پڑھنا چاہیے۔ اس قسم کی ترکیبین خاص اہل مکتب کی زبان ہے شعراکو اس سے احتراز واجب ہے۔

فلک العرش ہجوم خم دوش مزدور   رشتۂ فیض ازل ساز طناب معمار

یعنی اوسکے قصر کی تعمیر کے لئے عرش خم دوش مزدور ہے اور رشتۂ سلسلۂ فیضان ازلی معمار کی ڈوری بٹنے کے لئے ہے ہجوم کا لفظ کثرت خمیدگی کے بیان کے لئے ہے اور ساز بمعنی اسباب و سامان ہے۔

سبزۂ نہ چمن و یک خط پشت لب بام   رفعت ہمت صد عارف و یک اوج حصار

سبزۂ نہ چمن استعارہ نو آسمانون سے ہے اور حرف عطف دونون مصرعون مین معنے مساوات کے لئے ہے اور اس شعر مین بلندی قصر کی تعریف مقصود ہے یعنے سبزۂ نہ فلک و سبزۂ پشت لب بام برابر ہے اور بلندی ہمت عارف اور اس قصر کا اوج یکسان ہے اصطلاح کا عطف بمعنی مساوات کے لئے فارسی سے اردو مین آیا ہے ورنہ خاص اردو مین بمعنی مساوات کے لئے حرف نفی سے عطف کرتے ہین میر انیس مرحوم فرماتے ہین ؎

گورے نہ اونکے پاؤن نہ روئے ہیر ہیر یعنے انکے گورے گورے تلوے اور چاند کا شہپر برابر ہے۔

وان کی خاشاک سے حاصل ہو جسے یک پرکاہ   وہ رہے مروحۂ بال پری سے بیزار

یعنے پرکاہ کے مقابلہ مین بال پری قابل نفرت ٹھہرے اور یہہ مبالغہ غیر عادی ہے اسلئے

کہ بیزار ہونے کا کوئی سبب نہین۔

خاکِ صحرای نجف جوہرِ سیرِ عرفا
چشمِ نقشِ قدم آئینۂ بختِ بیدار

یعنے اہلِ عرفان جب صحرائے نجف مین سیرِ دشتی کرتے ہین تو اپنے آئینہ نقشِ قدم مین بختِ بیدار کی صورت دیکھ لیتے ہین اور وہان کی خاک کو اپنا جوہر اپنا ہنر اپنے لئے فخر سمجھتے ہین۔ لیکن جوہرِ سیرِ عرفا انوکھی ترکیب ہے۔

ذرہ اوس گرد کا خورشید کو آئینۂ ناز
گرد اوس دشت کی امید کو احرامِ بہار

دونون مصرعون کی ترکیب کا متشابہ ہونا اور مصرعون کے درمیان خورشید و امید کا جمع آنا باعثِ حسنِ شعر ہوا پھر لفظ گرد کی تکرار اور بھی آئینہ کو جلا دے گئی۔ آئینۂ ناز وہ آئینہ جسمین مونہ دیکھنا باعثِ فخر و ناز ہے اور دوسرے مصرع کا مطلب یہ ہے کہ امید وہان کی گرد کو فصلِ بہار کا جامۂ احرام سمجھتی ہے۔

آفرینش کو ہے وان سے طلبِ مستیِ ناز
عرضِ خمیازۂ ایجاد ہے ہر موجِ غبار

موجِ غبار مین انگڑائی کی صورت پیدا ہے اور انگڑائیان نشہ کے اوتار مین آتی ہین غرض یہ ہے کہ جو موجِ غبار ہے وہ آفرینش و ایجاد کی انگڑائی ہے کہ نشہ اوتر گیا ہے شرابِ فخر و ناز کی پھر طلب ہے حاصل یہ کہ وہ سرزمین پیدا کرکے آفرینش کو بار بار فخر و ناز ہوتا۔

فیض سے تیرے ہے اے شمعِ شبستانِ بہار
دلِ پروانہ چراغان پرِ بلبل گلزار

پروانہ کا معشوق چراغ ہے اور بلبل کا محبوب گل۔ تیرے فیض نے اوسکے دل کو چراغان اور اوسکے پر کو گلزار بنا دیا حاصل یہ کہ تجھسے سب کی مرادین حاصل ہوتی ہین۔

شکلِ طاؤس کرے آئینہ خانہ پرواز
ذوق مین جلوہ کے تیرے بہوائے دیدار

یعنے تیرے جلوہ کے ذوق اور تیرے دیدار کے شوق مین ایک آئینہ تو کیا سارا آئینہ خانہ پرواز کرے۔ آئینہ خانہ و طاؤس کی تشبیہ بہت ہی بلیغ ہے۔

تیری اولاد کے غم سے ہے بروئے گردون
سلکِ اختر مین مہِ نو مژۂ گوہر بار

یعنے سلکِ اختر آنسوؤن کی لڑی ہے اور گوہر اشکِ غم سے استعارہ ہے اس مین اشارہ ہے کہ اس غم مین آنسو کو موتی کا رتبہ ہے۔

ہم عبادت کو ترا نقشِ قدم مہرِ نماز
ہم ریاضت کو ترے حوصلہ سے استظہار

ترا نقشِ پا عبادت کے لئے سجدہ گاہ اور ترا حوصلہ ریاضت کے لئے پشت پناہ ہے۔

ہم اس شعر مین اچھا نہین معلوم ہوتا۔

مدح مین تیری نہان زمزمۂ نعت نبی   جام سے تیرے عیان بادۂ جوشِ اسرار

یعنے جس نے تیری مدح کی اوس نے نبی کی مدح کی اور جس نے تیرا جام پی لیا وہ سرشار بادۂ اسرار ہوگیا۔

جوہرِ دستِ دعا آئینہ یعنے تاثیر   یکطرف نازشِ مژگان و دگر سو غمِ خار

جوہر دستِ دعا آئینہ کی ترکیب اردو تو کیا فارسی مین بھی غریب ہے دست دعائے ممدوح کو آئینہ فرض کیا ہے اور آئینہ دستِ دعا کو بقلب اضافت دستِ دعا آئینہ کہا ہے۔ اور آئینہ مین جوہر ہوتا ہے تو آئینہ دستِ دعا کا جوہر کیا ہے تاثیر ہے۔ اور جوہر آئینہ کو مژگان سے اور خار سے تشبیہ دیا کرتے ہین اسی مناسبت سے لفظ مژگان و خار کو دوسرے مصرع مین لائے ہین۔ غرض یہ ہے کہ ممدوح کے آئینہ دست دعا کا جوہر تاثیر دو وصف رکھتا ہے ایک تو یہ کہ نازش مژگان کا باعث ہے یعنے مژگانِ ممدوح کو اس تاثیرِ دعا پہ ناز ہے اس لئے کہ دعا کے وقت مژگان سے بھی اشک ٹپکتے تھے اب دعا کے قبول ہونے پر مژگان کو کیونکر ناز نہو دوسرے یہ کہ جوہر تاثیر خار حسرت کے لئے غم کا سبب ہے اسلئے کہ جب دعا نے تاثیر کی اور مراد آگئی تو پھر حسرت کجا۔ یا یہ غرض ہے کہ جوہر تاثیر رشکِ مژگان خوبان و رشک افزاے خارِ مغیلان ہے نہ کسی مژہ مین ایسی ناوک فگنی نہ کسی خار مین ایسی نشتر شکنی ہے بہرحال بندش کی خامی اور مضمون کی ناتمامی سے یہ شعر خالی نہین۔

مردمک سے ہو عزاخانۂ اقبال نگاہ   خاکِ در کی ترے جو چشم نہو آئینہ دار

آئینہ دار کے معنی یہان خادم و فرمان بردار کے ہین کہتے ہین جو آنکھ تیرے خاکِ در کی تابع فرمان نہو اوسکی نگاہ اقبال و سعادت کا عزاخانہ بنجائے اور مردمک سے سیاہ پوشی مردمک مقصود ہے جو کہ سوگ نشینون کے لئے مناسب ہے مصنف کی غرض یہ ہے کہ جس آنکھ کی پتلی تیرے در کی بندہ فرمان نہو وہ ہمیشہ اقبال و کامیابی کے سوگ مین سیہ پوش رہے۔

دشمنِ آلِ نبی کو بطرب خانۂ دہر   عرضِ خمیازۂ سیلاب ہو طاقِ دیوار

انگڑائی کو موج سے مناسبت [illegible] کے سبب سے خمیازہ سیلاب کو موج سیلاب کا استعارہ

سمجھنا چاہئے یعنے طرب خانۂ دہر کی ہر ایک محراب اور ہر ایک طاق اوسکے حق مین موج سیلاب بنجائے اور یہ ظاہر ہے کہ جس طرب خانہ مین سیلاب آئے وہ ڈھے جائے گا۔

دیدہ تا دل اسدؔ آئینۂ یک پرتو شوق — فیض معنی سے خط ساغر راقم سرشار

آنکھ سے لیکر دل تک ایک آئینہ پرتو شوق ہے اور اسی معنی شوق سے ساغر راقم سرشار رہے ساغر دیدہ و دل سے استعارہ ہے خط کا لفظ محض سطر کی مناسبت سے لائے ہین۔ اور لفظ راقم بہت ہی مبتذل لفظ ہے ان معنی پر راقم شعرا کی زبان نہین ہے۔

دہر جز جلوۂ یکتائی معشوق نہین — ہم کہان ہوتے اگر حسن نہ ہوتا خودبین

مسئلہ تصوف ایک یہ بھی ہے کہ حقایق ممکنات کو ذات واجب الوجود سے ایسا تعلق ہے جیسا آفتاب کو اجسام مرئیہ سے ہے کہ جیسی جس جسم کی قابلیت ہے ویسا ہی نور اوسپر آفتاب سے پہنچتا ہے مثلاً سیاہ پتھر کو بہت کم فیضان نور پہنچتا ہے اور آئینہ مین آفتاب سارا اوتر آتا ہے اسی طرح ہر ماہیت ممکنہ مین جلوۂ وجود واجب تعالےٰ کچھہ نہ کچھہ پہونچ رہا ہے اور تمام دہر کی ہستی اوسیکا پرتو وجود ہے اگر اودھر اپنا پرتو وجود دیکھنا نہ منظور ہوتا تو نہ ہم ہوتے نہ تم یا یون سمجھو کہ عالم مین ہر شے مظہر قدرت خدا ہے اور سارا عالم اوسکی خودبینی کا آئینہ خانہ ہے۔

بیدلیہای تماشا کہ نہ عبرت ہے نہ ذوق — بیکسیہای تمنا کہ نہ دنیا ہے نہ دین

یعنے افسوس ہے کہ تماشا اور بیدلی ہے کہ جس سے نہ عبرت حاصل ہو نہ کچھہ مزہ ملے اور تمنا اور اسکی بیکسی مین کہ نہ دین ہی ملا نہ دنیا حاصل ہوئی تماشا سے تماشائے عالم مراد ہے کہ اگر اوس سے عبرت حاصل ہو تو دین کا نفع ہے اور اگر اوس سے کچھہ لطف ملے تو دنیا کا مزہ ہے یہان بیدلی اور بیدماغی کے سبب سے نہ تماشائے عالم سے عبرت کا سبق لیا نہ اوس سے کچھہ لطف ہی اوٹھایا افسوس ہے تمنا کی بیکسی کہ نہ دین کی ہوئی نہ دنیا کی۔

ہرزہ ہے نغمۂ زیر و بم ہستی و عدم — لغو ہے آئینۂ فرق جنون و تمکین

یعنے ماسواے اسی کی ہستی و عدم مین گفتگو کرنا ہرزگی ہے دونون باتین نہین تا
اور جنون و ہوشیاری و دیوانگی و فرزانگی مین امتیاز کرنا لغو ہے جسے ہوشیاری
سمجھتے ہین وہ بھی دیوانگی ہے زبر و بم آدرستی و عدم مین لف و نشر غیر مرتب ہے۔
زیر سے عدم اور بم سے ہستی مراد ہے۔

نقشِ معنی ہمہ خمیازۂ عرضِ صورت
سخنِ حق ہمہ پیمانۂ ذوقِ تحسین

حاصل یہ کہ جو لوگ معنی شناسی کا دعوے کرتے ہین اونکو محض ظاہر داری مقصود ہے
اور جو لوگ حق گوئی کا دم بھرتے ہین اون کو محض تحسین و ستایش مطلوب ہے
معنی شناسی وہ اچھی جس مین ظاہر داری کا لگاؤ نہو اور حق گوئی وہ معتبر ہے جس مین
اپنی کوئی غرض نہو۔ نقشِ معنی سے تحریر معنی مراد ہے جس مین خمیازہ کی صورت پیدا
ہو اور خمیازہ علامت خمار کی ہے اسی خمار کے دفع کرنے کے لئے شراب تحسین کے
پیمانہ کی ضرورت ہوئی ہے۔ سخن حق وہ پیمانہ ہے جو ذوقِ تحسین کے ہاتھ مین
ہے یعنے اس پیمانہ کو شراب تحسین سے بھرنا مقصود ہے

لاف دانش غلط و نفعِ عبادت معلوم
دُردِ یک ساغرِ غفلت ہی چہ دنیا و چہ دین

جو کوئی معاملات دنیا مین دانشمندی کا ادعا کرتا ہے اوسکا خیال غلط ہے جو کوئی
امور دین مین نفع عبادت کی امید رکھتا ہے اوسکا خیال بے حاصل ہے نہ
کہ دنیا و دین دونون غفلت کے ہاتھون خراب ہین جیسے ہر حال تہ دست کی خالی
اعتبار نہین ہوتی اسیطرح دنیا و دین ساغر غفلت مین تہ نشین

مثلِ مضمونِ وفا باد بدستِ تسلیم
صورتِ نقشِ قدم خاک بہ فرقِ تمکین

باد بدست ہونے سے پشیمانی و حیرانی اور خاک بسر ہونے سے نہ تیرے خاک در
ہے یعنے وفا کی طرح تسلیم و بندگی سے کوئی فائدہ نہین اور نقش کی طرح تمکین سے
سے ذلت ہی کا سامنا ہے یعنے دنیا مین ان صفات حسنہ کی طلب ہے مصنف
پہلو بد دعا کا ہی ہے
ہمیشہ اقبال و کامیابی

عشقِ بی ربطیٔ شیرازۂ اجزاے حواس
وصلِ زنگارِ رخِ آئینۂ حسنِ یقین

یعنے اہل ہوش کے نزدیک ... بانٹ مین بے حواسی کا نام عشق ہے ... ب ہو طاق دیوار
نظر مین آئینہ یقین کا زنگ ... اگر آئینہ یقین پر جلا ہوتی تو جلوہ سیلاب کا استعارہ

مین خود دکہائی دیتا اور اوس سے مفارقت ممکن ہی نہوتی۔

کوہکن گرسنہ مزدورِ طربگاہِ رقیب بیستون آئینۂ خوابِ گرانِ شیرین

فرہاد کے عشق کو ہم نہین مانتے وہ خسرو کے محل کا بڑا مزدور ہی مزدور تھا خاک بہی شیرین پر اثر ہوا اوسکے خواب گرانِ غفلت کی تصویر کوہ بیستون کو سمجہو جس پر کوہکن پہر ڈہوتے ڈہوتے سر پہاڑ کر مر گیا۔

کسنے دیکھا نفسِ اہلِ وفا آتش خیز کسنے پایا اثرِ نالۂ دلہاے حزین

استفہام سے سچ مچ پوچہنا نہین مقصود ہے بلکہ از راہ انکار ہے یعنے اس زمانہ مین نہ وفادارون کی آہ مین آنچ باقی رہی نہ دردرسیدون کے نالون مین اثر رہا۔

سامعِ زمزمۂ اہلِ جہان ہون۔ لیکن نہ سر و برگ ستایش نہ دماغ نفرین

زمزمہ کا لفظ طعن سے کہا ہے یعنے اہل دنیا جو کچہ ہرزہ سرائی کرتے ہین سن لیتا ہون لیکن یہان نہ سر آفرین ہے نہ دماغ نفرین۔ سر و برگ ستایش صرف سر ستایش کے محل پر کہہ دیا ہے یہ تکلف سے خالی نہین۔

کسقدر ہرزہ سرا ہون کہ عیاذاً باللہ یک قلم خارج آداب وقار و تمکین

اہل دنیا کی نافہمی و غلط انکاری پر نفرین کرتے کرتے خود تنبہ ہوا کہ تمکین و خودداری کے خلاف یہ فعل مجہسے سرزد ہوا تہا یہان سے تشبیب و تمہید سے گریز کی۔ عیاذاً باللہ اور معاذ اللہ یعنے خدا کی پناہ اردو مین بہی محاورہ عرب کے موافق استعمال مین ہے۔

نقشِ لاحول لکہہ اے خامۂ ہذیان تحریر یا علی عرض کر اے فطرت وسواس قرین

نقش بمعنی تعویذ اس شعر مین ہے یعنے وسواس کے دفع کرنیکو لاحول کا نقش لکہہ اور یا علی کا اسم پڑہ۔ وسواس قرین مین دونون لفظ عربی ہین اور ترکیب فارسی کی ہے یعنے وہ شخص وسواس جسکے قرین ہوا ایسا تصرف سراسر تکلف ہے۔ ہذیان بتحریک ہے لیکن فارسی مین بسکون بہی نظم ہوا کرتا ہے۔ سحر زتب سوختۂ چند این ہمہ ہذیان۔

مظہرِ فیضِ خدا جان و دلِ ختمِ رسل قبلۂ آلِ نبی کعبۂ ایجادِ یقین

ختم بمعنی خاتم ہے۔

ہو وہ سرمایۂ ایجاد جہان گرمِ خرام ہر کفِ خاک ہے وان گردۂ تصویر زمین

یعنے اون حضرت کی ذات سرمایۂ آفرینش ہے اگر کہین سرگرم خرام ہون تو اوسکی

ظاہر ہے کہ کفِ خاک زمین کے بنا لینے کا گردہ وخاکہ نہ جانے کہ اوس خاکہ سے بہت سی زمینیں ایجاد ہو سکیں یہ اغراق نامعقول ہے اگر یہ معنی لین کہ اوس خاکہ سے بہت سی تصویرین زمین کی بن سکیں تو کوئی مدح نہیں نکلتی۔

جلوہ پرداز ہو نقشِ قدم اوسکا جس جا ۔۔۔ وہ کفِ خاک ہی ناموسِ دو عالم کی زمین

یعنے اوسکے قدم کی خاک سے دو عالم کو آبرو وشرف حاصل ہے۔

نسبت نام سے اوسکے ہی یہ رتبہ کہ رہے ۔۔۔ ابدا پشتِ فلک خم شدہ نازِ زمین

علی علو سے مشتق ہے تو علو فلک میں بھی ہے اور علی مین بھی ہے اور فلک کو ان حضرت کے نام کے ساتھ نسبت ہے اور اس نسبت سے اوسکو رتبہ بلند حاصل ہوگیا ہے لیکن وہ حضرت اہل زمین مین سے ہین اس سبب سے زمین کا احسان فلک پر ہوا اور بار احسان اور ناز زمین کا اوٹھاتے اوٹھاتے پشت فلک خم ہو گئی اور ابد تک زمین اس بات پر ناز کئے جائے گی اور احسان رکھے جائے گی اور ہمیشہ پشت فلک اوسکے بوجھ سے خم رہے گی یہ بنائے ہوئے معنی ہین جو مین نے بیان کئے ورنہ غرض شعر کی یہ ہے کہ حضرت کی کنیت ابو تراب ہے اس سبب سے زمین فلک پر ناز کر رہی ہے کہ تراب زمین پر ہے لیکن جب ابو تراب کا لفظ ذہن شاعر ہی مین رہگیا تو کیونکر اس شعر کو بامعنی کہہ سکتے ہین۔

فیضِ خلق اوسکا ہی شامل ہے کہ ہوتا ہے سدا ۔۔۔ بوئے گل سے نفسِ بادِ صبا عطر آگین

یعنے ممدوح کے خلق کا فیض گل کو پہونچا ہے اسی سبب سے نفس باد صبا بوئے گل سے عطر آگین ہے۔

برشِ تیغ کا اوسکی ہی جہان مین چرچا ۔۔۔ قطع ہو جائے نہ سر رشتۂ ایجاد کہیں

اپنے ممدوح کی تلوار موجود کو معدوم کرتے کرتے کہین سر رشتہ ایجاد ہی کو قطع نہ کر دے اغراق مبتذل ہے۔

کفر سوز اوسکا وہ جلوہ ہے کہ جس سے لوٹے ۔۔۔ رنگِ عاشق کی طرح رونقِ بتخانۂ چین

رنگ کا لوٹنا اور رونق کا لوٹنا اردو کا محاورہ نہیں ہے مصنف مرحوم نے اپنی عادت کے موافق فارسی کا ترجمہ کر لیا ہے (لوٹے) کی جگہ (اوڑ جائے) پڑہنا چاہئے وہ اس شعر میں الٹا کے معنی پر ہے اور بندش مین گنجلک ہو گئی ہے۔

جان پنا ہا۔ دل و جان فیض رسانا۔ شاہا وصی ختم رسل تو ہے بفتوائے یقین

(دل و جان فیض رسانا) یعنے دل وجان کو فیض پہونچانے والے۔ اردو دلتوار دو الیسی
ترکیبیں فارسی مین بھی لانا خلاف فصاحت ہے یہ ترکیب بھی حکیم مومن خانصاحب کے
اس مصرع سے کم نہین ہے۔ ع رہے مجال بندہ خدا یا نگار تھا۔ غرض مصنف کی یہ ہے
کہ ممدوح وصی پیغمبر ہین اون سے معارف و ولایت و علوم نبوت کو اخذ کیا ہے
جسکا فیض روحانی ہے۔ یہان مصنف مرحوم نے اون حضرت کے وصی ہو جانے پر یقین کا
دعوے کیا ہے اسوجہ سے کہ وصی ہونا متواترات سے ہے اور خبر متواتر کا الیقین ضروری
ہے جسدن رسول اللہ صلعم کی وفات ہوئی حضرت علی ع کو بلا بھیجا جب تک وہ حاضر
ہون تین مرتبہ پوچھا۔ علی آئے علی آئے علی آئے۔ غرض کہ آفتاب نکلنے کے پہلے حضرت
آکر حاضر ہوئے اور وہان جو جو بی بیان تھین سب ہٹ ہٹ گئین فاکب علی رضہ
فکان اخر الناس بہ عہدا فجعل یسارہ و یناجیہ حضرت علی ع جھک پڑے اور سب کے آخر
مین رسول اللہ صلعم سے اونھین نے ملاقات کی حضرت ص اون سے اسرار کہنے لگے
اور چپکے چپکے باتین کرنے لگے۔ پھر اسکے بعد جب صحابی جلیل حضرت حجر بن عدی رضہ
مع اعوان و اصحاب پابزنجیر ہو کر شام مین پہونچے جلاد تلوار کھینچے ہوئے سر پر
آکھڑا ہوا اور کہنے لگا اے ابو تراب کے دوستو اگر اسوقت بھی تم اپنے کفر سے
باز نہ آؤگے اور ابو تراب پر لعنت اور تبرا نہ کروگے تو مجھے تم سب کے قتل کرنے کا
حکم امیر المومنین نے دیا ہے یہ سنکر حضرت حجر رضہ اور اونکے رفقا بولے کہ جو بات
تو چاہتا ہے اوسکے قبول کرنے سے قتل ہو جانا ہمین آسان تر ہے اور خدا اور
اوسکے نبی اور اونکے وصی کے پاس جانا ہمارے لئے آگ مین جانے سے بہتر
ہے۔ "ان الصبر علی حد السیف لایسر علینا مما تدعونا الیہ ثم القدوم علی اللہ و علی نبیہ
و علی وصیہ احب الینا من دخول النار" امام حسن ع کی خبر وفات جب دشمنون تک
خوش ہو کر ابن عباس رض کو پہونچائی تو وہ کہنے لگے "لئن اصبنا۔ فقد اصبنا بسید
المرسلین و امام المتقین و رسول رب العالمین ثم بعد بسید الاوصیاء" یہی ایک مصیبت
ہمارے لئے تھوڑی ہوئی ہے ہم پر تو سردار مرسلین و پیشوائے متقین و رسول
رب العالمین کے مرنے کی پھر اونکے بعد سید الاوصیا کے گزرنے کی مصیبت

بھی پڑھچکی ہے۔ پھر ایک دفعہ حضرت علیؑ نے دو مینڈھے قربانی کئے جب اس کا
سبب پوچھا گیا تو فرمایا کہ مجھے رسول اللہؐ وصیت کر گئے ہین کہ اونکی طرف سے
بھی قربانی کیا کرون۔ اور رسول اللہؐ کا قرض بھی بعد اونکے حضرت علیؑ نے
ادا کیا ہے۔ ان سب باتون سے بڑھکر یہ ہے کہ ام المومنین عائشہ جنھون نے
حضرت علی سے قتال کیا ہے اون کے منھ پر لوگون نے کہا کہ علی وصی ہین۔
ذکروا عند عائشۃ ان علیا کان وصیا۔ یہ سنکر اونھون نے کہا کب وصی کیا میری
آغوش مین تو اون حضرت کا دم نکلا۔ یا اوسی زمانہ سے حضرت کا وصی ہونا ایسا
مشہور تھا کہ ہزیل بن شرحبیل تعجب کیسے کہتا ہے کہ بھلا یہ ہو سکتا ہے کہ ابو بکرؓ اوصی
وصی رسولؐ پر حکومت کرین ابو بکر کو تو یہ آرزو تھی کہ رسالتمآبؐ کسی کو مقرر
کرین تو اوس کی اطاعت کا حلقہ اپنے گلے مین ڈالین یہ سب باتین تو ایسی ہین
جنکا کسی نے انکار نہین کیا اسکے علاوہ حکیم بن جبیر سا محدث جلیل بطریق متعددہ
روایت کرتا ہے کہ سلمان رضؓ نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کا وصی کون ہے فرمایا میرا
وصی میرا ہمراز میرے اہل مین میرا جانشین اور سب مین میرے بعد ممتاز علی بن ابی طالبؑ
ہے۔ دوسری روایت مین حضرت بریدہ سے فرمایا ہر نبی کا وصی ہوتا ہے میرا وصی
اور میرا فرزند علی ہے۔ ایک روایت ابوذر رضؓ سے ہے کہ فرمایا مین خاتم النبیین ہون
اور علی خاتم الاوصیا ہے لیکن امام احمد اور عقیلی اور ابن جوزی وغیرہ نے حکیم بن جبیر سے
ایسی ایسی روایتین سنکر اونہین محدثین ضعفا مین داخل کردیا۔

جسم اطہر کو ترے دوش پیمبر منبر   نام نامی کو ترے ناصیۂ عرش نگین

ممدوح سے کہتے ہین تیرا منبر دوش پیمبر ہے اور تیرے نام کا نگین پیشانی عرش
الذور ہے۔

کس سے ممکن ہی تری مدح بغیر از واجب   شعلۂ شمع مگر شمع پہ باندھے آئین

واجب وہ جو خود بخود موجود ہو اصطلاح فلسفہ مین واجب خدا کو کہتے ہین۔ مطلب
یہ ہے کہ ممدوح کی ذات کو واجب تعالے کے ساتھ ایسا ربط ہے جیسا کہ شمع کو شعلہ
سے ہے یعنے وہ حضرت فنا فی اللہ ہین اونکی مدح سوا سے خدا کے کسی سے نہین ہو سکتی
جیسے شمع کا فروغ شعلے کے سوا نہین ہو سکتا۔ آئین بستن زینت دینے کے معنی پر ہے۔

ستان پر ہی تے جوہر آئینۂ سنگ رقم بندگی حضرت جبریل امین

سنگ سے سنگ آستان مراد ہے یعنے تیری چوکھٹ کا پتھر ایسا ہے جسمین حضرت جبریل ع کے سجدون کے نشان ہین وہ سب نشان گویا اوس آئینہ کیلیے جوہر ہین۔

ے ورکے لیے اسباب نثار آمادہ خاکیونکو جو خدا نے دی جان و دل و دین

اس شعر مین اسباب کا آمادہ کرنا محاورہ اردو کے خلاف ہے اسباب کا مہیا کرنا محاورہ ہے اور آمادہ کرنا اردو مین ترغیب دینے کے محل پر بولتے ہین فارسی کا ترجمہ کر لینے مین مصرحوم کی جرأت اسقدر بڑھی ہوئی ہے کہ انکے کلام سے اردو کے محاورات کوئی نہین سیکھ سکتا۔

یری مدحت کیلیے ہین دل وجان کام وزبان تیری تسلیم کو ہین لوح و قلم دست و جبین

یعنے تیری مدح سرائی کرنے کے لئے دل وجان دونون مل کر کام وزبان بن گئے ہین اور تجھے تسلیم کرنے کے لئے قلم اور لوح دونون مل کر دست وجبین ہو گئے ہین ہندیون مین تسلیم اسی کا نام ہے کہ ماتھے پر ہاتھ رکھین۔

لس سے ہو سکتی ہے مداحی ممدوح خدا کس سے ہو سکتی ہے آرایش فردوس برین

اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ جو مدح کرتا ہے اوسکے واسطے بہشت آراستہ کیے جاتے ہین۔

جنس بازار معاصی اسد اللہ اسد کہ سوا تیرے کوئی اوسکا خریدار نہین

شوخی عرض مطالب مین ہے گستاخ طلب ہے ترے حوصلہ فضل پہ از بسکہ یقین

دے دعا کو مری وہ مرتبہ حسن قبول کہ اجابت کہے ہر حرف پہ سو بار آمین

اجابت کے آمین کہنے سے قبول ہوجانا مراد لیتے ہین۔

غم شبیر سے ہو سینہ یہانتک لبریز کہ رہین خون جگر سے مری آنکھین رنگین

سینہ کا غم سے بھرجانا فارسی والون کا محاورہ ہے اردو مین دل کا غم سے بھر آنا بولتے ہین۔ اس شعر مین مصنف نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ دل جب غم سے بھر آتا ہے تو آنکھون کیطرف سے چھلکتا ہے۔

طبع کو الفت دلدل مین یہ سرگرمی شوق کہ جہانتک چلے اوس سے قدم اور مجھ سے جبین

یعنے اسقدر شوق ہو کہ جب وہ قدم رکھے مین اپنی جبین کو اوس کے لئے فرش کر دون۔ دوسرے مصرع کا مضمون فارسی سے ماخوذ ہے لیکن اردو کے محاورہ مین بھی کیا پورا اوترا ہے کہ تعریف نہین ہو سکتی یہان فارسیت کلام کا زیور ہو گئی۔

دل الفت نسب و سینۂ توحید فضا — نگہ جلوہ پرست و نفس صدق گزین

دل کی صفت الفت انسب اور سینہ کا وصف توحید فضا دونون ترکیبین ایسی سہل ہین کہ خدا ہی ہے جو اسکے معنے بجبہ بن سکین۔ دوسرا مصرع بہت خوب کہا ہے نگاہ کی صفت جلوہ پرست اور نفس کا وصف صدق گزین خاتم دنگین کا حسن دے رہا ہے۔ مطلب مصرع کا یہ ہے کہ دل بین ہو جوش ولا سینہ مین نور عرفان۔

صرف اعدا اثر شعلۂ و دود دوزخ — وقف احباب گل و سنبل فردوس برین

رنگینی گل کا شعلہ سے اور پیچ و تاب سنبل کا دہوئین سے مقابلہ کرنا مقصود ہے صرف و وقف کا سجع اور اعدا و احباب و دوزخ و فردوس کا تقابل بھی لطف سے خالی نہین

ہان مہ نو سنین ہم اوسکا نام — جسکو تو جھک کے کر رہا ہے سلام

ہلال عید سے خطاب ہے۔

دو دن آیا ہے تو نظر دم صبح — یہی انداز اور یہی اندام

رمضان کی چھبیسوین شب بچھلے کو روزہ دار چاند کو ڈھونڈھتے ہین اگر اوس دن نہ دکھائی دیا تو گمان غالب ہو جاتا ہے کہ انتیس کا چاند ہوگا پھر ستائیسوین شب بھی نماز صبح کے وقت چاند کو ڈھونڈھتے ہین اگر اوس دن دکھائی دے گیا تو گمان غالب ہو جاتا ہے کہ تیس کا چاند ہے ان دونون تاریخون کا چاند ہلال کیطرح باریک و منحنی ہوتا ہے یہی دونون دن مصرع نے مراد لئے ہین۔

بارے دو دن کہان رہا غائب — بندہ عاجز ہے گردش ایام

یعنے تحت الشعاع کے ایام جن دنون مین چاند چھپا رہتا ہے۔

اوڑ کے جاتا کہان کہ تارون کا — آسمان نے بچھا رکھا تھا دام

ہلال کو مچھلی سے بھی تشبیہ دیا کرتے ہین اور مچھلی تڑپ کر اوڑتی ہے اوڑنے کا لفظ بھی مناسب واقع ہوا ہے۔

مرحبا اے سرور خاص خواص حبذا اے نشاط عام عوام
عذر مین تین دن نہ آنیکے لے کے آیا ہے عید کا پیغام

چاند کے چھپنے کا زمانہ دو دن سے زیادہ اور تین دن سے کم ہے۔ اسی سبب سے مصرع تیسرے شعر مین کسر کو چھوڑ کر دو دن کہے اور اس شعر مین کسر کو بڑھا کر تین دن کہے اور یہ بات محاورہ و عادات مین جاری ہے۔

اوسکو بھولا نہ چاہیے کہنا صبح جو جاوے اور آوے شام

کس لطف سے اس مثل کو موزون کیا ہے کہ صبح کا بھولا شام کو آئے تو اوسے بھولا نہین کہتے۔ اور کس محل پر صرف کیا ہے چھبیسوین یا ستائیسوین کی صبح کو چاند نکل کر پھر انتیسوین یا تیسوین کی شام کو دکھائی دیتا ہے اس سے لطف کلام ظاہر ہے

ایک مین کیا کہ سب نے جان لیا تیرا آغاز اور ترا انجام

اس شعر مین (کہ) کی توجیہ اشکال سے خالی نہین لیکن (کہ) اس مقام پر محاورہ مین بول بھی جاتے ہین مطلب یہ ہے کہ ایک مین نے تجھسے رازدل پوچھا تو کیا ہوا۔ (کہ) یہ تو سبھی کو معلوم ہے کہ تو بدر سے گھٹتے گھٹتے فنا ہو گیا تھا اب پھر چمک کر نکلا آغاز سے کمال مراد ہے اور انجام سے چھپ جانا مقصود ہے اور کاف یہان تعلیل کے معنی پر ہے۔

رازدل مجھسے کیون چھپاتا ہے مجھکو سمجھا ہے کیا کہین نمام
جانتا ہون کہ آج دنیا مین ایک ہی ہے امید گاہ انام

تو اپنی امیدگاہ کو اکلہ چھپائے مگر وہ چھپ کب سکتی ہے ایک ہی آستانہ تو مرجع خلق ہے اوسکے سوا اور مجھے کس سے امید فروغ ہو سکتی ہے

مین نے مانا کہ تو ہے حلقہ بگوش غالب اوسکا مگر نہین ہے غلام
جانتا ہون کہ جانتا ہے تو تب کہا ہے بطرز استفہام

ہلال سے کہتے ہین کہ تو اوس در کا حلقہ بگوش ہے تو کیا مین غلام نہین ہون۔ مجھے معلوم ہے کہ تجھے میری غلامی کی خبر ہے اس سبب سے بطرز استفہام کار کا تجھے پوچھا ہے۔

مہر تابان کو ہو تو ہو اے ماہ قرب ہر روزہ بر سبیل دوام

تجھکو کیا پایہ روشناسی کا — جز بتقریب عید ماہ صیام

آفتاب کو درگاہ ممدوح سے روزانہ قرب حاصل ہو تو ہوسکتا ہے لیکن تجھکو سوا عید کے یہ مرتبہ نہین حاصل ہوسکتا۔

جانتا ہون کہ اوسکے فیض سے تو — پھر بنا چاہتا ہے ماہ تمام

تو تو ممدوح کا نام ہی مجھسے چھپاتا ہو لے مین یہ بھی بتائے دیتا ہون کہ پھر اوس کے فیض سے تو ماہ کامل بنا چاہتا ہے یعنے تجھسے زیادہ میری وہان رسائی ہے۔

ماہ بن ماہتاب بن مین کون — مجھکو کیا بانٹ دیگا تو انعام

اس سارے قصیدہ مین عموماً اور اس شعر مین خصوصاً مصنف نے اردو کی زبان اور حسن بیان کی عجب شان دکہائی ہے۔ ایک مصرع مین تین جملے جنکے مضمون سے رشک ٹپک رہا ہے دوسرا مصرع طنز سے بہرا ہوا ہے چارون جملون مین حسن انشا پھر خوبی نظم و بے تکلفی ادا۔

میرا اپنا جدا معاملہ ہے — اور کے لین دین سے کیا کام

کہین اس خیال مین نہ رہنا کہ تیرے ہی لئے انعام ہے اور مین محروم ہون اس سبب سے تجھپر رشک کرتا ہون۔

ہے مجھے آرزوے بخشش خاص — گر تجھے ہے امید رحمت عام

اس شعر مین لفظ آرزو کسیقدر مقتضاے مقام سے الگ ہے آرزو مین اوسکے پورے ہونے کا اعتقاد نہین ہوتا اور امیدوار کو اپنی امید برآنے کا اعتقاد ہوتا ہے۔ غرض یہ ہے کہ ہے مجھے بہی امید بخشش خاص یعنے ایسی بخشش جو خاص میرے لئے نافع ہے گر تجھے ہے امید رحمت عام یعنے ایسی رحمت جسکا فائدہ عام ہو۔

جو کہ بخشیگا تجھکو فر فروغ — کیا نہ دیگا مجھے مے گلفام

یعنے جب تیری روشنی بطفیل ممدوح ضیا بخش عالم ہوگی تو کیا مجھے چاندنی رات مین شراب پینے کو نہ ملیگی۔

جب کہ چودہ منازل فلکی — کر چکی قطع تیری تیزی گام

تیرے پرتو سے ہون فروغ پذیر — کوے و مشکوے و صحن و منظر و بام

دیکھنا میرے ہات مین لبریز　　اپنی صورت کا اک بلورین جام

ہلال سے کہتے ہین کہ جب تو اپنی تیزی رفتار سے چودہ منزلین طے کرکے چودہوین کا چاند ہو جائے گا اور تیرے پرتو سے کوے وشکوے ودر و بام پر چاندنی چہٹک جائیگی تو دیکھ لینا کہ میرے ہاتھ مین بھی چھلکتا ہوا جام بلورین اسی انداز کا ہوگا۔ شکوہ بمعنے محلسرا۔

پھر غزل کی روش پہ چل نکلا　　توسن طبع چاہتا تھا لگام

فقط جام شراب وشب ماہتاب کے ذکر سے غزل سرائی کی لہر آگئی۔

زہر غم کر چکا تھا میرا کام　　تجھکو کس نے کہا کہ ہو بدنام

مین تو غم سے تمام ہو چکا تھا تو نے قتل کرکے اپنے سر کیون الزام لیا۔

مے ہی پھر کیون نہ مین پئے جاؤن　　غم سے جب ہو گئی ہو زیست حرام

لطیفہ اسمین یہ ہے کہ مے بھی حرام ہے اور غم سے زیست بھی حرام ہے پھر مے کیون نہ پیون کہ اوس سے غم تو غلط ہو جاتا ہے یعنے اگر مے کو حرام سمجھکر اوس سے پرہیز کرون تو غم کے ہاتھون زیست حرام ہوئی جاتی ہے۔ نہایت لطیف مضمون ہے

بوسہ کیسا یہی غنیمت ہے　　کہ نہ سمجھین وہ لذت دشنام

اوسے نہین معلوم کہ گالیان کہانے مین بھی مجھے مزا مل جاتا ہے نہین تو بوسہ کیسا گالیان دینا بھی وہ موقوف کردے۔

کعبہ مین جا بجائین گے ناقوس　　اب تو باندھا ہے دیر مین احرام

جسطرح کعبہ کے بدلے دیر مین احرام باندھ لیا ہے اسیطرح دیر کے بدلے کعبہ مین ناقوس پھونکین گے۔

اوس قدح کا ہے دور مجھکو نقد　　چرخ نے لی ہے جس سے گردش وام

یعنے مجھے وہ جام عرفان میسر ہے جس شراب معرفت سے مست ہو کر فلک رقص کر رہا ہے

بوسہ دینے مین اونکو ہے انکار　　دل کے لینے مین جنکو تھا ابرام

شعر مین انشاے تعجب ہے۔ ابرام ضد کرنے کے معنی پر ہے۔

چھیڑتا ہون کہ اونکو غصہ آئے　　کیون رکھون ورنہ غالب اپنا نام

یعنے اونکے چہپ لینے کے ایّےمین نے اپنا نام غالب رکہا ہے۔

لکہ چکا مین تو سب کچہ اب تو کہہ ۔ اے پری چہرۂ پیک تیز خرام

یہان سے پہر ماہ نو کیطرف خطاب ہے چاند کو سرعت سیر کے سبب سے شعرا پیک کہا کرتے ہین۔

کون ہی جسکے در پہ ناصیہ سا ۔ ہین مہ و مہر و زہرہ و بہرام

مریخ کا فارسی نام بہرام ہے۔

تو نہین جانتا تو مجہسے سن ۔ نام شاہنشہ بلند مقام

قبلۂ چشم و دل بہادر شاہ ۔ مظہر ذو الجلال والاکرام

اس نظر سے کہ چشم امیدا وُنہین کیطرف لگی ہوئی ہے اور دل اونہین کیطرف رجوع ہے قبلۂ چشم و دل کہا ہے۔

شہسوار طریقۂ انصاف ۔ نوبہار حدیقۂ اسلام

شہسوار کا سجع نوبہار اور طریقہ کا حدیقہ سے پہر انصاف کے ہموزن اسلام کا ہونا شعر مین لطف دے رہا ہے۔

جسکا ہر فعل صورت اعجاز ۔ جسکا ہر قول معنی الہام

فعل اور قول کا اور صورت و معنی کا مقابلہ اعجاز و الہام کا تناسب پہر دونون مصرعون کی ترکیب کا تشابہ خوبی شعر کا باعث ہے۔

بزم مین میزبان قیصر و جم ۔ رزم مین اوستاد رستم و سام

میزبان کہنے سے غالبًا یہ مراد ہے کہ قیصر و جم اوسکے زلہ خوار ہین۔

اے ترا لطف زندگی افزا ۔ اے ترا عہد فرخی فرجام

یہان سے ممدوح کیطرف التفات ہے۔

چشم بد دور خسروانہ شکوہ ۔ لوحش اللہ عارفانہ کلام

جان نثارون مین تیرے قیصر روم ۔ جرعہ خوارون مین تیرے مرشد جام

لف و نشر بترتیب ہے مرشد جام سے غالبًا جامی کو مراد لیا ہے۔ لوحش اللہ ماشاء اللہ کے محل پر فارسی والے بولتے ہین مگر عربی مین یہ جملہ کہین دیکہنے مین نہین آیا نہ لوحش کوئی لفظ عربی ہے اور مین اسکا استعمال فارسی و اردو مین غلط سمجہتا ہون۔

وارث ملک جانتے ہین تجھے ایرج و تور و خسرو و بہرام
زور بازو مین جانتے ہین تجھے گیو و گودرز و بیژن و رہام

دونون شعرون کے اوپر کے مصرعون مین سجع لاکر حسن پیدا کیا ہے۔

مرحبا موشگافی ناوک آفرین آبداری صمصام
تیر کو تیرے تیر غیر ہدف تیغ کو تیری تیغ خصم نیام

لف و نشر مرتب ہے یعنے تیر ترا ایسا موشگاف ہے کہ دشمن کا تیر اوسکا ہدف ہے
اور تیغ تیری ایسی آبدار ہے کہ تیغ خصم کو نیام کیطرح کاٹ ڈالتی ہے۔

رعد کا کر رہی ہے کیا دم بند برق کو دے رہا ہے کیا الزام
تیرے فیل گران جسد کی صدا تیرے رخش سبک عنان کا خرام

رعد و برق و فیل و اسپ و گران جسد و سبک عنان سب الفاظ متناسب ہین۔
پہر لف و نشر بھی بترتیب ہے۔

فن تصویر گری مین تیرا گرز گر نہ رکھتا ہو دستگاہ تمام
اوسکے مضروب کے سر و تن سے کیون نمایان ہو صورت ادغام

تیرے گرز کو مصوری و صورت گری مین عجب دستگاہ ہے کہ اپنے مضروب کے سر و
تن کو ایک کر کے ادغام کی تصویر کھینچ دیتا ہے۔

جب ازل مین رقم پذیر ہوئے صفحہائے لیالی و ایام
اور اون اوراق مین بکلک قضا مجملاً مندرج ہوئے احکام

ازل مین جو احکام مندرج ہوئے وہ مجمل تھے ابد تک اوسکی تفصیل ہوتی رہیگی۔

لکھ دیا شاہدون کو عاشق کش لکھ دیا عاشقون کو دشمن کام

شاہد عربی لفظ ہے لیکن معشوق کے معنی پر اسکا استعمال فارسی والون کا تصرف ہے
دشمن کام اوس شخص کو کہتے ہین جو دشمنون کے حسب مراد ہو یعنے تباہ و برباد ہو۔

آسمان کو کہا گیا کہ کہین گنبد تیز گرد نیلی فام
حکم ناطق لکھا گیا کہ لکھین خال کو دانہ اور زلف کو دام

کہا گیا کہ کہین اور لکھا گیا کہ لکھین ان دونون فقرون کی ترکیب تازگی سے
خالی نہین۔

آتش و آب و باد و خاک نے لی — وضع سوز و نم و رم و آرام
دوسرے مصرع کی بندش سے زور قلم ٹپک رہا ہے اور مصنف کو الفاظ پر جو قدرت حاصل ہے یہ مصرع اوسکی تفصیل کر رہا ہے۔

مہر رخشاں کا نام خسرو روز — ماہ تاباں کا اسم شحنۂ شام
یعنے آفتاب کو خسرو روز کا خطاب ملا اور ماہ کا اسم شحنگی شام کے دفتر مین لکھا گیا۔

تیری توقیع سلطنت کو بھی — دی بدستور صورت ارقام
رقم سے ترقیم آیا ہے ارقام غلط ہے۔ بدستور سے حسب ضابطہ مراد ہے اور دستور وزیر کو بھی کہتے ہین۔

کاتب حکم نے بموجب حکم — اوس رقم کو دیا طراز دوام
یعنے فرمان سلطنت تیرے لئے لکھا اوسپر خلود و دوام کا طغرا بنا دیا۔

ہے ازل سے روائے آغاز — ہو ابد تک رسائے انجام
دعائیہ شعر ہے روائے بمعنی جواز و امکان ہے یہ لفظ مصنف نے فقط رسائے کا سجع پیدا کرنے کے لئے بنا لیا۔ شارح کی نظر مین یہ قصیدہ خصوصاً اسکی تشبیب ایک کارنامہ ہے مصنف مرحوم کے کمال کا اور ذریعہ ہے اردو کی شاعری کے لئے اس بات مین جب سے قصیدہ گوئی شروع ہوئی ہے اسطرح کی تشبیب کم کہی گئی۔

صبحدم دروازۂ خاور کھلا — مہر عالمتاب کا منظر کھلا
طلوع صبح کو دروازہ مشرق کے کھلنے سے تعبیر کیا ہے یعنے صبح ہوئی اور جس منظر مین کہ جلوۂ آفتاب نظر آتا ہے وہ منظر کھل گیا۔

خسرو انجم کے آیا صرف مین — شب کو تھا گنجینۂ گوہر کھلا
آفتاب کے نور مین ستارے چھپ گئے گویا خسرو خاور نے گنج گوہر کو صرف کر ڈالا۔

وہ بھی تھی اک سیمیا کی سی نمود — صبح کو راز مہ و اختر کھلا
سیمیا ایک فن کا نام ہے جسکے سبب سے اشکال وہمی وغیرہ بھی دکھائی دیتی ہین کو الٹ

ہین کواکب کچھ نظر آتے ہین کچھ — دیتے ہین دھوکا یہ بازیگر کھلا
یعنے ایک ستارا کرورون کوس کے فاصلہ پر ہے اور باہم متصل نظر آتے ہین

اکثر انمین بے نور ہین اور نورانی معلوم ہوتے ہین جو قد مین بڑے ہین وہ چھوٹے دکہائی دیتے ہین جو چھوٹے ہین وہ بڑے معلوم ہوتے ہین متحرک ثابت دکہائی دیتے ہین جو ساکن ہین وہ سیار معلوم ہوتے ہین مختلف رنگ ہین اور اصل مین کچھ بھی نہین ابھی طلوع نہین ہوئے اور دکھائی دینے لگے اور غروب ہو چکے مگر پہر بھی نظر آرہے ہین۔

سطح گردون پر پڑا استعارات کو ۔۔۔ موتیون کا ہر طرف زیور کھلا

غور کرنے کی بات ہے یہان اس تشبیہ نے ستارون کا حسن بڑہا دیا حال آنکہ مشبہ بہ مشبہ سے ضعیف ہے لم اسکی یہ ہے کہ معشوق کا زیور ستارون سے زیادہ محبوب و مرغوب ہے گو چمک دمک مین اون سے کم ہے۔

صبح آیا جانب مشرق نظر ۔۔۔ اک نگار آتشین رخ سر کھلا

تھی نظر بندی کیا جب رد سحر ۔۔۔ بادۂ گل رنگ کا ساغر کھلا

لاکے ساقی نے صبوحی کیلئے ۔۔۔ رکھ دیا ہے ایک جام زر کھلا

آفتاب سے پہلے چہرہ معشوق کا دہوکا ہوا پہر ساغر شراب کا یقین ہوگیا لطف یہ ہے کہ آفتاب کو آفتاب نہ سمجھے۔

بزم سلطانی ہوئی آراستہ ۔۔۔ کعبۂ امن و امان کا در کھلا

تمہید مین صبح کا بیان اسی لئے تھا کہ جب صبح ہوئی تو بزم شاہی آراستہ ہوئی۔

تاج زرین مہر تابان سی سوا ۔۔۔ خسرو آفاق کے منہ پر کھلا

موہنہ پر کھلنا زیب دینے کے معنے پر محاورہ مین ہے اوسیکا یہ مصرع گزر چکا ہے۔
زلف سے بڑہکر نقاب اوس شوخ کے منہ پر کھلا۔

شاہ روشن دل بہادر شہ کہ ہے ۔۔۔ راز ہستی اوسپر سر تا سر کھلا

ستر ہستی کا سر تا سر ظاہر ہونا روشن دلی کی دلیل روشن ہے۔

وہ کہ جسکی صورت تکوین مین ۔۔۔ مقصد نہ چرخ و ہفت اختر کھلا

صورت تکوین مین فارسی ترکیب ہے اور پہر بھی اہمال اون موجود ہے۔

وہ کہ جسکے ناخن تاویل سے — عقدۂ احکام پیغمبر کھلا

احکام کو عقدہ فرض کیا اسکے مناسب تاویل کو ناخن سے تعبیر کیا۔

پہلے دارا کا نکل آیا ہے نام — اوسکے سرہنگون کا جب دفتر کھلا

روشناسون کی جہان فہرست ہے — وان لکھا ہے چہرۂ قیصر کھلا

پہلے شعر مین دارا کی تخصیص بیجا ہے اور دوسرے شعر مین قیصر کی۔ ایک طرح کا تنا
جو شعرا کی طبیعت مین فطری ہوتا ہے اوسکا مقتضے یہ تھا کہ وہان دارا کا ذکر تھا تو
یہان قیصر کے بدلے یون کہتے کہ ع وان لکھا ہے نام اسکندر کھلا۔ یا اگر قیصر کو رکھنا
منظور تھا تو دارا کے بدلے خاقان کہنا مناسب تھا اس سبب سے کہ دارا و اسکند
دونون علم ہین اور خاقان و قیصر دونون لقب ہین۔ اسکے علاوہ دوسرے شعر مین کھلا
مکرر ہونا چاہئے تھا کہتے ہین کھلا کھلا لکھا ہے اور یہان تکرار ضروری ہے۔

توسن شہ مین ہے وہ خوبی کہ جب — تھان سے وہ غیرت صرصر کھلا

نقش پا کی صورتین وہ دلفریب — تو کہے بتخانۂ آذر کھلا

آذر فارسی قدیم مین آگ کو کہتے ہین بتخانہ آذر سے آتشکدہ مجوس مراد ہے لیکن آتشکدہ
مین سنا ہے کہ بت نہین ہوتے پھر اوسے بتخانہ کہتے نہین بن پڑتا مگر اساتذہ قدما نے
بھی بتان آذری باندھا ہے شاید کسی آتشکدہ مین زمانہ قدیم کے بت بھی ہون گے اور
آزر بت تراش کیطرف نسبت نہین ہو سکتی اس سبب سے کہ املا بدلا ہوا ہے۔ تو کہے
فارسی کا ترجمہ ہے۔

مجھپہ فیض تربیت سے شاہ کے — منصب مہر و مہ و محور کھلا

یعنے بادشاہ کی تربیت سے یہ علم مجھے ہوا کہ آفتاب کا کیا منصب ہے اور ماہ کا کیا عہدہ ہے
یعنے علم السماء والعالم مجھے بادشاہ سے حاصل ہوا ایک احتمال یہ ہے کہ اونکا منصب مجھپر
کھلا یعنے اونکی تنخواہ میرے نام جاری ہوگئی یعنے آفتاب و ماہ کا جو عہدہ تھا مین اوس سے
سرفراز ہوا پہلی صورت مین تربیت بمعنی تعلیم اور دوسری صورت مین بمعنی پرورش ہے اس شعر
مین اختر کو چھوڑ کر محور قافیہ لائے ہین بے لطف و بے ربط معلوم ہوتا ہے اس سبب سے
محور اجرام و اجسام مین سے کوئی شئے نہین ہے بلکہ ایک فرضی و موہومی لکیر کا نام اہل
ہیئت نے محور رکھ لیا ہے یعنے کرۂ متحرکہ کے درمیان مین جو ایک ساکن لکیر قطبین کو

بیچ مین موہوم ہوتی ہے وہ لکیر محور ہے بھلا اسکو مہر و ماہ کے ساتھ کیا ربط ہے لیکن
مصنف کو مناسبت لفظی جو مہ و محور و مہر مین ہے باعث ہوئی کہ اسی کو قافیہ بنایا۔

لاکھ عقدے دل مین تھے لیکن ہر ایک — میری حد وسع سے باہر کھلا

لاکھون مشکلین جو میری استطاعت سے باہر تھین وہ آسان ہوگئین۔

تھا دل وابستہ قفل بے کلید — کسنے کھولا کب کھلا کیونکر کھلا

دوسرے مصرع مین استفہام سے سچ مچ پوچھنا نہین مقصود ہے بلکہ محض تعجب اور
خوشی کا اظہار و اخبار استفہام کے پیرایہ مین ہے۔

باغ معنی کی دکھاؤنگا بہار — مجھسے گر شاہ سخن گستر کھلا

کھلنے کے معنی بے تکلف ہوکر باتین کرنے کے ہین لیکن یہان التفات بادشاہ
مراد ہے۔

ہو جہان گرم غزل خوانی نفس — لوگ جانین طبلۂ عنبر کھلا

قصیدہ مین شعرا غزل بھی کہہ جاتے ہین لیکن تشبیب و تمہید مین۔ یہان مصنف مرحوم
نے مدح کہتے کہتے غزل شروع کر دی۔ غزل کے بعد پھر مدح گوئی شروع کی یہ
ایجاد ہے۔

کنج مین بیٹھا رہون یون پر کھلا — کاشکے ہوتا قفس کا در کھلا

اپنے تئین مرغ گرفتار قفس فرض کرکے پہلے مصرع مین شاعر نے اپنی حالت
پر افسوس کیا ہے اور دوسرے مصرع مین اپنی حسرت کو بیان کیا ہے۔

ہم پکارین اور کھلے۔ یون کون جائے — یار کا دروازہ پاوین گر کھلا

اگھنے دروازہ کھلا پائین تو بے پکارے ہی اندر چلے جائین یہ تاب کس کو کہ ہم
پکارین اور کھلے۔

ہکو ہے اس رازداری پر گھمنڈ — دوست کا ہے راز دشمن پر کھلا

اپنے حال پر آپ استہزا کرتے ہین کہ ہم تو اس بات پر نازان ہین کہ معشوق کا راز
ہم نے کسی پر فاش نہین کیا اور معشوق کا یہ حال کہ غیرون کو اپنا رازدار اُس
نے بنایا ہے۔

واقعی دل پر بھلا لگتا تھا داغ — زخم لیکن داغ سے بہتر کھلا

کہلنا زیب دینے کے معنی پر ہے لیکن زخم کا کہل جانا ایک دوسرا لطف ہے جو اس لفظ سے مصرع نے پیدا کیا۔

ہات سی رکھدی کب ابروئے کمان کب کمر سے غمزہ کی خنجر کھلا

ابرو کو کمان سے اور غمزہ کو خنجر سے تشبیہ دیا کرتے ہین لیکن ابرو کو کمان دار اور غمزہ کو خنجر گزار کہنا زیادہ لطف دیگیا۔ اس شعر مین ہاتھ کو ہات لکھا ہے یہ فقط اپنی بات کی پچہ ہے کہ بات اور ذات کے ساتھ جو ہاتھ کو قافیہ کردیا ہے تو محض اوس کے نباہنے کے لئے رسم خط ہی بدل دیا۔ اہل لکھنؤ اور تمام اردو زبان والے ہاتھ ہی لکھتے ہین اور ہاے مخلوط کو تلفظ مین داخل سمجھتے ہین اور بات اور سات کے ساتھ اسکا قافیہ غلط سمجھتے ہین بلکہ ہاتھ کا قافیہ ساتھ لاتے ہین۔

مفت کا کسکو برا ہے بدرقہ رہروی مین پردۂ رہبر کھلا

یعنے جب سابقہ پڑا تو رہبر کا بھرم کھل گیا کہ "او خویشتن گم است" لیکن مفت کا بدرقہ کیا برا ہے۔ بدرقہ رہنما و نگاہبان کاروان کو کہتے ہین۔

سوز دل کا کیا کرے باران اشک آگ بھڑکی مینہ اگر دم بھر کھلا

مصنف مرحوم نے جس مقام مین (کا) کہا ہے یہان (کو) زیادہ محاورہ مین ڈوبا ہوا ہے اور فیصلہ اہل زبان کے ہاتھ ہے۔

نامہ کے ساتھ آگیا پیغام مرگ رہ گیا خط میری چہاتی پر کھلا

شادی مرگ ہو جانے کا مضمون کیا خوب کہا ہے یہ شعر بیت الغزل ہے۔

دیکہیو غالب سی گر اوجہا کوئی ہے ولی پوشیدہ اور کافر کھلا

دیکہیو ڈرانے کے مقام پر بولتے ہین۔

پہر ہوا مدحت طرازی کا خیال پہر مہ و خورشید کا دفتر کھلا

مدح کے اشعار یا مضامین کو مہ و خورشید سے استعارہ کیا ہے۔

خامہ نے پائی طبیعت سی مدد بادبان بھی اوٹھتے ہی لنگر کھلا

یعنے خامہ اوٹھاتے ہی طبیعت اوسکی مدد کرنے لگی جیسے لنگر اوٹھتے ہی بادبان بھی کھلا۔ کہلنے کا لفظ طبیعت کے ساتھ بھی بولا جاتا ہے بس اتنی مناسبت طبیعت کو بادبان فرض کرنے مین کافی ہے لیکن مصرع ثانی کی بندش اچھی نہین یا د بان کھلی اس سے کہ پڑا اور کھلا اوس سے کہ

مدح سے۔ ممدوح کی دیکھی شکوہ — یہان عرض سے رتبۂ جوہر کھلا

جوہر کا لفظ یہان گوہر کیطرح چمک رہا ہے دو معنیون کی تڑپ اسمین دکھائی دے رہی ہے ایک تو محل عرض جو فلسفہ کی اصطلاح ہے اور دوسرے معنی حسن ذاتی و خوبی فطری کے جو عرف مین زبان زد ہین۔

مہر کانپا چرخ چکر کھا گیا — بادشہ کا رایت لشکر کھلا

مہر کا کانپنا اور فلک کا چکر کھانا تو ثابت ہے جیسا کہ بعض علما کا خیال ہے لیکن مبالغہ اس توجیہ مین ہے کہ رایت شاہی کے رعب سے وہ کانپ اوٹھا اور اس کو چکر آگیا۔ لفظ رایت بھی باوجود تاے تانیث اردو مین مذکر بولا جاتا ہے جسطرح شربت و خلعت۔

بادشہ کا نام لیتا ہے خطیب — اب علوئے پایۂ منبر کھلا

یعنی منبر کے رتبہ کا یہ سبب ہے کہ خطیب اوسپر بادشاہ کا نام لیتا ہے۔

سکۂ شہ کا ہوا ہے روشناس — اب عیار آبروئے زر کھلا

زر کی آبرو کا یہ سبب ہے کہ سکہ اوسپر بادشاہ کا ہے۔

شاہ کے آگے دھرا ہے آئینہ — اب مآل سعی اسکندر کھلا

یعنی سکندر نے اسی آئینہ داری کی ہوس مین آئینہ بنانے مین سعی کی تھی۔

ملک کے وارث کو دیکھا خلق نے — اب فریب طغرل و سنجر کھلا

یعنی ملک ممدوح کا حق تھا اور طغرل و سنجر فریب سے بادشاہ بن بیٹھے تھے۔

ہو سکے کیا مدح۔ ہان اک نام ہے — دفتر مدح جہاندار کھلا

اس شعر کی بندش صاف نہین اور کاف کا حذف کرنا اور برا ہوا غرض یہ ہے کہ باوجودیکہ میرا نام نکل گیا ہے کہ مین نے مدح مین دفتر لکھ ڈالا اس پر مدح جیسی چاہیے نہو سکی۔

فکر اچھی پر ستایش ناتمام — عجز اعجاز ستایش گر کھلا

یعنی فکر تو ایسی اچھی کہ اعجاز کہنا چاہیے لیکن عجز اس مین سمجھ سکتے کہ ستایش ناتمام رہی۔ ندرت یہ ہے کہ اعجاز مین عجز ثابت کیا ہے۔

جانتا ہون ہے خط لوح ازل — تم پہ اے خاقان نام آور کھلا

جس مقام پر مصنف نے یہ شعر کہا ہے یہ قصیدہ میں عرض حال کا مقام ہے لیکن فقط اتنا کہکر کہ تم پر لوح ازل کا حال کھلا ہوا ہے اکتفا کی غرض یہ کہ میرا حال بھی تم پر پوشیدہ نہین ہوسکتا کہنے کی کوئی ضرورت نہین۔

تم کرو صاحب قرانی جب تلک　　ہے طلسم روز و شب کا در کھلا

صاحب قران نجوم کی اصطلاح مین اوس بادشاہ کو کہتے ہین جو قران عظمے کیوقت پیدا ہوا ہو کہ اوسکی سلطنت بہت وسیع و ممتد ہوتی ہے اور قران عظمے بھی اوسی فن کی اصطلاح ہے سیارات کی کوئی خاص ہیئت ہے جسے قران عظمے کہتے ہین غرض کہ صاحب قران سلطان فاتح جلیل الشان ہوا کرتا ہے اسی بنا پر قصہ حمزہ مین داستان گویوں نے حمزہ کا لقب امیر صاحبقران رکھا اور اونکے طلسم توڑنے کے بہت سے افسانہ بنائے مصنف نے صاحبقرانی کے ساتھ طلسم روز و شب کو اسی مناسبت سے جمع کیا ہے۔

ہاں دل دردمند زمزمہ ساز　　کیوں نہ کھولے در خزینۂ راز

یعنے تو کیوں نہ کھولے در خزینۂ راز یہاں تو کا حذف کر دینا بہت ہی برا معلوم ہوتا ہے

خامے کا صفحے پہ رواں ہونا　　شاخ گل کا ہے گلفشاں ہونا

یعنے قلم سے شعر نہین ٹپکتے پھول جھڑتے ہین۔

مجھ سے کیا پوچھتا ہے کیا لکھیے　　نکتہ ہائے خرد فزا لکھیے

دلکش لکھیے اتنا خیال بس ہے۔

بارے آموں کا کچھ بیاں ہو جائے　　خامہ نخل رطب فشاں ہو جائے

یعنے ایسے شیرین مضامین لکھیے جنمین رطب کا مزا آجائے۔

آم کا کون مرد میدان ہے　　ثمر و شاخ گوی و چوگان ہے

تاک کے جی مین کیوں رہے ارمان　　آئے یہ گوئے اور یہ میدان

آم کے آگے پیش جاوے خاک　　پھوڑتا ہے جلے پھپھولے تاک

نہ چلا جب کسی طرح مقدور　　بادۂ ناب بن گیا انگور

یہ بھی ناچارجی کا کھونا ہے　　　شرم سے پانی پانی ہونا ہے

مطلب ظاہر ہے لفظ "تاک" کو مصنف مرحوم نے بتذکیر باندھا ہے اسوقت
مجھے اپنا ایک شعر یاد آگیا کوئی بارہ تیرہ برس کا ذکر ہے کہ کلکتہ مین مشاعرہ ہوا
تھا طرح کی غزل مین یہ شعر مین نے کہا تھا ؎

تاک انگور درختون پہ چڑہی تھی کل تک　　　آج تو چھا ندپڑی باغ کی دیوارون پہ

مین نے اس شعر مین "تاک" کو بتانیث باندھا ہے۔ ضابطہ یہ ہے کہ فارسی یا عربی
کا جو لفظ کہ اردو مین بولا نہ جاتا ہو اول اوسکے معنی پر نظر کرتے ہین اگر معنی مین تانیث
ہے تو بتانیث اگر تذکیر ہے تو بتذکیر اوس لفظ کو استعمال کرتے ہین دوسرے
اوسکے ہموزن اسما جو اردو مین بولے جاتے ہین اگر وہ سب مونث ہین تو اوس
لفظ کو بھی مونث سمجھتے ہین اگر اوس وزن کے سب اسما مذکر ہین تو اوس لفظ کو
بھی بتذکیر بولتے ہین اسی بنا پر لفظ ابرو کہ محاورہ اردو مین داخل نہین ہے شعرا
اکثر مذکر باندھا کرتے ہین اسلیے کہ آنسو اور بازو اور چاقو وغیرہ جس مین ایسا
واو معروف ہے سب مذکر ہین لیکن ابرو کے معنی کا حسب خیال کیجیے تو بھون
مونث لفظ ہے اس خیال سے مونث بھی باندھ جاتے ہین۔ اب لفظ تاک کے
معنی کا لحاظ کیجیے تو بیل مونث ہے تاک کو بھی مونث ہونا چاہیئے اس سے
مشابہ و ہم وزن جو اسما اردو مین ہین وہ بھی مونث ہین جیسے خاک ناک ڈاک
بانک راکھ آنکھ پھر قیاس بھی یہی چاہتا ہے کہ لفظ تاک کو مونث بولنا چاہیئے۔

مجھسے پوچھو تمھین خبر کیا ہے　　　آم کے آگے نیشکر کیا ہے
نہ گل اوسمین نہ شاخ و برگ و بار　　　جب خزان آئے تب ہو اوسکی بہار

ازروے معنی آم کا گنے سے مقابلہ بہت ہی پھیکا سیٹھا مضمون ہے مگر اسے ترک
کرلے تو دوسرے شعر کا جو مضمون فکر نے پیدا کیا ہے وہ بھی ہاتھ سے جاتا فقط
اس مضمون کے خاطر سے اوس مقابلہ کا پھیکا پن بھی گوارا ہو گیا۔ اور خزان مین
بہار ہونے سے یہ مراد ہے کہ دسہرے کے دنون مین گنے تیار ہوتے ہین اور وہ
زمانہ خزان کا ہوتا ہے۔

اور دوڑائیے قیاس کہان　　　جان شیرین مین یہ مٹھاس کہان

جان مین ہوتی گر یہ شیرینی | کوہ کن باوجود غمگینی
جان دینے مین اوسکو یکتا جان | پر وہ یون سہل دی نہ سکتا جان

اس قطعہ کا یہ مصرع "جان دینے مین اوسکو یکتا جان" معترضہ ہے یعنے کوہ کن کو جان دینے مین یکتا مان لے اور بہتیں سمجھ لے پر وہ بھی سہل مین جان نہ دیسکتا کہ اوسمین شیرینی ہے۔ مصرع آخر مین (وہ) نہ لانا چاہئے تھا۔ اس سبب سے کہ کوہ کن کی خبر اسی مصرع مین نکلتی ہے یعنے کوہ کن باوجود غمگینی اسطرح سہل دے نہ سکتا جان۔ گنجلک اس قطعہ مین تین وجہون سے واقع ہوئی اول تو یہ کہ مبتدا و خبر کے درمیان مین ایک مصرع کا مصرع جملہ معترضہ آگیا دوسرے (یکتا جان) ایسا جملہ ہے کہ اسمین جان کا لفظ دو معنی رکھتا ہے جس سامع کا خیال خصوصًا اس مقام پر بہٹک جاتا ہے تیسرے (وہ) کا لفظ یہہ دھوکا دیتا ہے کہ کوہ کن باوجود غمگینی ناتمام جملہ رہگیا لیکن اردو کے محاورہ مین یہ داخل ہے کہ جب مبتدا سے خبر کو بعد ہو جاے تو ایسے مقام پر (وہ) لے آتے ہین غرض بحوار اردو کے اعتبار سے (وہ) پر یہان اعتراض نہین ہو سکتا۔ ابن رشیق لکھتے ہین کہ بعض شعرا باوجودیکہ طبیعت متوجہ نہین ہے بلکہ شعر سے دم گھبراتا ہے طبیعت پر اس حالت مین بھی جبر کرتے ہین اور تکلف و تصنع نظم کرتے ہین کہ جی نہ لگنے کے آثار اور دم گھبرانے کی علامتین اونکے اشعار مین پائی جاتی ہین اور تعقید و تکلف سے کلام خالی نہین ہوتا غرض یہ کہ جس وقت شعر کہنے مین جی نہ لگے اوسوقت نہ کہنا چاہئے جبر کرنے سے بہتر یہ ہے کہ حمام کرے اور گانا سنے اور نشاط طبیعت کے انتظار مین رہے ہے میر حسن مرحوم کی اس ساری مثنوی مین اسقدر آورد و تصنع ہے کہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ آم اصل مین کچھہ ایسے نہ تھے جس سے طبیعت خوش ہوتی اور مزا ملتا محض ولیعہد کی خاطر سے یا فرمایش سے جن آمون کی تعریف کرنے کو جی نہ چاہتا تھا اونکی مدح مین مثنوی لکھنا پڑی ہے حالت نشاط مین جو بے تکلفی ادا اور آمد مضامین ہوتی ہے اور تخئیل جو شعر کی جان ہے جو بے نشاط طبیعت کے نہین پیدا ہوتی اس مثنوی مین نہین پائی جاتی غرضکہ اس مثنوی مین بجز شاعری نہین ہے محض لطیفہ گوئی و بدلہ گوئی ہے اسکے مضامین سے نشاط و اہتزاز نہین پیدا ہوا استعجاب و استغراب پیدا ہوتا ہے لیکن لطیفہ کو

تخئیل کے ساتھ ایسی مشابہت ہے کہ لطیفہ گوئی پر بھی شاعری کا اطلاق ہوتا ہے اور
اوسے جزو شاعری سمجھتے ہین وجہ یہہ کہ بدیع ولطیفہ سے استعجاب کا اثر تونفس سامع
مین پیدا ہوتا ہی ہے الغیہ ابن مالک وارجوزہ ابن سینا تھوڑی ہے کہ اوسے شعر
نہ کہین - بلکہ اکثر ذی علم واہل قلم جو زندہ دل نہین ہین اور اونکی طبیعت مین وہ انفعالات
نفسانیہ جو محرک فکر شعر ہین پیدا ہی نہین ہوتے "یعنے - غضب وطرب - تعجب وعجب،
شوق وخوف - رحم وشرم - عزم وحزم - غم وہم - طمع وورع - محبت وعداوت - رغبت
ونفرت - حکمت وعبرت - ارادت وندامت - رشک واشک وغیرہ سے اونکی طبیعت
خالی ہوتی ہے - یا اوسکا اظہار خلاف مصلحت سمجھتے ہین اور اسپر بھی فکر مردہ اور خاطر
افسردہ کے ساتھ شاعری کرنا چاہتے ہین اونکو سوا بدیع گوئی کے اور کوئی چارہ
نہین خصوصًا وہ لوگ جو تمام اقسام نظم کو چھوڑ کر فقط غزل گوئی کیا کرتے ہین کہ دو
مصرعون سے زیادہ اونکی فکر کو میدان نہین ملتا وہ سوا اسکے کہ ہر شعر مین چھوٹے
چھوٹے لطیفہ اور ذرا ذرا سے چٹکلے نظم کرلین اور کچھہ نہین کرسکتے غرض اسکے شعر
ہونے مین شک نہین لیکن ابن رشیق نے شعر کی دو قسمین لکھی ہین - مطبوع یعنے
وہ کلام جو دل سے اور طبیعت سے ہو اور دوسرے مصنّع ومصنوع یعنے وہ کلام
جو بناوٹ سے ہو پھر ایک جگہہ لکھتے ہین کہ کلام مین ایک آمد ہوتی ہے اور ایک آورد -
آمد تو وہ کہ پہلی ہی دفعہ قلم سے جیسا نکل گیا نکل گیا اور آورد یہہ کہ پھر اوس پر نکرار نظر
کی اور اوسمین جو شعر یا فقرہ بے لطف وسست معلوم ہوا اوسے بتکلف بامزہ
ودرست کرویا یعنے بعض لفظ بدل دے بعض الفاظ اولٹ پلٹ کرد ئے پھر پڑھکر
اوسکے تیور دیکھے کہ اس مطلب کو ان الفاظ مین ابتدا اگر ہم کہتے تو یہی سست
ہوتی یا کچھہ اور - لیکن اردو اور فارسی والے اس آمد وآورد کو نہین سمجھہ سکتے وجہ یہ
کہ اردو وفارسی مین کوئی شاعر ایسا نہین گزرا کہ فی البدیہہ سو پچاس شعر کا قصیدہ
پڑھدے اور عرب کے شعرا ے جاہلیۃ کے سب ایسے تھے اس سبب سے کہ وہ
اپنی زبان کو اپنے اوزان مین کہتے تھے ہماری طرح نہ تھے کہ اپنی زبان کو پرائے
اوزان مین کہا کرتے " ہین غرض کہ عرب کے تمام شعرا فی البدیہہ اکثر کہتے تھے اور
اوسی کا نام آمد تھا اون مین سب سے پہلے زہیر نے قصائد حولیات مین یہہ طریق

اختیار کیا کہ ایک جلسہ مین یا ایک شب کی فکر مین قصیدہ کہہ ڈالتا تھا پھر منتظر رہتا تھا کہ
طبیعت مین جوش نشاط دوبارہ پیدا ہو تو دوبارہ نظر ڈالے اور اسی تکرار نظر کا نام آورد تھا
لیکن زہیر کی آورد کا کیا پوچھنا اوسکی آورد بس اوسیقدر تھی جسکی تفسیر اوپر مین نے بیان کی
ہے اور اسی آورد کے سبب سے چاہے اور کوئی نہ مانے مگر میری دانست مین وہ نابغہ
وامرؤ القیس سے گوے سبقت لے گیا۔ کاش یہ آورد یہین تک محدود رہتی تو خوب تھا
اسی آورد کے ضمن مین بدیع گوئی شروع ہوگئی اور صنایع و بدایع کی بنا قایم ہوئی۔
پھر بھی اوس زمانہ مین ایسا غضب نہین کرتے تھے کہ تجنیس یا تقابل یا تطابق کے
لئے فصیح لفظ کو چھوڑین اور ضلع کی رعایت سے معنی کی ہیلیان توڑین یہ شعراے
مولدین نے افراط کر دی کہ صنعت ولطیفہ ہی مقصود اصلی ہوگیا معنی کی سستی
ونقصان کا مطلق خیال نہ رہا۔ ابن رشیق کہتے ہین کہ قدماے شعرا قصیدہ بھر مین
ایک دو شعر صنعت یا دیوان بھر مین ایک آدھ قصیدہ بدیعیہ ہونا پسند کرتے تھے۔
بس اس سے زیادہ صنایع و بدایع کی حرص کرنا کلام کا حسن نہین بلکہ عیب ہے
مقتضاے طبیعت وعادت فطرت کے خلاف ہے۔ صنایع و بدایع طرز گفتگو مین
نہین داخل ہین اسی سبب سے بناوٹ وتصنع کا کلام دل پر اثر نہین کرتا کسی اوستاد
نے کیا خوب بات کہی ہے کہ سیان شعر ایسا کہو جو تمہارے کام کا ہو نہ ایسا کہ تم
تو اوسکے کام مین لگے رہو اور وہ تمہارے کام نہ آئے۔ خدا نہ کرے کہ نظم مین یا نثر
مین کسی کو تکلف وتصنع کی عادت پڑے۔ حریری کے واقعہ سے عبرت ہوتی ہے
کہ مقامات لکھنے کے بعد اوسکی انشا پردازی کی ایسی ہوا بندھی کہ بغداد مین اوسکے
لئے منشی دیوان الخلافہ کی خدمت تجویز ہوئی فورًا حاضر ہوا اور ایک خط لکھنے کا حکم
صادر ہوا یہان بے سجع وتصحیف وصنعت مہملہ ومعجمہ ورقطا وخیفا ومقلوب مستوی کے
رستہ ہی نہین چلتے تھے ایک سطر بھی نہ لکھی گئی اور خفت اوٹھانا پڑی۔ دیکھو سلسلہ
سخن کہان سے کہان جا پڑا کوئی یہ نہ سمجھے کہ صنایع و بدایع مطلقًا واجب الترک
ہین معنوی صنعتون کا کیا پوچھنا اور صنایع لفظی کا بھی کیا کہنا۔ صنایع جتنے کہ لفظی یا
معنوی ہین وہ سب اگر بے تکلفی سے ادا ہو جائین تو البتہ لفظ ومعنی کی زینت بڑھاتی
ہے۔ بے تکلفی سے مراد یہ ہے کہ محاورہ کا لفظ نہ چھوٹنے پائے۔ بندش مین جھلک

ہونے پائے معنی کے وضوح میں فرق نہ آنے ۔ ابن رشیق کہتے ہیں قدما میں سے
کسی کا قول ہے جو ایسا شعر ہو کہ اوسکے معنی پوچھے جائیں وہ بہت ہی برا شعر ہے
صنائع ایسے بے تکلف ادا ہونا چاہیے کہ معلوم ہو محاورہ ہی میں داخل ہے یہ گمان بھی
نہ گزرے کہ شاعر نے بزور فکر و زبردستی قلم اس صنعت کو باندھ لیا ہے ۔ لیکن بہت سے
صنائع ایسے ہیں کہ اونکو انہوں نے لفظی صنائع میں شمار کیا ہے حالانکہ اونمیں شعر
و تحسین لفظ میں کچھ دخل نہیں ہے جیسے تجنیس خطی جسے تصحیف بھی کہتے ہیں جیسا خط وخطا
جامہ و دوات و دواب و کتاب و کباب میں کہ کچھ خطاط لوگوں کو اس سے حظ ملتا ہوگا
ورنہ ادیب کو تو اس سے کچھ تعلق نہیں ۔ یا بے نقطہ لکھنا لیکن عجب ہے کہ فیضی سا
شخص اس صنعت میں اوقات ضائع کر گیا ساری تفسیر حروف غیر منقوط میں لکھ ڈالی اور
سواطع الالہام بھی ۔ اردو میں مرزا دبیر و اثر نے مرثیے بے نقطہ کہے ۔ یہ صنعت
بھی اسم مطابق سے مہمل ہے ادیب کو ادہر ہرگز توجہ نہ کرنا چاہیے ۔ اس سے بڑھ کر
حروف منقوط کا التزام ہے ۔ مرزا دبیر فرماتے ہیں ؂

جب بخت بن قیس نے زینت بخشی ۔ زینب نے تشفی شب شفقت بخشی

جنت بخشی نبیؐ نے جنت بخشی

اس رباعی کے مصرع آخر میں انفصال حروف کی صنعت بھی موجود ہے ۔ اسی طرح
انفصال حروف کا التزام بھی کہ وہ کردن و کاہ برآوردن ہے اور رقطا یعنی ایک
حرف معجم اور ایک مہمل اسی کو خیفا بھی کہتے ہیں ۔ واسع الشفتین یعنی ب اور پ
اور میم کا ترک تاکہ پڑھنے میں ہونٹ سے ہونٹ نہ ملنے پائے ۔ جامع الحروف یعنی
ایک ہی شعر میں الف سے یے تک سب حروف آجائیں ۔ اظہار المضمر یعنی ایک مصرع ایسا
کہیں جسمیں پورے پندرہ حرف ہوں اور مکرر کوئی حرف نہ آنے پائے ۔ اس کے بعد
پھر چار مصرعوں کا ایک قطعہ یا رباعی کہتے ہیں جسکے ہر ہر مصرع میں اون پندرہ حروف
میں سے آٹھ حرف معین لانا ضرور ہے اور باقی سات حرفوں کا لانا منع ہے ۔ اون
آٹھ حرفوں کی تفصیل یہ ہے ۔

پہلے مصرع میں ۔ ۱-۳-۵-۷-۹-۱۱-۱۳-۱۵ — دوسرے مصرع میں ۲-۳-۶-۷-۱۰-۱۱-۱۴-۱۵
تیسرے مصرع میں ۔ ۴-۵-۶-۷-۱۲-۱۳-۱۴-۱۵ — چوتھے مصرع میں ۸-۹-۱۰-۱۱-۱۲-۱۳-۱۴-۱۵

مثال

گلشن سبزۂ خط عارض سے

طوق طاقت گداز و حسن فزا — آرسی مشکل کلی عقدہ شعلہ زا
نکہت سبزۂ چمن سے ہے — یا کہ ہے خط عارض ہمرا

یا جیسے مقلوب مستوی جھکے اور الٹنے سے وہی عبارت پھر نکل آئے جیسے مرزا دبیر کا یہ مصرع — آرام ہمارا ہے یہ آرام ہمارا

یا وحشی مرحوم کا یہ فارسی مطلع ہے

امید شنا یان ستادی ماکو — اسپ آرا دستہ آبادی ماکو

صنعت تاریخ کہنا بھی از قبیل سہو نہیں ہے کوئی صنعت نہ معنوی ہے نہ لفظی کچھ نقط سے متعلق ہیں کچھ صفات حروف سے کچھ اعداد حروف سے۔ ان سب صنایع کا استعمال کرنا نظم میں ہو کہ نثر میں ادیب کا کام نہیں بلکہ رمال کا پیشہ ہے۔ ان صنایع کی تفصیل کرنے سے غرض یہ تھی کہ جو صنایع کہ قابل احتراز ہیں اور جن سے خوبی لفظ و معنی کو کچھ تعلق نہیں بلکہ ضرر و نقصان ہی پہونچتا ہے وہ سب ایسے ہی صنایع ہیں ان قاذورات سے کلام کو پاک رکھنا ضرور ہے لیکن انکے علاوہ جو معنوی و لفظی صنایع ہیں وہ کلام کا زیور ہیں اونکی خوبی میں کوئی شک نہیں ہاں اون صنایع کا محل استعمال سمجھنا خداداد بات ہے کچھ فارسی و اردو پر منحصر نہیں ہے تمام دنیا کے شاعر ہر زبان اور ہر زمان کے اہل قلم اون صنعتوں کو زیور کلام بنایا کئے اور اب بھی یہی طریقہ جاری ہے جو شعرا کہ اپنی اپنی زبان میں خدائے سخن سمجھے گئے ہیں۔ والمیکی و رجل شکسپیر فردوسی و انیس وغیرہ ان سب کے کلام میں صنایع معنویہ و لفظیہ کثرت سے ہیں اور انکا انداز بیان اس بات کا شاہد ہے کہ انہیں ان صنعتوں کے استعمال کرنے میں اہتمام بلیغ تھا اور لفظ و معنی کی صفت یہ صنعت ان صنایع کے جنکی تفصیل گذری ہے بہت آسان معلوم ہوتی ہے لیکن انکا صرف کرنا نہایت مشکل امر ہے بلکہ سہل ممتنع ہے تجنیس خطی کا ذکر تو گزرا اب تجنیس لفظی کو خیال کرو ایک ہی مصرع اسوقت مجھے یاد ہے۔

نقش سم سمند سجدہ گہ سبکتگین

کون ایسا ہے جو سبک تگ سبکتگین کے اشتقاق سے مزہ نہ اوٹھالے گا۔ الغرض

نام تو اتنا بڑا مگر صنائع لفظیہ میں سے یہ صنعت کبھی دیکھنے میں ذرا سی بات معلوم ہوتی ہے
کہ ایک جملہ کا آخر دوسرے کا اول ایک ہی لفظ کے تکرار سے ہو یہ کونسا مشکل کام
ہے اور کون سی اسمین کاریگری ہے مگر اس مطلع میں اسی صنعت کا حسن دیکھو تو معلوم
ہو کہ اظہار المضمر و مقلوب مستوی وغیرہ کی کچھ حقیقت ہی نہیں اسکے آگے ؎

کیا کہیں قاتل بسر کرتے ہیں کس مشکل سے ہم — چارہ گر سے درد نالان درد سے دل دل سے ہم
تمام عمر تو نہیں کٹنے کی ہیں یہ منزل عشق — گرا تو اوٹھ نہ سکا اور اوٹھا تو چل نہ سکا

معنوی صنعتوں میں تلمیح یعنے کسی قصہ کیطرف اشارہ کر دینا کیا ہی سہل سی بات معلوم
ہوتی ہے اور یونانی و لاطینی شعرا میں بلکہ اونکی تقلید سے انگریزی زبان کے شاعروں
میں بھی یہ صنعت کسقدر مشہور ہے اسکے صرف کرنے میں کسقدر افراط کرتے ہیں
جو لوگ ان زبانوں سے ماہر ہیں اون سے پوچھو کہ نقطہ شعر سمجھنے کے لئے کسقدر تو
افسانہ اونھیں یاد کرنا پڑتے ہیں جن مضمون سے کہ نہایت نفرت ہوتی ہے تاہم
کیطرح اونسے کو یاد رکھتے ہیں کہ شعر ہی سمجھ میں نہیں آسکتا اگر وہ سب کہانیاں یاد
نہوں کیا اس صنعت کی خوبی میں کوئی شک ہو سکتا ہے لیکن کہنا اسکا نہایت
دشوار ہے دیکھو کیا خوب کہا ہے ؎

زعشق نادم و عشقم بگشت نار و دریغ — خبر نداد برستم کسے کہ سہرابم

اسی طرح طباق ایک صنعت معنوی ہے جسمیں متقابل و متنافی چیزوں کو جمع کرتے ہیں
یہ کام بظاہر کیسا آسان ہے مگر کرنا بہت مشکل ہے ؎

یون مر کہ نہ یارون کو ہو بھاری ترا مرنا — یون جی کہ طبیعت پہ نہو بار کسیکی

عکس بھی ایک سہل سی صنعت معنوی معلوم ہوتی ہے مگر کہنا آسان نہیں ہے ؎

اونکو آتا ہے پیار پر غصہ — ہمکو غصہ پہ پیار آتا ہے

قصہ کوتاہ یہ استیعاب صنائع کا مقام نہیں ہے نہ آج تک کسی سے استیعاب
ہو سکا مثنا کتب بلاغت میں ہے بہت کم ہے اور جتنا چھوٹ گیا بہت زیادہ ہے
وقت پسند طبیعتیں نا تجربہ کاری سے ان صنائع کو کھیل سمجھ کر اودھر متوجہ نہیں ہوتیں
اور جو باتیں کہ واقع میں کھیل ہیں اونکو دقیق سمجھ کر صنعت خیال کرتی ہیں یہ نہیں سمجھتیں
کہ اگر صنائع معنویہ لفظیہ کو بے تکلفی سے کہہ سکیں تو اونکے آگے معما تاریخ وغیرہ ہیچ ہیں۔

اور مطلب دل نشین کر دیتا ہے بس اوسی کا قلم سحر طراز ہے۔ ابن رشیق کہتے ہین
جسکی طبیعت معنی آفرین نہو یا جسکے الفاظ مین تازگی نہو یا اور لوگ جس بات مین ادائے
معانی سے قاصر رہجاتے ہین ادیب اوسمین معنی زیادہ نہ کرسکے یا یہ کہ جس بات مین
غیر ضروری الفاظ وہ بدل جاتے ہین شاعر و ادیب اوسمین سے لفظ کم کر سکے
یا ایک بات کو پہیر کر دوسری طرف نہ لیجا سکے اوسے ادیب و شاعر نہین
کہہ سکتے۔ لیکن لفظ کی تازگی و ابتذال کو پہچاننا فطری امر ہے۔ جیسے ہرن
اور چیتل کا خوش نگاہ ہونا اور گرگ و شغال کا بد نظر ہونا بحکم فطرت ہے۔ جو
شخص اس ودیعت فطری سے محروم ہے وہ یہ بات نہین سمجھ سکتا کہ مصرعے
اس قطعہ مین انکہین کا لفظ تازہ ہے اور رب الناس غریب ہے۔ سر بمہر خوبصورت
ہے اور لفظ رانت کریہ۔ ابن اثیر لکھتے ہین کچھ لوگ ایسے بھی ہین جو لفظ کے
حسن و قبح کے منکر ہین اور قائل ہین کہ واضع نے جو لفظ بنایا ہے اچھا ہی
بنایا ہے انکی یہ مثال ہے جیسے کوئی نازنین بھی قد و نازک اندام ہین اور ایک
حبشن ہین جسکے گھنڈی سے بال کلا سی بھوین پھٹی پھٹی آنکھین مینڈکی سی ناک
کاچھ سے گال گردہ سے ہونٹ پھاوڑا سے دانت ہون کچھ فرق نہ کرے۔
اسطرح لفظ کا سج دینا بھی نگینون کے جڑنے سے کم نہین۔ ناسخ کا یہ مطلع ہے

مرا سینہ ہے مشرق آفتاب داغ ہجران کا　　طلوع صبح محشر چاک ہے میرے گریبان کا

الفاظ بھی نہین بلکہ محض نظم الفاظ کے حسن سے شاندار و پر شکوہ ہوگیا۔ اگر
معنی کو دیکھئے تو کچھ بھی نہین۔ میرے سینہ مین داغ فراق ہے میرا گریبان چاک
ہے۔ داغ کو آفتاب اور چاک جیب کو صبح کہنا تشبیہ مبتذل ہے۔ سب ہی کہا
کرتے ہین۔ فقط ان الفاظ کی ہیئت اجتماعی نہایت شاندار ہے شعر کا ایک
لفظ دوسرے لفظ کے پہلو مین وہ حسن دیرہا ہے جیسے جواہرات کی لڑی
مین زمرد یا یاقوت کا رنگ کھلتا ہے اور لالڑی کے پاس نیلم سے جان پڑجاتی
ہے۔ لیکن ہر ایک جوہری اسطرح موتی نہین پرو سکتا اسکی تمیز خداداد بات ہے۔
ایک شخص مجھسے کہنے لگے اگر ناسخ نے یون کہا ہوتا۔ ع

مرا سینہ ہے مطلع آفتاب داغ ہجران کا۔ تو لفظ مطلع لفظ طلوع سے [illegible]

مصرع مین ہے۔ بہ نسبت لفظ مشرق کے زیادہ تر مناسب ہوتا۔ مین نے
کہا طلوع مین بے شرق کے بھلا کیا حسن ہے۔ بیت کا چراغ ہی گل ہوجاتا۔
پھر یہ کہ لفظ (مطلع) بکسر لام ہے یہان کسر کے سبب سے مصرع مین ثقل ناگوار
پیدا ہوتا ہے جسے صاحب ذوق سلیم سمجھ سکتا ہے۔ یعنے کسرہ لام کے سبب
سے جیم کے ساتھ التباس ہوجاتا ہے اور جو لفظ کہ جمع کی صورت رکھتی ہو اور
ساکنہ دے ہے) کا لفظ کا نون کو برا معلوم ہوتا ہے۔ مرا سفید ہے مطلع آفتاب داغ جہان کا

بالگا کر خضر نے شاخ نبات | مدتون تک دیا ہے آب حیات
تب ہوا ہے ثمر فشان یہ نخل | ہم کہان ورنہ اور کہان یہ نخل

خضر کا نام دو طرح سے نظم مین ہے بسکون ضاد اور بکسر ضاد خجل دشمن کے
وزن پر مصنف نے یہان خضر باندہا ہے اور اسے دیکھکر اون نکتہ چینون نے دہوکا
کہایا وہ سمجھے اوستاد نے خضر باندہ دیا اور اس شعر کو سند قرار دیکر نظر و آخر
کے قافیہ مین خضر بھی باندہنے لگے یہ غلط ہے اور نکتہ چینون کی خطا ہے مصر کا کلام
اصل مین منشاء غلط تو ہوا مگر خود لفظ غلط سے پاک ہے نخل درخت خرما کو کہتے
ہین فارسی والون نے عموماً درخت کے معنے پر باندہا ہے مگر کس فارسی والون
نے جو عربی سے بے خبر ہین ایسے لوگون کا تصرف قابل استناد نہین غرض ہم
کے درخت کو نخل کہنا اچھا نہین معلوم ہوتا ہے

تھا ترنج زر ایک خسرو پاس | رنگ کا زرد پر کہان بو باس
آم کو دیکھتا اگر اک بار | پھینک دیتا طلائے دست افشار

نقل ہے کہ خسرو پرویز کے پاس اسطرح کا کندن تھا کہ ہاتھ سے دبا کر جو صورت چاہو
اوسکی بنا لو پرویز نے اوسکا ترنج بنوایا تھا دستارخوان پر رکھا جاتا تھا۔ پھر کسی شخص
نے اوسی سونے کا ساگ بنوایا اور زینت دستارخوان کیا خاقانی نے اسی
مضمون کی تلمیح کی ہے ؎

پرویز و ترنج زر کہ میشد ته تره زرین ہم | زرین تره کو برخوان روکم ترکوا برخوان

دست افشار اسی سبب سے کہتے تھے کہ موم کیطرح ہاتھ ہی سے دب جاتا تھا
طلا سونے کے معنے پر متعبرین فارس نظم کر چکے ہین گو اس لفظ کی تحقیق کسی نے

قابل تشفی نہین لکھی لیکن اس معنی پر عربی مین قطعًا نہین آیا ہے۔ (حضور پاس) مین (کے) کا حذف محاورہ مین ہے لیکن قریب ترک ہوجانے کے ہے۔ شرف کہتے ہین ؎

اک نگاہِ ناز مین دونون اوڑا لیے جاتین گے
دل کلیجے پاس ٹھہرے گا کلیجہ دل کے پاس

رونق کارگاہ برگ و نوا — نازش دودمان آب و ہوا

برگ و نوا ساز و سامان کے معنے پر بھی ہے اور برگ درختان و نوائے مرغان کا بھی ایہام ہے۔

رہرو راہ خلد کا توشہ — طوبے و سدرہ کا جگر گوشہ

موسی و عیسی و طوبی و دنیا و عقبی و ہیولی و لیلی کو امالہ کرکے قدما نے الف کو ی کردیا ہے اور دونون طرح نظم کیا ہے یہ دیکھ کر متاخرین اہل فارس نے جو عربی سے بیگانہ تھے غضب کا دھوکا کھایا ہے جن الفاظ عربی مین اصلی ی ہے اوسکو بھی الف مقصورہ سمجھے اور دونون طرح نظم کرنے لگے مثلاً تجلی و تسلی و تماشی و تحاشی کو تسلا و تجلا و تماشا و بے تحاشا کہنے لگے۔ اس شعر کا پہلا مصرع باعتبار معنی بہت سست ہے آم کو راہرو عقبے کہنا بیہودہ بات ہے۔

صاحب شاخ و برگ و بار ہے آم — ناز پروردۂ بہار ہے آم

پروردہ مربی کو بھی کہتے ہین یہہ ضلع بولنا منظور تھا اور یہ واؤ مصرع برائے بیت کہنا پڑا۔

خاص وہ آم جو نہ ارزان ہو — نوبر نخل باغ سلطان ہو

اس شعر مین نخل باغ سلطان سے ولی عہد مراد ہین جیسا کہ دوسرے شعر سے ظاہر ہوتا ہے۔

وہ کہ ہے والی ولایت عہد — عدل سے اوسکی ہے حمایت عہد

پہلے عہد سے عہد و پیمان سلطنت اور دوسرے عہد سے زمانہ و وقت مراد ہے۔

فخر دین عز شان و جاہ جلال — زینت طینت و جمال کمال

یعنے ممدوح کی ذات دین کے لئے باعث فخر اور کمال کے واسطے جمال ہے اور

یہ دونون اضافتین مانوس ہین باقی زینت طینت و عزت شان وجاہ جلال کی اضافتین بعض صنعت کے لئے ہین تکلف و تصنع سے خالی نہین۔

کارفرمائی دین و دولت و بخت　　چہرہ آرائے تاج و مسند و تخت

مراعاۃ النظیر و ترصیع اس شعر مین ہے اور بے تکلف ہے۔

سایہ اوسکا ہما کا سایہ ہے　　خلق پر وہ خدا کا سایہ ہے

ہما عنقا سیمرغ موسیقار یہ سب طائر شاعرون نے پال رکھے ہین پہر ہما کا سایہ پڑنے سے بادشاہی ملنا چاندنی کا کتان کو ٹکڑے کرنا اور زخمی کو مارجانا زمرد کے سامنے افعی کا اندہا ہونا موسیقار وققنس کے نغمون سے جنگل مین آگ لگ جانا کبک کا آگ کہانا اور سمندر کا آگ مین رہنا یہ سب باتین یقینیات مین داخل ہین جمشید کا جام جہان نما ہانا فلاطون کا خم مین بیٹہنا لیلے کی فصد کہلنے سے مجنون کا خون بہنا اخبار متواتر مین سے ہے لیکن اردو و فارسی کے شعر پر یہ منحصر نہین ہے دنیا کی قدیم و جدید جتنی زبانین ہین سب مین شاعری ایسے مضامین سے خالی نہین ہے دیکھو یونانی ولاطینی اور اونکی مقلدین اہل یورپ جو اس زمانہ مین ہین کسقدر خرافات کہانیان دیو و پری کے افسانہ امور مسلمہ مین سے فرض کر کے صنعت تلمیح کو اسی مین صرف کیا کرتے ہین۔

اے فیض وجود سایۂ ولور　　جب تلک ہے نمود سایۂ ولور

اے خداوند بندہ پرور کو　　وارث گنج و تخت و افسر کو

شاد و دل شاد و شادمان رکہیو　　اور غالب پہ مہربان رکہیو

شاد و دل شاد و شادمان تینون لفظ ایک ہی معنی کے ہین مگر اس محل مین تکرار معنی کیا تکرار لفظ بھی ہوتی تو بے جا نہ تھی گویا مطلب یہ ہے شاد رکہیو شاد رکہیو شاد رکہیو اور باوجود تکرار لفظ کے بھی برا نہین معلوم ہوتا اور جب کہ لفظ مین ذرا ذرا تصرف کردیا تو اور بھی لطف ہوگیا۔ رکہنا کے مقام پر رکھیو ابھی تک محاورہ مین جاری ہے بلکہ فصحا کی زبان ہے۔ مونس کہتے ہین ؎

دیکھیو نہ سر کشو نکو امان اے دلاور و　　اعدا سے چھین لیجو نشان اے دلاورو

جیتے نہ پھر یہ صدقہ ہو مان لے دلاورو　　جانون پہ کھیل جاؤ یہان اے دلاورو
پیری کمین مین جان ہے گو ہم امام ہین　　تم مڑکے دیکھ لو کہ مین پردے کے پاس ہون

پانچوین مصرع مین (ہے) کے بعد (گو) اور پھر ی تقطیع مین گر گئی نہایت مکروہ لفظ پیدا ہوتا ہے۔ مونس مرحوم سے بعید ہے چوک جانے کی وجہ غالبًا یہ ہوئی ہے کہ میر انیس کے طرز مین پڑھتے وقت پانچوین مصرع کے درمیان مین ضرور وقف کیا کرتے ہین۔ اور جب (ہے) پر وقف کردو تو سچ پر نظر چوک جاتی ہے اور تقطیع مین جو قباحت ہوگئی ہے وہ چھپ جاتی ہے۔

اے شہنشاہ فلک منظر بے مثل و نظیر　　اے جہاندار کرم شیوہ بے شبہ و عدیل

بے شبہ و شبیہ و مثل و مثیل و نظیر و عدیل سب الفاظ مترادف ہین فلک منظر کے یہ معنی کہ جسنے ممدوح پر نظر کی اوسنے گویا فلک پر نظر کی اوسکا منظر اور اوسکی رفعت فلک کی سی ہے۔

پانو سے تیرے ملے فرق ارادت اورنگ　　فرق پر تیرے کرے کسب سعادت اکلیل

سر ارادت و جبین نیاز و دست دعا و پائے طلب و چشم امید و لب سوال و دندان آز و بازوے جہد و انگشت حیرت و گردن طاعت و کمر خدمت و زانوے ادب و کف افسوس وغیرہ مین ویسی ہی اضافت ہے جیسی اوسنے ملابست کافی ہوگئی ہے۔ اگر یون کہتے کہ پاؤن پر تیرے رکھے فرق ارادت اورنگ تو معنی اولٹے ہو جاتے اس سبب سے کہ اورنگ پہ پاؤن ہوتا ہے نہ کہ پاؤن پہ اورنگ سر رکھے مصنف نے اورنگ کا پاؤن کے نیچے ہونا ملحوظ رکھا ہے۔

تیرا انداز سخن شانۂ زلف الہام　　تیری رفتار قلم جنبش بال جبریل

جسطرح شانہ زلف کی گرہون کو کھول دیتا ہے اسیطرح تیرا سخن الہامی دقایق کو سلجھا دیتا ہے شاید یہ اشارہ بھی مصنف نے کیا ہے کہ سین سخن کے دندانے شانہ سے مشابہت رکھتے ہین لیکن یہ مطلب اولجھا ہوا رہ گیا ہے دوسرے مصرع مین جو تشبیہ بدیع پیدا کی ہے الہامی مضمون ہے۔

تجھسے عالم پہ کھلا رابطۂ قرب کلیم　　تجھسے دنیا مین بچھا مائدۂ بذل خلیل

مطلب یہہ ہے کہ جنہون نے قرب کلیم و تبدل خلیل کو آنکھون سے نہ دیکھا تھا اونہون
نے تیرے سبب سے دیکھ لیا کہ تجھہ مین یہہ دونون وصف موجود ہین ۔

بسخن اوج دہ مرتبۂ معنی و لفظ — بکرم داغ نہ ناصیۂ قلزم و نیل

مطلب ظاہر ہے لیکن معنی و لفظ کے متعلق جو مباحث فن بلاغت مین مذکور ہین اونکا
ذکر یہان لطف سے خالی نہین ۔ بڑے بڑے فصحاے ماہرین و ائمہ فن بلاغت
کا اس بات پر اتفاق ہے کہ معانی ایک ہی طرح کے ہوتے ہین فقط لفظ و بندش
و طرز ادا کاتب و ادیب کا کمال ہے ۔ ماہیتہ انسانی سب مین ایک ہی ہے ۔
انفعالات سب طبیعتون مین ایک ہی طرح کے ہوتے ہین پہر مضامین کہان سے
الگ الگ آئین گے اور لفظ کا غلبہ معانی پر ظاہر ہے مثلاً یون کہتے ہین کہ
تو آفتاب ہے اور یون نہین کہہ سکتے کہ تو سورج ہے اس سبب سے علما نے
معانی کے مباحث کیطرف بہت کم توجہ کی فقط اقسام بیان کر کے رہ گئے
یعنے مدح و تشبیب ۔ ہجا و رثا ۔ اعتذار و استعطاف ۔ زجر و عتاب ۔ فخر و وصف
شکر و شکایت ۔ بس آگے آئی آیت ۔ اور الفاظ کے مباحث اور ادا سے معانی
کے طریقہ بیان کرنے مین پانچ فن منضبط کئے ہین صرف نحو معانی بیان بدیع بلکہ
فن لغت و مصطلحات بھی اسمین شامل ہے ابن رشیق کہتے ہین اکثر لوگونکی راے
یہی ہے کہ خوبی لفظ مین معنی سے زیادہ اہتمام چاہئے لفظ قدر و قیمت مین معنی
سے بڑھکر ہے اس سبب سے کہ معنی خلقی طور سے سب کے ذہن مین موجود ہین
اوسمین جاہل و ماہر دونون برابر ہین لیکن لفظ کی تازگی اور زبان کا اسلوب اور
بندش کی خوبی ادیب کا کمال ہے دیکھو مدح کے مقام مین جو کوئی تشبیہ کا قصد کریگا
وہ ضرور کرم مین ابر جرأت مین ہزبر حسن مین آفتاب کے ساتھہ ممدوح کو تشبیہ دیگا
لیکن اس معنی کو اگر لفظ و بندش کے اچھے پیرایہ مین نہ ادا کر سکا تو یہ معنے کوئی چیز
نہین ۔ غرض کہ یہہ مسلم ہے کہ معانی مین سب کا حصہ برابر ہے اور سب کے ذہن
مین معانی بحسب فطرت موجود ہین اور ایک دوسرے سے معنی کو ادا کرنا چاہتا
ہے کسی کاتب یا شاعر کو معنی آفرین یا خلاق مضامین جب کہتے ہین تو اوس کا
یہ مطلب ہے کہ جو معانی کسی کے قلم سے نہ نکلے تھے وہ اوس نے بیان کئے

اور یہ شبہ کرنا کہ ہر مضمون کے چند محدود پہلو ہوتے ہین جب وہ تمام ہو چکتے ہین
تو اوس مضمون مین تنوع کی گنجایش نہین رہتی اب بھی اگر اوسکی چھتاڑ کئے جائینگے
تو بجائے تنوع تکرار و اعادہ ہونے لگے گا۔ صحیح نہین۔ تفنن و تنوع کی کوئی حد
نہین مثلاً دو لفظون کا ایک مضمون ہم یہان لیتے ہین "وہ حسین ہے"۔
اسمین ادنے درجہ کا تنوع یہ ہے کہ لفظ حسین کے بدلے اوسکے مرادف جو
الفاظ مل سکین اونھین استعمال کرین۔ مثلاً۔
وہ خوبصورت ہے۔ وہ خوش جمال ہے۔ وہ خوش گل ہے۔ وہ سندر ہے۔
اوسکے اعضا مین تناسب ہے۔ حسن اوسمین کوٹ کوٹ کے بھرا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔
اسکے بعد بدلالت قرینہ مقام ذرا معنی مین تعمیم کردیتے ہین مثلاً وہ آشوب
شہر ہے۔ کوئی اوسکا مدمقابل نہین۔ اوسکا جواب نہین۔ اوسکا نظیر نہین۔ وہ لاثانی
ہے۔ وہ بے مثل ہے۔ وغیرہ۔
پھر اسی مضمون مین ذرا تخصیص کردیتے ہین لیکن ویسی ہی تخصیص جو محاورہ مین قریب
قریب مرادف کے ہوتی ہے کہتے ہین۔
وہ خوش چشم ہے۔ وہ خوب رو ہے۔ وہ موزون قد ہے۔ وہ خوش ادا ہے۔
وہ نازک اندام ہے۔ وہ شیرین کار ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔
پھر اسی مضمون کو تشبیہ مین ادا کرتے ہین اور کہتے ہین۔
وہ چاند کا ٹکڑا ہے۔ اوسکا رخسار گلاب کی پنکھڑی ہے۔ وہ سیمین تن ہے۔
اوسکا رنگ کندن سا چمکتا ہے۔ اوسکا قد بوٹا سا ہے۔ شمع اوسکے سامنے
شرماتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔
پھر اسی مضمون کو استعارہ مین ادا کرتے ہین مثلاً آفتاب سے اسطرح استعارہ
کرتے ہین۔ اوسکے دیکھنے سے آنکھوںمین چکاچوند آجاتی ہے۔
چاند سے استعارہ۔ وہ نقاب اوسلٹے تو چاندنی چھٹک جائے۔
چراغ سے استعارہ۔ اندھیرے مین اوسکے چہرہ سے روشنی ہوجاتی ہے۔
شمع سے استعارہ۔ اوسکے گھونگھٹ پر پردہ فانوس کا گمان ہے۔
برق طور سے استعارہ۔ موسیٰ اوسے دیکھین تو غش کرجائین۔

آئینہ سے استعارہ۔ جدہر وہ مڑتا ہے ادہر عکس سے بجلی چمک جاتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

پھر اسی مضمون کو کنایہ مین بیان کرتے ہین مثلاً۔

رنگ کی صفائی سے کنایہ۔ وہ ہاتھ لگائے میلا ہوتا ہے۔

تناسب اعضا سے کنایہ۔ وہ حسن کے سانچے مین ڈہلا ہے۔
خدا نے اوسے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے۔

رنگ کی چمک سے کنایہ۔ اوسکے چہرہ کی چھوٹ پڑتی ہے۔

چہرہ کی روشنی سے کنایہ۔ اوسکے عکس سے آئینہ دریاے نور ہوجاتا ہے۔

دل فریبی حسن سے کنایہ۔ بشر اوسے دیکھکر تلملا جاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

اسکے بعد تازگی کلام کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ خبر کو انشا کردین۔

اللہ رے تیرا حسن۔ تو اتنا خوبصورت کیون ہوا۔ سچ بتا تو انسان ہے یا پری۔
کہین تو حور تو نہین۔ حور نے یہ شوخی کہان پائی۔ تو خدائی کا دعوی کیون نہین کرتا۔
وغیرہ وغیرہ۔

پھر دیکھئے مرادفات مین کسقدر تنوع ہے اور کسقدر تازگی لفظ ومحاورہ کو اسمین دخل ہے۔ تمیم کے کتنے مراتب ہین تخصیص کے کسقدر درجے ہین تشبیہ کی کتنی صورتین ہین۔ استعارہ کے کتنے انداز ہین۔ کنایہ کی کتنی قسمین ہین۔ انشا کے کسقدر اقسام ہین۔ پھر ان سب کے اختلاف ترتیب واجتماع کو کسی مہندس سے پوچھیئے تو معلوم ہو کہ ایک حسن کے مضمون مین تقریباً لاتعد ولاتحصی پہلو نکلتے ہین یہ چند مثالین فقط لفظ حسین کے بعض تنوعات کی تھین جو گذرین۔ اسی پر قیاس کرلینا چاہیئے کہ اگر طولانی مضمون ہوتا تو کسقدر اسمین تنوع کی گنجایش ہوتی۔ خیال کرو ایک ماہیۃ انسانی کے کتنے افراد ہین اور ہر شخص کی صورت الگ الگ ہے۔ خط الگ الگ ہین آوازین الگ الگ ہین اسیطرح ایک ہی معنی کے لئے طرز بیان بھی ہر شخص کا الگ الگ ہے پھر زمین شعر اسی لئے طرح کیجاتی ہے کہ ادا سے معانی کے لئے تازہ پہلو ہاتھ آئین ہان مضمون کی تکرار اس نہج سے کہ دوسرے مین بھی وہی طرز بیان اور وہی پہلو ہو جو اول مین تھا بے شک سمع خراش ہے جیسے میر ممنون مرحوم کا دیوان ہے کہ چند لطیف مضمون اور چند اغراق کے پہلو ہین کہ کوئی غزل اور قصیدہ اوس سے خالی نہین

برخلاف انکے غنی کشمیری نے اسقدر آسیا کے مضامین اپنے دیوان مین بھرے
ہین کہ لکھنؤ مین اوسکا نام بیکار پنہاری والا مشہور ہوگیا لیکن ہر مضمون الگ الگ
ہے کہ اوسے تکرار مضمون نہین کہہ سکتے۔ مصنف کے یہ دونون شعر ؎

مند گئین کھولتے ہی کھولتے آنکھین غالب　　یار لائے مری بالین پر اوسے پر کسوقت
مند گئین کھولتے ہی کھولتے آنکھین ہیہے　　خوب وقت آئے تم اس عاشق بیمار کے پاس

تکرار بے مزہ سے خالی نہین۔ یا معشوق کے رشک و بدگمانی کا مضمون مصنف نے
ایک عجیب و غریب پہلو سے ادا کیا ہے ؎

بدگمان ہوتا ہے وہ کافر نہوتا کاشکے　　اس قدر ذوق نوائے مرغ بستانی مجھے

پھر اسی بدگمانی کے مضمون کو اسی پہلو کے ساتھ تشبیہ کا رنگ دیکر کہتے ہین ؎

کیا بدگمان ہے مجھسے کہ آئینہ مین مرے　　طوطی کا عکس سمجھے ہے زنگار دیکھکر

اب اگر ان دونون شعرون مین مرغ بستانی و طوطی پر رشک کرنے کو مضمون
سمجھہ لو اور یہ کہو کہ اسمین تکرار معنی ہو گئی ہے تو یہ نزاع لفظی ٹھیرے گی
اصل امر یہ ہے کہ مرغ بستانی و طوطی پر معشوق کا رشک کرنا معنی رشک کے
ادا کرنے کا ایک پہلو ہے اور تکرار پہلو کے سبب سے بے مزگی پیدا ہوئی
ہے اور پہلو بھی وہ پہلو جو مقتضائے عادت کے خلاف ہے اسمین تکرار نہ بھی
ہوتی تو بھی بے مزہ تھا غرض کہ ان دونون شعرون مین بھی تکرار معنی کے سبب سے
بے مزگی نہین پیدا ہوئی ہے بلکہ جس پہلو سے معنی کو ادا کیا ہے وہ پہلو بے لطف
ہے اور تکرار سے اوسکی اور بھی زیادہ بے لطفی و بے مزگی پیدا ہوئی اس مثال
سے یہ نکتہ سمجھہ لینا چاہیے کہ ادائے معانی کا پہلو یا پیرایہ یا طرز وہ چیز ہے کہ اوسکی
تکرار ناگوار ہوتی ہے کہ وہ اصل مین تکرار لفظ ہے نہ تکرار معنی۔

تا ترے وقت مین ہو عیش و طرب کی توفیر　　تا ترے عہد مین ہو رنج و الم کی تقلیل
ماہ نے چھوڑ دیا ثور سے جانا باہر　　زہرہ نے ترک کیا حوت سے کرنا تحویل

یعنی ماہ کا برج ثور مین آنا اور زہرہ کا برج حوت مین تحویل کرنا دلیل عیش و طرب ہے
اور تیرے عہد مین ہمیشہ عیش و طرب قایم کرنے کے لئے ماہ نے ثور مین
اور زہرہ نے حوت مین قیام کرلیا۔

تیری دانش مری اصلاح مفاسد کی رہین　　تیری بخشش مری انجاح مقاصد کی کفیل

مصرع اول مین (مرے) بھی پڑھ سکتے ہین اس سبب سے کہ مفاسد جمع مذکر ہے اور (مری) بھی پڑھ سکتے ہین اس سبب سے کہ اصلاح مونث ہے۔

تیرا اقبال ترحم مرے جینے کی نوید　　تیرا انداز تغافل مرے مرنے کی دلیل

یہان اقبال کے معنے رخ کرنے اور ملتفت ہونے کے ہین۔

بخت ناساز نے چاہا کہ نہ دے مجھکو امان　　چرخ کجباز نے چاہا کہ کرے مجھکو ذلیل

اس سے پہلے شعر مین بادشاہ کے تغافل کی کسیقدر شکایت نکلتی تھی اس شعر مین اوس شکایت کو بخت و فلک کیطرف منسوب کر دیا۔

پیچھے ڈالی ہے سر رشتۂ اوقات مین گانٹھ　　پہلے ٹھونکی ہے بن ناخن تدبیر مین کیل

ہندی قافیہ کس حسن سے باندھا ہے یعنے جسکے ناخن مین کیل ٹھونکی گئی ہو وہ کیونکر گرہ کھول سکتا ہے۔ گانٹھ کا لفظ اب متروک ہے ہان گنے کی گانٹھیں بولتے ہین یا گرہ کے ساتھ ملا کر گانٹھ گرہ کہتے ہین۔

تپش دل نہین بے رابطۂ خوف عظیم　　کشش دم نہین بے ضابطۂ جر ثقیل

یعنے دل کی تپش خوف عظیم سے خالی نہین اور سانس کا لینا میرے لئے جر ثقیل سے کم نہین۔

در معنی سے مرا صفحہ لقا کی ڈاڑھی　　غم گیتی سے مرا سینہ امر کی زنبیل

جسطرح لقا کی داڑھی مین موتی پروے گئے تھے اسیطرح میرے اشعار عقد گوہر ہین لیکن فکر دنیا کی سمائی میرے سینہ مین اسقدر ہے کہ عمرو بن امیہ ضمری مہاجر کی زنبیل میرا سینہ ہو گیا ہے یہان عمرو کو مصنف نے الف سے لکھا اور میم کو متحرک نظم کیا ہے دونون باتین غلط ہین اصل امر یہ ہے کہ داستان گویون نے مغازی حضرت سید عالم سن سنکر خود بھی ویسے ہی قصہ بنانا چاہے تو موضوع داستان اونھون نے حضرت حمزہ عم رسالت مآب کو قرار دیا اور عمرو بن امیہ صحابی کو اونکا عیار مقرر کیا اس سبب سے کہ حضرت حمزہ بڑے شجاع تھے اور عمرو بڑے عیار تھے اون کو آنحضرت صلعم نے جاسوسی کے لئے مشرکین مکہ مین بھیجا تھا اور مشرکین نے خبیب صحابی کو سولی پر چڑھایا تھا عمرو اون سب کی آنکھ بچا کر خبیب کو سولی پر سے چرا لے گئے اس

سبب ہے اون بیچارہ کے لیئے عیاری کا عہدہ داستان گویون نے تجویز کیا غرض کہ حمزہ اور عمرو یہ دونون نام مغازی مین سے لیئے گئے ہین مین نے خود سنا ہے داستان گویون کو اسطرح کہتے ہوئے (عیار عیاران عمرو بن امیہ ضمری) یعنے عمرو کے باپ کا اور خاندان تک کا نام داستان مین ذکر کرتے ہین۔ مصنف کو یہہ دھوکا ہوا کہ جسطرح قصہ فرضی ہے نام بھی بے اصل ہوگا عمرو نہین آنکہ بہی۔

فکر میری گہر اندوز اشارات کثیر — کلک میری رقم آموز عبارات قلیل

آموختن لازم و متعدی دونون معنے کے لیئے آتا ہے یہان رقم آموز مین معنی لازم اچھے معلوم ہوتے ہین یعنے لکھنا سیکھنے والا اور متعدی کے معنی اگر لین تو رقم آموز کو اسم مفعول ترکیبی سمجھنا چاہیئے یعنے جسنے لکھنا سکھایا گیا ہے جیسے مرغ دست آموز کہتے ہین۔ بہرحال مطلب یہ ہے کہ مین اپنی عبارت قلیل مین اشارات کثیر رکھتا ہون یعنے گو مین نے اپنا حال صاف صاف نہین عرض کیا ہی مگر اشارات کثیر اوس مین موجود ہین جس سے سب کیفیت آپ سمجھ سکتے ہین۔

میرے ابہام پہ ہوتی ہی تصدق توضیح — میرے اجمال سے کرتی ہی تراوش تفصیل

یعنے گو مین نے اپنا حال بابہام و اجمال کہا ہے لیکن یہ ابہام و اجمال توضیح و تفصیل سے بڑھکر ہے یعنے قلیل اللفظ و کثیر المعنی ہے۔

نیک ہوتی مری حالت تو نہ دیتا تکلیف — جمع ہوتی مری خاطر تو نہ کرتا تعجیل

اس شعر کے معنی الفاظ مطابق عرض حال نہین۔ ہان بالتزام یہ معنی پیدا ہوتے ہین کہ میری حالت اچھی نہین ہے میری خاطر جمع نہین ہے جیسا اوپر کے اشعار سے ظاہر ہوتا ہے کہ تصریح منظور ہی نہین ہے۔

قبلۂ کون و مکان خستہ نوازی مین یہ دیر — کعبۂ امن و امان عقدہ کشائی مین یہ ڈھیل

اس قطعہ مین بہ مد دیر ہندی قافیہ کیا ہی عقدہ کشائی سے ڈھیل دینے کو کسقدر مناسبت ہے کہ تعریف نہین ہوسکتی یعنی یہ سچ ہی کہ بے ڈھیل دئے گرہ نہین کھل سکتی لیکن اسقدر ڈھیل کوئی دیتا ہے۔

گئے وہ دن کہ نادانستہ غیروں کی وفاداری — کیا کرتے تھے تم تقریر ہم خاموش رہتے تھے

بس اب بگڑے پہ کیا شرمندگی جانے دو مل جاؤ — قسم لو ہم سے گر یہ بھی کہیں کیوں ہم نہ کہتے تھے

یعنے جب غیرون سے بگاڑ ہوگیا تو مجھسے کیون اسقدر تمہین شرمندگی ہے کہ ملنا جلنا چھوڑ دیا مین قسم کھا کے کہتا ہون کہ مین کبھی اس بات کا طعنہ تمھین نہ دونگا یہہ قطعہ ایسا بے تکلف نظم ہوا ہے کہ نثر بھی ایسی نہین ہوسکتی مگر ایک تو تعقید معنوی ہوگئی ہے کہ اوپر والے شعر مین یہہ ظاہر کرتے ہین کہ ہم خاموش رہتے تھے اور دوسرے شعر مین کہتے ہین کیون ہم نہ کہتے تھے دوسرے یہ کہ تم غیرون کی وفاداری تقریر کیا کرتے تھے خلاف محاورہ ہے جس جگہ لفظ تقریر کو صرف کیا ہے محاورہ مین یہان لفظ بیان ہے یا اظہار۔

کلکتہ کا جو ذکر کیا تو نے ہمنشین — اک تیر میرے سینہ مین مارا کہ ہای ہای

وہ سبزہ زار ہای مطرا کہ ہے غضب — وہ نازنین بتان خود آرا کہ ہای ہای

صبر آزما وہ اونکی نگاہین کہ حف نظر — طاقت ربا وہ اونکا اشارا کہ ہای ہای

وہ میوہ ہای تازہ و شیرین کہ واہ واہ — وہ بادہ ہای ناب گوارا کہ ہای ہای

حف لفظ حیف کے معنی پر اردو کا محاورہ ہے لیکن یہہ لفظ ہندی معلوم ہوتا ہے فارسی مین کہین نہین ہے اور عربی مین بھی حف ان معنی پر نہین ہے غرضکہ ع سے اسکو نہ لکھنا چاہیئے۔

ہے جو صاحب کے کف دست پہ یہ چکنی ڈلی — زیب دیتا ہے اسے جسقدر اچھا کہیے

یعنے انگلی اسی سبب سے ہے کہ تمہارے ہاتھ پر رکھی ہے

خامہ انگشت بدندان کہ اسے کیا لکھیے — ناطقہ سربگریبان کہ اسے کیا کہیے

انگشت بدندان ہونا حیرت کا نقشہ ہے کہ سر بگریبان ہونا فکر کی صورت ہے۔

مہر مکتوب عزیزانِ گرامی لکھیے　　حرز بازوئے شگرفانِ خودآرا کہیے

یعنے کسی نامۂ شوق کی مہر ہے یا کسی معشوق کا تعویذ ہے۔

مسی آلودہ سرِ انگشتِ حسیناں لکھیے　　داغ طرفِ جگرِ عاشقِ شیدا کہیے

پانچ اونگلیون مین ایک طرف انگوٹھا دوسری طرف چھنگلیا ہے انگوٹھے کے بعد کلمہ کی اونگلی ہے اوسکے بعد بیچ کی اونگلی اوسکے بعد جو اونگلی ہے اوسکا نام عورتون نے مسی کی اونگلی رکھ لیا ہے اور اوسی اونگلی سے مسی لگانے کا دستور بھی ہے۔ یہاں محل مدح مین داغ سے تشبیہ کچھ بے جا نہین ہے اسلئے کہ اگر سرِ انگشت مسی آلود حسینون کے لئے باعث زینت ہے۔ تو داغ جگر عاشق کے واسطے سبب تزئین ہے

خاتمِ دستِ سلیماں کے مشابہ لکھیے　　سرِ پستانِ پریزاد سے مانا کہیے

مانا یعنے مشابہ ماندن سے مشتق ہے جیسے خوانا خواندن سے۔ مذاق اہل اردو مین یہ لفظ نامانوس ہے۔ فارسیت مصنف کی یہان اردو پر غالب ہوگئی ہے کہ لفظ مانا کو اردو مین قابل استعمال سمجھے۔

اخترِ سوختۂ قیس سے نسبت دیجے　　خالِ مشکینِ رخِ دلکشِ لیلیٰ کہیے

اخترِ سوختہ کو کہہ کر چکنی ڈلی کا رنگ اوسمین پیدا کیا۔

حجر الاسود دیوارِ حرم کیجے فرض　　نافہ آہوئے بیابانِ ختن کا کہیے

اوپر کے اشعار مین جیسی مراعاۃ مصرعون مین چلی آئی وہ یہان نہین باقی رہی۔ مثلاً نگین سلیمان و پستان پریزاد یا اختر قیس وخال لیلے مین مراعاۃ النظیر ہے اور حجر الاسود کو نافہ آہو سے یا دیوار حرم کو بیابان ختن سے کچھ مناسبت نہین ہے

وضع مین اسکو اگر سمجھیے قافِ تریاق　　رنگ مین سبزۂ نوخیزِ مسیحا کہیے

(سمجھیے) کا لفظ اس طرح نظم ہوا ہے کہ میم ساکن اور جیم متحرک ہوگیا ہے اس لفظ کو اس طرح کسی نے نہین موزون کیا نہ یون محاورہ مین ہے

صومعہ مین اسے ٹھیرائیے گر مہرِ نماز　　میکدہ مین اسے خشتِ خمِ صہبا کہیے

یعنے عبادت خانہ مین اسے مہر نماز کا رتبہ حاصل ہے جیسے عابد سجدہ گاہ کہتے ہین اور میخانہ مین اسے خشت پائے خم کا مرتبہ حاصل ہے جبپر مست سجدہ کرتے ہین۔

کیوں اسے قفلِ درِ گنجِ محبت لکھیے کیوں اسے نقطۂ پرکارِ تمنا کہیے

چکنی ڈلی وہ نقطہ ہے کہ تمنا پرکار کی طرح جسکے گرد پھرتی ہے

کیوں اسے گوہرِ نایاب تصور کیجے کیوں اسے مردمکِ دیدۂ عنقا کہیے

یعنی چکنی ڈلی ایسی نایاب چیز ہے کہ اسے مردمک دیدۂ عنقا کہہ سکتے ہیں

کیوں اسے تکمۂ پیراہنِ لیلیٰ لکھیے کیوں اسے نقشِ پئے ناقۂ سلمیٰ کہیے

تکمہ اردو میں غلط طور سے مستعمل ہے فارسی میں گھنڈی کے معنی پر بولتے ہیں جو معنی کہ ہم نے لئے ہیں اور اس صورت میں تشبیہ کی وجہ ظاہر ہے ہم لوگ جو تکمہ گھنڈی کے حلقہ کو سمجھتے ہیں یہ غلط ہے اور پے فارسی میں معنے پا بھی آیا ہے اور ناقہ کے نقش پا کو ڈلی سے جو مناسبت ہے وہ ظاہر ہے

بندہ پرور کے کفِ دست کو دل کیجے فرض اور اس چکنی سپاری کو سویدا کہیے

لکھنؤ کی زبان میں ڈلی کو اب سپاری کہنا مکروہ سمجھتے ہیں۔

نہ پوچھ اسکی حقیقت حضورِ والا نے مجھے جو بھیجی ہے بیسن کی روغنی روٹی

نہ کھاتے گیہوں نکلتے نہ خلد سے باہر جو کھاتے حضرتِ آدم یہ بیسنی روٹی

مطلب یہ ہے کہ ایسی روٹی بہشت میں کبھی نہیں ہے اسلئے کہ اگر ہوتی تو آدم نے کبھی کھائی ہوتی اور اسے کھاتے تو پھر گیہوں کیوں کھاتے اور خلد سے نکالے ہی کیوں جاتے۔

منظور ہے گزارشِ احوالِ واقعی اپنا بیانِ حسنِ طبیعت نہیں مجھے

یعنے احوال واقعی کی گزارش مجھے منظور ہے نہ کہ اپنے حسن طبیعت کا بیان لیکن شعر کی بندش الجھی ہوئی ہے —

سو پشت سے ہے پیشۂ آبا سپہ گری کچھ شاعری ذریعۂ عزت نہیں مجھے

یعنے اہل سیف اہل قلم سے زیادہ عزت رکھتے ہیں —

آزادہ رو ہوں اور مرا مسلک ہے صلحِ کل ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے

عداوت ہونے کو تین لفظوں سے مؤکد کیا ہے (ہرگز) سے مطلق تاکید نکلتی ہے (کبھی) سے ہر زمانہ کا استیعاب کر لیا ہے۔ (کسی) سے ہر شخص کا استیعاب کیا ہے اور آزادہ روسے آزاد روش مراد ہے۔

کیا کم ہی یہ شرف کہ ظفر کا غلام ہون **مانا کہ جاہ و منصب و ثروت نہین مجھے**

مطلب یہ ہے کہ غلامی کا شرف میرے لئے کیا تھوڑا ہے جو شاعری کو ذریعہ عزت خیال کرون گو یہ سچ ہے کہ اور غلامون کی طرح مجھے ثروت و منصب نہین۔

اوستاد شہ سے ہو مجھے پرخاش کا خیال **یہ تاب یہ مجال یہ طاقت نہین مجھے**

اس قطعہ مین جس جس پہلو سے معنی استعطاف کو مصنف نے باندھا ہے قابل اسکے ہے کہ اہل قلم اس سے استفادہ کرین ایسے پہلو شاعر کے سوا کسی کو نہیں سوجھتے یہ ہمیشہ شعر کے خزانہ سے نکلتے ہین اور اوسکی کنجی شاعرون کے سوا کسی کے پاس نہین لیکن نثر کی سبھی کو ضرورت ہے اور جس جس مضمون پر انشا کو قلم اوٹھانا پڑتا ہے اون مضامین کی تزئین و تحسین شاعرون کی خوشہ چینی کئے بغیر نہین ہوسکتی۔ ابن رشیق کہتے ہین بحتری نے محمد بن عبدالملک زیات کی فصاحت و بلاغت کی مدح مین جو یہ شعر کہا ہے۔ ؎

ومعانٍ لو فصلتہا القوافی   عطلت شعر جرول ولبید

شاہد ہے اس بات پر کہ شعر کو نثر پر فضیلت ہے۔ ابن اثیر کی مہارت و براعت فن نثر و کتابت مین شارہ ادب و عصارہ رطب ہے۔ کانہ علم فی راسہ نار مگر مقدمہ مثل السائر مین دیکھو فصل عاشر مین وہ کیا وصیت کرتے ہین ۔ کہتے ہین اہل قلم کو فحول شعرا کا کلام حفظ کرنا اور شعر سے استنباط معانی و اخذ مضامین کی مشق کرنا اور شعر کو الفاظ بدل کر نثر مین لے آنے کی مہارت پیدا کرنا ضرور ہے۔ اسکی مثال مین بہت دور تک اپنے خطب و مکاتیب کے فقرے لکھے ہین جسمین استعطاف مودت۔ محبت آمیز شکایت۔ خطون کا جواب نہ لکھنے کی معذرت۔ فتح کی تہنیت۔ اموات کی تعزیت۔ رفتار عمر کی سرعت۔ مدح جود و سخاوت۔ وصف قتال و شجاعت۔ ذکر فخر و سیادت۔ حزم و دوربینی کی صفت۔ دشمنون سے مکر کرنے کی خوبی۔ سفر کے فوائد شیرین کلامی ن

دوست کی تعریف۔ دنیا کی مذمت۔ زہد کی خوبی۔ بڑھاپے کی برائی۔ ابنائے
وطن کی بے مروتی۔ گھر کی ویرانی۔ ممدوح کے حاسد کی مذمت۔ صورت پر سیرت
کی فضیلت کے مضامین ہین اور ہر ہر مضمون کو جس جس شعر سے لیا ہے وہ شعر
بھی لکھ دیا ہے اور شاعر کا بھی ذکر کر دیا ہے۔ فرزدق و بحتری و ابوتمام و ابوالوا
و ابوالعتاہیہ و متنبی و ابن الرومی و سید رضی کا کلام اکثر اونکا ماخذ ہے اسکے بعد
لکھتے ہین کہ شعر کو نثر بنانا اور شاعر کے کلام سے فائدہ اوٹھانا ایک مبسوط فن
ہے اوسکے لئے الگ ایک کتاب مین نے تصنیف کی ہے وشی المرقوم فی حل المنظوم
لیکن نثار کو جن معانی سے سابقہ رہتا ہے وہ اکثر تہنیت و تعزیت و سفارش
و گزارش و سپاس و مدح و عتاب و قدح وغیرہ ہین۔ اور ظاہر ہے کہ ان باتونکا
فائدہ دیوان غزل سے بہت کم حاصل ہو سکتا ہے ہان مثنویان اور مرثیہ اور
قصائد ہین اسمین غور کرے گا تو بہت کچھہ پائے گا۔ اسی دیوان مین دیکھہ لو
غزلون مین ایسے شعر کم نکلین گے۔ جنکے مطالب کو نثار صرف کر سکے برخلاف
اسکے سمہ کے وہ اشعار ہین جو عارف کے مرثیہ مین کہے ہین یا بمبیہ قصیدہ
جو اوپر گزرا یہ معذرت کا قطعہ جسکی شرح ہو رہی ہے یا وہ قطعہ جس مین تنخواہ کے
ماہ بماہ نہ ملنے کی شکایت آگے چل کر کی ہے اس طرح کا کلام البتہ مفید عام ہوتا
ہے غزل اگر ایسی ہو کہ مطلع سے مقطع تک ایک ہی مضمون ہو تو بھی غنیمت
ہے ستم کی بات تو یہ ہے کہ شاعر غزل گو کسی مضمون کے کہنے کا قصد ہی نہین
کرتا جس قافیہ مین جو مضمون اچھی طرح بندھتے دیکھا اوسی کو باندھ لیا ایک شعر
بت پرستی ہے دوسرے مین توحید و عرفان ابھی ناقوس پھونک رہے تھے
اوسکے بعد ہی نعرۂ تکبیر بلند کیا یا تو مینا نہ مین مست و سرشار تھے یا وعظ
و پند کرنے لگے ابھی شب وصل کے مزے لوٹ رہے تھے ابھی شب ہجر مین
مرنے لگے ایک شعر مین معشوق کی پردہ نشینی و شرم و حیا کا دعوے کیا دوسرے
مین اوسکے ہرجائی پن کا شکوی کیا ابھی جوش شباب و شوق شراب تھا
ابھی پیری آگئی اور خضاب لگا رہے ہین یا تو حشر و نشر کا انکار تھا یا محشر مین کھڑے
ہوئے فریاد بھی کر رہے ہین جیسے حضور حضور کہہ رہے تھے اوسی ہی تو تکار کرنے لگے

ہین مسلمان گو شعر مین زندقہ بھرا ہوا ہے مسلک اہل حدیث کا ہے گر ہمہ اوست کے مضمون سے
غزل خالی نہین جاتی انکار رویت عقیدہ مین داخل ہے مگر حشر مین دیدار ہونے کا مضمون
باندہ لیا کرتے ہین شراب پینا تو کیسا اوس طرف دیکھنا بھی گوارا نہین مگر شعر دیکھو تو ان سے
بڑھکر کوئی خراب و آوارہ نہین اصل پوچھو تو نو آشنا کو کبھی نہو کیتے بھی نہین مگر شعر مین
اونکا اوگال مل جاتا ہے تو کھا لیتے ہین۔ مین خود بھی غزل کہتا ہون اور رسم زمانہ کے
موافق ایسے ہی بے سر و پا مضامین باندہ لیا کرتا ہون مگر انصاف یہ ہے کہ جس کلام مین
ایسا تناقض و تہافت پے درپے ہو اوس مین کیا اثر ہوگا۔ دوسری قباحت یہ ہے کہ شاعر
غزل گو کو مضمون کہنے کی مشق نہین ہوتی بلکہ قافیہ و ردیف سے مضمون پیدا کرنے کی مشق کیا
کرتا ہے برخلاف شاعر قصیدہ گو و مثنوی گو کے کہ وہ ایک مضمون کی طرف قلم اوٹھاتا ہے
اور قافیہ و ردیف کو اوس مضمون کا تابع بناتا ہے۔ قصیدہ و مثنوی کی سیدہی راہ ہے
اور غزل گو کی اولٹی چال ہے۔ غزل گو زمین طرح کرتے ہین اور قصیدہ و مثنوی وغیرہ
کہنے والے مضمون طرح کرتے ہین۔ غرض کہ مضمون کہنے کی مشق غزل گو کو نہین ہوتی مضمون
گوئی کا خاتمہ مرثیہ گویون پر ہوگیا اور اسمین شک نہین کہ اردو فارسی کی شاعری مین
غزل گویون سے وہ بازی لیگئے۔ ابتدا مین مرثیہ گویون کو الفاظ کی صحت اور قافیون
کی درستی کا زیادہ اہتمام نہ تہا اسی سبب سے مرثیہ گو بگڑا شاعر کہلاتا تہا لیکن مین یہ
کہتا ہون کہ غزل گو آدہا شاعر بلکہ ناشاعر ہے۔ مضمون پر قلم اوٹہانا مشکل کام ہے اور زمین
غزل مین قافیہ و ردیف کو ربط دے دینا آسان امر ہے اسی آسانی کے سبب ہر کس و
ناکس غزل کہہ لیتا ہے اور شعر گوئی کی ابتدا غزل سے کرتے ہین لیکن یہ نہین سمجھتے کہ معراج
شعر کا یہ پہلا زینہ ہے اسی کو ذروۂ کمال نہ سمجھ لینا چاہیئے۔ گو اردو کہنے والے شعرا
غزل مین زیادہ اولجھے رہے اس پر بھی شاعر و ناشاعر کا تفرقہ بخوبی ظاہر ہوگیا۔
خدا بخشے آغا حجو شرف کو ایک دن کہنے لگے کہ میر علی اوسط رشک نے چالیس
پینتالیس لفظ شعر مین باندہنا ترک کیئے ہین اور اوس پر بڑا ناز ہے اپنے شاگردون
کے سوا کسی کو نہین بتائے اور وصیت کرگئے کہ یہ ودیعت سینہ بسینہ میرے ہی تلامذہ
مین رہے کسی اور کو بے مٹھائی رکھوائے ہرگز نہ بتانا مگر تفحص سے معلوم ہوا کہ سب اس
طرح کی باتین ہین کہ دکھلانا اور بتلانا نہ باندہا کرو دکھانا اور بتانا اختیار کرو پیہ کی جگہ

تیرا اور ثلث کے مقام مین تک مرا کو میرا اور ترا کو تیرا کہنا چاہیے سدا کی جگہہ ہمیشہ باندہو پرستان ہندی لفظ ہے کہین فارسی سمجہ کر اسے بے اعلان نون نظم کرجانا لفظ خون مین بھی نون کا ظاہر کرنا ضرور ہے شمشیر مین یاے مجہول ہے اسے کبھی تیر و زنجیر کے ساتہہ قافیہ نہ کرنا علی ہذا القیاس کوی کام کی بات نہین ہے مگر میرے دیوان کا تفحص کرو تو معلوم ہو کہ اسّی بیاسی لفظ ایسے مین نے چھوڑ دی ہین جسے تمام شعرا باندھا کرتے ہین اور کوئی غزل اونکی اس سے خالی نہین رہتی مثلاً بت و صنم و کلیسا و بتخانہ و برہمن و ناقوس و زنار و زاہد و واعظ و ناصح و شیخ و پیر مغان و مغبچہ و ساقی و رند و میخانہ و جام و ساغر و شیشہ و قلقل و شراب و صہبا وغیرہ کوئی شاعر چھوڑ دے تو جانین مین نے پوچھا آپ نے ان الفاظ کو کیون چھوڑ دیا کہنے لگے میرے رنگ کے خلاف ہین جس شعر مین مین نے یہ الفاظ دیکھے کبھی اوس شعر نے مجھے مزہ نہین دیا ہان استاد کے اس شعر مین ؎

چپ ہو کیون کچھ منہہ سے فرماؤ خدا کے واسطے ‖ آدمی سے بت نہ بن جاؤ خدا کے واسطے

کچھ عجب طرح سے بت کا لفظ آگیا ہے اگر اس طرح مجھے ملے تو مین بھی باندہ جاؤنگا شرف اس کو ترک الفاظ کہتے تھے مگر اصل مین دیکھو تو مضمون غزل کی اصلاح ہے افسوس ہے۔ واجد علی شاہ جنت آرامگاہ کے ساتہہ لکہنؤ سے جو شعرا مٹیابرج مین گئے تھے شفق قاسم درخشان ہنر عیش بہار مائل شرف طوطی یاور۔ سب کے سب نغز گفتار و نازک خیال شاعر صاحب دیوان تھے تمام عمر شعر گوئی مین صرف کی اور خون تہوک تہوک کر اس فن مین جگر کاوی کر گئے ان مین سے سات شخصون کو سبعہ سیارہ کا خطاب تہا اب اون مین سے یادش بخیر ایک شیخ صادق علی صاحب مائل سنتا ہون کہ ابھی تک زندہ ہین باقی سب کے سب مر گئے اور افسوس یہ ہے کہ سارا کلام بھی اونکا نہین معلوم کیا ہو گیا شرف کا کچھہ کلام راجہ امیر حسن خان بہادر کے ہاتھہ لگا تو اونہون نے چھپوا دیا۔

جام جہان نما ہے شہنشاہ کا ضمیر ‖ سوگند اور گواہ کی حاجت نہین مجھے

نحوی لوگ تو ضمیر کو مونث بولتے ہین مگر وہ ضمیر اور معنی پر ہے مصنف نے یہان

ضمیر کو دل کے معنی پر لیا ہے اور دل لفظ مذکر ہے ؎

خدا نے تجھکو بنایا صنم وہ مرجع کل ہر ایک دل تری جانب ضمیر ہو کے پھرا

میں کون اور ریختہ۔ ہاں اس سے مدعا	جز انبساط خاطر حضرت نہیں مجھے

میں کون اور ریختہ یعنی مجھے ریختہ کہنے سے کیا واسطہ کہاں میں کہاں ریختہ گوئی مجھے ہے تو فارسی کا ذوق ہے فقط آپ کی خوشی کرتا ہوں جو اردو لکھتا ہوں۔

سہرا لکھا گیا زرہ امتثال امر	دیکھا کہ چارہ غیر اطاعت نہیں مجھے
مقطع میں آپڑی ہے سخن گسترانہ بات	مقصود اوس سے قطع محبت نہیں مجھے

یعنے مقطع کا یہ مصرع دیکھیں اس سہرے سے کہہ دے کوئی بہتر سہرا۔
ایک سخن گسترانہ و شاعرانہ بات ہے اسے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ واقع میں میرا یہ خیال ہے اور شاعروں میں باہم دگر ایسے امور اکثر پیش آجاتے ہیں۔ ایک دفعہ میر انیس نے ایک رباعی میں فرمایا ؎

روتے ہیں ریا سے جو کہ مجلس میں انیس	اشک اونکے بھی موتی ہیں مگر جھوٹے ہیں

مرزا دبیر نے اوسکا جواب دیا ؎

یاں اشک ریائی کا بھی ہے مول بہشت	موتی سمجھے ہیں جوہری جھوٹے ہیں

اس شعر سے صاف صاف یہ بات معلوم ہو گئی کہ اردو و فارسی کے شعر میں جو مضمون ہو اوسے شاعر کا عندیہ و ما فی الضمیر نہیں سمجھتے ہیں لیکن اسکا جواب یہ ہے کہ غزل کے اشعار میں البتہ شاعر جو چاہے کہہ جانے مرفوع القلم ہے مگر مقطع میں جو کچھ وہ کہتا ہے اوسے اوسکا قول اور ما فی الضمیر اور معتقدہ اور عندیہ سب لوگ سمجھتے ہیں۔ جو لوگ غیر زبانوں کی شاعری دیکھے ہوے ہیں وہ جب اردو و فارسی کی غزلوں کا اوس سے مقابلہ کرتے ہیں تو یہ اعتراض ضرور اونکے دل میں خطور کرتا ہے کہ یہ شاعری سراسر تصنع ہے دل سے نکلی ہوی بات میں جو بات ہوتی ہے وہ اثر اس میں نہیں پایا جاتا اگر غزل کے ایک شعر سے کچھ اثر کسی پر پیدا ہوتا ہے تو دوسرے شعر میں اوسکی نقیض سنکر وہ بات بھی جو دل میں چھپ گئی تھی محو ہو جاتی ہے اور جب سننے والے کو یہ خیال ہو جاتا ہے کہ اصل میں کچھ بھی نہیں سب تصنع و تکلف ہے تو شعر سے جو

مزہ مانا چاہیے وہ اوسے نہین حاصل ہوتا بلکہ ع اثر رکھتی ہے آتش کی غزل مجذوب کی برکات برخلاف اسکے غیر زبان والے شعرا ہین کہ جب تک عاشق مزاج نہون عاشقانہ مضامین نہین باندہتے اگر شراب پر رغبت نہین رکہتے تو کبھی شراب کی تعریف نہین کرتے اگر مذہب و ملت سے بیزار نہین ہوتے تو اوسکا استہزا ابھی نہین کرتے اکثر شاعرون کا یہ کام ہے کہ کوئی واقعہ نظم کرتے ہین جیسے کعب بن مالک نے اجلای بنی نضیر وحرق بویرہ کا حال نظم کیا ہے سودا نے حافظ رحمت خان کی شکست کا حال نظم کیا ہے فردوسی نے رستم و اسفندیار کے محاربات لکہے ہین والمیکی و ہومر نے بہی اسیطرح اپنی اپنی قوم کے شجاع و جنگ جو لوگون کے کارنامے لکہے ہین انیس نے وقعہ الطف کو نظم کیا ہے۔ یا یہ کرتے ہین کہ کوئی قصہ دل سے بناتے ہین اور اوسے نظم کرتے ہین شکسپیر یورپ مین بہت مشہور ہے۔ میر حسن کی مثنوی اور امانت کی اندر سبہا اور نواب مرزا کی تینون مثنویان اسی باب سے ہین یہ دونون بڑے میدان ہین جس مین شاعر کی واقعہ نگاری کی قوت اور ادا بندی کا سلیقہ اور مسلسل گوئی کا طریقہ ظاہر ہوتا ہے اور غزل اس میدان سے کوسون دور ہے۔ یا یہ کرتے ہین کہ مختصر مختصر حکایات و نوادر روایات

کو بایجاز و اختصار نظم کرتے ہین اور اوس سے کوئی اخلاقی مضمون استنباط کر کے مفصل بحث اوس مسئلہ کی لکھ دیتے ہین اس میدان مین سعدی گوئے بلاغت لے گیا یا یہ ہوتا ہے کہ شاعر تصوف و معرفت مین کوئی خاص راے اور مذہب رکھتا ہے اوسی کو کبھی بہ تمثیل کبھی بہ تفصیل کبھی مبادی یقینیہ کبھی قضایا ئے شعریہ سے ثابت کرتا ہے جیسے مولوی روم و حکیم سنائی کا کلام ہے یونانیون کے زمانہ مین شعرا کا فلاسفہ مین شمار تھا اونکا مذہب اور اونکی راے خاص ہوا کرتی تھی یہ بات نہ تھی کہ جیسا قافیہ دیکھا اوسکے مطابق مضمون باندھ لیا گو اپنی راے کے خلاف ہو گو اپنی وضع کے مناسب نہو اور سچ یہ ہے کہ مقتضاے فطرت و عادت کے خلاف یہ بات ہے کہ ایسی بات منہ سے نکالنا جائز سمجھین جو اپنی راے مین ناجائز ہو فارسی داردو کی غزلون کے سوا اور کسی زبان مین یا کسی مصنف کلام مین ایسا نہین کرتے۔

روئے سخن کسیکی طرف ہو تو روسیاہ سودا نہین جنون نہین وحشت نہین مجھے

یعنے ایسا دیوانہ مین نہ تھا کہ اوستاد بادشاہ ذوق سے پر خاش و قطع محبت کرتا وہ کیا کسی کی طرف روئے سخن ہو تو قلم کیطرح منہ کالا ہو۔

قسمت بری سہی پہ طبیعت بری نہین ہے شکر کی جگہہ کہ شکایت نہین مجھے

یہ شعر مصنف کی بلاغت کی سند اور اوستادی کی دستاویز ہے جو لوگ محض غزل مین قافیہ پیمائی کیا کرتے ہین اون کی فکر کو ان مضامین عالیہ کی طرف رسائی ممکن نہین جس راہ پر وہ لگے ہوئے ہین وہ اس میدان سے کوسون دور ہے۔ شیخ الرئیس لکھتا ہے کہ شعر کبھی فقط حیرت و تعجب پیدا کرنے کے لئے کہتے ہین کبھی اغراض و معاملات کے لئے کہتے ہین شعراے غزل گو کی شاعری پہلی قسم کی ہے کہ موسیقی و مصوری کیطرح اوسکی غایت بجز حظ النفس و تغذیہ روح کے سوا اور کچھہ نہین ہوسکتی لیکن دوسری قسم البتہ اہتمام و اعتنا کے قابل ہے سرادیب و اہل قلم اوسکا محتاج ہے اور سپر حظ النفس و تعجیب سے بھی خالی نہین۔ نثار و معاملہ نگار کو ایسے مضامین کی بہت حاجت ہے جنہ اغراض سے تعلق رہین۔ غزل گویون کو مضمون نگاری کی مشق نہونے سے

اچھی طرح نثر لکھنے کا سلیقہ نہین ہوتا کسی مطلب کو شعر مین دل نشین نہین کر سکتے بلکہ ابن خلدون نے تو یہ دعوے کیا ہے کہ شاعر سے نثر نہین لکھی جاتی اور نثار سے شعر نہین کہا جاتا۔ میرے خیال مین اسکی لم یہی ہے کہ ابن خلدون کے زمانہ مین عرب کی شاعری بھی اغراق و تصنع و تکلف سے بھر گئی تھی اغراض پر شعر کہنا بہت کم ہو گیا تہا۔ اس فن کو اہل نثر نے اختیار کر لیا تھا۔ مسٹر پامر جو کیمبرج مین مدرسہ شاہی کے مدرس عربی تھے بہاؤالدین وزیر مصری کے دیوان کی تقریظ مین لکھتے ہین۔ والظاہر أن اکثر اشعار المشرق ولاسیما اشعار الفرس لاتخلو من التصنع فی الاستعارة والمبالغة فی المدح والذم والبہرجة فی العبارة وہذا کلہ عند اہل اروبا غیر مرغوب فیہ بل یعدونہ من أقبح العیوب۔ وانک قلما تجد فی قصیدة من قصائد العرب والفرس بیتاً یدل علی شوق صحیح الی عالم الحسن۔ یعنے یہ بات ظاہر ہے کہ اہل مشرق کے اکثر اشعار خصوصًا فارسی کے استعارہ کی کڑ ہٹ اور مدح و ذم کے اغراق اور عبارت کی بے عنوانی سے خالی نہین یہ سب باتین اہل یورپ کو نامرغوب بلکہ اونکے حساب مین نہایت معیوب ہین اور عربی فارسی کے کسی قصیدہ مین ایسا شعر کم ملے گا جس سے کسی منظر دل کش کی طرف شاعر کا دلی اشتیاق ظاہر ہوتا ہو۔ بلکہ شعر مین اغراق و تکلف کرنا اور اغراض و مطالب سے خالی رکھنا یہان تک پہیلا کہ اب عمومًا ہم لوگون کا یہ مذاق ہو گیا ہے کہ جو شعر کہ اغراض و مطالب کے لئے کہے جاتے ہین اونکو شعر نہین سمجھتے بلکہ جانتے ہین شاعر نے رام کہانی نا ندہی یا دکہڑا رو یا شعرا کے برخلاف اہل نثر نے معاملہ نگاری مین غضب کا پھیکا پن اختیار کیا او نھون نے تکلف مین اسقدر افراط کی کہ معانی کو رو بیٹھے اونھون نے اسقدر تفریط کی کہ تمام محاسن کلام سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ ہمارے یہان کلام کی تقسیم اسطرح مشہور ہے کہ جس کلام مین وزن و قافیہ دونون ہو وہ نظم ہے۔ جس مین دونون نہون وہ نثر عاری ہے اس نثر کی بڑی خوبی بیان کی بے ساختگی ہے لیکن اس مین بھی مجاز و کنایہ و تشبیہ و استعارہ و تحویل خبر بانشا و صنائع معنویہ و لفظیہ سے بہت کچھہ حسن پیدا ہو جاتا ہے مثلًا یہ فقرہ۔

(۱) مین نے اوسے بہت ڈھونڈہا مگر نہ ملا۔

۲ مین نے کیسا کیسا ڈھونڈھا مگر وہ کب ملتا ہے۔

۳ مین نے بہت خاک چھانی مگر وہ ہاتھ نہ آیا۔

۴ مین نے کیسی کیسی خاک چھانی مگر وہ کب ہاتھ آتا ہے۔

۵ مین ڈھونڈہ ڈھونڈہ کے تھکا مگر وہ تو عنقا تھا۔

پہلے فقرہ مین خبر ہے اور سب لفظون سے حقیقت معنی مقصود ہے۔ دوسرے فقرہ مین اوسی خبر کو انشا کی صورت مین ظاہر کیا ہے۔ تیسرے فقرہ مین خبر ہے مگر الفاظ مین مجاز ہے۔ چوتھے فقرہ مین انشا و مجاز دونون جمع ہین۔ پانچوین فقرہ مین مجاز کی جگہ تشبیہ ہے اور ڈھونڈہنے مین مبالغہ ہے۔ اور سب سے بڑھکر فقرون کا متشابہ ہونا لطف دیتا ہے مثلاً جملہ فعلیہ کا عطف فعلیہ پر اور اسمیہ کا اسمیہ پر اور جیسی ایک فقرہ مین فعل کی اور اوسکے متعلقات کی ترتیب ہو ویسی ہی دوسرے فقرہ مین ہو۔ جس کلام مین وزن نہو اور قافیہ ہو یعنے فقرہ دوسرے فقرہ کا سجع ہو اوسکا نام نثر مسجع رکھا ہے۔ یہ نثر فقط زبان عربی کے ساتھ مخصوص ہے اردو و فارسی کی زبان اسکی متحمل نہین اس سبب سے کہ اردو و فارسی مین جملہ فعل پر تمام ہوتا ہے اور فعل کا سجع بہت کم ہاتھ آتا ہے اسی وجہ سے عام آفت یہ پیدا ہوئی ہے کہ بہ تصنع و تکلف دو دو فقرہ ایک ہی معنی کے اکثر لوگ لکھا کرتے ہین اور اس تکرار مخل و اطناب ممل سے سجع کا لطف بھی جاتا رہتا ہے۔ مثلاً یہ مضمون

مین نے سب حال سنا نہایت خوشی حاصل ہوئی۔

اسے سجع کرنے کے لئے خواہ مخواہ اسطرح لکھنا پڑتا ہے۔

مین نے سب حال سنا۔ دامن شوق مین گلہائے مضامین کو چنا۔ نہایت خوشی حاصل ہوئی۔ فکر و تشویش زائل ہوئی۔

پھر یہ بھی دیکھئے کہ فعل کا سجع مل بھی گیا تو اسمین وہ لطف کہان جو اسم کے سجع مین ہوتا ہے اور وجدان صحیح اس بات کا شاہد ہے کہ افعال و روابط مین سجع کا وہ لطف نہین جو اسم مین ہے۔ غرض کہ اردو و فارسی مین عربی کیطرح نثر مسجع لکھنا غیر کا منہہ چڑھانا اپنی صورت بگاڑنا ہے۔ ہان اردو و فارسی سجع اگر اچھا معلوم ہوتا ہے تو متعلقات جملہ مین جیسے

فضل خدا سے اور آپکی دعا سے خیریت ہے۔

یا کہین ایسا ہی بے تکلف محاورہ مین پورا اتر جاسئے تو خیر جملہ کا سجع جملہ ہی سہی لیکن تمام عبارت مین اسکی پابندی تو عربی مین بھی مشکل سے نبہتی ہے ابن عرب شاہ کی تاریخ تیموری اور فاکہتہ الخلفا دونون کتابین آخر تک قافیہ ہو گئے رہ گئین جس کلام مین قافیہ نہو اور وزن ہو اوسکا نام نثر مرجز مشہور ہے۔ گو ائمہ فن نے اسکا ذکر کیا ہے اور نام بھی رکھہ دیا ہے مگر کسی نے اسپر قلم نہین اوٹھایا اور سب نے نثر ہی نثر سمجھا کئے سچ یہ ہے کہ میرا بھی خیال یہی رہا کہ جب وزن کے ساتھ قافیہ نہو تو وہ ایسے ہوگی جسمین نمک ندارد مگر محقق نے معیار مین ذکر کیا ہے کہ کسی یونانی شاعر نے یونامہ ایک کتاب لکھی ہے جسمین وزن ہے اور قافیہ نہین ہے اور انگریزی مین بھی اس طرح کی تالیف کا رواج بہت ہے اور بیشک اوسکی برجستگی و بے ساختگی کلام مقفے سے کہین بڑہی ہوئی ہے اس قسم کے کلام کو وہ لوگ نظم کے اقسام مین داخل کرتے ہین اور بات یہی ٹھیک ہے کہ موزون کلام کو نظم کہنا چاہیے نہ کہ نثر۔

صادق ہون اپنے قول مین غالب خدا گواہ   کہتا ہون سچ کہ جھوٹہہ کی عادت نہین مجھے

(ک) اس مصرع مین یا بیان کے واسطے ہے یعنے کہتا ہون سچ یہ بات کہ جھوٹہہ کی عادت نہین ہے مجھے۔ یا توجیہہ و تعلیل کے واسطے ہے یعنے جو کچھہ مین کہہ رہا ہون سچ کہہ رہا ہون جھوٹہہ کی سبب مجھے عادت نہین یعنے سچ بولنے کی وجہ اور علت یہ ہے کہ جھوٹہہ کی عادت نہین۔ اور دونون معنی ہین سے یہی معنی مصنف کو غالبًا مطلوب ہین۔ گو حاصل دونون صورتون کا ایک ہی ہے لیکن اتنا فرق ہے کہ پہلی صورت مین بالالتزام مطلب حاصل ہوتا ہے اور وہ پھیر کا راستہ ہے یعنے جو بات کہ سچ مین کہتا ہون وہ یہ ہے کہ جھوٹہہ کی عادت نہین مجھے اور جب یہ بات سچ ہوئی تو اس سے یہ بھی لازم آیا کہ جو کچھہ کہتے ہین جھوٹہہ نہین ہے اور جب یہ معلوم ہوا کہ جھوٹہہ نہین ہے تو اس سے یہ لازم آیا کہ سچ ہے اور دوسری صورت مین بالمطابقہ مطلب حاصل ہو جاتا ہے وہ سیدہی راہ ہے یعنے جو کچھہ مین کہہ رہا ہون سچ کہہ رہا ہون پھر اسکی وجہ بیان کی کہ جھوٹہہ کی عادت نہین مجھے۔ سبب ہے کہ سببب ذوق مرحوم کو اور بہادر شاہ مغفور کو مصنف سے ملال ہوا تھا اور رفع ملال کیلئے مصنف نے یہ قطعہ لکہا تہا مین اوسمین یہی ہے اس قطعہ کے بعد دیوان مین مندرج کرنا مناسب سمجہا تا کہ مصنف کا تمام اردو کا کلام ایک ہی جگہ رہے جا‌ئے

خوش ہو اے بخت کہ ہی آج ترے سر سہرا　　باندھ شہزادہ جوان بخت کے سر پر سہرا

مصنف نے پہلے مصرع میں جو محاورہ باندھا ہے یہی سر سہرا ذوق نے بھی اپنے مطلع میں باندھا ہے۔

اے جوان بخت مبارک تجھے سر پر سہرا　　آج ہے یمن و سعادت کا ترے سر سہرا

مصنف سے یہ محاورہ پورا نہ بندھا اور ذوق سے پورا اترا۔ محاورہ یہ ہے کہ تیرے سر شاعری کا سہرا ہے تیرے سر فضیلت کا سہرا ہے تیرے سر سعادت کا سہرا ہے خالی سہرا کوئی نہیں کہتا جسطرح مصنف نے بخت کے سر سہرا کہا ہے جس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ سچ مچ کا سہرا مراد ہے اور ذوق نے پہلے مصرع میں اصلی سہرا مراد لیا ہے اور دوسرے مصرع میں سعادت کا سہرا شہزادہ کے سر باندھا ہے۔ غرض کہ سر سہرا ہونا جو محاورہ ہے وہ خالی نہیں کہا جاتا بلکہ آج کا لفظ بھی محاورہ میں داخل ہے اور محاورہ میں تصرف کرنا کسیطرح نہیں درست اسمین اچھے اچھے لوگ دھوکا کھا گئے ہیں مثلاً خون ہو جانے سے قتل کا واقع ہونا نام ہو جانے سے مشہور ہو جانا۔ دل آجانے سے عاشق ہو جانا جو مراد لیتے ہیں تو یہ معنی محض اصطلاح و محاورہ اردو کے باعث سے سمجھے جاتے ہیں یوں کہنا کہ خون تمنا ہو گیا یا نام قاتل ہو گیا یا دل بے تاب آگیا یعنی ترکیب فارسی کا استعمال کر کے محاورہ میں تصرف کرنا درست نہو گا اس لئے کہ فارسی میں خون شدن سے قتل اور دل آمدن سے عشق اور نام شدن سے شہرت نہیں سمجھ میں آتی کہ یہ اونکا محاورہ نہیں۔ اسی طرح مثلاً اردو کا محاورہ ہے تمہارا طوطی بولتا ہے سب تمہارا دم بھرتے ہیں۔ برق نے اسکو یوں نظم کیا ہے ع کیا بولتا ہے طوطی شیرین مقال یار۔
اور مومن نے یوں باندھا ع کون کہتا ہے دم عشق عدو بھرتے ہیں۔
اسی طرح قبا شدن لباس فارسی کا محاورہ ہے کپڑوں کا دھجیاں ہو جانا مراد ہے عشق نے اوسکو اسطرح باندھا ہے ع بالکل قبا لباس عروس چمن ہوا۔
محاورہ میں یہ سب تصرفات نادرست ہیں اس سبب سے کہ مطلب خبط ہو جاتا ہے

کیا ہی اس چاند سی مکھڑے پہ بھلا لگتا ہے　　ہی ترے حسن دل افروز کا زیور سہرا

قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ذوق مرحوم نے اس شعر کی چوٹ پر کئی شعر کہے ہیں کہ ٹھہرے

کو اونھون نے بھی باندھا ہے ؎

وہ کہے صل علےٰ یہ کہے سبحان اللہ — دیکھیے گھوڑے پہ جو تیرے سر و اختر سہرا

سہرے کا بھلا لگنا اونھون نے اسطرح کہا ہے ؎

سر پہ طرہ ہے مزین تو گلے مین بدھی — کنگنا ہاتھہ مین زیبا ہے تو منہہ پر سہرا

پھر اس پر بھی ترقی کی ؎

ایک کو ایک پہ تزئین ہے دم آرایش — سر پہ دستار ہے دستار کے اوپر سہرا

اسمین شک نہین کہ غالب نے بے مثل شعر کہا تہا مگر ذوق نے جواب دیا اور خوب جواب دیا شعر کا جواب تو ہوگیا لیکن زیور کا قافیہ غالب ہی کے حصہ مین آگیا۔ ذوق نے اوستادی کی کہ اس قافیہ پر ہاتھہ نہین ڈالا۔ ذوق نے کنگنا اسطرح باندھا ہے کہ فاعلن کے وزن پر ہوگیا اور محاورہ یون ہے کہ نون و گاف مخلوط ہوکر ایک حرف ہوجاتا ہے اور فعلن کے وزن پر بولتے ہین اسیطرح اردو مین اکثر الفاظ مین جنکے نظم کرنے مین شاعر کو تشویش پیدا ہوتی ہے کنگنے سے بڑہکر رنگنے مین بکھیڑا ہے کہ یہ ایک ہندی مصدر فارسی لفظ سے بنا لیا ہے۔ فیصلہ یہ ہے کہ رنگنے مین اور اوسکے مشتقات مین جہان جہان گاف ساکن ہو وہان دونون طرح بولنا اور نظم کرنا درست ہے۔ ناسخ مرحوم کہتے ہین ؎

میرے تن زار سے ہو زنار پیچ — رنگتے جو وہ طفل برہمن زرد

اور جہان گاف متحرک ہوجائے وہان ایک ہی صورت بس درست ہے۔ آتش مرحوم کے اس مصرع مین ؏ رنگریزن کے فکر نے رنگے ہزار رنگ۔ رنگے کا لفظ بسبب اظہار نون کے خلاف محاورہ سمجھا جاتا ہے یہان نون کا مخلوط کرکہنا واجب ہے۔ اور دوسرا اعتراض ناسخ والون کا اس مصرع پر یہی ہے کہ رنگرز فارسی لفظ ہے اسمین نون کو محاورہ عوام کی بنا پر مخلوط کردینا خلاف ہے۔ اسیطرح آتش کے اس مصرع پر بھی۔ ؏ تو مجھے مست ہاتھی کیطرح جنگلی ہرن پکڑا۔ مشہور ایراد ہے کہ جنگلی فارسی لفظ ہے اسمین نون و گاف کا مخلوط کردینا درست نہین۔ لفظ انگریز مین محاورہ یہی ہے کہ نون و گاف دونون مخلوط رہین اور خلاف اسکے کرنا خلاف ہے جیسا کہ کسی کا یہ مصرع مشہور ہے ؏ [illegible] اسمین انگریز [illegible]

پر ہے اور محاورے کے بموجب اسکا استعمال نہ جنس کے وزن پر چاہیئے۔ اسیطرح بنگلہ اور انگلیا مین
بھی غلط ضرور ہے اور نون کا ظاہر کرنا خلاف محاورہ اس سبب سے کہ یہ ہندی الفاظ ہین لیکن
بہت سے اور ہندی لفظ ہین۔ امنگ النگ پتنگ ڈہنگ وغیرہ کہ اسمین نون وکاف
دونون لہجہ مین ہین ان الفاظ کو اگر اس طرح نظم کرین کہ نون وکاف ایک حرف ہوجائے تو
غلط ہوگا غرض ہندی لفظون مین محاورہ و لہجہ پر مدار ہے اور کنگنا محاورہ و لہجہ مین فعلن
کے وزن پر ہے نہ فاعلن کے وزن پر۔ میر وزیر علی صاحب صبا نے صیدیہ مثنوی مین یہ مصرع کہا
تہا۔ ع۔ پھر آیا بہادر جنگ اوسکو شتاب۔ اسپر ناموزون ہونے کا اعتراض اون کے
معاصرین نے کیا تہا کہ موزون کرکے پڑہو تو نون کا کچھہ پتہ نہین رہتا اور صبا سے کچھہ جواب
نہین پڑا۔ مگر انصاف کرنا چاہیئے کہ بہادر جنگ نام ہے اور اسکا ذکر شعر مین اہم اور
ضروری ہے اور جس وزن مین مثنوی ہے اوس وزن مین بہادر جنگ کا لفظ بے نون
کے گرائے ہوئے کسیطرح سے آہی نہین سکتا یہ وزن ہی اوسکا متحمل نہین ہے تو ایسے
وقت مین شاعر کیا کریگا سوا اسکے کہ تصرف کرے جسطرح فردوسی نے شاہنامہ مین سپید
دیو کے بدلے سپیدیو کہا ہے اور ایک دال کو گرا دیا۔ یہ سچ ہے کہ ضرورت شعر کے لئے جو جو
تصرف عرب کرجاتے ہین فارسی و اردو والون نے وہ سب تصرفات غیر مقبول و ناجائز
قرار دئے ہین لیکن یہان تو ضرورت شعر سے بڑی ہوئی ایک وجہ ہو جو وہی معترضین
سے ہم کہتے ہین کہ بہادر جنگ کو وہی موزون کرکے دکہادین سوا اسکے کوئی جواب اونکے
پاس نہین ہے کہ ع۔ ملا دو بہادر سے تم لفظ جنگ۔ بہلا اس طرح نام کو توڑ پہوڑ ڈالنا
اور علم کی ترکیب مین تصرف کرنا کیونکر جائز ہوسکتا ہے پھر اس سے ہزار درجہ وہی اچھا ہے
کہ ایک ذرا سے نون کو گرا دین جیسا صبا نے کیا ہے اسیطرح علم مین سے ع۔ ہ۔
ح۔ کا گرانا بھی بہتر ہوگا۔ بہ نسبت تصرف کرنے کے جیسے آقا طوبائے شوشتری نے یہ
مصرع کہا ہے۔ ع۔ در زمان حضرت محبوب علی شاہ دکن۔

سر پہ چڑھنا تجھے پھبتا ہے پر اے طرف کلاہ　　مجھکو ڈر ہے کہ نہ چھینے ترا لمبر سہرا

لمبر ہی کہنا ٹھیک ہے اور نمبر غلط۔ لیکن یہ لفظ بہت ہی مکروہ ہے شاعر کی زبان پر نہ ہونا
چاہیئے۔ ابن رشیق لکہتے ہین شعرا کی زبان مخصوص اور الفاظ مانوس ہوا کرتے ہین اوس
الفاظ سے باہر قدم نہین رکہتے [illegible]

ہوگیا ہے ؎

تا بنے اور بنی مین رہے اخلاص بہم
گوندھے سورۂ اخلاص کو پڑھ کر سہرا

دولہا اور دولہن کو بنا اور بنی کہنا اچھا نہین معلوم ہوتا - گو مرثیہ گو ابھی تک ان لفظونکو نظم کیے جاتے ہین لیکن بعض محل پر اونھین ماننا پڑیگا کہ بے لطف ہین مثلاً یہ مصرع بہنین کہان ہین ڈالنے آنچل بنے پہ آئین - قصبہ کی زبانی ہو تو اچھا ہے اور خود شاعری زبانی بے لطف ہے - اسمین شک نہین کہ میر انیس کی زبان موج کوثر ہے مگر چند لفظ قدیم عادت کے بموجب وہ بھی باندھ گئے ہین جو اب ترک ہوتے جاتے ہین - بہینا بہن جایا - فرزند - بالی - کم سن - جاگہ - جگہہ - جون - جیسے - موا - مرگیا - بنا بنی - ناسخ کہتے ہین - ع - ہو گئے پتھرون سے صحرا کے بھی دامان خالی - آتش کہتے ہین - ؎

ابروے یار کا ہے سر مین جنہون کے سودا
رقص وہ لوگ کیا کرتے ہین تلوارون پر

نا دہر کرہی پروئے گئی ہونگی موتی
ورنہ کیون لائے ہین کشتی مین لگا کر سہرا

ذوق کہتے ہین - ؎

آج وہ دن ہے کہ لائے در انجم سے فلک
کشتی زر مین مہ نو کی لگا کر سہرا

سات دریا کی فراہم کئے ہونگے موتی
تب بنا ہوگا اس انداز کا گز بھر سہرا

موتیون کا سہرا گوندھتے ہین بناتے نہین - مصرع یون بھی ہو سکتا تھا - بمصرع ع
تب گندھا ہوگا اس انداز کا گز بھر سہرا - مگر بنا ضلع کا لفظ ہے مبارک بادی دینے مین ضلع بولنا بے محل بھی نہین ہے - ذوق نے یون کہا ہے - ؎

اک گہر بھی نہین صدکان گہر مین چھوڑا
تیرا بنوایا ہے لے لے کے جو گوہر سہرا

رخ پہ دولہا کی جو گرمی سے پسینہ ٹپکا
ہے رگ ابر گہر بار سراسر سہرا

(پہ) سہو کاتب ہے (سے) یہان چاہئے - بے مزہ تشبیہ ہے - پسینہ سے ابر گہر بار ہو جانا سہرے کا پسینہ کی افراط پر دلالت کرتا ہے جسمین اغراق و مبالغہ نامقبول ہے - گرمی سے اس شعر مین گرمی حسن مراد ہے - اگرچہ یہ شعر قابل التفات نہ تھا مگر ذوق نے دو شعر اسکے جواب مین بھی کہے ہین - ؎

روئے فرخ پہ جو ہین تیرے برستے انوار
تار بارش سے بنا ایک سراسر سہرا

دوسرا شعر گرمی حسن کے بیان مین کہا۔

تابش حسن سے مانند شعاع خورشید ۔۔۔ رخ پر نور پہ ہے تیرے منور سہرا

یہ بھی ایک بے ادبی تھی کہ قبا سے بڑھ جائے ۔۔۔ رہ گیا آن کے دامن کے برابر سہرا

اس شعر کا جواب ذوق کی غزل مین نہین نکلتا ہان وہی شعر جو گذرا ہے

ایک کو ایک پہ تزئین ہے دم آرائش ۔۔۔ سر پہ دستار ہے دستار کے اوپر سہرا

یہان بھی پیش کر سکتے ہین کہ اسکے مثل کا کوئی شعر غالب کی غزل مین نہین دکھائی دیتا

جی مین اترائین نہ موتی کہ ہمین ہین اک چیز ۔۔۔ چاہیے پھولونکا بھی ایک مقرر سہرا

اس شعر کا جواب ذوق نے یہ دیا ہے ؎

پھرتی خوشبو سے ہے اترائی ہوئی باد بہار ۔۔۔ اللہ اللہ رے پھولونکا معطر سہرا

پھولون کا لفظ یہی کہتا تھا کہ مقرر سے معطر کا قافیہ بہتر ہے۔

جبکہ اپنے مین سماوے نہ خوشی کے مارے ۔۔۔ گوندھے پھولونکا بھلا پھر کوئی کیونکر سہرا

اس شعر کو اوپر کے شعر سے قطعہ کا سا ربط معلوم ہوتا ہے اور علیحدہ علیحدہ بھی دونون شعر تمام ہین (کیونکر) کا قافیہ ذوق نے اصلاح باندھا ہے ؎

دھوم ہے گلشن آفاق مین اس سہرے کی ۔۔۔ گائین مرغان نواسنج نہ کیونکر سہرا

یعنے انہون نے گلچین و گل فروش کا پھولون نہ سمانا ذکر کیا انہون نے بلبل و قمری کا خوش ہونا نظم کیا۔ اپنے مین سمانا فصحا کا محاورہ نہین ہے آپ مین سمانا اس سے زیادہ فصیح ہے۔

رخ روشن کی دمک گوہر غلطان کی چمک ۔۔۔ کیون نہ دکھلائے فروغ مہ و اختر سہرا

اس شعر مین روشن کی جگہ تابان ہوتا تو جسطرح چمک اور دمک مین سجع ہے تابان و غلطان مین بھی سجع پیدا ہوتا۔ یہ شعر بھی سہرے مین گوہر شہوار کی طرح چمک رہا ہے۔ ذوق کے دو شعرون سے اسکا جواب نکلتا ہے ایک تو مہ و اختر والا شعر جو گزرا دوسرا مہ و خورشید والا شعر

رونمائی مین سمجھیے دی مہ و خورشید فلک ۔۔۔ کھولدے منہ کو جو تو منہ سے اوٹھا کر سہرا

مصرع کے شعر سے اونکے دونون شعر کم نہین رہے دوسرے شعر مین ترقی یہ کی ہے کہ فروغ مہ و اختر کیا چیز ہے جس سے تشبیہ دیجیے درہم ماہ و دینار آفتاب تو فقط رونمائی اور نچھاور ہے۔

تار ریشم کا نہین ہے یہ رگ ابر بہار ۔۔۔ لائیگا تاب گرانباری گوہر سہرا

یعنے ریشم کا تار ہوتا تو بہلا اتنے بڑے بڑے موتیون کو سنبہال سکتا یہ رگ ابر
ہے جو اس آب و تاب کے دریا کو سنبہالے ہے تا ... کا مضمون ذوق
نے اسطرح کہا ہے ؎

کثرت تار نظر سے ہے تماشائیون کے — دم نظارہ ترے روئے نکو پر سہرا
ہم سخن فہم ہین غالب کے طرفدار نہین — دیکہین اس سہرے سے کہدے کوئی بہتر سہرا

جواب اس کا ذوق نے دو شعرون مین دیا ہے ؎

درخوش آب مضامین سے بنا کر لایا — واسطے تیرے ترا ذوق ثناگر سہرا
جسکو دعوی ہو سخن کا یہ سنا دے اوسکو — دیکہ اسطرح سے کہتے ہین سخنور سہرا

بنانا سہرے کا انہون نے بہی باندہا لیکن گوندہنا افصح ہے

نصرۃ الملک بہادر مجہے بتلا کہ مجہے — تجہسے جو اتنی ارادت ہے تو کس بات سے ہے

مطلب یہ ہے کہ احسان و انعام کے سبب سے یہ ارادت نہین ہو سکتی یہ روحانی
محبت و قلبی ارادت ہے جو بلا سبب ہوا کرتی ہے - یہان استفہام و
استعجاب مین نہایت بلاغت ہے جس سے ایسے معانی جلیل پیدا ہوئے

گرچہ تو وہ ہے کہ ہنگامہ اگر گرم کرے — رونق بزم مہ و مہر تری ذات سے ہے
اور مین وہ ہون کہ گرجی مین کبہی غور کرون — غیر کیا خود مجہے نفرت مری اوقات سے ہے

مجہے میری اوقات سے نفرت ہے محاورہ اردو کے رو سے محض غلط ہے - لکہنو کی
یہ زبان ہے نہ دلی کی اکبر آباد کی ہو تو ہو - اصل مین محاورہ یہ ہے کہ مجہے اپنی اوقات
نفرت ہے - رہ رہ کے یہی تعجب ہوتا ہے کہ غالب کی زبان سے یہ لفظ کیونکر
نکلا - جن لوگون کی اردو درست نہین ہے اون کو اس طرح بولتے سنا ہے
مین نے میرا قلم پایا - تمنے تمہارا قلم پایا (اپنے) کے استعمال مین بس وہی تو
وہ ہوکا کہاتے ہین - اہل زبان کبہی بہک کے بہی اپنے کی جگہ میرا تیرا نہین کہتے
ضابطہ کلیہ یہ ہے کہ جو فاعل یا شبہ فاعل ہو اوسکی ضمیر مضاف الیہ ہوکر متعلق
نہین ہو سکتی ایسے موقعون پر اپنے کو استعمال کرتے ہین مثلاً زید اوسکی زندگی سے

ہ نحوی

بیزار ست مجھے میری زندگی سے نفرت ہے ان دونون صورتون مین یون کہنا چاہیے کہ زید اپنی زندگی سے بیزار ہے سبب ہے اپنی زندگی سے نفرت

خستگی کا ہو بہانہ جس کے سبب سر دست   نسبت اک گونہ ہے مرے دلکو تیرے ہات سے ہے

یعنے تو آفتاب کی طرح رونق افزائے عالم مین ذرہ سے بھی کم ہے مجھے تیرے ساتھ کیا نسبت ہان خستہ دلون پر نوازش کرنا تیرے دست عطا کا شیوہ ہے اس سبب سے میرے دلکو تیرے ہاتھ سے گونہ نسبت پیدا ہوگئی ہے یا شاید مطلب مصرع کا یہ ہے کہ جس طرح تیرے ہاتھ سے دشمنون کا خون بہا کرتا ہے اور دوستون کو لعل و یاقوت دیا کرتے ہین یہی رنگ میرے دل کا بھی ہے جس کا زخم لعل و یاقوت کی طرح خونابہ فشانی کیا کرتا ہے اور خستگی اصل مین زخمی ہونیکے معنی پر ہے اردو مین جن معنی پر بولتے ہین وہ مجاز ہے۔ گویا اپنے زخم دلکو عزیز سمجھتے ہین فقط اس سبب سے کہ ممدوح کے ہاتھ کی اک گونہ مشابہت اس مین پائی جاتی ہے جیسے آتش مرحوم کہتے ہین ؎

آسمان شوق سے ہے تلوار ذرا کا ملیہ برسا دے + ماہ نو سے کیا ابرو کا ترے خم پیدا

مگر کوئی صاف معنی مصرع کی عبارت سے ہرگز نہین نکلتے۔ مسٹر کیمبل نے کتاب فلسفۂ بلاغت مین ایک حکایت لکھی ہے کہ لو برز اندلس کا ایک نامی شاعر تھا اوسکی مثنوی کے چند شعر ایک تازہ وارد مرد عالم نے اوسے دکھائے اور کہا کہ مین نے بہت دفعہ یہ شعر پڑھے ہے مگر کبھی میری سمجھ مین نہین آئے آخر تمنے کیا معنی رکھے ہین لو برز نے وہ اشعار اپنے ہاتھ مین لیکر کئی دفعہ پڑھے اور آخر بے معنے ہونے کا اقرار کیا۔ اوسوقت تک اوسے یہ معلوم نہ تھا کہ مین بے معنی بھی کہہ جاتا ہون۔ یہ کچھ شاعر پر نہین منحصر ہے ہر فن کے اچھے اچھے نکتہ سنج وقیقہ رس جو تکرار نظر نہین کرتے بے معنی کہہ جاتے اور لکھ جاتے ہین کاتب وادیب کے لئے اسلم طریقہ وہی ہے جو زہیر بن ابی سلمی نے اپنے حولیات مین اختیار کیا تھا جس کا ذکر گزر چکا۔

ہاتھ مین تیرے رہے توسن دولت کی عنان   یہہ دعا شام و سحر قاضی حاجات سے ہے

سے پہلے شعر مین ہاتھ کا لفظ ضرورت قافیہ سے بغیر (ہ) کے لکھنا پڑا اس
سبب سے یہان بھی ہ کو ترک کیا ۔

تو سکندر سے مرا فخر ہے ملنا تیرا — گو شرف خضر کی بھی مجھکو ملاقات سے ہے

خضر سے شاہزادہ حضرت سلطان پسر بہادر شاہ مغفور مراد ہین ۔

اس پہ گزرے نہ گمان ریو و ریا کا زنہار — غالب خاک نشین اہل خرابات سے ہے

یعنی اہل صلاح و تقوی پر اگر سالوسی و ریاکاری کا گمان گزرے تو بجا ہے ۔

ہے چہارشنبہ آخر ماہ صفر — چلو — رکھ دین چمن مین بھر کے مے مشکبو کی ناند ۔

تشبیب اس قطعہ مین فقط مدح کی تمہید ہے ورنہ آخری چہارشنبہ کوئی خوشی
کا دن نہین ہے ۔

جو آئے جام بھر کے پیئے اور ہو کے مست — سبزہ کو روندتا پھرے پھولونکو جائے پھاند

جو فعل کہ دو دو فعلون سے مرکب ہین جیسے پھاند جانا ۔ پھر آنا ۔ کہہ بیٹھنا ۔
بول اٹھنا ۔ اوتار لینا ۔ چڑھا دینا وغیرہ ان مین ترتیب و اتصال کا باقی رکھنا
بہتر ہے ۔ لیتا ہون اوتار ۔ اور دیتا ہون چڑھا کہنا مکروہ ہے لیکن یہان
اس تنگ زمین مین قافیہ پیدا کر سکے لیے یہہ گوارا کیا شاعر کے سوا اور
ایسا تصرف نہین درست ۔

غالب یہہ کیا بیان ہے بجز مدح بادشاہ — بھاتی نہین ہے اب مجھے کوئی نوشتخواند

نہ لکھنے کی وجہ یہہ ہے کہ قافیہ تنگ ہے ۔ کل چھہ قافیہ ہین اوس مین سے
پانچ کہہ لیے چھٹا قافیہ (ہراند) قابل ترک تھا ۔

ٹھٹھے مین سونے روپے کے چھلے حضور مین — ہے جنکے آگے سیم و زر مہر و ماہ ماند

جن کے مقام پر چین بھی کہہ سکتے ہین اسلئے کہ چھلے غیر ذوی العقول ہین

یون سمجھئے کہ بیچ سے خالی کئے ہوے — لاکھون ہی آفتاب ہین اور بے شمار چاند

سمجھئے بسکون میم ایک جگہہ اور بھی مصنف کے کلام مین گذرا ہے مطلب یہہ ہے
کہ اگر چاندی سونے کے یہ چھلے بیچ سے خالی نہ ہوتے تو پھر چاند سورج تھے ۔

ای شاہ جہانگیر جہان بخش جہان دار — ہے غیب سے ہر دم تجھے صد گونہ بشارت

دوسرے مصرع میں (ہے) سے (ہو) بہتر تھا دعائیہ مصرعہ ہو جاتا اور خبر سے انشا لذیذتر ہے۔ غالباً سہو کاتب ہے۔

جو عقدۂ دشوار کہ کوشش سے نہ وا ہو　　تو وا کرے اوس عقدہ کو سو بھی باشارت

سو اب محاورہ سے چھوٹتا جاتا ہے اب سو کو وہ بولتے ہین۔ میر اشعر ہے سہ

دیا دو گز کفن گردن کے وہ بھی　　ڈھنکا دو دن نہ جس سے تن کسی کا

ممکن ہے کرے خضر سکندر سے ترا ذکر　　گر لب کو نہ دے چشمۂ حیوانی طہارت

یعنے نہین ممکن ہے۔

آصف کو سلیمان کی وزارت سے شرف تھا　　ہے فخر سلیمان جو کرے تیری وزارت

دوسرے مصرع مین (جو) کے دو پہلو ہین یعنے جو سلیمان تیری وزارت کرے تو اوس کے لئے فخر ہے یا جو تیری وزارت کرے وہ فخر سلیمان ہے۔

ہے نقش مریدی ترا فرمان الٰہی　　ہے داغ غلامی ترا توقیع امارت

یعنے تیرے ساتھ ارادت رکھنی عین امتثال فرمان الٰہی ہے اور جسے تیرا داغ غلامی میسر ہو گیا اوسے سند امارت مل گئی۔

تو آب سے گر سلب کرے طاقت سیلان　　تو آگ سے گر دفع کرے تاب شرارت

ڈھونڈے نہ ملے موجۂ دریا مین روانی　　باقی نہ رہے آتش سوزان مین حرارت

اس قسم کا مبالغہ قصیدہ مین ممدوح کو بھی پسند نہین آتا

ہے گرچہ مجھے نکتہ سرائی مین توغل　　ہے گرچہ مجھے سحر طرازی مین مہارت

کیونکر نہ کرون مدح کو مین ختم دعا پر　　قاصر ہے ستائش مین تری میری عبارت

بادشاہ سے کسی بات کی شکایت نہی قصد کیا تھا کہ مدح کرکے شکایت کے اشعار لکھین مگر قصور عبارت یعنے تنگی قافیہ سے مجبور ہو کر دعا پر ختم کر دیا۔

نوروز ہے آج اور وہ دن ہے کہ ہوئے ہین　　نظارگی صنعت حق اہل بصارت

تجهکو شرف مہر جہان تاب مبارک   غالب کو ترے عتبہ عالی کی زیارت

نظارگی معنی تماشائی اور تجکو شرف آفتاب مبارک دو معنے پر ہے ایک تو یہ کہ آفتاب کا سا شرف و مرتبہ تجھے مبارک ہو دوسرے یہ کہ تحویل آفتاب حمل مین جس کو شرف آفتاب کہتے ہین تیرے حق مین مبارک ہو لیکن نوروز کے وقت آفتاب شروع حمل مین ہوتا ہے اور شرف کا مقام حسب راے منجم اونیسوان درجہ ہے۔

افطار صوم کی کچھ اگر دستگاہ ہو   اوس شخص کو ضرور ہے روزہ رکھا کرے

جس پاس روزہ کھولکے کھانے کو کچھ نہو   روزہ اگر نہ کھائے تو ناچار کیا کرے

(جس پاس) مین سے (کے) کا حذف محاورہ سے اب چھوٹتا جاتا ہے شعر مین تکلف باندہ جاتے ہین۔ مومن سے کہتے ہین۔ ع

گھبرا کے عمر پاس گیا حرف دار کہانیکا لفظ جسطرح دو معنی کیلیے اس قطعہ مین ہے اسی طرح ناچار کا لفظ بہی مفلس و بے نوا کے معنی پر بہی یہان ہے اور مجبور ہو کر روزہ توڑنے کے معنی بہی مقصود ہین۔

ای شہنشاہ آسمان اورنگ   ای جہاندار آفتاب آثار

لفظ آفتاب آثار مین صنعت استخدام ہے آگے جاڑے کی تکلیف اور سردی کہانے کا شکوہ ہے۔

تہا مین اک بی نوای گوشہ نشین   تہا مین اک دردمند سینہ فگار

تم نے مجکو جو آبرو بخشی   ہوی میری وہ گرمی بازار

کہ ہوا مجھسا ذرہ ناچیز   روشناس ثوابت و سیار

روشناس کی ترکیب بمعنی اسم مفعول کے لئے ہے جسطرح خداشناس اسم فاعل کے لئے ہے بغیر توابت وسیار مجھے پہچاننے لگے اونکی آنکھ مجھپر پڑنے لگی۔

گرچہ ز روئے ننگ بے ہنری ہون خود اپنی نظر مین اتنا خوار
کہ گر اپنے کو مین کہون خاکی جانتا ہون کہ آئے خاک کو عار
شاد ہون لیکن اپنے جی مین کہ ہون پادشہ کا غلام کار گزار

پہلے ہگر کو کے مقام پر (تہین) زیادہ خرچ کیا کرتے تھے زید نے تئین مارا میتئین پکارا۔ پہر تئین سے کراہیت پیدا ہوگئی۔ اس سبب سے کہ زید کو مارا جھکو پکارا بہی وہی بات ہے اور محاورہ بہی ہے مگر اپنے تئین اور اپنے اوپر آج تک زبان زد عین محاورہ رہا اس سبب سے کہ اپنے کو اور اپنے پر صحیح اردو کا محاورہ نہین ہے اہل زبان نے اسے قبول نہ کیا اور اپنے کے ساتھ تئین بولے جاتے ہین مگر شعرا اس قیاس پر عمل کرکے کہ تئین اور کو ایک ہی معنی پر ہین (اپنے کو) باندہ جاتے ہین مصنف نے بہی یہی قیاس کیا ہے ورنہ عام محاورہ اپنے تئین ہے اور محاورہ مین قیاس کو دخل دینا بیجا ہے کہتے ہین اپنے تئین آپ خراب کیا اور یہی صحیح ہے اپنے کو آپ خراب کیا یا آپکو آپ خراب کیا یا اپنے آپکو خراب کیا یہ سب صورتین خلاف محاورہ ہین

خانہ زاد اور مرید اور مداح تہا ہمیشہ سے یہ عریضہ نگار
بارے نوکر بھی ہو گیا صد شکر نسبتین ہو گئین مشخص چار

لفظ عریضہ مولدین کی گڑامت ہے عرب صحیح مین ان معنے پر نہین آیا۔

نہ کہون آپسے تو کس سے کہون مدعا سے ضروری الاظہار

ضروری الاظہار بھی عجیب ترکیب ہے ایک تو مقتضائے ترکیب یہ تہا کہ ی پر تشدید ہو دوسرے لفظ ضروری ان معنی پر عربی مین ہی نہین ایسے الفاظ پر ہندی ہونے کا حکم ہے اور ترکیب عربی مین لانا منع ہے اور اہل ادب احتراز کرتے ہین۔

پیر و مرشد اگرچہ مجکو نہین ذوق آرایش سر و دستار
کچھ تو جاڑے مین چاہیے آخر تا نہ دے باد زمہریر آزار

زمہریر جاڑے کے معنی پر بھی آیا ہے۔

کیون نہ درکار ہو مجھے پوشش　　جسم رکھتا ہون ہے اگرچہ نزار

یعنی گو لاغر و ناتوان ہے لیکن جسم رکھتا ہون اور جسم مین جان ہے۔ لفظ پوشش اردو کے محاورہ مین داخل ہے لیکن بیشتر آلات و ظروف و صندوق و میز وغیرہ کے غلاف کو پوشش کہتے ہین انسان کے لباس کو پوشش اردو کے محاورہ مین نہین کہتے۔ گو فارسی مین درست ہو یہان پوشاک کے لفظ سے مرحوم نے اس لئے اعراض کیا کہ پوشاک مین امتیاز نکلتا تہا جو مقتضائے مقام کے خلاف ہے اور پوشش کا لفظ اختیار کیا جو انسان کے لئے ادنے درجہ کا لباس ہے اور یہی مقتضائے مقام و عین بلاغت ہے گویا یہ کہکر اس مطلب کو ادا کیا ہے کہ جسم نزار ایک ہڈیون کا ڈہانچا ہے اوسے پوشش درکار ہے نہ پوشاک۔

کچھ خریدا نہین ہے اب کے سال　　کچھ بنایا نہین ہے اب کی بار

مطلب ظاہر ہے اور بار لفظ مونث ہے مثلاً کہتے ہین اس سال کپڑے بنانے کی بار نہ آئی۔

رات کو آگ اور دن کو دہوپ　　بہاڑ مین جائین ایسے لیل و نہار
آگ تاپے کہان تلک انسان　　دہوپ کہائے کہان تلک جاندار
دہوپ کی تابش آگ کی گرمی　　وقنا ربنا عذاب النار

تینون شعرون مین آگ اور دہوپ کا لفظ ہے اور لطف سے ہے۔ لیل و نہار کو سعدی نے جمع کرکے باندہا ہے مگر اکثر مفرد استعمال کرتے ہین مثلاً اگر یہی لیل و نہار رہا تو زندگی کیونکر ہوگی۔ اب دیکہیے اچہا سے شعر و سخن سیکہا۔ بات کا سر پیر نہ ملا۔ منہ ہاتہ ٹوٹ گیا۔ لہو پانی ایک ہوا۔ دونون لفظ مونث ہون تو وہ بہی اسی طرح مفرد ہی بولے جاتے ہین جیسے خیر و عافیت معلوم ہوئی اوسکی آنکہ ناک اچہی ہے یہ نہایت عجیب بات ہے کہ ایک لفظ مونث اور دوسرا مذکر اوسے بہی مفرد بولتے ہین اور اوسکے فعل کی تذکیر و تانیث محاورہ پر موقوف رہتی ہے مثلاً اوس عورت کا گوٹا کنارا اچہا ہے۔ بول چال اچہی ہے۔ آسمان و زمین ایک کر دیا۔ زمین آسمان ہموار ہو گیا اگر ایسے بندہے ہوے محاورہ ہین کہ جمع بول ہی نہین سکتے اور نحو اردو مین

غیر ذی عقل کے لیے اکثر مواقع مین جمع بولنا متروک ہے -

میری تنخواہ جو مقرر ہے ۔ اسکے ملنے کا ہے عجب ہنجار
رسم ہے مردہ کی چھہ ماہی ایک ۔ خلق کا ہے اسی چلن پہ مدار
مجھکو دیکھو کہ ہون بقید حیات ۔ اور چھہ ماہی ہو سال مین دوبار

اس قطعہ کے وجوہ بلاغت بہت لطیف ہین - چھے مہینہ تنخواہ ملنے کو چھہ ماہی کہا اس سے بالتزام یہہ مطلب نکل آیا کہ ماہ بماہ تنخواہ نہ ملنا موت ہے اور بہر حیات کو قید کے ساتھہ لپیٹ گیا جس سے یہ بات پیدا ہوئی کہ اگر یہ قید نہوتی تو سچ مچ مرگیا ہوتا.

بسکہ لیتا ہون ہر مہینہ قرض ۔ اور رہتی ہے سود کی تکرار
میری تنخواہ مین تہائی کا ۔ ہوگیا ہے شریک ساہوکار

سود کی تکرار سے سود در سود ہونا مقصود ہے اردو مین لفظ تکرار بحث کے معنی پر بھی بولتے ہین وہ معنی یہان نہین مراد ہین ورنہ تنخواہ کی تہائی سود مین نہین لگ سکتی

آج مجھسا نہین زمانہ مین ۔ شاعر نغز گوی خوش گفتار
رزم کی داستان گر سنیے ۔ ہے زبان میری تیغ جوہردار
بزم کا التزام گر کیجیے ۔ ہے قلم میری ابر گوہر بار
ظلم ہے گر نہ دو سخن کی داد ۔ قہر ہے گر کرو نہ مجھکو پیار

مصنف مرحوم کی زبان پر قلم تانیث تہا اور اون کے تلامذہ ابھی تک اس وضع کو نباہے جاتے ہین مگر اصل یہہ ہے کہ لکھنؤ و دہلی مین تذکیر سب بولتے ہین فخر شعرائے دہلی نواب مرزا خان داغ کا کلام دیکھو تو تعجب یہہ ہے کہ ایک جگہہ خود مصنف بھی قلم کو تذکیر باندہ چکے ہین ع فقط خراب لکھا بس نہ چل سکا قلم آگے -

آپکا بندہ اور پھرون ننگا ۔ آپ کا نوکر اور کھاؤن اودہار

اودہار کا لفظ اہل اعتبار کی زبان پر نہین ہے نوکر چاکر بولا کرتے اسی لیے مصنف نے لفظ نوکر مصرع مین باندہا - غیر لفظ کے استعمال کا یہہ بہت دقیق طریقہ ہے - ہان کسی پر اودہار کہانا البتہ محاورہ ہے ع نقد دل لیکے جان کو چھوڑا ۔ خوب کہایا اودہار کیا کہنا

میری تنخواہ کیجیے ماہ بماہ تا نہ ہو مجھکو زندگی دشوار

جو لوگ فارسی پڑہے ہوئے نہیں ہیں وہ کبھی اردو میں (تا) نہ بولیں گے بلکہ یون کہیں گے ع کہ نہ ہو مجھکو زندگی دشوار۔

ہر زبان میں یہہ بات ہے کہ جس طرح ادنی درجہ کے لوگوں کی زبان اچھی نہیں ہوتی اسیطرح لکھے پڑہے ہوئے لوگ بھی بعض الفاظ کا غلط کرتے ہین بعض محاورات کی تصحیح کرتے ہین اور زبان کو خراب کر ڈالتے ہین بعض اشخاص محاورہ مین نحوی یا لغوی قیاس کو دخل دیکر خرابی کرتے ہین یاد ہے میر ضامن علی صاحب جلال کلکتہ مین میرے اس مصرع پر اعتراض کرتے تھے ع ابرو یان رگڑین تو صیقل ہو گئین زنجیرین کہتے تھے صیقل بتذکیر باندہنا چاہیے مین نے کہا میری زبان پر تو یہہ لفظ بتانیث ہے اور ہیکل و کیفر و بیرق وغیرہ بھی مونث ہی ہین کہنے لگے نہین اب تمام اساتذہ فن نے یہی قرار دیا ہے اور اوس کا فیصلہ ہو چکا ہے کہ صیقل لفظ مذکر ہے اوسی زمانہ مین میر وحید مرحوم مٹیا برج مین آئے ہوئے تھے اون کے سننے کے لئے مجلس مین مین بھی گیا وہان مرزا یاور مرحوم میرے قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ مین نے اون سے لفظ صیقل کو پوچھا کہنے لگے مونث ہے مین نے کہا کوئی سند اسکی یاد ہو تو مجھے بتائی اس باب مین میر ضامن علی صاحب جلال کچھہ اور ہی کہتے ہین وہ سوچ کر کہنے لگے کسی اور کا تو شعر نہین یاد آتا لیکن مجھے ایک اپنا شعر یاد آیا ہے جس مین صیقل کو مین نے بتانیث باندہا ہے اتنے مین مرثیہ شروع ہو گیا وحید نے تمہید مین چند بند مضمون مفاخرت کے پڑہے اوس مین یہہ مصرع بھی تہا ع شمشیر فصاحت پہ یہ ہے پانچوین صیقل اور علما کی زبان تو سب سے زیادہ بگڑی ہوئی ہوتی ہے کہ وہ علوم و فنون کے اصطلاحات اپنے محاورات مین داخل کرتے ہین اپنی زبان کی نحو و ترتیب کلمات کو بھول جاتے ہین لفظی ترجمہ کرتے کرتے غیر زبان کی نحو اپنی زبان مین جاری کرنے لگتے ہین۔

اہل ادب کا اتفاق ہے اس بات پر کہ جس تحریر و تقریر مین اصطلاحات کا زیادہ خرچ ہو اوس سے بڑہکر کوئی مکروہ زبان نہین ہو سکتی اور اہل فن کا یہہ

یہ حال ہے کہ اسقدر اصطلاحات وضع کئے ہین کہ اونکی ایک نئی زبان ہوگئی ہے کہ اصطلاحات یاد کرنے مین ادب سے محروم رہ جاتے ہین - سیکھیے فعلن کے وزن پر جو ہے اس کے بہ نسبت سیکھیے جو فاعلن کے وزن پر ہے فصیح ہے بلکہ اکثر لوگ سیکھیے کو جو فعلن کے وزن پر ہے نظم مین سے ترک کر چکے ہین -

ختم کرتا ہون اب دعا پہ کلام   شاعری سے نہین مجھے سروکار
تم سلامت رہو ہزار برس   ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

دعا دینے سے پہلے یہہ کہنا کہ مین اب دعا دیتا ہون اکثر شعرا کی عادت ہوگئی ہے مگر مضمون بے مزہ ہے یا مدح غائب کرتے کرتے جب مدح حاضر کی طرف التفات کرتے ہین تو پہلے یہ خبر دیتے ہین کہ اب مدح حاضر ہم شروع کرتے ہین یہہ بھی بے لطفی سے خالی نہین اس سبب سے کہ سلسلۂ کلام منقطع ہوجاتا ہے اور غائب سے حاضر کی طرف التفات یا مدح سے دعا کی طرف رجوع ایسا امر نہین ہے کہ جب تک اوس پر متنبہ نہ کرین سمجھ مین نہ آسکے پھر کیا وجہ کہ سب نے اس طریقہ کو اختیار کر لیا ایک آدہ قصیدہ مین اگر کسی لطیف و بدیع پیرایہ مین یہ مضمون ہو تو مضائقہ نہین لیکن ہر شاعر اپنے ہر قصیدہ مین اسطرح کا التزام رکھے یہ جدت پسند طبائع کو اچھا نہین معلوم ہوتا -

---

یہ گلیم ہون - لازم ہے میرا نام نہ لے   جہا نمین جو کوئی فتح ظفر کا طالب ہے
ہوا نہ غلبہ میسر کبھی کسی پہ مجھے   کہ جو شریک ہو میرا شریک غالب ہے

یعنی جو شریک غالب (بکسرۂ اضافی) ہوتا ہے وہ شریک غالب (بکسرۂ توصیفی) ہوجاتا ہے - فتح وظفر سے غلبہ مراد ہے اور غلبہ بہ تحریک لام ہے جسطرح کلمہ درجہ بعض نے اسے بسکون باندہا ہے کوئی شاہد اس کا خیال مین نہین آتا مگر باعتبار محاورۂ اردو وتصرف اہل ہند یہ شعر خود سند ہے اسبات کی کہ غلبہ کو بسکون لام باندہنا چاہیے اور یہ گلیم

بمعنے سینہ سخت ہے۔

سہل تھا مسہل ولے یہ سخت مشکل آپڑی | مجھ پہ کیا گذرے گی اتنے روز حاضر بن ہوے
تین دن مسہل سے پہلے تین دن مسہل کے بعد | تین مسہل تین تبریدین یہ سب کے دن ہوے

تبرید دن سے وہ دوا مراد ہے جو دو مسہلون کے درمیان مین پی جاتی ہے مسہل سے تین دن پہلے منضج پینے کے دن ہین اور تین مسہلون کے درمیان مین اور تین دن تک بعد تبرید پیتے ہین غرض بارہ دن کی رخصت مانگی ہے۔

خجستہ انجمن طوے مرزا جعفر | کہ جسکے دیکھے سے سب کا ہوا ہے جی محظوظ
ہوئی ہے ایسی ہی فرخندہ سال مین غالب | نہ کیون ہو مادۂ سال عیسوی محظوظ

طوے کے معنی بیاہ - محظوظ = ۱۸۵۴ - گو کہ تاریخ کہنا میری رائے من شاعر کا کام نہین ہے مگر اتنا کہنا ضرور ہے کہ اچھا لفظ مصرعے سے نہین نکلا مثلاً لفظ طوے یا اسکے مرادفات مین عدد نکل آتے تو لطف تھا

ہوئی جب میرزا جعفر کی شادی | ہوا بزم طرب مین رقص ناہید
کہا غالب سے تاریخ اسکی کیا ہے | تو بولا انشراح جشن جمشید

لفظ محظوظ مین عیسوی تاریخ نکالی اور انشراح جشن جمشید مین ہجری جسکے عدد بارہ سے ستر ہوتے ہین۔

گو ایک بادشاہ کے سب خانہ زاد ہین | دربار دار لوگ بہم آشنا نہین
کانون پہ ہاتھ دھرتے ہین کرتے ہوے سلام | اس سے ہے یہ مراد کہ ہم آشنا نہین

جب کسی امر سے اپنے ناواقف ہونیکا اظہار کرتے ہین تو کان پر ہاتھ رکھتے ہین اور بادشاہون کے سامنے غیر شخص کو سلام کرنا ہو تو ماتھے پہ ہاتھ نہین رکھتے بلکہ رخسار اور کان کی طرف ہاتھ لیجاتے ہین انہین دونون باتون سے یہ مضمون لطیف مرزا نے پیدا کیا اور جدت کی

رباعیات

بعد از اتمام بزم عید اطفال — ایام جوانی رہے ساغر کش حال
آپہنچے ہین تا سواد اقلیم عدم — اے عمر گذشتہ ایک قدم استقبال

عمر گذشتہ کے پلٹ آنے کی آرزو مین یہ رباعی کہی ہے یعنی اے عمر گذشتہ جہان
تو ہے اوسی اقلیم کے سواد تک ہم بھی آپہنچے بھلا ایک قدم ہمین لینے کو تو چلی آتی
چار دن کے لیے شباب کے پلٹ آنے کی حسرت کرتے ہین ۔

شب زلف و رخ عرق فشان کا غم تھا — کیا شرح کرون کہ طرفہ تر عالم تھا
رویا مین ہزار آنکھ سے صبح تلک — ہر قطرۂ اشک دیدۂ پرنم تھا

یعنی زلف و رخ کے تصور مین جو رویا تو زلف کی سیاہی اور رخ کی سفیدی سے
ہر قطرۂ اشک مین آنکھ کی سی سفیدی و سیاہی پیدا ہو گئی تو گویا ہزار آنکھ سے
مین رویا کیا ۔

آتشبازی ہے جیسے شغل اطفال — ہے سوز جگر کا بھی اسی طور کا حال
تھا موجد عشق بھی قیامت کوئی — لڑکون کے لئے گیا ہے کیا کھیل نکال

لڑکون سے معشوق مراد ہین جو عاشقون کے جگر کو جلا کر آتشبازی کا تماشا دیکھتے
ہین ۵ ہے آہ شرربار مرے ۔ اونکو تماشا + خوش ہین جو نکلتے ہین شرارے مرے
دل سے

دل تھا کہ جو جان درد تمہید سہی — بیتابی رشک و حسرت دید سہی
ہم اور فسردن ۔ اے تجلی افسوس — تکرار روا نہین تو تجدید سہی

یعنی پہلے ہم دل رکھتے تھے جو زندگانی پر درد کو جھیل گئے بیتابی رشک کی برداشت
کی اور حسرت دید سہی افسوس اب ہم ہین اور افسردگی و بیدلی اے تجلی طور اگر تکرار
تیری محال ہے تو تجدید ہے سہی کہ میرے دل افسردہ کو پھر اوسی سوز و گداز کی ہوس
ہے ۔ اور تکرار ہر شی کی محال ہے کہ معدوم کا اعادہ نہین ہو سکتا لیکن از سر نو تو
پیدا ہونا اوس سوز و گداز کا ممکن ہے ۔ جان درد تمہید بہت کڈھب ترکیب
ہے یعنی وہ جان جو درد کی تمہید ہے یا جسکا آغاز درد سے ہے ۔

ہے خلق حسد قماش لڑنے کے لئے　　وحشت کدۂ تلاش لڑنے کے لئے
یعنی ہر بار کاغذ باد کی طرح　　ملتے ہین یہ بد معاش لڑنے کے لئے

حسد قماش وحسد شعار وہ جسنے حسد کا جامہ پہن لیا ہے اور تلاش سے تلاش معاش مراد ہے لفظ بد معاش سے یہی اشارہ کیا ہے یعنی دنیا مین دو شخصون کا ملنا ایسا ہے جیسے دو کنکوون کا ملنا کہ ملنے سے مقصود لڑنا ہے۔

دل سخت نژند ہوگیا ہے گویا　　اوس سے گلہ مند ہوگیا ہے گویا
پر یار کے آگے بول سکتے ہی نہین　　غالب منہہ بند ہوگیا ہے گویا

نژند بمعنی غمگین اور چوتھے مصرع مین لفظ گویا مین ایہام کیا ہے مگر اس ایہام کی اردو وفارسی مین بہت لذت لے گئے ہین اور نہایت مبتذل ہوچکا ہے۔

دکھہ جی کی پسند ہوگیا ہے غالب　　دل رک رک کر بند ہوگیا ہے غالب
واللہ کہ شب کو نیند آتی ہی نہین　　سونا سوگند ہوگیا ہے غالب

اس رباعی کے دوسرے مصرع مین دو حرف وزن رباعی سے زائد ہوگئے ہین اور ناموزون ہے مختلف چھاپہ کے سب نسخون مین یہی اور جس نسخہ کی کا بیان خود مصنف مرحوم کی صحیح کی ہوئی ہین اوس مین بہی یہ مصرع اسی طرح ہے اوزان رباعی مین سے جس وزن مین سبب خفیف سب سے زیادہ ہین وہ یہہ مصرع مشہور ہے ع یا می گویم نام تو یا می گریم۔ اس وزن پر اگر اوس مصرع کو کہینچین تو یون ہونا چاہیے ع دل رک رک کر بند ہوا ہے غالب۔ اور اس صورت مین زمین بدل جاتی ہے۔ غالبا اسی فارسی مصرع نے مصنف کو دہوکا دیا۔ اب خیال کرو۔ غالب سا موزون طبع شخص اور ناموزون کہہ جائے بڑی دلیل ہے اس بات کی کہ جو عروض کہ فارسی واردو کہنے والون نے عربی کو ماخذ علوم سمجھکر اختیار کیا ہے یہ عروض عربی ہی زبان کے واسطے خاص ہے اردو کہنے والون کو پنگل کے اوزان مین کہنا چاہیے جو زبان ہندی کے اوزان طبعی ہین مین جانتا ہون میرے اس مشورہ پر شعرائے ریختہ گو ہنسینگے اور نفرت کرینگے مگر اس بات کا انکار نہین کرسکتے کہ وہ ہندی زبان

عربی کے اوزان مین ٹھونس کر شعر کہا کرتے ہین اور ہندی کے جو اوزان طبعی ہین اونسے
چھوڑ دیتے ہین یہہ ویسا ہی ہے جیسے کوئی انگریزی قصیدہ بحر طویل مین کہے کہ کوئی
انگریز اوسے موزون نہ کہے گا اسی طرح انگریزی عیسائیون نے انگریزی اوزان اور
اردو زبان مین ہماری کتابین او رمناقب مسیح عہ نظم کئے ہین ہم لوگ اوسے دیکھہ کر ہرگز
موزون نہ کہین گے ناموزون کلام پر بے اختیار ہنسی آجاتی ہے اس سبب سے جو کوئی
اون مناقب کو دیکھتا ہے ضرور ہنستا ہے اسکے برخلاف پنگل کے سب اوزان ہم
کو بھی موزون معلوم ہوتے ہین وجہہ اسکی یہی ہے کہ وہ سب اوزان ہمارے اوزان
طبعی ہین اور جن اوزان کو ہم نے اختیار کرلیا ہے ان وزنون مین بتکلف ہم شعر کہتے
ہین اور ہماری شاعری مین اس سے بڑی خرابی پیدا ہوگئی ہے جس کی ہمین خبر نہین
مین نے انگریزی کا ایک فقرہ دیکھا جو ہزج مین موزون معلوم ہوا۔

[illegible]

لیکن جو لوگ اہل زبان ہین اونکو سنایا تو اونھون نے کہا اس طرح موزون نہین ہے
بعض لوگون نے عربی کو فارسی والون کے اوزان مین نظم کیا ہے مثلاً

یَا صَاحِبَ الجَمَالِ وَیَا سَیِّدَ البَشَرِ

لیکن جو لوگ عربی اشعار سے مزہ اوٹھانے والے ہین اون سے پوچھو اونکے نزدیک
یہہ مصرع ناموزون ہے یا یہہ سمجھو کہ وزن سے جو مزہ پیدا ہوجاتا ہے وہ اس
مین نہین پیدا ہوا۔ وجہہ یہ کہ اوزان مطبوع مین شعر ہو تو اہل زبان اوس شعر کو شعر
سمجھین اور اوزان مصنوع کی تو کوئی انتہا ہی نہین یہی حال پنگل والون کی نظر مین
اردو شاعری وار دو اشعار کا ہے کہ وزن سے جو مزہ آنا چاہیئے وہ مزہ اونکو
ہمارے شعر سے نہین ملتا اور مختلف زبانون کے مختلف اوزان ہونے کی
وجہہ یہ ہے کہ ہر زبان کا خاص لہجہ ہوتا ہے اوسکے اسماؤ و افعال کے خاص
اوزان ہوتے ہین وزن شعر بھی لامحالہ جدا ہوگا مثلاً انگریزی مین عروض کا دارومدار
لہجہ کے شدت و رخا پر ہے اعداد حروف و مطابقت حرکات و سکنات کو
کچھہ دخل نہین اسکے برخلاف عربی کا عروض ہے کہ اوسمین محض مطابقت حرکات

وسکنات وشمار حروف پر عروض کی بنا ہے شدت و رخاے لہجہ سے وزن مین کچھ
خلل نہین پیدا ہوتا ہندی مین اکثر الفاظ کے آخر مین حروف علت ہوا کرتے
ہین اونہین حرفون کے مد و قصر وحذف و وقف پر پنگل کی بنا ہے قواعد پنگل مین
اردو زبان کے لئے البتہ ایک دشواری ہے کہ اون لوگون کے لہجہ مین بعض
حروف مثل لام و را وغیرہ کے ایسے خفیف اور مخلوط سے ہین کہ اون حرفون
کا شمار حروف صحیح مین نہین بلکہ ایک قسم کا اعراب سمجھتے ہین برخلاف اردو کے
لہجہ کے کہ لام یا رے کو مثلاً تقطیع شعر مین شمار نہ کرین تو وزن ہی نہین باقی
رہتا اتنا اثر عربی و فارسی کا اردو کے لہجہ پر رہ گیا ہے میری مزعوم پر ایک دلیل
یہہ ہے کہ تفحص و استقرا کے بعد الفاظ اردو کے اجزا چار طرح کے پائے
جاتے ہین اور خود الفاظ پندرہ قسم کے۔

(۱) پہلا حرف متحرک اور دوسرا ساکن جیسے۔ چل۔ سن۔ لے عروض کی
اصطلاح مین اسے سبب خفیف کہتے ہین۔

(۲) پہلا حرف متحرک اور اوسکے بعد دو ساکن جیسے۔ بات۔ رات۔ دوست۔
ایک۔ نیک وغیرہ اسکو اصطلاح مین سبب متوسط کہتے ہین۔

(۳) پہلے دو حرف متحرک اوسکے بعد ایک حرف ساکن جیسے۔ کہا۔ سنا۔
لیا وغیرہ عروضی اسے وتد مجموع کہتے ہین۔

(۴) پہلے دو حرف متحرک اوسکے بعد دو حرف ساکن جیسے نشان مکان۔
امیر وزیر حصول وصول وغیرہ شعرا اسے وتد کثرت کہتے ہین اردو مین جتنے کلمات
جس جس زبان کے پائے جاتے ہین اور محاورہ مین داخل ہین یا تو وہ انہین
چار جزون مین سے کسی جزو کے وزن پر ہین جیسے تم یا ذکر و مثال اور یا انہین
چارون جزون سے مرکب ہوتے ہین مثلاً

(۵) کسی کلمہ مین دو سبب خفیف ہین جیسے۔ ماتہا۔

(۶) کسی مین تین سبب خفیف ہین جیسے۔ پیشانی۔

(۷) کسی مین پہلا جزو سبب خفیف ہے اور دوسرا متوسط۔ جیسے رخسار

(۸) کسی مین عکس اوسکا جیسے۔ کالبد۔

(۹) کسی مین دونون سبب متوسط ہین جیسے۔ خاکسار

(۱۰) کسی مین پہلا جزو وتد مجموع اور دوسرا سبب خفیف ہے جیسے۔ مسرت

(۱۱) کسی مین عکس اوسکا جیسے۔ تہنیت

(۱۲) کسی مین پہلا وتد مجموع اور دوسرا سبب متوسط جیسے۔ خریدار

(۱۳) کسی مین دونون جزو وتد مجموع ہین جیسے۔ موافقت

(۱۴) کسی مین پہلا جزو وتد کثرت ہے اور دوسرا سبب خفیف جیسے۔ نیاریا

(۱۵) کسی مین عکس اسکا ہے جیسے۔ اعتبار

بس کلمات اردو کے یہی پندرہ وزن ہین۔ تم کہوگے کہ غلبہَ اور درجہ بھی تو ایک وزن ہے اور حیوان وجولان بھی تو وزن ہے۔ نہین ایسے الفاظ مین دوسرے متحرک کو ساکن کرکے بولتے ہین یعنی وزن انکا نامانوس وثقیل سمجھکر مونہہ کرڈا لتے ہین اور جب دوسرا حرف ساکن ہوگیا تو غلبہ ودرجہ پانچوین قسم کے وزن مین اور حیوان وجولان ساتوین قسم کے وزن مین داخل ہوگیا اس وجہ سے کہ اردو کی زبان توالی حرکات کی متحمل نہین ہے اور اسی وجہ سے سبب ثقیل اور وتد مفروق اور فاصلہ اردو کے الفاظ مین نہین پایا جاتا یہ تینون جزو الفاظ عربی کے لئے مخصوص ہین جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ الفاظ اردو کے اجزا چار ہی طرح کے ہین اور سبب ثقیل ووتد مفروق وفاصلہ کبھی اردو مین جزو کلمہ نہین واقع ہوتا اور یہہ بھی تم سمجھ گئے کہ تمام زبان بھر مین الفاظ کے پندرہ ہی وزن ہین جس مین کہین توالی حرکات نہین پائی جاتی تو اب ان عروض پر لحاظ کرو مثلاً ایک وزن ہے

فَعِلُن فَعِلُن فَعِلُن فَعِلُن

کہ یہہ سارا وزن محض فواصل سے مرکب ہے۔ اور ایک وزن ہے

مُتَفَاعِلُن مُتَفَاعِلُن مُتَفَاعِلُن متفاعِلُن

کہ اس کے ہر رکن مین توالی حرکات موجود ہے۔ اسی طرح اور ایک وزن ہے جس مین قصائد وغزلیات وواسوخت ومراثی بکثرت ہم لوگ کہا کرتے ہین یعنی

فَعِلَاتُن فَعِلَاتُن فَعِلَاتُن فَعِلَاتُن

اسکے بھی ہر رکن مین توالی حرکات موجود ہے اب خیال کرو کہ ایسے ایسے اوزان

میں جب ہم اردو کی الفاظ باندہیں گے تو اون الفاظ کی کیا گت ہوگی اور کن کن
تکلیفات سے اوسمیں نوائی حرکات پیدا کرنا پڑیگی یہی وجہ ہے کہ عمر بہر شعر کہتے ہیں تب
بھی ان اوزان میں فی البدیہہ کہنے کی قدرت نہیں حاصل ہوتی بخلاف شعرا کے
کہ اون کو یہہ اوزان طبعی معلوم ہوتی ہے اور اونکا فی البدیہہ کہنا مشہور و معروف
بات ہے غرض کہ غالب سے شاعر منفرد نے عمر بہر مشق کرکے بھی ان اوزان پر قابو
نہ پایا اور وزن غیر طبعی ہونے کے سبب سے ذہول کا کہایا۔ اس رباعی کی شرح
میں جو کچھ میں لکھہ گیا ہوں وہ کتاب کے مقدمات و سوانح اوقات و منتخبات
میں سے ہے وہذا انتقادت ہے اس مسئلہ کے متعلق ایک مفید حکایت یاد آگئی
ہے اور سو جیمز ڈیون پورٹ کی کتاب اخلاقیہ کا ترجمہ بنگلہ زبان میں کرنا منظور
تہا حیدرپور کے مسلمان بنگالی اوس کے ترجمہ کے مشتاق ہوگئے تھے اور اہل
مٹیا برج سے اس امر کی درخواست کی تھی اسپر کئی بنگالیوں سے ہم لوگوں نے
اجرت ترجمہ کے متعلق گفتگو کی ہر ایک نے یہی خواہش کی کہ ہمیں اجازت
دو کہ نظم میں اوسکا ترجمہ کریں کیونکہ نثر سے نظم انکو سہل معلوم
ہوتی ہے

مشکل ہے زبس کلام میرا اے دل ۔ سن سن کے اسے سخنوران کامل
آسان کہنے کی کرتے ہیں فرمائش ۔ گویم مشکل و گرنہ گویم مشکل

لفظ گویم میں ایہام ہے شعر کہنا بھی اس سے مراد ہے اور اونکی بات کا
جواب دینا بھی مقصود ہے

بہیجی ہے جو مجہکو شاہ جم جاہ نے دال ۔ ہے لطف و عنایات شہنشاہ پہ دال
یہ شاہ پسند دال بے بحث و جدال ۔ ہے دولت و دین و دانش و داد کی دال

چوتہا مصرع میرے عندیہ میں بے معنی ہے اکثر شعرا اس طرح کی باتیں بناتے
ہیں اور معنی کی خبر نہیں رکہتے ہاں جہاں معنی بھی باقی رہ جائیں وہاں لطف
پیدا ہوتا ہے جیسے نعمت خان عالی کہتے ہیں

قطعہ بیجا اگر افتد زبانگر وہ تند یاران خامشی ہر وقت خوبست و سخن برجا خوشست

یا عربی میں کسی بزرگ کا قول ہے کہ عزلت بے عین عبادت زلت اور بے
زاسے زہد علت ہے -

ہین شہر میں صفات ذوالجلالی باہم آثار جلالی و جمالی باہم
ہون شاد نہ کیون سافل و عالی باہم ہے اب کے شب قدر و دوالی باہم

اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ دوالی کی بت پرستی مرتبہ سافل ہے اور
شب قدر کی عبادت درجہ عالی ہے -

حق شہ کی بقا سے خلق کو شاد کرے تا شاہ شیوع دانش و داد کرے
یہ دی جو گرہ ہے رشتہ عمر میں کا نٹھہ ہے صفر کہ افزائش اعداد کرے

مصحفی کی زبان پر گانٹھہ کا لفظ تہا مگر اب متروک ہے

اس رشتہ میں لاکھہ تار ہون بلکہ سوا اتنی ہی برس شمار ہون بلکہ سوا
ہر سیکڑا کو ایک گرہ فرض کرین ایسی گرہین ہزار ہون بلکہ سوا

لکھنؤ کی زبان میں سیکڑا اور سیکڑون میں نون غنہ نہین ہے اور دلی کے لوگ
نون کے ساتھہ بولتے ہین

کہتی ہین کہ اب وہ مردم آزار نہین عشاق کی پرسش سے اوسے عار نہین
جو ہاتھ کہ ظلم سے اوٹھایا ہوگا کیونکر مانون کہ اوسمین تلوار نہین

تیسرے مصرع مین ایہام ہے یعنے ہاتھہ اوٹھانا مارنے کے معنی پر بھی ہے اور
قطع تعلق کرنے کو بھی ہاتھہ اوٹھانا کہتے ہین

ہم گرچہ بنے سلام کرنے والے کرتے ہین درنگ کام کرنے والے
کہتے ہین کہین خدا سے اللہ اللہ وہ آپ ہین صبح و شام کرنے والے

سلام کرنے والے امیدوار۔ کام نکالنے والے اہل مقدرت یعنی ہم
... وہ کہتے ہین کہ جا و اللہ اللہ کرو تو اللہ میان خود ہی صبح و شام کرتے ہین

سامان خور و خواب کہان سے لاؤن آرام کے اسباب کہان سے لاؤن
روزہ مرا ایمان ہے غالب لیکن خسخانہ و برفاب کہان سے لاؤن

یعنی روزہ کے وجوب کا اذعان بقلب اقرار بزبان مجھے ہے اگر سامان ہوتا تو امتثال بھی کرتا

ان سیم کے بیجون کو کوئی کیا جانے بھیجے ہین جو ارمغان شہ والا نے
گن کر دیوینگے ہم دعائین سو بار فیروزہ کی تسبیح کے ہین یہ دانے

یعنی روپے اور شاہ پسند وال بادشاہ نے خاصہ مین سے بھیجی تھی اگر سیم کے بیجون کا بھی سالن آتا تو تسبیح نہ بن سکتی ڈالی مین کچے بیج آئے تھے ان کی فیروزہ کی تسبیح نوندہ کر شکر عطیہ شاہی مین سو بار گن کر دعا دینگے

غلطنامہ شرح دیوان غالب

	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
	۲	کردن	نہ کردن	۴۵	۲۲	سے	کہ
	۱۸	بالش	بارش	۴۸	۱۵	خوکی	خوبی
	۲۵	رکھی	کررکھی	۵۶	۱۳	نگا	نگار
	۱۳	قان	فاعل	〃	〃	اور	و
	۱۵	سے	×	۶۱	۹	کنکھیون	کنکھیون سے
	۸	تکلیف	تکلف	۱۰۴	۱۳	آسے	آپے سے
	〃	عجیب	عجب	۱۲۹	۴	جو	×
	۱۹	سی	سے	〃	۱۴	آزاد	آرزو
	۲۲	کرتا ہے	کر	۱۳۰	۲۳	خلقت	قلتی
۱	۸	محاورہ	×	۱۳۴	۱۶	جیسے گشنا	جیسے بخشنا
۲	۱۷	اعتراض	اعراض	۱۵۱	۱۲	موقوان	موقعون
	۹	مین	مین مین	۱۵۶	۲	ایسی	اسے
	۱	گڑا	ٹکڑا	۱۶۷	۱۶	عشق	بجز
	۱۳	لوگ	جو لوگ	۱۷۰	۶	باغ یار	صحن باغ
۴	۱۹	لطف	نقط	۱۷۱	۱۹		[illegible]

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۷۷	۲۰	یون نہین	یونہین
۱۸۱	۵	زندگی	زوگی
۱۸۲	۵	مصرون	مصرعون
۱۸۵	۷	بیٹھے بیٹھے	بیٹھتے بیٹھتے
۱۸۶	۱۰	ٹہیک	ٹپک
۲۳۴	۸	جیسے	بیچے
"	۱۰	دہی	رسیے
۲۳۵	۵	تشاہد	متشاہد
"	۷	متیحر	متحیّر
۲۴۱	۱۰	اضافت	کسرۂ
۲۴۲	۲	معترف	معرفت
۲۴۷	۲	آتش بار	آتش باز
۲۵۱	۲۱	مستثنی	مستغنی
۲۶۲	۲۰	×	خم کے خم
۲۹۶	۱۱	×	صنعت کے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۹۷	۱۴	×	تیغیں جوش جیں کھینچیں جی کی جیتیں
۳۰۴	۲	بعض	محض
"	۲۰	تو	تو بھی
۳۰۵	۱۵	جیسی	جیسے
۳۱۳	۱۵	سوختہ کو	کو سوختہ
۳۲۱	۲	سعدی	کلام سعدی
۳۲۲	۱۴	حسابوں	حسابوں
۳۲۳	۱۱	×	یعنی ایک
"	۱۵	×	القاب بر محل
"	۲۴	×	فارسی میں
۳۲۴	۶	سے	لیے
"	۲۲	×	جاتا ہے
۳۲۶	۲۵	×	دل خراب
۳۲۷	۹	×	نہیں بن پڑا
"	۱۰	×	سے لے توں
۳۳۲	۴	حضرت	مغفور
"	۱۴	×	اور کسی کو
۳۳۶	۴	ہوتی ہے	ہوتے ہیں

ہماری مطبع سے حسب ذیل کتب مل سکتی ہیں

(۱) شرح دیوان اردوے غالب	(اردو)
(۲) النباتات (عربی کی پہلی)	(〃)
(۳) المعربات (〃 دوسری)	(〃)
(۴) تشریح الافلاک شیخ بہائی	(عربی)
(۵) رسالہ پیری (دو ہزار برس کی کتاب)	(اردو)
(۶) رسالہ دوستی (ایضاً)	(〃)
(۷) قانون وکلاء	(〃)
(۸) دیوان حضرت شاہ نصیر دہلوی	(〃)
(۹) دیوان حضرت [illegible] دہلوی	(〃)
(۱۰) دیوان نیاز شیرازی	(فارسی)
(۱۱) انشاے ہوش افزا	(〃)
(۱۲) کلیات فیض رح	(فارسی، اردو)

واضح رہے کہ کتب مذکورہ دوکان حاجی ملا سجاد حسین صاحب تاجر
چارکمان اور ہاشم و محسن کمپنی واقع چھتہ بازار سے بھی مل سکتے

المشتہر

سید ہدایت عباس

منتظم مطبع مفید الاسلام حیدرآباد دکن

۱۳۱۸ھ